بسم اللہ الرحمن الرحیم

قال رسول اللّٰہ ﷺ:

مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْراً يُّفَقِّهْهُ فِيْ الدِّيْنِ.

(صحيح البخاري ۱/۱٦ رقم: ۷۱، صحيح مسلم ۱/۳۳۳ رقم: ۱۰۳۷)

کتابُ النّوازِل

منتخب فتاویٰ: مولانا مفتی سید محمد سلمان صاحب منصورپوری

نائب مفتی واستاذ حدیث جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد

(جلدِ ثانی)

ردفرقِ باطلہ، کتاب العلم

ترتیب وتحقیق:

(مفتی) محمد ابراہیم قاسمی غازی آبادی

ناشر

المركز العلمي للنشر والتحقيق

لال باغ مرادآباد

- نام کتاب : کتاب النوازل (جلد ثانی)
- منتخب فتاویٰ : مولانا مفتی سید محمد سلمان صاحب منصورپوری
- ترتیب و تحقیق : مفتی محمد ابراہیم قاسمی غازی آبادی
- کمپیوٹر کتابت : محمد اسجد قاسمی مظفرنگری
- ناشر : **المرکز العلمی للنشر والتحقیق، لال باغ مرادآباد**

09412635154 - 09058602750

- تقسیم کار : فرید بک ڈپو (پرائیویٹ) لمٹیڈ دریا گنج دہلی

011-23289786 - 23289159

- اشاعتِ اول : ذی قعدہ ۱۴۳۵ھ مطابق ستمبر ۲۰۱۴ء
- صفحات : ۵۶۰
- قیمت : ۳۵۰/روپئے

ملنے کے پتے:

- مرکز نشر و تحقیق لال باغ مرادآباد
- کتب خانہ یحیوی محلہ مفتی سہارن پور
- کتب خانہ نعیمیہ دیوبند

اجمالی فہرست

❍❖❍

تفصیلی فہرست

بہائیت ۷۶

مہدویت ۹۵

غیر مقلدیت ۱۰۵

مودودیت ۱۳۸

بریلویت ۱۵۸

متفرقات

کتاب العلم

متعلقاتِ قرآنِ کریم ۲۴۸

متعلقاتِ اَحادیث ۲۹۴

متعلقاتِ فقہ وفتاویٰ ۳۴۹

دعوت وتبلیغ اور اصلاحِ معاشرہ ۳۵۷

تصوف وسلوک اور وعظ ونصیحت ۴۱۵

ذکر بالجہر اور وظائف ومعمولات ۴۵۱

انبیاء سابقین کے احوال ۵۲۸

عہدِ صحابہؓ اور تابعین کے احوال ۵۳۸

❐❖❐

ردِ فرقِ باطلہ

قادیانیت

فرقۂ مرزائی باتفاق تمام علماء مرتد اور خارجِ اسلام ہے

سوال (۱) :- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہم لوگ ضلع راجوری سے تعلق رکھتے ہیں اور ماشاء اللہ اہلِ دین ہیں، آنجناب سے عرض اس طرح سے ہے کہ یوں تو اس راجوری میں کثیر التعداد قومیں آباد ہیں، مگر ایک طبقہ جو کہ مرزائیت کہلاتا ہے یہ تقریباً دس پندرہ کنبوں پر مشتمل ہے کافی زمانہ سے چلے آرہے ہیں، پچھلے چند ماہ سے یہاں پر ایک شادی ہوئی جس میں کافی مسلمانوں کو بلایا گیا، کچھ تو چلے گئے اور شامل ہوگئے، اب جو حضرات چلے گئے تھے، ان سے تمام علماء دین نے کچھ شرعی تعزیرا اور توبہ وغیرہ کرائی اور توجہ دینے سے باز آگئے لیکن کچھ لوگ انکار کر گئے، کہنے لگے کہ یہ لوگ ہمارے ہمسایہ ہیں ہم ایسا نہیں کر سکتے، جس پر جناب والا یہاں پر مسلمانوں میں کافی الجھن سی پڑی ہوئی ہے۔ جناب والا ان مرزائی حضرات کا کہنا ہے کہ ہمیں دنیا کا کوئی مسلمان عالم چیلنج نہیں کرسکتا، کہتے ہیں کہ ہم لوگ پکے اور سچے مسلمان ہیں جب کہ جناب والا نہ تو یہ لوگ ہمیں اپنے جنازہ میں شامل ہونے دیتے ہیں اور نہ ہی یہ لوگ ہمارے جنازے وغیرہ یا مساجد میں آتے ہیں؛ لہٰذا ان حالات اور واقعات کو مدنظر رکھ کر جناب اپنے علم ویقین سے قرآن وسنت کی روشنی میں فتویٰ جاری کریں، اور ہماری اس دینی الجھن کو دور فرما کر اہلِ راجوری کو مشکور وممنون فرمادیں، جناب کی عین نوازش ہوگی۔

باسمہٖ سبحانہٗ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مرزائی فرقہ (جو قادیانی اور احمدی کے نام سے بھی مشہور ہے) ختم نبوت کے انکار اور دیگر عقائد کفریہ باطلہ کی بنا پر باتفاق تمام علماء مرتد اور خارج

اسلام ہے، ان کے ساتھ میل جول رکھنا ان کی تقریبات میں شریک ہونا اسی طرح ان کی غمی اور خوشی میں شرکت کرنا قطعاً ناجائز ہے، صورتِ مسئولہ میں جو مسلمان مرزائیوں کی تقریبِ شادی میں شریک ہوئے ہیں، ان کے ساتھ حق ہمسائیگی نبھانے کا کوئی جواز نہیں ہے۔ تفصیل کے لئے ردِ قادیانیت پر لکھی ہوئی کتابیں خاص کر ''اسلام اور قادیانیت کا تقابلی مطالعہ'' دیکھنی چاہئیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ڈابھیل ۱/۵۲۱-۲/۱۲۶، احسن الفتاویٰ ۱/۴۱)

﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ﴾

[الاحزاب: ٤٠]

عن ثوبان رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: ...... وإنه سيكون في أمتي كذابون ثلاثون كلهم يزعم أنه نبي وأنا خاتم النبيين، لا نبي بعدي. (سنن أبي داؤد، الفتن / ذكر الفتن ودلائلها ٥٨٤/٢ رقم: ٤٢٥٢، سنن الترمذي، الفتن / باب لا تقوم الساعة حتى يخرج كذابون ٤٥/٢، وقال الترمذي: هذا حديث صحيح)

عن جبير بن مطعم قال: سمعت النبي صلى اللّٰه عليه وسلم يقول: ...... وأنا العاقب، والعاقب الذي ليس بعده نبي. (صحيح البخاري، المناقب / باب ما جاء في أسماء رسول اللّٰه ﷺ رقم: ٣٥٣٢، صحيح مسلم، الفضائل / باب في أسمائه ﷺ رقم: ٢٣٥٤)

اعلم أن الإجماع قد انعقد على أنه صلى اللّٰه عليه وسلم خاتم المرسلين كما أنه خاتم النبيين وإن كان المراد بالنبيين في الآية هم المرسلين. (اليواقيت والجواهر ٣٧/٢)

قوله: ''وكل دعوى النبوة بعده فغيٌّ وهوى'' ش: لما ثبت أنه خاتم النبيين، علم أن من ادعى بعده النبوة فهو كاذب. (عقيدة الطحاوية مع الشرح ١٧٦، بحواله: عقائد أهل السنة والجماعة ١٠٠)

''وقد أخبر اللّٰه تبارك وتعالىٰ في كتابه ورسوله صلى اللّٰه عليه تعالىٰ عليه وسلم في السنة المتواترة أنه لا نبي بعده، ليعلموا أن كل من ادعى هٰذا المقام

بعده، فهو كذاب و أفاك دجال ضال مضل". (تفسير ابن كثير الاحزاب: ٤٠، ٦٥٢/٣ بيروت)

ولا ينجو من الكفر إلا من أكفر ذلك الملحد (أي غلام أحمد القاديانى) بلا تلعثم و تردد. (مجموعه رسائل الإمام الكشميري، إكفار الملحدين ١٠ كراچی)

﴿وَلَا تَرْكَنُوْا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ﴾ [هود: ١١٣]

والركون إلى الشيء هو السكون إليه بالأنس والمحبة، فاقتضى ذلك النهي عن مجالسة الظالمين ومؤانستهم والإنصات إليهم وهو مثل قوله تعالىٰ: ﴿فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ﴾ (أحكام القرآن للجصاص ٢٤٣/٣) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۲/۹/۲۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

قادیانیوں کے کفریہ عقائد

سوال (۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: پورے عالم اسلام نے قادیانیوں (جو خود کو احمدی اور مرزائی کہتے ہیں) کو کافر قرار دیا ہے، معلوم یہ کرنا ہے کہ وہ کون سے عقائد کفریہ ہیں، جن کی وجہ سے انہیں کافر قرار دیا جاتا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: پوری امتِ مسلمہ کا یہ اجماعی عقیدہ اور قرآنِ کریم کا اعلان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے آخری نبی ہیں، آپ کے بعد کسی کو نبوت عطا نہیں کی جائے گی۔ نیز یہ بھی عقیدہ ہے کہ نبوت کوئی اختیاری کمال نہیں کہ جو بھی چاہے محنت یا عبادت کر کے اس مقام تک پہنچ جائے؛ بلکہ نبوت خالصۃً وہبی کمال ہے جو من جانب اللہ براہِ راست عطا ہوتا ہے، اس متفقہ عقیدہ کے برخلاف مرزا غلام احمد قادیانی نعوذ باللہ خود اپنی نبوت کا مدعی ہے جو سراسر قرآن کا انکار ہے، وہ اپنے کو مثیلِ محمد کہتا ہے، اپنے اقوال کو وحی قرار دیتا ہے، نیز وہ آخری

زمانہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے متواتر عقیدہ کا نہ صرف منکر ہے؛ بلکہ اپنے کو خود مسیحِ موعود کہہ کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں انتہائی فحش کلامی کرتا ہے، حالانکہ کسی نبی کی توہین بجائے خود کفرصریح ہے۔

اس کے علاوہ بھی مرزا غلام احمد قادیانی کے کفریہ عقائد کی لمبی فہرست ہے۔ جن میں سے چند دعاوی مع حوالہ جات حسبِ ذیل ہیں:

(۱) بیت اللہ ہونے کا دعویٰ۔ (اربعین ۴، روحانی خزائن ۱۷/۴۴۵)

(۲) مجدد ہونے کا دعویٰ۔ (کتاب البریۃ ۱۶۸، روحانی خزائن ۱۳/۲۰۱)

(۳) مامور ہونے کا دعویٰ۔ (روحانی خزائن ۲۱/۶۶)

(۴) نذیر ہونے کا دعویٰ۔ (تذکرہ ۴۴، براہین احمدیہ ۱/۶۹)

(۵) آدم، مریم اور احمد ہونے کا دعویٰ۔ (تذکرہ ۷۰، روحانی خزائن ۱/۵۹۰)

(۶) نبوت و رسالت کا دعویٰ۔ (براہین احمدیہ حاشیہ در روحانی خزائن ۱/۵۹۳)

(۷) توحید و تفرید کا دعویٰ۔ (تذکرہ ۱۴۱-۳۸۴، براہین احمدیہ در خزائن ۱/۵۸۱، حاشیہ در حاشیہ اربعین ۳، در روحانی خزائن ۱۷/۴۱۳)

(۸) مثیل مسیح ہونے کا دعویٰ۔ (تذکرہ ۲۱۷، تبلیغ رسالت ۱/۱۵۹)

(۹) مسیح بن مریم ہونے کا دعویٰ۔ (تذکرہ ۱۸۵، ازالہ اوہام در روحانی خزائن ۳/۴۴۲)

(۱۰) صاحب کن فیکون ہونے کا دعویٰ۔ (تذکرہ ۲۰۳، روحانی خزائن ۲۱/۱۲۴)

(۱۱) مسیح اور مہدی ہونے کا دعویٰ۔ (تذکرہ ۲۵۷، اتمام الحجۃ در روحانی خزائن ۸/۲۷۵)

(۱۲) امام زماں ہونے کا دعویٰ۔ (ضرورۃ الامام در روحانی خزائن ۱۳/۴۹۵)

(۱۳) ظل نبی ہونے کا دعویٰ۔ (ایک غلطی کا ازالہ در روحانی خزائن ۱۸/۲۱۲)

(۱۴) مستقل صاحب شریعت نبی اور رسول ہونے کا دعویٰ۔ (اشتہار معیار الاخیار ۳، تذکرہ ۳۵۲، حقیقۃ الوحی در روحانی خزائن ۲۲/۱۰۵، انجام آتھم در روحانی خزائن ۱۱/۲۷، اعجاز احمدی ۷، مستفاد: ردِ مرزائیت کے زریں اصول، افادات: حضرت مولانا منظور احمد صاحب چنیوٹیؒ ۸-۱۶)

ان میں سے ہر ایک دعویٰ مرزا قادیانی کے کفر کی مستقل دلیل ہے۔

﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ﴾

[الاحزاب: ٤٠]

﴿اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ﴾ [الأنعام: جزء الآية: ١٢٤]

فالمعنى أن للرسالة موضعاً مخصوصاً لا يصلح وضعها إلا فيه، فمن كان مخصوصاً موصوفاً بتلك الصفات التي لأجلها يصلح وضع الرسالة فيه كان رسولاً وإلا فلا، والعالم بتلك الصفات ليس إلا الله تعالىٰ. فحصول النبوة والرسالة لبعضها دون البعض تشريف من الله وإحسان وتفضل. (تفسير الفخر الرازي للإمام فخر الدين الرازي ١٨٥/٧)

عن ثوبان رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم......، وإنه سيكون في أمتي كذابون ثلاثون كلهم يزعم أنه نبي وأنا خاتم النبيين، لا نبي بعدي. (سنن أبي داؤد، الفتن / ذكر الفتن ودلائلها ٥٨٤/٢ رقم: ٤٢٥٢، سنن الترمذي، الفتن / باب لا تقوم الساعة حتى يخرج كذابون ٤٥/٢، وقال الترمذي: هذا حديث صحيح)

عن جبير بن مطعم قال: سمعت النبي صلى الله عليه وسلم يقول: ...... وأنا العاقب، والعاقب الذي ليس بعده نبي. (صحيح البخاري، المناقب / باب ما جاء في أسماء رسول الله ﷺ رقم: ٣٥٣٢، صحيح مسلم، الفضائل / باب في أسمائه ﷺ رقم: ٢٣٥٤)

فإن قلت: فهل النبوة مكتسبة أو موهوبة فالجواب ليس النبوة مكتسبة حتى يتوصل إليها بالنهک والرياضات كما ظنه جماعة من الحمقاء وقد أفتى المالكية وغيرهم بكفر من قال: أن النبوة مكتسبة. (اليواقيت والجواهر ١٦٤/١-١٦٥)

وقال القاضي عياض: من ادعى منهم أنه يوحىٰ إليه وإن لم يدع النبوة، فهٰؤلاء كلهم كفار مكذبون للنبي صلى الله عليه وسلم؛ لأنه أخبر صلى الله

وسلم أنه خاتم النبيين لا نبي بعدي. (شفاء للقاضي عياض ۲/٤٤٦-٤٤٧، رد مرزائيت كے زرين أصول ٢١٤-٢١٥)

اعلم أن الإجماع قد انعقد على أنه صلى الله عليه وسلم خاتم المرسلين كما أنه خاتم النبيين وإن كان المراد بالنبيين في الآية هم المرسلين. (اليواقيت والجواهر ۳۷/۲)

قوله: ''وكل دعوى النبوة بعده فغيٌّ وهوى'' ش: لما ثبت أنه خاتم النبيين، علم أن من ادعى بعده النبوة فهو كاذب. (عقيدة الطحاوية مع الشرح ١٧٦، بحواله: عقائد أهل السنة والجماعة ١٠٠)

﴿اِذْ قَالَ اللّٰهُ يَا عِيْسَى اِنِّيْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَيَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ﴾ (ال عمران: ٥٥]

﴿وَاِنْ مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ﴾ [النساء: ١٥٩]

"وقد أخبر اللّٰه تبارك وتعالىٰ في كتابه ورسوله صلى اللّٰه عليه تعالىٰ عليه وسلم في السنة المتواترة أنه لا نبي بعده، ليعلموا أن كل من ادعى هٰذا المقام بعده، فهو كذاب وأفاك دجال ضال مضل''. (تفسير ابن كثير ٦٥٢/٣ بيروت، الاحزاب: ٤٠)

عن حذيفة بن أسيد رضي اللّٰه تعالىٰ عنه قال: كان النبي صلى اللّٰه عليه وسلم في غرفة ونحن أسفل منه فاطلع إلينا، فقال: ما تذكرون؟ قلنا: الساعة، قال: إن الساعة لا تكونُ حتى تكونَ عشر آيات...... العاشرة: نزول عيسى بن مريم. (صحيح مسلم ۳۹۳/۲ رقم: ۲۹۰۱، سنن الترمذي ٤١/٢ رقم: ۲۱۸۳)

فإن قيل: فما الدليل على نزول عيسى عليه السلام من القرآن، فالجواب الدليل على نزوله قوله تعالىٰ: ﴿وَاِنْ مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ﴾

(اليواقيت والجواهر للشعراني ۲۲۹/۲، كذا في الشرح الفقه الأكبر ١٣٦)

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم:

والذي نفسي بيده ليوشكنَّ أن ينزلَ فيكم ابنُ مريم، حكماً عدلاً، فيكسرُ الصليب، ويقتلُ الخنزير، ويضعُ الجزية، ويفيض المال حتى لا يقبله أحدٌ، حتى تكونَ السجدة الواحدة خيراً من الدنيا وما فيها. (صحيح البخاري رقم الحديث: ۳۴۴۸، صحيح مسلم رقم الحديث: ۲۴۲-۱۵۵، سنن الترمذي رقم الحديث: ۲۲۳۳، سنن ابن ماجة رقم الحديث: ۴۰۷۸، مرقاة المفاتيح ۱۰/۱۶۲ رقم: ۵۵۰۵)

حياة المسيح بجسمه إلى اليوم ونزوله من السماء بجسمه العنصري مما أجمع عليه الأمة وتواتر به الأحاديث. (تفسير البحر المحيط ۴۷۳/۲، شرح عقيدهٔ سفارينه ۹۰/۲، تفسير جامع البيان ۱۸۴/۳)

لا خلاف في أنه ينزل في اٰخر الزمان. (فتوحاتِ مكية شيخ أكبر ۷۳، مستفاد: ردِ مرزائيت كے زريں أصول ۱۰۹-۱۵۲)

ولا ينجو من الكفر إلا من أكفر ذٰلک الملحد (أي غلام أحمد القادياني) بلا تلعثم وتردد. (مجموعه رسائل الإمام الكشميري، إكفار الملحدين ۱۰ كراچی)

مرزا غلام أحمد القادياني خارج عن دائرة الإسلام فلا يسع لأحد من المسلمين أن يتبعه. (حافظ ايمان من فتنة قاديان ۳۹)

أفتى علماء العرب والعجم بإلحادهم وكفرهم. (حافظ ايمان من فتنة قاديان ۴۲)

اس کے علاوہ مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں:

هداية الممتري عن غواية المفتري (اسلام اور قادیانیت کا تقابلی مطالعہ) (از: حضرت مولانا مفتی عبدالغنی پٹیالویؒ)

قادیانیت (حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ)

ختم نبوت کامل (حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ)

تحفہ ختم نبوت (مجموعہ رسائل حضرت مولانا مفتی محمد یوسف صاحب لدھیانویؒ)

ردِمرزائیت کے زریں اصول (افادات: حضرت مولانا منظور احمد صاحب چنیوٹیؒ پاکستان)
یہ کتابیں دار العلوم دیوبند کے مکتبہ سے حاصل کی جا سکتی ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱/۱۱/۲۱/۱۴۲۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مرزا غلام احمد قادیانی کے عقائد، نظریات اور دعاوی؟

سوال (۳): -ریاست آندھرا پردیش میں فتنہ قادیانیت کے تعاقب اور سدباب کے لیے کل ہند مجلس تحفظ ختم نبوت دار العلوم دیوبند کی نگرانی اور رہنمائی میں اس کی باضابطہ شاخ کی حیثیت سے مجلس تحفظ ختم نبوت ٹرسٹ آندھرا پردیش مستقل سرگرم عمل ہے، الحمد للہ اس تنظیم کی ''جہد مسلسل'' کے نتیجے میں مؤرخہ ۱۸/فروری ۲۰۱۲ء وقف بورڈ اے پی نے اپنے متفقہ فیصلہ میں قادیانی فرقہ کو غیر مسلم تسلیم کرتے ہوئے اس کی وقف جائیدادوں کو درج اوقاف ریکارڈ سے خارج کر دیا اور سنی مسلم وقف جائیدادوں پر سے ان کے قبضہ وتصرف کو برخواست کر دیا، مؤرخہ ۱۷/اپریل ۲۰۱۲ء کو قادیانی فرقہ نے اس فیصلہ کے خلاف اے پی ہائی کورٹ میں وقف بورڈ پر مقدمہ دائر کیا ...... مجلس تحفظ ختم نبوت بھی اس مقدمہ میں مستقل فریق بنی ہوئی ہے۔

سوال نامے کا جو جواب آپ ارسال فرمائیں گے وہ مقدمہ کی کارروائی کا ایک حصہ بنے گا اور قادیانیت کے خلاف امتِ مسلمہ کے متفقہ موقف کو ثابت کرنے کے لئے عدالت میں جج صاحبان کے سامنے پیش ہوگا، جج صاحبان عموماً اردو زبان سے ناواقف ہوتے ہیں، اس لیے جواب اگر انگریزی میں اور ادارہ کے لیٹر پیڈ پر ہو تو مقدمہ کی کارروائی میں بڑی سہولت اور آسانی ہوگی، یہ اگرچہ بعض اداروں کے عام ضابطہ کے خلاف ہوتا ہے؛ لیکن ہنگامی اور بعض نازک صورتحال کی وجہ سے دین اسلام کے مفاد اور تحفظِ ناموس رسالت مآب ﷺ کے لئے اصول وضوابط کی خلاف ورزی کو گوارہ فرمالیں، امید کہ تحفظ ختم نبوت جیسے عظیم الشان کام سے متعلق ایک اہم اور نازک مقدمہ میں اس کو پیش نظر رکھا جائے گا۔

آپ سے درخواست ہے کہ فتویٰ اس نئے سوال نامہ کے مطابق تحریر فرما کر جلد از جلد روانہ

فرمائیں، بڑی عنایت ہواور نوازش ہوگی، امید کہ ایک عظیم اور مقدس کاز-تحفظ ختم نبوت- کے لئے دوبارہ زحمت گوارہ فرمائیں گے اور ہماری درخواست کو قبول فرمائیں گے، اللہ تعالیٰ آپ کے علم میں، عمر میں اور عمل میں خیر و برکت عطا فرمائے۔

گرامی قدر! علماء کرام و مفتیان شرع متین   السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عرض خدمت یہ ہے کہ قادیانی فرقہ کے لوگ جو خود کو ''احمدی مسلمان'' اور کبھی ''احمدیہ مسلم جماعت'' بھی متعارف کراتے ہیں، مسلمانوں کو فریب میں مبتلا کر کے قادیانی بنانے کی غرض سے ان کی ہر چھوٹی بڑی سرگرمی اسلام اور مسلمانوں کے نام سے ہوتی ہے، جبکہ اسلام اور مسلمانوں سے ان کا کوئی تعلق نہیں، اس فرقہ کا لٹریچر پڑھنے کے بعد اس فرقہ کے نظریات وخیالات سے متعلق جو کچھ معلومات حاصل ہوتی ہیں بطور نمونہ ان میں سے چند نظریات درج ہیں:

قول وقرار میں صداقت اور امانت و دیانت ایک ایسا وصف ہے جو مسلمان کہلانے والے ایک ادنیٰ فرد کے اندر بھی پایا جانا ضروری ہے، جھوٹ بولنے والا شخص مقدس تو کیا ایک شریف انسان بھی کہلانے کا حق دار نہیں اور نبوت کا دعویٰ کرنے والے کے لیے تو یہ ایسا وصف لازم ہے جھوٹ کا شائبہ بھی نبی میں نہیں پایا جاسکتا اور جس میں پایا جائے وہ نبی نہیں ہوسکتا، اس کے بر خلاف قادیانی فرقہ کے لوگ مرزا غلام احمد قادیانی کو جو اپنی ہی تحریروں اور قول وقرار کی روشنی میں مہا جھوٹا ثابت ہوتا ہے مسیح و مہدی منواتے ہیں بلکہ اس سے بھی آگے بڑھ کر نبوت جیسا عظیم و مقدس منصب اس کے لئے تجویز کرتے ہیں، ملاحظہ کیجئے مرزا غلام احمد کے جھوٹ کا ایک نمونہ اس نے لکھا ہے:

> ''تمام نبیوں کی کتابوں سے اور ایسا ہی قرآن شریف سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے آدم سے لے کر اخیر تک دنیا کی عمر سات ہزار برس رکھی ہے ......اور قرآن شریف سے بھی صاف طور پر یہی نکلتا ہے کہ آدم سے اخیر تک بنی آدم کی سات ہزار سال ہے اور ایسا ہی پہلی تمام کتابیں بھی باتفاق کہتی ہیں۔
>
> (لیکچر سیالکوٹ روحانی خزائن جلد ۲۰/ ۲۰۷-۲۰۹)

مرزا غلام احمد قادیانی کی اس عبارت کا ہر دعویٰ جھوٹا ہے، نیز تمام نبیوں پر اور خاص طور پر قرآن شریف پر اور سابقہ کتب پر صریح بہتان اور جھوٹ ہے، کیونکہ قرآن شریف نے واضح طور پر یہ اعلان کیا ہے کہ قیامت کا علم سوائے خدا کے کسی کو معلوم نہیں کہ وہ کب آئے گی اور کب دنیا کا خاتمہ ہوگا، یہ جھوٹ صرف ایک اور پہلا نہیں اس کے اقوال بے شمار پیش کیے جا سکتے ہیں جن سے مرزا غلام احمد قادیانی کا جھوٹا اور جاہل ہونا بخوبی واضح ہوتا ہے جس کے لیے قادیانی لوگ نبوت کا منصب تجویز کرتے ہیں۔

دعوئ نبوت کے تعلق سے مرزا نے لکھا ہے کہ:

(۱) ''ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم نبی اور رسول ہیں''۔(اخبار بدر ۵/مارچ ۱۹۰۸ء)

(۲) ''سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا''۔(روحانی خزائن:۱۸/۲۳۱)

(۲) قرآن وحدیث کی روشنی میں مسلمان رسول اللہ ﷺ کو اس طرح آخری نبی مانتے ہیں کہ آپ ﷺ کے بعد اب کسی شخص کو قیامت تک نبی نہیں بنایا جائے گا اور محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد کسی بھی قسم کی نبوت کے دعوے کو کفر سمجھتے ہیں، خود مرزا غلام احمد قادیانی بھی اپنے دعوئ نبوت سے قبل اسی عقیدہ کو اسلامی عقیدہ مانتا تھا۔

لیکن اس اسلامی عقیدے کے برخلاف جب اس نے اپنی نئی نبوت کا اعلان کیا تو یہ دعویٰ کیا کہ اب وہ محمد ﷺ کے بعد ایک نئی شریعت والا نبی ہے اور اپنے اس دعوے پر وہ اس طرح بضد ہو کر خود کو صاحب شریعت نبی منوانا چاہتا ہے، غور کیجئے، اس نے لکھا ہے:

''اور اگر کہو کہ صاحب الشریعت افتراء کر کے ہلاک ہوتا ہے نہ ہر ایک مفتری، تو اول تو یہ دعویٰ بے دلیل ہے، خدا نے افتراء کے ساتھ شریعت کی کوئی قید نہیں لگائی، ماسوا اس کے یہ بھی تو سمجھو کہ شریعت کیا چیز ہے جس نے اپنی وحی کے ذریعہ سے چند امر اور نہی بیان کئے اور اپنی امت کے لیے ایک قانون مقرر کیا وہی صاحب الشریعت ہو گیا پس اس تعریف کی رو سے بھی ہمارے مخالف ملزم ہیں کیونکہ میری وحی میں امر بھی ہیں اور نہی بھی، مثلاً یہ الہام: ﴿قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ

﴿يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكىٰ لَهُمْ﴾ یہ براہین احمدیہ میں درج ہے اور اس میں امر بھی ہے اور نہی بھی اور اس پر تیئیس برس کی مدت بھی گذر گئی اور ایسا ہی اب تک میری وحی میں امر بھی ہوتے ہیں اور نہی بھی، اور اگر کہو کہ شریعت سے وہ شریعت مراد ہے جس میں نئے احکام ہوں تو یہ باطل ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿اِنَّ هٰذَا لَفِي الصُّحُفِ الْاُوْلىٰ. صُحُفِ اِبْرَاهِيْمَ وَمُوْسىٰ﴾ یعنی قرآن تعلیم توریت میں بھی موجود ہے، اور اگر یہ کہو کہ شریعت وہ ہے جس میں باستیفاء امر اور نہی کا ذکر ہو تو یہ بھی باطل ہے کیونکہ اگر توریت یا قرآن شریف میں باستیفاء احکام شریعت کا ذکر ہوتا تو پھر اجتہاد کی گنجائش نہ رہتی۔ (اربعین نمبر۴، روحانی خزائن ۱۷/۴۳۵-۴۳۶)

یہ عبارت اس عقیدے کی وضاحت کرنے میں لا ریب ہے کہ مرزا قادیانی خود کو نہ صرف یہ کہ صاحب شریعت نبی منواتا ہے بلکہ اپنی امت کے لیے قانون مقرر کر کے اپنی شریعت کے اوامر و نواہی بھی شمار کراتا ہے، اور شریعت کی اپنی بیان کردہ تعریف کے خلاف جو بھی تعریف ہو اس کو مسترد کرتا ہوا نظر آتا ہے۔

(۳) نیز اسلامی تعلیمات کے خلاف اس نے ایک نیا نظریہ بھی پیش کیا کہ خاتم النبیین محمد رسول اللہ ﷺ کا دوبار دنیا میں آنا مقدر تھا، پہلی بار آپ مکہ مکرمہ میں محمد ﷺ کی شکل میں آئے اور دوسری بار قادیان میں مرزا غلام احمد قادیانی کی شکل میں آئے، مرزا نے لکھا ہے:

(ا) أنزل اللّٰه على فيض هٰذا الرسول ...... حتى صار وجودي وجوده فمن دخل في جماعتي دخل في صحابة سيدي خير المرسلين، وهٰذا هو معنى وآخرين منهم كما لا يخفىٰ على المتدبرين، ومن فرقه بيني وبين المصطفىٰ فما عرفني وما رأي.

(خطبہ الہامیہ / روحانی خزائن جلد۱۶ / ۲۵۸-۲۵۹)

ترجمہ از مرزا: خدا نے مجھ پر اس رسول کریم کا فیض نازل فرمایا...... یہاں تک کہ میرا وجود اس کا وجود ہو گیا پس وہ جو میری جماعت میں داخل ہو گیا درحقیقت میرے سردار خیر المرسلین کے صحابہ میں داخل ہوا اور یہی معنی آخرین منہم کے لفظ کے بھی ہیں جیسا سوچنے والوں پر پوشیدہ نہیں اور

جوشخص مجھ میں اور مصطفیٰ میں فرق کرتا ہے اس نے مجھے نہیں دیکھا ورنہیں پہچانا ہے۔

ایک دوسری جگہ اس نے مزید وضاحت کی ہے کہ:

(۲) ''جب کہ بروزی طور پر میں آنحضرت (محمدؐ) ہوں اور بروزی رنگ میں تمام کمالات محمد مع نبوت محمدیہ کے میرے آئینہ ظلیت میں منعکس ہیں تو پھر کونسا الگ انسان ہوا جس نے علیٰحدہ طور پر نبوت کا دعویٰ کیا۔ (اشتہار ایک غلطی کا ازالہ/روحانی خزائن جلد ۱۸/۲۱۲)

(۳) مرزا کے اکمل نامی ایک درباری شاعر نے اس مسئلے کی وضاحت میں چند اشعار کہے اور مرزا کی خدمت میں پیش کیے جس کو مرزا نے پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا اور وہ بھی برائے ملاحظہ پیش ہیں:

محمد پھر اتر آئے ہیں ہم میں ❖ اور آگے سے بڑھ کر ہیں اپنی شان میں

محمد دیکھنے ہوں جس نے اکمل ❖ غلام احمد کو دیکھے قادیان میں

(اخبار بدر/۲۵/اکتوبر ۱۹۰۶ء)

(۴) قرآن وحدیث کی روشنی میں اسلامی عقیدہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام آسمان پر اٹھائے گئے اور قرب قیامت میں آسمان سے ان کا نزول ہوگا، قادیانی، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے **رفع الی السماء** اور ان کے **نزول من السماء** کے منکر ہیں، اور مرزا قادیانی کو حضرت عیسیٰ ابن مریم کی جگہ مانتے ہیں۔

(۵) اسلامی عقیدہ یہ ہے کہ حضرت مہدی کا ظہور ابھی نہیں ہوا ہے حضور پاک ﷺ نے جو علامات حضرت مہدی کی بتائی ہیں ان کا حامل کوئی شخص ابھی ظاہر نہیں ہوا، اس کے برخلاف مرزا قادیانی کے متبعین، مرزا غلام احمد قادیانی کو مہدی مانتے ہیں جب کہ اس میں مہدی کی کوئی بھی علامت جو احادیث میں وارد ہے نہیں پائی جاتی ہے۔

(۶) ان عقائد کے علاوہ اس فرقہ کے لٹریچر میں جا بجا انبیاء کرام علیہم السلام کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کے بارے میں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں گستاخانہ تحریریں موجود ہیں، مرزا قادیانی نے اپنی ایک تصنیف چشمۂ معرفت/روحانی خزائن ص ۳۹۰ میں لکھا ہے کہ

''اسلام میں کسی نبی کی تحقیر کفر ہے...... کسی نبی کی اشارہ سے بھی تحقیر کرنا سخت معصیت ہے اور موجب نزول غضب الٰہی''

لیکن اس کے خلاف مرزا کی تحریریں ملاحظہ کیجئے:

(۱) ''پس اس نادان اسرائیلی (عیسیٰ ابن مریم) نے ان معمولی باتوں کا پیشین گوئی کیوں نام رکھا۔ (حاشیہ ضمیمہ انجام آتھم/روحانی خزائن جلد ۱۱/۲۸۸)

یہ بھی یاد رہے کہ آپ (عیسی ابن مریم) کو کسی قدر جھوٹ بولنے کی بھی عادت تھی، جن جن پیشین گوئیوں کا اپنی ذات کی نسبت توریت میں پایا جانا آپ (عیسیٰ بن مریم) نے بیان فرمایا ہے ان کتابوں میں ان کا نام ونشان نہیں پایا جاتا ہے۔ (روحانی خزائن ۱۱/۲۸۹)

(۲) عیسائیوں نے بہت سے آپ (عیسیٰ بن مریم) کے معجزات لکھے ہیں مگر حق بات یہ ہے کہ آپ سے کوئی معجزہ صادر نہیں ہوا۔ (روحانی خزائن ۱۱/۲۹)

(۳) لیکن مسیح (عیسیٰ بن مریم) کی راستبازی اپنے زمانہ میں دوسرے راستبازوں سے بڑھ کر ثابت نہیں ہوئی؛ بلکہ یحییٰ نبی کو اس پر ایک فضیلت ہے کیونکہ وہ شراب نہیں پیتا تھا اور کبھی نہیں سنا گیا کہ کسی فاحشہ عورت نے آکر اپنی کمائی کے مال سے اس کے سر پر عطر ملا تھا یا ہاتھوں یا اپنے سر کے بالوں سے اس کے بدن کو چھوا تھا یا کوئی بے تعلق جوان عورت اس کی خدمت کرتی تھی اس وجہ سے خدا نے قرآن میں یحییٰ کا نام حصور رکھا مگر مسیح کا یہ نام نہ رکھا کیوں کہ اس نام کے رکھنے سے موانع تھے۔ (دافع البلاء، روحانی خزائن ۱۸/۲۲۰)

(۴) ہائے کس کے آگے یہ ماتم لے جائیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تین پیشین گوئیاں صاف طور پر جھوٹی نکلیں اور آج کون زمین پر ہے جو اس عقدہ کو حل کر سکے۔ (اعجاز احمدی، روحانی خزائن ۱۹/۱۲۱)

(۵) اور مجھے (مرزا قادیانی کو) بتایا گیا تھا کہ تیری خبر قرآن وحدیث میں موجود ہے اور تو (مرزا قادیانی) ہی اس آیت کا مصداق ہے کہ: ﴿ھو الذی ارسل رسوله بالھدیٰ و دین

الحق لیظهره علی الدین کله﴾ (اعجاز احمدی، روحانی خزائن ۱۹/۱۱۳)

(۶) میں سچ سچ کہتا ہوں کہ آج تم میں ایک (مرزا قادیانی) ہے کہ اس حسین سے بڑھ کر ہے۔ (دافع البلاء، روحانی خزائن ۱۸/۲۳۳)

(۷) ابو ہریرہ (صحابی رسول ﷺ) جو غبی تھا اور درایت اچھی نہیں رکھتا تھا۔ (اعجاز احمدی، روحانی خزائن ۱۹/۱۲۷)

اس کے باوجود اس فرقہ کے لوگ خود کو اہل سنت والجماعت یعنی سنی مسلمان منواتے ہیں البتہ محمدی مسلمان کی جگہ خود کو احمدی کہلواتے ہیں، ختم نبوت کے عقیدہ پر اور اسلام کے بنیادی اصولوں پر ایمان رکھنے کی بات کرتے ہیں، ساتھ ہی ساتھ مرزا غلام احمد قادیانی کو ظلی و بروزی نبی تسلیم کرنے کا اقرار بھی کرتے ہیں، اپنی پوجا استھل یعنی عبادت کرنے کی جگہ کو ''مسجد'' سے تعبیر کرتے ہیں، نماز اور دیگر تمام اسلامی اعمال وعبادات کی شکل میں اپنی پوجا اور عبادت بھی ادا کرتے ہیں، اپنے لٹریچر میں کعبۃ اللہ اور گنبد خضریٰ کے تصاویر چھاپ کر خود کو مسلمانوں جیسا باور کرانے کی کوشش کرتے ہیں، اس پس منظر میں چند سوالات پیش خدمت ہیں:

(۱) شریعت میں نبی کے معنی کیا ہیں اس کو واضح کیا جائے اور بتایا جائے کہ جو شخص خدا سے اپنی مزعومہ ہم کلامی اور مخاطبت کو نبوت کہتا ہے اس کا شرعی حکم کیا ہے؟ ختم نبوت کا مفہوم شرعی اصطلاح میں کیا ہے؟ اگر کوئی شخص اس مفہوم میں تاویل کر کے خود کو نبی کہلوائے تو اس کا حکم شرعی کیا ہے؟

(۲) جو شخص اپنے اوپر وحی کے نزول کا قائل ہو، قرآن مجید کو اللہ کی کتاب اور اپنے منہ کی باتیں کہتا ہو نیز انبیاء کی توہین کا مرتکب ہو اس کا شرعی حکم کیا ہے؟

(۳) کیا قادیانیوں کو مسلمان کہنے کی کسی طرح گنجائش ہے؟ کیا مذکورہ بالا عقائد و نظریات کے ہوتے ہوئے ان کے دعویٰ کے مطابق ان کو مسلمان کہا یا مانا جا سکتا ہے؟

(۴) کیا قادیانی افراد کا اپنی عبادت گاہ کو مسجد کہنا/لکھنا درست ہے؟

(۵) کیا قادیانیوں کی عبادگاہوں کو مسلم اوقاف میں شمار کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟

(۶) کیا قادیانیوں کا اپنے لٹریچر میں اور اپنی عبادت گاہ میں کلمہ طیبہ لکھنا صحیح ہے؟

(۷) کیا قادیانی اپنے لٹریچر میں کعبۃ اللہ اور گنبد خضریٰ کی مقدس تصاویر چھاپ سکتے ہیں؟

(۸) وہ تمام باتیں جو مسلمانوں کی شناخت اور پہچان کے لیے ہیں، کیا قادیانی انہیں اپنے تعارف کے لیے استعمال کر سکتے ہیں؟ (مثلاً اذان دینا، مسلمانوں جیسا سلام وکلام وغیرہ)

(۹) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع ونزول سے متعلق اسلامی عقیدہ کیا ہے قرآن وحدیث سے اس کو واضح کیا جائے اور جو اس کا منکر ہو اس کا حکم کیا ہے؟ اس کی بھی وضاحت کی جائے؟

امید کہ آں محترم ان سوالات کے مکمل جوابات قرآن وحدیث کی روشنی میں واضح فرمائیں گے۔

باسمہٖ سبحانہٗ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) نبی اس انسان کو کہتے ہیں جو اللہ تبارک وتعالیٰ اور بندہ کے درمیان واسطہ کی حیثیت رکھتا ہے اور اس پر اللہ کی طرف سے وحی آتی ہے اور نبوت پر ایسے واضح اور مضبوط دلائل پائے جاتے ہیں، جن کے انکار کی گنجائش نہیں ہوتی، اور یہ منصب انسان خود اپنی محنت اور جد وجہد سے حاصل نہیں کرسکتا؛ بلکہ اس کا تعلق صرف عطاء خداوندی سے ہے، گویا کہ نبوت کا تعلق کسب واختیار سے نہیں؛ بلکہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے اصطفاء اور انتخاب پر ہے، نبوت ورسالت کا یہ سلسلہ سیدنا حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوا اور خاتم النبیین سیدنا ومولانا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر مکمل ہوگیا، اس سلسلۂ نبوت کی تکمیل کے بعد کسی شخص کا اپنے کو نبوت پر فائز ہونے کا دعویٰ کرنا قطعاً جھوٹ اور فریب ہے، اس طرح کا دعویٰ کرنے والا شخص مفتری اور دجال ہے۔

ختم نبوت کا مفہوم شرعی اصطلاح میں واضح ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کو نبوت عطا نہیں کی جائے گی، آپ کے ذریعہ نبوت کی تکمیل ہوچکی ہے، یہ مفہوم خود زبانِ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کے واضح کلام سے ماخوذ ہے۔ آپ کا ارشاد گرامی ہے: "**أنا خاتم النبيين لا نبي بعدي**" اس حدیث میں "**لا نبي بعدي**" "**خاتم النبيين**" کا ترجمہ ہے، اور اس جملہ میں

ختم نبوت کے شرعی مفہوم کو بالکل واضح کر دیا ہے، اب اس واضح اور بے غبار ترجمہ ومفہوم کونظرانداز کر کے جو شخص کوئی اور تاویل کرے گا وہ صراحۃً عقیدۂ متواترہ کا انکار کرنے والا کہلائے گا۔

اور جو شخص اپنے فاسد مفہوم کی آڑ میں اپنے کو نبی قرار دے اس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے، ایسا شخص مرتد، زندیق اور کافر ہے۔

عن ثوبان رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: ...... وإنه سيكون في أمتي كذابون ثلاثون كلهم يزعم أنه نبي وأنا خاتم النبيين، لا نبي بعدي. (سنن أبي داؤد، الفتن / ذكر الفتن ودلائلها ٢/ ٥٨٤ رقم: ٤٢٥٢، سنن الترمذي، الفتن / باب لا تقوم الساعة حتى يخرج كذابون ٢/ ٤٥، وقال الترمذي: هٰذا حديث صحيح)

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه أن رسول اللّٰه ﷺ قال: إن مثلي و مثل الأنبياء من قبلي كمثل رجل بنىٰ بيتا، فأحسنه وأجمله إلا موضع لبنة من زاوية فجعل الناس يطوفون به ويتعجبون له ويقولون: هلاّ وضعت هٰذه اللبنة قال: فأنا اللبنة أنا خاتم النبيين. (صحيح البخاري ١/ ٥٠١ رقم: ٣٤١٠)

النبي في الاصطلاح قال عبد القاهر البغدادي: النبي كل من نزل عليه الوحي من اللّٰه تعالىٰ على لسان ملك من الملائكة، وكان مؤيدا بنوع من الكرامات الناقضة للعادات. (الموسوعة الفقهية ٤٠/ ٤٠)

ودعوىٰ النبوة بعد نبينا ﷺ كفر بالإجماع. (شرح فقه أكبر ٢٠٠)

وأنه سيكون في أمتي كذابون، وقد خرج إلى هٰذا الزمان كثيرون منه، كما أن في هٰذا الزمان خرج في الهند المسيح القادياني في نواحي بنجاب في بلدة قاديان من مضافات "أمرتسر" فادعى أنه المهدي، وأنه المسيح، وأنكر نزول المسيح، وادعى أن عيسىٰ بن مريم عليه الصلاة و السلام توفي، وقبره في "كشمير" ولعله بقيي منهم بعضهم. (بذل المجهود دار البشائر الإسلامية ٢/ ٢٨٧)

ادّعـى النبوة بـنـفسـه أو غيـره فهـو كـاذب قطعا؛ لأن اللّٰه تعالى نص في القرآن الكريم علىٰ أن محمد ﷺ هـو خاتم النبيين، أي آخرهم فليس بعده نبي حتى تقوم الساعة. (الموسوعة الفقهية ٤٠ /٣٨)

الـنبـي محمد ﷺ اصـطـفـاه الـلّٰـه تـعـالـىٰ وشـرفه بالنبوة، و جعله رحمة لـلـعـالمين ورسولا إلى الثقلين، وختم اللّٰه تعالىٰ النبوة به فلا نبي بعده حتى تقوم الساعة. (الموسوعة الفقهية ٤٠ /٢٥)

مـرزا غـلام أحـمـد الـقادياني خارج عن دائرة الإسلام فلا يسع لأحد من المسلمين أن يتبعه. (حافظ ايمان من فتنة قاديان ٣٩)

أفتى علماء العرب و العجم بإلحادهم و كفرهم. (حافظ ايمان من فتنة قاديان ٤٢)

وقـد أخبر اللّٰه عز وجل في كتابه ورسوله ﷺ فـي السنة المتواترة عنه أنه لا نبـي بـعده، ليعلموا أن كل من ادعى هٰذا المقام بعده فهو كذاب أفاک دجال ضال مضل. (حاشية التصريح بما تواتر فى نزول المسيح ٦٠)

(۲) سرور دوعالم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ آخری پیغمبر ہیں، آپ کے بعد وحی کا سلسلہ منقطع ہو چکا ہے لہٰذا اب اگر کوئی شخص اپنے اوپر وحی کا دعویٰ کرے گا وہ بلاشبہ دائرۂ اسلام سے خارج کہلائے گا۔

و کـذٰلک مـن ادعـى مـنهـم أنـه يـوحى إليه و إن لم يدعى النبوة، فهؤلاء كـلهـم كفار مكذبون بالنبي ﷺ؛ لأنـه أخبـر عـليه السلام أنه خاتم النبيين لا نبي بعدي. (الشفا بتعريف حقوق المصطفى ٢٤٧ بحواله رد مرزائيت كے زريں اصول ١٩٤)

و مـن ههـنـا يـنـص الـفقهاء على أن من ادعى أنه شريک لمحمد ﷺ في الـرسـالة. أو قـال: بـجـواز اكتسـابها بتصفية القلب و تهذيب النفس فهو كافر وكـذا إن ادعـى أنه يوحىٰ إليه وإن لم يدعى النبوة قال القاضي عياض: لا خلاف في تكفير مدعى النبوة. (الموسوعة الفقهية ٤٠ /٣٩)

(۳) قادیانی لوگ عقیدۂ ختم نبوت کے منکر ہونے کی وجہ سے بلا شبہ اسلام سے خارج ہیں ان کو مسلمان کہنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

إن التسمية بالمسلمين مخصوص بهٰذه الأمة. (روح المعاني زكريا ١٠/٣٦٩)

كل ما يصير الكافر بالإقرار به مسلما يكفر المسلم بإنكاره. (الموسوعة الفقهية ٤٠/٢٦٦)

(۴) قادیانی فرقہ مذہب اسلام سے بالکل الگ اور جداگانہ ہے اور مسجد کا لفظ مسلمانوں کی عبادت گاہوں کے ساتھ خاص ہے؛ لہٰذا قادیانیت یا کسی اور مذہب والوں کے لیے اپنی عبادت گاہوں کو مسجد کے نام سے موسوم کرنا قطعاً جائز نہیں ہے۔

ومساجد جمع مسجد: وهو معبد معروف للمسلمين، خص بهٰذا الإسم اعتناء بشأنه من حيث أن السجود أقرب ما يكون العبد فيه إلى ربه عز وجل، وقيل: لاختصاص السجود في الصلاة بالمسلمين. (روح المعاني زكريا ١٠/٢٤٣)

إن العرف خصص المسجد بالمكان المهيأ للصلوات الخمس. (الموسوعة الفقهية ٣٧/٢٣٥)

والأكثرون علىٰ أنه الصوامع للرهبان، والبيع للنصارىٰ، والصلوات لليهود، والمساجد للمسلمين. (روح المعاني زكريا ١٠/٢٤٣)

(۵) قادیانیوں کی عبادت گاہوں کو مسلمانوں کے اوقاف میں شامل کرنا درست نہیں ہے کیونکہ ان کے عقائد اور مذہبی طور طریقے سب اسلام سے جداگانہ ہیں، پس جس طرح غیر مسلموں اور شیعہ فرقے کے مذہبی مقامات اور مقابر و مراکز کو عام مسلمانوں سے الگ کر کے انتظامات کیے جاتے ہیں اسی طرح قادیانیوں کی مذہبی جائدادوں کا نظم و انتظام بھی مسلمانوں کی جائیدادوں اور اوقاف سے علیٰحدہ کرنا ضروری ہے۔

إذ ارتد، ثم وقف وقفا في حال ردته، فإن مات أو قتل على ردته أو لحق

بدار الحرب وحكم القاضي بلحاقه يبطل الوقف، وتكون الأرض ميراثاً. (الفتاویٰ التاتار خانية ۸/۲۰۲ رقم: ۱۱٦۳۸ زکریا)

أما المرتد، إذا وقف حال ردته، ففي قول أبي حنيفة هو موقوف إن قتل على ردته أو مات بطل وقفه. (فتح القدير بيروت ٦/۲۰۱)

(٦) کلمہ طیبہ ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' اسلام کا شعار ہے قادیانیوں کے لیے اس اسلامی شعار کو اختیار کرنے کی ہرگز اجازت نہیں، خاص کر اس لئے بھی کہ قادیانی لوگ دھوکہ دے کر محمد رسول اللہ ﷺ سے اپنے جھوٹے پیغمبر مرزا قادیانی مراد لیتے ہیں اور مسلمانوں جیسا کلمہ بول کر لوگوں کو فریب دیتے ہیں، اس لئے قادیانیوں کی طرف سے کلمہ طیبہ کے استعمال پر پابندی لگانے کا مطالبہ یقیناً برحق ہے اور قابل توجہ ہے۔

من استخف بالقرآن أو بالمسجد أو بنحوه مما يعظم في الشرع كفر. (شرح فقه أكبر ۲۰۳)

فكل ما كان من أعلام دين الله، وطاعته فهو من شعائر الله. (الموسوعة الفقهية ۲٦/۹۷)

(۷) قادیانی لوگوں کی نظر میں کعبۃ اللہ شریف یا گنبد خضراء یا مسجد نبوی کی کوئی حیثیت نہیں ہے، ان کی مذہبی سرگرمیوں کا دائرہ ان کی مزعومہ مقدس جگہوں یعنی ''قادیان'' اور ''ربوہ'' تک محدود ہے، جیسا کہ ان کی کتابوں سے واضح ہے؛ لیکن وہ لوگ اپنے کو مسلمان ظاہر کرنے کے لیے اور عام مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لیے کعبۃ اللہ اور گنبد خضراء کی تصاویر چھاپتے ہیں، حالاں کہ وہ اسلام کے متواتر عقائد سے بغاوت کرنے والے ہیں، اس باغیانہ طرز عمل کے ساتھ ان کا مقاماتِ مقدسہ کی تصاویر چھاپ کر خالی الذہن لوگوں کو دھوکہ دینا محض فریب ہے اور سخت قابل مذمت ہے۔

فكل ما كان من أعلام دين الله وطاعته تعالىٰ فهو من شعائر الله. (الموسوعة الفقهية ۲٦/۹۷)

لیست بیوت اللّٰه، إنما بیوت اللّٰه المساجد؛ بل هي بیوت یکفر فیها باللّٰه وإن کان قد یذکر فیها، فالبیوت بمنزلة أهلها وأهلها کفار، فهي بیت عبادة الکفار. (فتاویٰ ابن تیمیه بحواله: مرزائی اور تعمیر مسجد ۲۱)

(۸) چوں کہ قادیانی اسلام کے مخالف اور متوازی ایک مستقل الگ مذہب ہے، اس لئے کسی بھی اسلامی شعائر خواہ وہ اذان ہو یا مسلمانوں جیسا سلام ہو اس کو قادیانیوں کے لئے اختیار کرنا ممنوع ہے۔

اتفق الفقهاء علیٰ أن الأذان من خصائص الإسلام وشعائره الظاهرة.

(الموسوعة الفقهیة ۳۵۷/۲)

أما الإسلام فینبغي أن یکون شرط صحته فلا یصح أذان کافر علی أي ملة. (البحرالرائق کوئٹه ۲۶٤/۱)

الکافر لو أذن في غیر الوقت لا یصیر به مسلما لأنه یکون مستهزیا.

(شامی زکریا ۷/۲)

إسلام المؤذن شرط لصحته فلا یصح أذان الکافر؛ لأنه لیس من أهل العبادة؛ ولأنه لا یعتقد الصلاة التي یعتبر الأذان دعاء لها، فإتیانه بالأذان ضرب من الاستهزاء وهٰذا بالاتفاق. (الموسوعة الفقهیة ۳٦۷/۲)

(۹) امت کا یہ عقیدہ ہے کہ سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمانوں میں زندہ موجود ہیں اور قیامت کے قریب دنیا میں ان کا نزول ہوگا اور ان ہی کے ہاتھ سے کانا دجال مارا جائیگا اور ان کی تشریف آوری سے پوری دنیا میں مکمل اسلامی نظام قائم ہو جائے گا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں یہ عقیدہ متواتر اور قطعی ہے، اس عقیدہ کا انکار کھلی گمراہی اور صریح کفر ہے؛ لہٰذا جو شخص حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آسمانوں پر حیات کا منکر ہو، اور ان کی وفات کا قائل ہو، یا اپنے کو مسیح موعود قرار دیتا ہو، وہ پرلے درجے کا فریبی دھوکہ باز اور کذاب ہے، اس کا دینِ اسلام سے دور دور

تک کوئی تعلق نہیں۔

وقال في تلخيص الحبير من كتاب الطلاق: و أما رفع عيسىٰ عليه السلام فاتفق أصحاب الأخبار والتفسير على أنه رفع ببدنه. (عقيدة الإسلام ٤٦ بحواله: فتاویٰ محمودیه میرٹھ ٢٥٥/٣)

ثـم أنـه رفعه إليه وأنه باق حي، وأنه سينزل قبل يوم القيامة كما دلت عليه الأحاديث المتواترة . (تفسير ابن كثير ٨٧٨/١)

عـن الحسن البصري رحمه اللّٰه تعالىٰ مرسلا يرفعه إلى رسول اللّٰه ﷺ قال: قـال رسـول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم لليهود: إن عيسىٰ عليه السلام لم يمت، و إنه راجع إليكم قبل يوم القيامة. (تفسير ابن كثير ٣٦٦/١)

حـدثـنا جويرية بن بشير قال: سمعت رجلا قال للحسن يا أبا سعيد! قول اللّٰـه عـز وجـل: ﴿وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ﴾ قال: قبل موت عيسـىٰ، إن اللّٰـه رفـع إليـه عيسـىٰ، و هـو بعثه قبل يوم القيامة مقاما يؤمن به البر والفاجر. (تفسير ابن كثير مكمل، النساء، تحت آية: ١٥٩ ص: ٣٧٥ دار السلام، رياض)

حـدثـنـا الـرجـاء عـن الـحسـن: ﴿وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ﴾ قال: قبل موت عيسىٰ، واللّٰه إنه لحي الآن عند اللّٰه ولكن إذا نزل آمنوا به أجمعون. (تفسير ابن كثير مكمل، النساء، تحت آية: ١٥٩ ص: ٣٧٥ دار السلام، رياض)

وعـن ابـن عباس رضي اللّٰه عنه أنه رفعه إلى السماء الدنيا فهو فيها يسبح مـع الملائكة، ثم يهبطه اللّٰه تعالىٰ عند ظهور الدجال على صخرة بيت المقدس.

(روح المعاني ٢٩٠/٣)

عـن أبـي هريرة رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: والـذي نـفسـي بيـده ليـوشـكـن أن يـنـزل فيـكـم ابـن مـريـم حـكمـا و عدلا،

فيكسر الصليب، ويقتل الخنزير، ويضع الحرب، ويفيض المال حتى لا يقبله أحد. (صحيح البخاري ١/ ٤٩٠ رقم: ٣٤٤٨)

وقيل: إنه دعا اللّٰه لما رأى صفة محمد وأمته أن يجعله منهم فاستجاب اللّٰه دعاؤه وأبقاؤه حتى ينزل في آخر الزمان مجدد الأمر الإسلام، فيوافق خروج الدجال، فيقتله. (فتح الباري ٦/ ٤٩٣)

لأن عيسى عليه السلام أيضا قد رفع وهو حي على الصحيح. (فتح البارى ٦/ ٣٨٥)

الإمام المفسر ابن عطية الغرناطي الأندلسي فقد قال في تفسيره: وأجمعت الأمة على ما تضمنه الحديث المتواتر أن عيسىٰ في السماء حي، وأنه ينزل في آخر الزمان فيقتل الخنزير، ويكسر الصليب، ويقتل الدجال، ويفيض العدل. (حاشية التصريح بما تواتر في نزول المسيح ٦٣)

عن مجاهد في قوله تعالىٰ: ﴿وَلَكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ﴾ قال: صلبوا رجلا غير عيسىٰ شبهوه بعيسىٰ يحسبونه إياه، ورفع اللّٰه إليه عيسىٰ حياً. (حاشية التصريح بما تواتر فى نزول المسيح ٢٨٧)

إن المهدي يظهر ألا في الحرمين الشريفين ثم يأتي بيت المقدس فيأتي الدجال، و يحضره في ذٰلک الحال، فينزل عيسىٰ من المنارة الشرقية في دمشق الشام، ويجيئ إلى قتال الدجال فيقتله بضربة في الحال، فإنه يذوب كالملح في الماء عند نزول عيسىٰ عليه السلام من السماء. (شرح فقه اكبر ١٩١)

عن النواس بن سمعان الكلابي قال: ذكر رسول اللّٰه الدجال ذات غداة ...... إذ بعث اللّٰه عز وجل المسيح بن مريم فينزل عند المنارة البيضاء شرقي دمشق بين مهرودتين واضعاً يده على أجنحة ملكين، فيتبعه فيدركه، فيقتله عند

باب لد الشرقي. (مسند أحمد بن حنبل ١٨٢/٤ رقم: ١٧٥٦١ دار الحديث القاهرة)

عن عبد اللّٰه بن سلام قال: يدفن عيسىٰ بن مريم عليه السلام مع رسول اللّٰه ﷺ و صاحبيه رضي اللّٰه عنهما فيكون قبره رابعاً. (مجمع الزوائد ٢٠٦/٨)

الحمد للّٰه عيسىٰ عليه السلام حي، وقد ثبت في الصحيح عن النبي ﷺ أنه قال: ينزل فيكم ابن مريم حكما وعدلا، وإماما مقسطا، فيكسر الصلب، ويقتل الخنزير، ويضع الجزية، وثبت في الصحيح عنه: أنه ينزل على المنارة البيضاء شرقي دمشق، وأنه يقتل الدجال. (فتاوى ابن تيميه ٣٢٢/٤) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۷/۷/۱۴۳۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

شیعیت

فرقہ شیعہ کا حکم

سوال (۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ:فرقہ شیعہ کافر ہیں یا مشرک؟ لہٰذا اگر کوئی مسلمان ان کو کافر کہے تو کیا وہ گنہگار رہوگا؟ اور اگر کوئی مسلمان ان کو کافر نہ مانے؛ بلکہ ان کے اعمال وارتکاب کو اللہ کے سپرد کردے تو کیا ایسا کہنا زیادہ صحیح ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: شیعوں کا وہ فرقہ جو مخالفِ اسلام عقائد رکھے، مثلاً:

(۱) قرآنِ پاک کی تحریف کا قائل ہو۔

(۲) اور حضرات شیخین (سیدنا حضرت ابوبکرؓ اور سیدنا حضرت عمرؓ) اور دیگر اکابر صحابہ ﷺ کی تکفیر کا معتقد ہو۔

(۳) ام المؤمنین سیدتنا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر تہمت لگائے۔

تو ایسا فرقہ بلا شبہ کافر ہے، اس طرح کے عقائد رکھنے والوں کو کافر نہ ماننا صحیح نہیں ہے؛ بلکہ یہ دین میں مداہنت ہے۔

جیسا کہ درج ذیل آیاتِ قرآنیہ، احادیثِ شریفہ اور فقہی عبارات سے معلوم ہوتا ہے۔

(۱) **قال اللّٰہ تعالی: ﴿الٓمّٓ، ذٰلِکَ الْکِتٰبُ لَا رَیْبَ فِیْهِ﴾** [البقرۃ: ۲]

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ کَرِیْمٍ. ذِیْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِی الْعَرْشِ مَکِیْنٍ. مُطَاعٍ ثَمَّ اَمِیْنٍ﴾ [التکویر: ۱۹-۲۰-۲۱]

عن معاویة بن قرة ﷺ قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم: أحسن ما

أثنى عليك ربك ﴿ذِىْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِىْ الْعَرْشِ مَكِيْنٍ. مُطَاعٍ ثَمَّ اَمِيْنٍ﴾ فما كانت قوتک، وما كانت أمانتک؟ قال: ...... وأما أمانتي فلم أومر بشيء فعدوته إلى غيره. (الدر المنثور للسيوطي، التكوير: ٦/ ٥٣٠، بحواله: حاشية الفتاوىٰ التاتارخانية ٧/ ٣٦٤ زكريا)

(٢) الرافضي إذا كان يسب الشيخين ويلعنهما العياذ بالله فهو كافر.

(هندية ٢/ ٢٦٤، خلاصة الفتاوىٰ، الكراهية / الفصل الأول ألفاظ الكفر ٤/ ٣٨١ رشيدية)

عن ابن عمر رضي اللّٰه تعالىٰ عنهما قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: إذا رأيتم الذين يسبون أصحابي، فقولوا لعنة اللّٰه على شركم. (سنن الترمذي، المناقب / باب ما جاء في من يسب أصحاب النبي ﷺ ٢/ ٢٢٥، رقم: ٤١١٨)

عن عبد اللّٰه بن مغفل رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: اللّٰه اللّٰه في أصحابي، لا تتخذوهم غرضاً بعدي، فمن أحبهم فبحبي أحبهم، ومن أبغضهم فببغضي أبغضهم، ومن آذاهم فقد آذاني ومن آذاني فقد آذى اللّٰه، ومن آذى اللّٰه يوشک أن يأخذه. (سنن الترمذي، المناقب / باب ما جاء في من يسب أصحاب النبي ﷺ ٢/ ٢٢٥، رقم: ٤١٢٢)

(٣) نعم لا شک في تكفير من قذف السيدة عائشة رضي اللّٰه عنها، أو أنكر صحبة الصديق أو نحو ذٰلک من الكفر الصريح المخالف للقرآن. (شامی زكريا ٦/ ٣٧٨، شامی كراچی ٤/ ٢٣٧، هندية ٢/ ٢٦٤، الفاوىٰ التاتارخانية ٧/ ٣٦٤ رقم: ١٠٦٩٤ زكريا)

الرافضي إن كان ممن يعتقد الألوهية في علي أن جبرئيل غلط في الوحي، أو كان ينكر صحبة الصديق، أو يقذف السيدة الصديقة فهو كافر لمخالفة القواطع المعلومة من الدين بالضرورة. (شامی كراچی ٤/ ٢٣٧)

عن علي بن أبي طالب رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: يظهر في آخر الزمان قوم يسمون الرافضة يرفضون الإسلام. (مسند أحمد ١/ ١٠٣ رقم: ٨٠٨)

وهٰـؤلاء الـقـوم خـارجـون عـن ملة الإسلام وأحكامهم أحكام المرتدين.

(هندية ۲٦٤/۲، احسن الفتاوی ۱/ ۷۳، فتاوی محمودیه ڈابھیل ۲/ ٤ ۲ - ۲۵) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۴/۲/۱۴۳۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا شیعہ کافر ہیں؟

سوال (۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: فرقہ شیعہ جو اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں اور ساتھ ساتھ اہل سنت والجماعت کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ حق پر نہیں ہیں، اہلِ سنت والجماعت کے طریقے غلط ہیں اور ہمارے طریقے صحیح ودرست ہیں۔ نیز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یہ لوگ نہیں مانتے، تو کیا منکرِ صحابہ کو مسلمان کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: آج کل عموماً پائے جانے والے شیعہ اثنا عشری ہیں جو متعدد وجوہ اور خلاف شریعت عقائد رکھنے کی بناء پر خارج اسلام ہیں ان سے مسلمانوں کا صرف فروعی نہیں؛ بلکہ اصولی اختلاف ہے؛ لہٰذا شیعہ فرقہ کو مسلمان سمجھنا غلط ہے، جو فرقہ ختم نبوت کا منکر ہو، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور دیگر اجل صحابہ رضی اللہ عنہم پر طعن وتشنیع کرتا ہو اور ان کی تکفیر کا قائل ہو اور ساری امت کو گمراہ قرار دیتا ہو ایسے فرقہ کو مسلمان نہیں کہا جاسکتا۔

عـن ابـن عـمـر رضي اللّٰه تعالیٰ عنهما قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسـلـم: إذا رأيتـم الـذيـن يسبـون أصـحـابي، فقولوا لعنة اللّٰه على شركم. (سنن الترمذي، المناقب / باب ما جاء في من يسب أصحاب النبي ﷺ ۲/ ۲۲۵، رقم: ٤١١٨)

ولـو قذف عائشة رضي اللّٰه تعالیٰ عنها كفر باللّٰه ...... ومن أنكر إمامة أبي بـكر الصديق رضي الله عنه فهـو كـافـر، وكذٰلک من أنكر خلافة عمر رضي الله عنه أصح الأقوال

ويجب إكفار الروافض. (عالمگیری ۲/ ۲٦٤) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲/۱۲/۱۴۱۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

شیعہ فرقہ کا پیروکار مسلمان ہے یا نہیں؟

سوال (٦):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: فرقۂ شیعیت کے پیروکار باعتبار شرعی مسلمان ہیں یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: شیعوں کے بہت سے فرقے ہیں، پس اُن میں سے جس فرقہ کے عقائد کفریہ ہوں، مثلاً وہ حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کی صحابیت کے منکر ہوں یا ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر تہمت لگاتے ہوں یا تحریف قرآن کے قائل ہوں، تو اس فرقہ کے کافر ہونے میں شک نہیں۔

قال اللّٰہ تعالی: ﴿الٓمّٓ، ذٰلِکَ الْکِتٰبُ لَا رَیْبَ فِیْهِ﴾ [البقرة: ٢]

الرافضي إذا كان يسب الشيخين ويلعنهما العياذ باللّٰه فهو كافر. (هندية ٢/ ٢٦٤، خلاصة الفتاویٰ، الكراهية / الفصل الأول ألفاظ الكفر ٤/ ٣٨١ رشيدية)

عن أبي سعيد الخدري رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: لا تسبوا أحداً من أصحابي؛ فإن أحدكم لو أنفق مثل أحد ذهباً ما أدرك مد أحدهم ولا نصيفه. (صحيح مسلم، فضائل الصحابة / باب تحريم سب الصحابة ٢/ ٣١٠، رقم: ٢٥٤٠، عقائد أهل السنة والجماعة ١٧٨)

ولو قذف عائشة رضي اللّٰه تعالیٰ عنها كفر باللّٰه ...... ومن أنكر إمامة أبي بكر الصديق رضي الله عنه فهو كافر، وكذٰلك من أنكر خلافة عمر رضي الله عنه أصح الأقوال ويجب إكفار الروافض. (عالمگیری ٢/ ٢٦٤، الفتاویٰ التاتارخانية ٧/ ٣٦٤ رقم: ١٠٦٩٤ زكريا)

نعم لا شک في تکفیر من قذف السیدة عائشة رضي اللّٰہ عنها، أو أنکر صحبة الصدیق أو نحو ذٰلک من الکفر الصریح المخالف للقرآن. (شامی زکریا ٦/٣٧٨، شامی کراچی ٤/٢٣٧، هندیة ٢/٢٦٤، الفاوی التاتارخانیة ٧/٣٦٤ رقم: ١٠٦٩٤ زکریا)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۲۴/۱/۱۴۳۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

رافضی لوگ جہنمی ہیں یا جنتی؟

سوال (۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: رافضی حضرات جہنمی ہیں یا جنتی؟ چوں کہ وہ اپنے آپ کو مسلمان کہلاتے ہیں، اور ہمارے مسلمان بھائیوں کے اندر اختلافات چل رہے ہیں، کچھ لوگ کہتے ہیں کہ شیعہ جہنمی ہیں اور کچھ جنتی بتلا رہے ہیں؛ لہٰذا ہمیں آپ کتاب وسنت کی روشنی میں مدلل وتسلی بخش جواب عنایت فرمائیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: آج کل عموماً جو شیعہ پائے جاتے ہیں جنہیں ''شیعہ امامیہ'' اور ''اثنا عشریہ'' کہا جاتا ہے، وہ اپنے غلط عقائد ونظریات کی بنا پر دائرۂ اسلام سے خارج ہیں، ان کے ساتھ مسلمانوں جیسا معاملہ کرنا درست نہیں ہے۔

(۱) یہ لوگ اپنے اماموں کو معصوم مان کر انہیں نبی کا درجہ دیتے ہیں۔

(۲) تحریف قرآن کے قائل ہیں۔

(۳) حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کو کافر مرتد قرار دیتے ہیں۔

(۴) حضرات شیخین رضی اللہ عنہما پر تبرا بازی کرتے ہیں۔

(۵) متعہ کے نام سے در پردہ زنا کاری کو جائز کہتے ہیں۔

الغرض ان کے دین کا شریعتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی واسطہ نہیں ہے، ان کی اذان

الگ، ان کی نماز الگ، ان کی عبادت الگ اور ان کا حج الگ، سب چیزیں الگ ہیں، ان کی کتابیں لچر عقائد اور جھوٹی احادیث سے بھری پڑی ہیں۔

(۲) ایسے عقائد رکھنے والے فرقے یقیناً کافر ہیں اور جہنم کے مستحق ہیں۔

جیسا کہ حسبِ ذیل نصوص اور دلائل سے ان عقائد کی تردید ہوتی ہے۔

(۱) **الشيعة: هم يجمعهم القول بوجوب التعيين والتنصيص وثبوت عصمة الأنبياء والأئمة وجوباً عن الكبائر والصغائر.** (الملل والنحل لأبي الفتح أبي بكر الشهرستاني ۲/ ۱۹۱-۱۹۲ بيروت)

الإمامية: هم القائلون بإمامة علي رضي اللّٰه عنه بعد النبي صلى اللّٰه عليه وسلم نصا ظاهراً، وتعينا صادقاً من غير تعريض بالوصف؛ بل إشارة إليه بالعين......، وقد عين علياً رضي اللّٰه عنه في مواضع تعريضاً، وفي مواضع تصريحاً......، ثم إن الإمامية تخطت عن هٰذه الدرجة إلى الوقيعة في كبار الصحابة طعناً وتكفيراً، وأقله ظلماً وعدواناً.

وقد شهدت النصوص القرآن على عدالتهم والرضاء عن جملتهم، قال تعالىٰ: ﴿لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ﴾ [الفتح: ۱۸]

وقد قال النبي صلى اللّٰه عليه وسلم عشرة من أصحابي في الجنة: أبوبكر وعمر وعثمان وعلي...... الخ، فليتدبر النقل، فإن أكاذيبَ الروافض كثيرة، وأحداث المحدثين كثيرة. (الملل والنحل لأبي الفتح أبي بكر الشهرستاني ۲/ ۱۹۱-۱۹۲ بيروت)

(۲) **قال اللّٰه تعالى: ﴿الٓمّٓ، ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ﴾** [البقرة: ۲]

قال اللّٰه تعالىٰ: ﴿اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ. ذِىْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِى الْعَرْشِ مَكِيْنٍ. مُطَاعٍ ثَمَّ اَمِيْنٍ﴾ [التكوير: ۱۹-۲۰-۲۱]

عن معاوية بن قرة ﷺ قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: أحسن ما

أثنى عليك ربك ﴿ذِیْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِیْ الْعَرْشِ مَكِيْنٍ. مُطَاعٍ ثَمَّ اَمِيْنٍ﴾ فما كانت قوتك، وما كانت أمانتك؟ قال: ...... وأما أمانتي فلم أومر بشيء فعدوته إلى غيره. (الدر المنثور للسيوطي، التكوير: ٦/ ٥٣٠، بحواله: حاشية الفتاوىٰ التاتارخانية ٧/ ٣٦٤ زكريا)

(٣) عن أبي سعيد الخدري رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: لا تسبوا أحداً من أصحابي؛ فإن أحدكم لو أنفق مثل أحد ذهباً ما أدرك مد أحدهم ولا نصيفه. (صحيح مسلم، فضائل الصحابة / باب تحريم سب الصحابة ٢/ ٣١٠، رقم: ٢٥٤٠، عقائد أهل السنة والجماعة ١٧٨)

وقد شهدت النصوص القرآن على عدالتهم والرضاء عن جملتهم، قال تعالىٰ: ﴿لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ﴾ [الفتح: ١٨]

وقد قال النبي صلى اللّٰه عليه وسلم عشرة من أصحابي في الجنة: أبوبكر وعمر وعثمان وعلي...... الخ، فليتدبر النقل، فإن أكاذيبَ الروافض كثيرة، وأحداث المحدثين كثيرة. (الملل والنحل لأبي الفتح أبي بكر الشهرستاني ٢/ ١٩١-١٩٢ بيروت)

(٤) الرافضي إذا كان يسب الشيخين ويلعنهما العياذ باللّٰه فهو كافر.

(هندية ٢/ ٢٦٤، خلاصة الفتاوىٰ، الكراهية / الفصل الأول ألفاظ الكفر ٤/ ٣٨١ رشيدية)

عن حذيفة رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: إني لا أدري ما بقائي فيكم فاقتدوا بالذين من بعدي وأشار إلى أبي بكر وعمر. (سنن الترمذي، المناقب / مناقب أبي بكر صديق ٢/ ٢٠٧)

قال تعالىٰ: ﴿لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارُ﴾ [الفتح: ٢٩]

ومن هٰذه الآية انتزع الإمام مالك رحمه اللّٰه في رواية عنه بتكفير الروافض الذين يبغضون الصحابة رضي اللّٰه عنهم؛ لأنهم يبغضونهم، ومن غاظ الصحابة رضي اللّٰه عنهم فهو كافر لهٰذه الآية. ووافقه طائفة من العلماء على

ذٰلک. (تفسیر بن کثیر مکمل ١٢٤٥ دار السلام ریاض، الفتح: ٢٩، تفسیر بن کثیر ٣١٤/٤ مکتبة تجارية مكة المكرمة)

قال مالک بن أنسؒ: من أصبح وفي قلبه غيظ على أصحاب رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم فقد أصابته هٰذه الآية. (تفسير خازن ١٦٢/٤ ميمنة مصر)

(٥) **قال تعالىٰ: ﴿وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَآ اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَسَآءَ سَبِيْلًا﴾** [بنی اسرائيل: ٣٢]

(٦) **عن علي بن أبي طالب رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: يظهر في آخر الزمان قوم يسمون الرافضة يرفضون الإسلام.** (مسند أحمد ١٠٣/١ رقم: ٨٠٨)

وهٰؤلاء القوم خارجون عن ملة الإسلام وأحكامهم أحكام المرتدين.

(هندية ٢٦٤/٢، احسن الفتاوی ٧٣/١، فتاوی محمودیه ڈابھیل ٢٤/٢-٢٥)

الرافضي إذا كان يسب الشيخين ويلعنهما والعياذ باللّٰه فهو كافر، ويجب إكفار الروافض بقولهم برجعة الأموات إلى الدنيا وبتناسخ الأرواح وبانتقال روح الإلٰه إلى الأئمة، وبقولهم في خروج إمام باطن وبتعطيلهم الأمر والنهي إلى أن يخرج الإمام الباطن، وبقولهم أن جبرئيل عليه السلام غلط في الوحي على محمد دون على بن أبي طالب، وهٰؤلاء القوم خارجون عن ملة الإسلام وأحكامهم أحكام المرتدين. (عالمگیری ٢٦٤/٢، الفتاویٰ التاتارخانية ٣٦/٤/٧ رقم: ١٠٦٩٤ زکریا، خلاصة الفتاویٰ ٣٨١/٤ رشيدية) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۲۴/۲/۱۴۱۳ھ

شیعوں کے بارہ امام؟

سوال (٨): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ :شیعوں کے ۱۲ امام کون ہیں اور ان کے کیا نام ہیں؟ اور ان کا کیا مقام ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بارہ اماموں کا عقیدہ شیعوں کا من گھڑت عقیدہ ہے، ان کے نزدیک امامت دراصل نبوت کا ہی ایک تسلسل ہے، جس کو وہ امامت اور عصمت کے خوبصورت پردہ میں چھپا کر رکھتے ہیں؛ تاکہ انکار ختم نبوت کے الزام سے بچ سکیں، ان کے دعوی کے مطابق بارہ اماموں کے ناموں کی فہرست درج ذیل ہے:

(۱) سیدنا حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ۔

(۲) سیدنا حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ۔

(۳) سیدنا حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ۔

(۴) حضرت علی بن حسین المعروف بہ زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ۔

(۵) حضرت محمد باقر بن علی رحمۃ اللہ علیہ۔

(۶) حضرت جعفر صادق بن محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ۔

(۷) حضرت موسیٰ کاظم ابن جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ۔

(۸) حضرت علی رضا بن موسیٰ کاظم رحمۃ اللہ علیہ۔

(۹) حضرت محمد تقی بن علی رضا رحمۃ اللہ علیہ۔

(۱۰) حضرت علی نقی بن محمد تقی رحمۃ اللہ علیہ۔

(۱۱) حضرت حسن عسکری بن علی نقی رحمۃ اللہ علیہ۔

(۱۲) حضرت امام محمد بن حسن عسکری رحمۃ اللہ علیہ۔

مذکورہ حضرات یقیناً متفقہ طور پر قابل احترام ہیں؛ لیکن ان کی طرف اپنی مزعومہ اصطلاح کے پس منظر میں امامت وعصمت کی نسبت کرنا قطعاً غلط ہے، نبی کے علاوہ نہ تو کوئی شخص معصوم ہے اور نہ ہی مطلقاً واجب الاتباع، اور امامت کا شیعی عقیدہ اسلامی اصولوں کے قطعاً منافی ہے اور شیعہ

امامیہ کی وجوہ تکفیر میں سے ایک وجہ ان کا عقیدہ امامت بھی ہے۔

عن جابر بن سمرة رضي اللّٰه تعالیٰ عنه قال: سمعت رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم لا یزال الإسلام عزیزاً إلی اثني عشرة خلیفة، کلهم من قریش.

(صحیح البخاري رقم: ۷۲۲۲)

قال الملا علي القاري: قیل: المراد باثني عشر أن یکون مستحقي الخلافة من العادلین، وقد مضی منهم من علم ولا بد من مام هٰذا العدد قبل قیام الساعة.

قلت: وقد حمل الشیعة الإثني عشر علی أنهم من أهل بیت النبوة متوالیة أعم من أن تکون لهم خلافة حقیقة أو استحقاقاً، فأولهم علي فالحسن فالحسین فزین العابدین فمحمد الباقر فجعفر الصادق فموسی الکاظم فعلي الرضا فمحمد التقي فعلي النقي فحسن العسکري فمحمد المهدي رضوان اللّٰه علیهم أجمعین. (مرقاة المفاتیح، المناقب / باب مناقب قریش وذکر القبائل ۱۱/۱۳۵ رقم: ۵۹۸۳ بیروت، کذا في الملل والنحل لأبي بکر أبي الفتح الشهرستاني ۱/۱۶۹-۱۹۸)

الشیعة: الذین شایعوا علیاً رضي اللّٰه عنه علی الخصوص، وقالوا بإمامته وخلافته نصاً، واعتقدوا أن الإمامة لا تخرج من أولاده، إن خرجت فبظلم یکون من غیره، أو بتقیة من عنده. (الملل والنحل ۱/۱۶۹ بیروت)

الغالیة: هم الذین غلوا في حق أئمتهم حتی أخرجوهم من حدود الخلیقیة وحکموا فیهم أحکام الإلٰهیة، فربما شبهوا واحداً من الأئمة بالإلٰه، وربما شبهوا الإلٰه بالخلق، وهم علی طرفي الغلو والتقصیر. (الملل والنحل ۱/۲۰۳ بیروت)

وأما تعریفهما الحقیقي علی ما ذکره في شرح المقاصد فهو أنها ملکة اجتناب المعاصي مع التمکن منها. (حاشیة خیالي ۱۰۷)

قال أئمة الأصول: الأنبیاء علیهم الصلاة والسلام کلهم معصومون لا

يصدر عنهم ذنب ولو صغيرة سهواً ولا يجوز عليهم الخطاء في دين الله قطعاً وفاقاً للأستاذ إلى أبي إسحق الأسفرايني وأبي الفتح الشهرستاني والقاضي عياض والشيخ تقي الدين السبكي وغيرهم. (اليواقيت والجواهر ۲/۲)

العدالة شرط للإمامة لا العصمة، يعني امتناع صدور الذنب كما في الأنبياء خلافاً للشيعة، ولا سيما الإمامية والإسماعيلية، قالوا: لابد منها علماً وعملاً، وهو مخالف الكتاب والعترة. (تحفۂ اثنا عشریہ ۱۲۰) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۷/۶/۱۴۲۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

سنی، شیعہ اور آیت اللہ خمینی

سوال (۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: سنی اور شیعہ میں کیا فرق ہے؟ اور ایران کے شیعہ اور آیت اللہ خمینی کا کیا عقیدہ تھا؟ اور سلمان رشدی کے بارے میں آیت اللہ خمینی نے فتوی جاری کیا کہ سلمان رشدی کو قتل کرنا واجب ہے، اور ریڈیو میں قرآن شریف اور حدیث شریف بہت بیان کرتا ہے، اور انگریزوں یہودیوں کو بہت برا بھلا کہتا ہے اور دین پر بہت مضبوط معلوم ہوتا ہے، تو کیا یہ لوگ مسلمان ہیں یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اہلِ سنت والجماعت کے عقائد رکھنے والے شخص کو سنی کہتے ہیں۔ اور شیعہ ایک مستقل فرقہ ہے جس میں بہت سی جماعتیں ہیں، آج کل جن لوگوں کا ایران میں غلبہ ہے وہ شیعہ ''اثنا عشریہ'' ہیں جو اپنے کفریہ عقائد کی وجہ سے خارج از اسلام ہیں۔ اور آیت اللہ خمینی کی طرف سے سلمان رشدی کے قتل کے اعلان وغیرہ باتوں سے ان کے کفریہ عقائد کی تلافی نہیں ہوسکتی؛ کیوں کہ اس اعلان کا تعلق حقیقت سے زیادہ ظاہر داری سے ہے۔

أهل الحق منهم أهل السنة والجماعة المنحصرون بإجماع من يُعتد بهم

في الحنفية و الشافعية و المالكية و الحنابلة. (مائة دروس، مؤلفه: حكيم الأمة حضرت تهانوی، بحواله: غیر مقلدین کے ٥٦ ٥/اعتراضات ٦)

نعم لا شک في تکفیر من قذف السیدة عائشة رضي اللّٰه تعالیٰ عنها، أو أنکر صحبة الصدیق أو نحو ذٰلک من الکفر الصریح المخالف للقرآن. (شامی زکریا ٣٧٨/٦) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۵/۲/۲۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

شیعوں سے معاملات اور میل جول رکھنے کا حکم

سوال (۱۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: شیعہ حضرات کے بارے میں شریعت اسلامیہ میں کیا حکم ہے؟ وہ اہلِ ہنود ہیں یا نہیں؟ سنی عقائد کے مطابق ہمیں ان لوگوں سے کہاں تک بچنا ہے، اور کہاں تک میل بڑھانا ہے؟ کیوں کہ محلّہ میں ان کی کافی تعداد ہے، اور دعوت وغیرہ بھی کرتے ہیں، کیا ان کا کھانا جائز ہے؟ قرآن وسنت کی روشنی میں سمجھائیے کہ کس طرح ملنساری کریں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: شیعوں میں سے فرقہ امامیہ اثنا عشریہ کو معتبر علماء اہلِ سنت والجماعت نے ان کے کفریہ عقائد کی بنا پر اسلام سے خارج قرار دیا ہے؛ لہٰذا اس فرقہ میں شامل شیعوں کے ساتھ مسلمانوں کی طرح میل جول اور رشتہ ناطہ رکھنا جائز نہیں ہے؛ البتہ پڑوسی ہونے کے ناطے ان کے ساتھ حسن سلوک کرنا مثلاً دکھ درد میں شریک ہونا، بیماروں کی عیادت کرنا یا ان کے ساتھ انسانیت نوازی کا معاملہ کرنا شرعاً ممنوع نہیں ہے۔ (مستفاد: کفایت المفتی ۲۷/۱، فتاویٰ رشیدیہ ۵۵۲، فتاویٰ شیخ الاسلام ۱۶۷)

﴿وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ﴾ [هود: ١١٣]

والركون إلى الشيء هو السكون إليه بالأنس والمحبة، فاقتضى ذٰلک النهي عن مجالسة الظالمين ومؤانستهم والإنصات إليهم وهو مثل قوله تعالىٰ: ﴿فَلاَ تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ﴾ (أحكام القرآن للجصاص ٣/٢٤٣)

الرافضي إذا كان يسب الشيخين ويلعنهما ''والعياذ بالله'' فهو كافر ...... ويجب إكفار الروافض في قولهم برجعة الأموات إلى الدنيا ...... وهؤلاء القوم خارجون عن ملة الإسلام وأحكامهم أحكام المرتدين. (عالمگیری ٢/٢٦٤)

عن عبد الله بن مسعود رضي الله عنه قال: من كثر سواد قوم فهو منهم، ومن رضى عمل قوم كان شريكاً في عمله. (كنز العمال، ٩/٢٢، رقم الحديث: ٢٤٧٣٥ مكتبة التراث الإسلامي حلب)

ومنهما ما هو باطل بالاتفاق نحو النكاح ولا يجوز له أن يتزوج امرأة مسلمة ولا مرتدة ولا ذمية لا حرة ولا مملوة، وتحرم ذبيحته وصيده بالكلب والباز والرمي. (عالمگیری ٢/٢٥٥) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۳/۳/۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

شیعوں کی مسجد میں سنیوں کا نماز پڑھنا؟

سوال (۱۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: شیعوں کی مسجد میں ان کی اجازت سے سنیوں کا نماز پڑھنا کیسا ہے؟ یعنی وہ خود بھی نماز پڑھتے ہیں اور سنیوں کو بھی اجازت دے رکھی ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: غیر مذہب کی عبادت گاہوں میں نماز پڑھنے کو فقہاء نے مکروہ لکھا ہے، دوسرے یہ کہ شیعہ کی مساجد میں آمد ورفت سے ان کے عقائدِ باطلہ سے متأثر

ہونے یا کم از کم ان کی شناعت دل سے کم ہونے کا غالب گمان ہے، اس لئے ان کی مساجد میں سنیوں کو نماز پڑھنے سے احتراز کرنا لازم ہے، باقی اگر کبھی اتفاقاً کوئی نماز پڑھ لی اور جگہ پاک ہو تو نماز صحیح ہو جائے گی۔

يكره للمسلم الدخول في البيعة. (شامی کراچی ۱/ ۳۸۰، شامی زکریا ۲/ ۴۳)

عن أبي ذر رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: جعلت لي الأرض مسجداً وطهوراً. (المصنف لابن أبي شيبة، الصلاة / من قال الأرض كلها مسجد ۲/ ۱۷۲ رقم: ۷۷۵۲ بيروت)

جعلت لي الأرض مسجداً وطهوراً، يدل على جواز الصلاة على أي جزء كان من أجزاء الأرض. (عمدة القاري ٤/ ١٩٤) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۲/ ۲/ ۱۴۱۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

پنج تن پاک کون لوگ ہیں؟

سوال (۱۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: پنج تن پاک کون ہیں، اور ان کے نام کیا ہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: پنج تن پاک شیعوں کی ایک گھڑی ہوئی اصطلاح ہے، جس سے وہ پانچ شخصیات مراد لیتے ہیں:

(۱) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم۔

(۲) سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۳) حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا۔

(۴) سیدنا حضرت حسن رضی اللہ عنہ۔

(۵) سیدنا حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

عام طور پر اس لفظ کو بول کر دیگر صحابہ کی تنقیص مقصود ہوتی ہے؛ اس لئے اہل سنت والجماعت کو اس اصطلاح سے احتراز لازم ہے۔

(۳) **عن أبي سعيد الخدري رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: لا تسبوا أحداً من أصحابي؛ فإن أحدكم لو أنفق مثل أحد ذهباً ما أدرك مد أحدهم ولا نصيفه.** (صحيح مسلم، فضائل الصحابة / باب تحريم سب الصحابة ٢/ ٣١٠، رقم: ٢٥٤٠، عقائد أهل السنة والجماعة ١٧٨)

ويكف عن ذكر الصحابة رضي اللّٰه تعالىٰ عنهم إلا بخير لما ورد من الأحاديث الصحيحة في مناقبهم، ووجوب الكف عن الطعن فيهم كقوله عليه السلام: "لا تسبوا أصحابي فلو أن أحدكم إن أنفق مثل أحد ذهباً ما بلغ مُد أحدهم ولا نصيفه". وكقوله عليه السلام: "أكرموا أصحابي، فإنهم خياركم".

(شرح العقائد النسفية ١١٦، كذا في الشرح الفقه الأكبر للملا علي القاري ٧١) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۶/۲۷/ ۱۴۲۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

پرویزیت (انکارِ حدیث)

فرقہ پرویزیہ کے عقائد

السوال (۱۳): - أريد أن ألفت نظر علماء الإسلام إلى جانب عقائد "الجماعة البرويزية" التي تعتقد العقائد الغير الإسلامية تقليداً لموسيسها "غلام أحمد پرويز، وأسلم جيراج پورى" وغيرهم، والجدير بالذكر أنهم ينكرون السنة والأحاديث النبوية باسرها، ولا يؤمنون بالملائكة والجنة والنار، ويحرفون في مفهوم العبارات تحريفات ركيكة مثلاً: يزعمون أن معنى الصلاة إصلاح المعاشرة فحسب، ومعنى الحج المؤتمر العالمي للمسلمين فقط، إلى غيرها من الهفوات الضالة كما أنهم يرون أن قصة آدم وحوا عليهما السلام ليست حقيقة؛ بل هل تمثيل فقط، فماذا رأى العلماء والمفتيين العظام عن هٰذه الطائفة. بينوا توجروا إن شاء اللّٰه تعالىٰ.

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: إن السنة النبوية من أهم مصادر الشريعة الإسلامية الغراء لا يمكن فهم القرآن الكريم وإدراك معانيه إلا بالأحاديث النبوية والروايات الثابتة عن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم فانكار مكانة السنة وتوهينها يستلزم هدم جميع الدين وإمحاء الشريعة المحمدية كلها لذلك اتفق العلماء الراسخون من أهل السنة والجماعة في كل زمان ومكان أن السنة النبوية والأحاديث الشريفة الصحيحة والصريحة حجة لازمة لا تقبل التاويلات والتحريفات الزائفة.

هٰذه الأقوال النبوية والأفعال المباركة شرح وتفسير للدين من معلم الكتاب والحكمة الرسول الصادق الأمين سيدنا محمد صلى اللّٰه عليه وسلم كما نطق به الكتاب: ﴿هُوَ الَّذِىْ بَعَثَ فِى الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلاً مِنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ﴾ [الجمعة: ٢]

وإطاعة الرسول عليه السلام واجب مثل إطاعة اللّٰه تعالىٰ، كما قال تعالىٰ: ﴿وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ﴾ [النساء:] وجاء في مواضع شتى: ﴿اَطِيْعُوْا اللّٰهَ وَاَطِيْعُو الرَّسُوْلَ﴾

وقد ورد في الحديث الصحيح: أن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم أوعد بوعيد شديد لمن ترك السنة بقوله: ”لا الفين أحدكم متكئاً على أريكته يأتيه الأمر من أمري مما أمرت به أو نهيت فيقول لا ندري ما وجدنا في كتاب اللّٰه **اتبعناه“**. (رواه أبوداؤد عن أبي رافع ٢/٦٣٥)

والعقائد البرويزية التي ذكرت في السوال هي موجودة في كتب ورسائل ”غلام أحمد برويز“، منشأها هو إنكار السنة النبوية مع أن كل واحد منها موجبة للتكفير كما صرحت به الكتب الفقهية بوضوح تام وإليكم بعض النصوص الفقهية.

قال في الهندية: من لم يقر ببعض الأنبياء عليهم الصلاة والسلام أو لم يرض بسنة من سنن المرسلين فقد كفر. (هندية ٢/٢٦٣)

وفيها: من أنكر المتواتر فقد كفر. (الهندية ٢/٢٦٥)

وفيها أيضا: من أنكر فرضية الركوع والسجود مطلقاً يكفر حتى إذا أنكر فرضية السجدة الثانية يكفر أيضاً لرده الإجماع والتواتر. (الهندية ٢/٢٦٩)

لذٰلک أفتوا علماء الهند بتكفير من رأي رأي البرويزيين من إنكار الحديث وغيره من العقائد الفظيعة ويتبرؤون من هٰذه الطائفة الزائفة تبرياً كاملاً

لاعلاقة لهم مع المسلمين، وبينهم وبين الإسلام مسافة بعيدة، فلا بد لكل مسلم أن يبذل جهوده الحثيثة في قلع فتنة البرويزيين حسب قدرته، ومن يريد التفصيل فليراجع إلى رسالة: "فتنه إنكار حديث" بالأردية للشيخ المفتي رشيد أحمد اللوديانوي التي قد طبعت في أحسن الفتاوىٰ من ص: ١٠٧ - إلى - ١٥٤ المجلد الأول) وكذلك زعمهم بالحج أنه مؤتمر مثل المؤتمرات العامة باطل قطعاً؛ لأن الحج في الإسلام عبادة مستقلة اجتماعية لا يجوز تعبيرها بالمؤتمرات. قال تعالى: ﴿اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ فَلاَ رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى﴾ [البقرة:] فإنكار فرضية عبادة الحج كفر بلا شبهة. فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱/۴/۱۴۲۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مذکورہ عربی سوال وجواب کا اردو ترجمہ

سوال: - میں علماء اسلام کو ''پرویزی فرقہ'' کے عقائد کی جانب متوجہ کرنا چاہتا ہوں، جو جماعت کے بانی ''غلام احمد پرویز'' اور ''اسلم جیراج پوری'' وغیرہ کی تقلید میں غیر اسلامی عقائد رکھتی ہے، بالخصوص یہ لوگ سنتِ نبویہ اور احادیثِ شریفہ کا بالکلیہ انکار کرتے ہیں، اور ملائکہ اور جنت و دوزخ پر ایمان نہیں رکھتے، اور عبادات کے مفہوم میں انتہائی غلط تحریفات کرتے ہیں، مثلاً: ان کا عقیدہ یہ ہے کہ نماز کا مطلب ومقصد صرف اصلاحِ معاشرہ ہے، اور حج کا مقصد اور معنی مسلمانوں کی عالمی کانفرنس ہے، اس کے علاوہ اور بہت سی گمراہ کن بکواس کرتے ہیں، چناں چہ یہ لوگ حضرت آدم اور حوا علیہما السلام کے قصہ کی حقیقت کا انکار کرتے ہیں، اور اسے صرف تمثیل خیال کرتے ہیں؛ لہٰذا اس قسم کے عقائد رکھنے والی جماعت کے بارے میں علماء کرام اور مفتیانِ عظام کی کیا رائے ہے؟ بیان فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

جواب: - سنتِ نبویہ اور احادیثِ شریفہ شریعتِ اسلامی کے اہم ترین مصادر میں سے ہیں، جس کے بغیر کتاب اللہ کا سمجھنا اور اس کے معانی کی حقیقت کا جاننا ناممکن ہے؛ لہٰذا سنتِ نبویہ اور احادیثِ شریفہ کا انکار کرنا اور ان کی توہین یہ پورے دین اور پوری شریعتِ محمدیہ کو ختم کر دینے کے مرادف ہے، اسی وجہ سے ہر زمانے کے راسخ علماء اہل سنت والجماعت نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ سنتِ نبویہ اور احادیثِ شریفہ (جن کا ثبوت صراحۃً صحت کے ساتھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو) قطعی طور پر حجت ہیں، اس میں کسی قسم کی تاویل اور تحریف کی گنجائش نہیں، اور یہی ارشاداتِ نبویہ اور افعالِ مبارکہ دین کی شرح اور تفسیر ہیں، جیسا کہ خود قرآنِ کریم میں معلم کتاب وحکمت حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ارشادِ ربانی ہے:

﴿هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلاً مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَكِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ﴾ [الجمعة: ٢]

اسی وجہ سے اطاعتِ باری تعالیٰ کی طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کو واجب قرار دیا گیا، اور قرآنِ کریم میں جا بجا اس کا حکم فرمایا گیا، بریں بنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنت اور احادیثِ مبارکہ کو چھوڑ کر قرآن پر اکتفاء کرنے والوں کے بارے میں سخت وعید ارشاد فرمائی ہیں۔

اور سوال نامے میں درج فرقۂ پرویزیہ کے عقائد ''غلام احمد پرویز'' کی کتابوں اور رسائل میں موجود ہیں، جو صراحۃً سنتِ نبویہ اور احادیثِ شریفہ کے انکار اور تردید پر مبنی ہیں، اور ان میں سے ہر ایک عقیدہ اس کے کفر کی واضح دلیل ہے، جیسا کہ کتبِ فقہ میں وضاحت کے ساتھ اس کے دلائل موجود ہیں۔

پرویزی فرقہ کے عقائد

سوال (١٤): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: پاکستان میں پرویز نامی شخص نے ایک نیا فتنہ پیدا کیا ہے اس کے ماننے والے بمبئی وغیرہ میں پیدا ہوگئے ہیں، ہمارے قصبہ میں بھی ایک آدھ نفر ہے، فرقہ قرآنیہ اور منکرین حدیث اور ملحدین سے مل کر بنا ہے، تو دریافت یہ کرنا ہے کہ جو شخص پرویزی فرقہ کے عقائد ونظریات سے متفق ہو اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ ایسے شخص کو دینی اور سماجی سربراہی دینا کیسا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: جو شخص یا جماعت احادیث کا سرے سے انکار کرے اور قرآنِ کریم کی آیات کی من مانی تفسیر وتاویل کرے وہ بلا شبہ دائرۂ اسلام سے خارج ہے، ایسے لوگوں سے میل جول رکھنا اور ان کو دینی سربراہی کے منصب پر فائز کرنا ہرگز درست نہیں ہے، غلام احمد پرویز اور اس قماش کے دوسرے منکرین حدیث کو علماء نے خارج از اسلام قرار دیا ہے، اور ان کے تعاقب میں بھرپور محنت کی ہے، اس سلسلہ کا ایک مفید اور جامع رسالہ احسن الفتاویٰ ۱/۱۰۸ تا ۱۸۶ ابنام ''فتنۂ انکار حدیث'' موجود ہے۔

﴿وَاَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ﴾ [النحل: ٤٤]

﴿اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰى اَشَدِّ الْعَذَابِ﴾ [البقرة: ٨٥]

إن كتاب الله أبهم هٰذا، وإن السنة تفسير ذٰلك. (جامع بيان العلم وفضله للإمام ابن عبد البرّ المالكي ٢/٦٦٣)

لأن الكتاب يكون محتملاً لأمرين فأكثر، فتأتي السنة يتعين أحدهما فيرجع إلى السنة ويترك مقتضى الكتاب. (الموافقات للإمام الشاطبي ٤/٨، عقائد أهل السنة والجماعة ٢٤٨)

عن ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما قال: قال رسول الله ﷺ: من قال في القرآن بغير علم، فليتبوأ مقعده من النار. (سنن الترمذي ٢/١٢٣، سنن أبي داؤد ٢/١٥٨)

فصار منكر المتواتر ومخالفه كافراً. (كشف الأسرار ٢/ ٦٧١)

وفيها: من أنكر المتواتر فقد كفر. (هندية ٢/ ٢٦٥)

كان ظهور الاعتزال في القرن الثالث الهجري على يد واصل بن عطاء أثر كبير في نشأة الخلاف بين هٰذه الفرق وأهل السنة تناول كثيراً...... حتى تجرأوا على الأحاديث النبوية بردها إذا لم يجدوا لها تاويلاً تستسيغه عقولهم.

(ميزان الاعتدال للإمام الذهبي ١/ ٢١، انکار حدیث کے نتائج ٣٣)

اعلم أن أنواع علوم الحديث كثيرة لا تعد، قال الحازمي في كتاب "العجالة" علم الحديث يشتمل على أنواع كثيرة تبلغ مائة كل نوع منها علم مستقبل لو أنفق الطالب فيه عمره لما أدرك نهايته. (تدريب الراوي ١/ ١٩-٢٠ بيروت)

قال في الهندية: من لم يقر ببعض الأنبياء عليهم الصلاة والسلام أو لم يرض بسنة من سنن المرسلين فقد كفر. (هندية ٢/ ٢٦٣) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۴/۸/۲۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

منکرینِ حدیث کے عقائد ونظریات

سوال (۱۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: جس شخص یا گروہ کے مندرجہ ذیل عقائد ہوں اس کے بارے میں شریعت کیا کہتی ہے؟

(۱) احکام شرعیہ کا دارومدار صرف قرآن پر ہے، حدیث سے احکام کو اخذ کرنا ناجائز اور حرام ہے۔

(۲) جو شخص قرآن کے ساتھ ساتھ احادیث کو بھی شریعت کا ایک اصل مانے وہ مشرک ہے

(۳) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے ساتھ مخصوص تھیں، بعد والوں کے لئے ان کا ماننا ضروری نہیں ہے۔

(۴) قرآن کریم کو ہر آدمی سمجھ سکتا ہے، اس کو سمجھنے کے لئے کسی حدیث کی ضرورت نہیں۔

(۵) فرض صرف دو نمازیں ہیں، جن کے اوقات بھی دو ہیں، باقی سب نوافل ہیں۔

(۶) حج ایک بین المِلی کانفرنس ہے اور حج کی قربانی کا مقصد بین المِلی کانفرنس میں شرکت کرنے والوں کے لئے خورد ونوش کا سامان مہیا کرنا ہے۔

(۷) روایات (احادیثِ نبویہ) محض تاریخ ہیں۔

(۸) نہ حدیث پر ہمارا ایمان ہے نہ اس پر ایمان لانے کا ہمیں حکم دیا گیا ہے۔

(۹) صرف مردار، بہتا خون، خنزیر اور غیر اللہ کی طرف منسوب چیزیں حرام ہیں، ان کے علاوہ اور کچھ حرام نہیں ہے۔

(۱۰) حدیثیں ظنی ہیں (مقدمہ اولی) ظن کی پیروی قرآن کی رو سے ممنوع ہے، (مقدمہ ثانیہ) نتیجہ حدیث کی پیروی قرآن کی رو سے ممنوع ہے۔

(۱۱) حدیث کا پورا سلسلہ ایک عجمی سازش تھی اور جس کو شریعت کہا جاتا ہے وہ بادشاہوں کی پیدا کردہ ہے۔

واضح رہے کہ غلام احمد پرویز کے متبعین (پرویزی) جو اپنے کو اہل قرآن کہتے ہیں وہ نہ صرف اس قسم کے خیالات رکھتے ہیں؛ بلکہ اس کی تبلیغ کرتے ہیں۔ اور احادیثِ مبارکہ کا صرف انکار ہی نہیں؛ بلکہ تمسخر واستہزاء اور مذاق اڑاتے ہوئے سادہ لوح مسلمانوں کو بہکانے کی مذموم کوشش کرتے ہیں، کیا یہ لوگ مسلمان ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں تو ان کے ساتھ اٹھنا، بیٹھنا، ملنا، جلنا، شادی بیاہ، دوستی یاری جائز ہے یا نہیں؟ واضح فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: احادیثِ طیبہ کا مطلقاً انکار کرنا اور ان کا مذاق اڑانا، یا انہیں محدود وقت تک کے لئے ہی قابلِ عمل ماننا کفر ہے۔

جو فرد یا جماعت سوال میں ذکر کردہ باتوں کی مدعی ہو اس کا دین وایمان سے کوئی تعلق نہیں

ہے، ان باتوں کو ماننے والے لوگ کفر وزندقہ میں مبتلا ہیں، ان سے راہ ورسم رکھنا اور رشتہ ناطہ کرنا سب حرام ہے۔

قال اللّٰہ تعالی: ﴿وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى، وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا﴾ [النساء: ١١٥]

﴿وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُّبِيْنًا﴾ [الاحزاب: ٣٦] مرقاة المفاتيح ٢٣٦/١)

عن المقدام بن معدي كرب رضي اللّٰه تعالىٰ عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: ألا! إني أوتيت القرآن ومثله معه، ألا يوشك رجل شعباً على أريكته يقول: عليكم بهٰذا القرآن، فما وجدتم فيه من حلالٍ فأحِلُّوه، وما وجدتم فيه من حرام فحرموه، وأنما حرم رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم كما حرم اللّٰه، ألا! لا يحل لكم الحمار الأهلي ولأكل ذي ناب من السباع. (سنن أبي داؤد، كتاب السنة / باب في لزوم السنة رقم: ٤٦٠٤، سنن الترمذي، كتاب العلم / باب ما نهى عنه أن يقال عند حديث رسول اللّٰه ﷺ ٩٥/٢ رقم: ٢٦٦٤، سنن ابن ماجة رقم: ١٢)

كان ظهور الاعتزال في القرن الثالث الهجري على يد واصل بن عطاء أثر كبير في نشأة الخلاف بين هٰذه الفرق وأهل السنة تناول كثيراً...... حتى تجرأوا على الأحاديث النبوية بردها إذا لم يجدوا لها تاويلاً تسيغه عقولهم.

(ميزان الاعتدال للإمام الذهبي ٢١/١، انکار حدیث کے نتائج ٣٣)

اعلم أن أنواع علوم الحديث كثيرة لا تعد، قال الحازمي في كتاب "العجالة" علم الحديث يشتمل على أنواع كثيرة تبلغ مائة كل نوع منها علم مستقبل لو أنفق الطالب فيه عمره لما أدرك نهايته. (تدريب الراوي ١٩/١-٢٠، حجة اللّٰه البالغة ٢٩٤/٢-٢٩٦)

وفيها: من أنكر المتواتر فقد كفر. (هندية ٢٦٥/٢)

﴿اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ اللَّيْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ. [بني اسرائيل: ٧٨]

﴿فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا وَمِنْ اٰنَآءِ اللَّيْلِ فَسَبِّحْ وَاَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضٰى﴾ [طٰهٰ: ١٣٠]

﴿وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِنَ اللَّيْلِ﴾ [هود: ١١٤]

عن عبادة ابن الصامت رضي اللّٰه عنه قال: سمعت رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يقول: خمس صلوات افترضهن اللّٰه عزوجل......الخ. (سنن أبي داؤد، الصلاة / باب المحافظة على وقت الصلاة رقم: ٤٢٥)

عن أبي قتادة بن ربعي رضي اللّٰه تعالىٰ عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: قال اللّٰه عزوجل: إني فرضت على أمتك خمس صلوات......الخ.

(سنن أبي داؤد، الصلاة / باب في المحافظة على وقت الصلاة رقم: ٤٣٠)

عن حنظلة الأسيدي رضي اللّٰه تعالىٰ عنه أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم من حافظ على الصلوات الخمس...... يراها حقاً للّٰه عليه حرم على النار.

(مسند أحمد ٤/٢٦٧)

والأصل أن من اعتقد الحرام حلالاً فإن كان حراماً لغيره كمال الغير لا يكفر، وإن كان لعينه فإن كان دليله قطعياً كفر وإلا فلا. (البحر الرائق ٥/٢٠٦، حاشية الطحطاوي ١٣٨، كتاب السير ٢/٢٧٢، بزازية على الهندية ٦/٣٢١، خلاصة الفتاویٰ ٤/٣٨٣، فتاویٰ محمودیہ ڈابھیل ٢/٣٧٢، أحسن الفتاوى ١/١١٥، كفايت المفتى ١/٢٩٣، فتاوى شيخ الاسلام ١٦٨) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۴۲۶/۳/۲۳ھ

اہلِ قرآن دائرۂ اسلام سے خارج ہیں یا نہیں؟

سوال (۱۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ:ایک شخص اپنے آپ کو اہل قرآن کہتا ہے اور صرف ان احادیث کی تصدیق کرتا ہے جن کا تعلق صراحتاً قرآن سے ہے، باقی حدیثوں کے بارے میں یہ کہتا ہے کہ یہ حدیثیں نہیں ہیں؛ بلکہ علماء کے خودساختہ اقوال ہیں، نیز "من قال لا إله إلا الله دخل الجنة" اس حدیث شریف کا بھی منکر ہے اور اس کا عقیدہ بھی یہی ہے کہ یہ حدیث نہیں ہے، تو ایسے شخص کے بارے میں شریعت کا کیا فیصلہ ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: نام نہاد اہلِ قرآن جو پنج وقتہ نمازوں کے منکر ہیں، اور احادیثِ صحیحہ کی تضحیک کرتے ہیں، اور ان کو علماء کا خودساختہ قول قرار دیتے ہیں، وہ خلافِ شریعت عقائد کی وجہ سے اسلام سے خارج ہیں؛ لہٰذا ایسا شخص جو اہل قرآن جیسے عقیدے رکھتا ہو اور شریعت کا استہزاء کرتا ہو وہ بھی دینِ اسلام کے دائرے سے خارج ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ۱/۴، احسن الفتاویٰ ۱/۱۱۳، جواہر الفقہ ۱/۳۹)

﴿فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا وَمِنْ اٰنَآءِ اللَّيْلِ فَسَبِّحْ وَاَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضٰى﴾ [طٰه: ١٣٠]

﴿وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِنَ اللَّيْلِ﴾ [هود: ١١٤]

عن عبادة ابن الصامت رضي الله تعالىٰ عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: خمس صلوات افترضهن الله عزوجل......الخ. (سنن أبي داؤد، الصلاة / باب في المحافظة على وقت الصلاة رقم: ٤٢٥)

عن أبي قتادة بن ربعي رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: قال الله عزوجل: إني فرضت على أمتك خمس صلوات......الخ.

(سنن أبي داؤد، الصلاة / باب في المحافظة على وقت الصلاة رقم: ٤٣٠)

عن رافع رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا ألفينَّ أحدكم متكئاً على أريكته يأتيه الأمر من أمري مما أمرت به أو نهيت

عنـه، فيقـول: لا أدري مـا وجـدنا في كتاب اللّٰه اتبعناه. (سنن أبي داؤد ٢/ ٦٥١ رقم الحديث: ٤٦٠٥، مسند أحمد ٥/ ١١٩ رقم الحديث: ١٦٧٤٣)

الـصـلـوات الـخـمـس فريضة على المسلمين العاقلين البالغين من الرجال والنساء دون الحائض والنفساء في المواقيت المعروفة. (الفتاویٰ التاتارخانية ٢/ ٣ زكريا)

وكذا الاستهزاء على الشريعة الغراء كفر كان ذٰلک من أمارات تكذيب الأنبياء. (شرح فقه أكبر ١/ ١٨٤)

من أنكر المتواتر فقد كفر. (عالمگيری ٢/ ٢٦٥) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۴/۶/۲۹ھ

اہلِ قرآن کو مردود کہنا

سوال (۱۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: فرقِ باطلہ موسومہ اہلِ قرآن کے فرقے یا فرد کو مردود کہنا جائز ہے یا نہیں، خواہ زندہ ہو یا مردہ؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: کافروں کو بلاتعیین شخص مردود یا ملعون کہنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے؛ البتہ کسی معین شخص کافر زندہ کو ملعون نہ کہا جائے، ہوسکتا ہے کہ وہ آئندہ ایمان لے آئے۔

لا خلاف في جواز لعن الكفار فأما الكافر المعين فقد ذهب جماعة من العلماء إلى أنه لا يلعن لأن لا ندري لما يختم اللّٰه. (تفسیر ابن كثير ١/ ٢٠١) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۳/۴/۲۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

قرآن وحدیث کا بالکلیہ انکار کرنا کفر ہے

سوال (۱۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: قرآن وحدیثِ صحیح کا انکار کفر ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: قرآن وحدیث کا بالکلیہ بلا تاویل انکار یقیناً کفر ہے؛ لیکن اگر کوئی شخص تاویل کر کے اپنی طرف سے کوئی ذومعنی بات بیان کرے تو علی الاطلاق اسے کافر نہیں کہا جائے گا۔ (فتاویٰ رحیمیہ ۴/۱، احسن الفتاویٰ ۱/۱۱۳، جواہر الفقہ ۱/۳۹)

عن رافع رضي اللّٰہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: لا ألفِینَّ أحدکم متکئاً علی أریکتہ یأتیہ الأمر من أمري مما أمرت بہ أو نہیت عنہ، فیقول: لا أدري ما وجدنا في کتاب اللّٰہ اتبعناہ. (سنن أبي داؤد ۲/۶۵۱ رقم الحدیث: ۴۶۰۵، مسند أحمد ۵/۱۱۹ رقم الحدیث: ۱۶۷۴۳)

عن المقدام بن معدي کرب رضي اللّٰہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: ألا! إني أوتیت القرآن ومثلہ معہ، ألا یوشک رجل شعباً علی أریکتہ یقول: علیکم بہٰذا القرآن، فما وجدتم فیہ من حلالٍ فأحِلُّوہ، وما وجدتم فیہ من حرام فحرموہ، وأنما حرم رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کما حرم اللّٰہ، ألا! لا یحل لکم الحمار الأہلي ولأکل ذي ناب من السباع. (سنن أبی داؤد رقم: ۴۶۰۴، سنن الترمذي رقم ۲۶۶۴، مشکوٰۃ شریف ۱/۲۹رقم ۱۶۳)

من أنکر المتواتر فقد کفر. (عالمگیری ۲/۲۶۵)

ویکفر إذا أنکر آیۃ من القرآن، أو سخر بآیۃ منہ. (البحر الرائق ۵/۱۲۲) **فقط** واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۳/۵/۱۴۲۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بہائیت

فتویٰ تکفیر بہائیت

سوال (۱۹) :- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مندرجہ ذیل نظریات وعقائد کی روشنی میں بابیت اور بہائیت کے متعلق شرعی احکام مطلوب ہیں۔ بعض لوگ اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ یہ دونوں فرقے اسلامی ہیں، ان کے عقائدونظریات قبول کرنے سے کوئی شخص اسلام سے خارج نہیں ہوتا؛ بلکہ وہ بھی مسلمان ہے اور مسلمان کہلانے کا حق دار ہے۔

بہائی کتب سے استفادہ کرنے والوں نے بہاء اللہ کے بیشمار دعاوی لکھے ہیں۔ راقم سطور نے اُن میں سے صرف اُن دعاوی کو پیش کیا ہے جن کو بہائی کتب واخبارات میں بچشم خود مطالعہ کیا ہے۔ امید ہے کہ حضرات مفتیانِ کرام بہائیوں سے نکاح، وراثت اور مسلم قبرستان میں تدفین وغیرہ کا شرعی حکم واضح کر کے عنداللہ ماجور ہوں گے۔

بابیت و بہائیت کی تاریخ

ایران میں شیعوں کے ''شیخیہ فرقہ'' سے تعلق رکھنے والے علی محمد نامی شخص (پیدائش ۱۸۱۹ء موت ۱۸۵۰ء) نے ۱۸۴۴ء میں یہ دعویٰ کیا کہ وہ حضرت مہدی تک پہنچانے کا ''باب'' یعنی دروازہ ہے ایرانی حکومت نے اس کو اسلام مخالف عقائد ونظریات کی وجہ سے پھانسی کی سزا دے کر ۱۸۵۰ء میں قتل کر دیا۔ اس کے بعد حسین علی نوری (پیدائش ۱۸۱۷ء) نام کے ایک شیعہ معتقد نے اس کی جانشینی کا دعویٰ کر کے ''بہاء اللہ'' ہونے کا دعویٰ کیا۔ مرزا علی محمد نے ''باب'' ہونے کا دعویٰ کر کے

جن خیالات ونظریات کی اشاعت کی اسے ''بابیت'' سے تعبیر کیا جاتا ہے، جب کہ بہاء اللہ نے اپنے ماننے والوں کا نام ''بہائی'' تجویز کیا ہے۔اور اس کا یہ اعلان ہے کہ: "**لیس لأحد أن یتمسک الیوم إلا بما ظھر في ھٰذا الظھور**". (اقدس ۸۰) یعنی بہاء اللہ نے جو کچھ کہا ہے اب وہی حجت ہے، اس سے ماقبل جو کچھ کہا گیا ہے وہ سب منسوخ ہے۔

بہاء اللہ نے واضح طور پر یہ بھی کہا کہ بہائیت اسلام کے مقابل نہیں؛ بلکہ مذہب اسلام کی جگہ ایک نئی تحریک ہے۔خدا کی تعلیمات و ہدایات کا قدیم ایڈیشن اسلام تھا اور جدید ایڈیشن بہائیت ہے۔نعوذ باللہ خدا نے اسلام کو منسوخ کیا، تو بہائیت کو رائج کیا۔اُن کے نزدیک ''اقدس'' نامی بہاء اللہ کی تصنیف کو قرآنِ مجید کی جگہ نازل مانا گیا ہے۔علاوہ ازیں، التبیان، ایقان، کلماتِ مکونہ وغیرہ بھی ان کی اہم کتابیں ہیں۔

بہاء اللہ کے دعویٰ سے بھی حکومت ایران نے بغاوت کا خطرہ محسوس کیا تو اس کو قید و بند میں ڈال دیا، چناں چہ ۱۸۶۸ء سے ۱۸۹۲ء تک بہاء اللہ عکہ میں قید رہا۔ عکہ فلسطین کے شمال میں ایک جزیرہ نما مقام ہے، جہاں چور، ڈاکو اور دیگر خطرناک قسم کے جرائم پیشہ مجرمین کو دائمی قید کیا جاتا تھا۔ چالیس سال کی قید کے بعد ۱۸۹۲ء میں عکہ میں اپنی موت مر گیا اور وہیں اس کو زیر زمین دبا دیا گیا، اس لئے بہائی اس کو اپنا مرکز مانتے ہیں۔اپنی موت سے پہلے اس نے اپنے بڑے بیٹے عبدالبہاء عباس آفندی کو اپنا جانشین منتخب کیا تھا، پھر اس نے اپنے بیٹے شوقی آفندی کو اپنا گدی نشین بنایا۔اس کے بعد گدی نشینی کے مسئلہ پر شدید جنگ وجدال کی وجہ سے اب سارا نظام ''بیت العدل'' کے نام سے بنی ہوئی کمیٹی کے سپرد ہے۔ ہندستان میں ان کی کئی تعلیم گاہیں ہیں دہلی میں بھی ان کا مندر ہے، ممبئی، مالیگاؤں وغیرہ میں ان کی کافی تعداد ہے۔

دعاوی مع خیالات ونظریات

علم لدنیّ کا دعویٰ:

''میرا علم خدا کا عطا کردہ ہے کسی انسان سے حاصل نہیں کیا......یہی وہ دن ہے جس کا

عہد ہم نے ہر پیغمبر اور ہر ولی سے سے لیا ہے......اگر کوئی دریافت کرے کہ کس کس پیغمبر نے کس کس کتاب میں ذکر کیا ہے، تو لکھا ہے......آج کے دن بشارت حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے اور ان سے پہلے انجیل اور زبور نے......بے شک جس کا ذکر رب العالمین کی کتابوں میں دیا ہے وہ آج ظاہر ہو گیا۔ یہی ہے وہ جس کا نام توریت میں ''یہوہ'' ہے اور انجیل میں ''سچائی کی روح'' ہے اور قرآن شریف میں ''بناء عظیم'' دیا ہے......وہ بناء عظیم جس کا ذکر سرخ کتاب میں ایک دفعہ ''بحر'' کے نام سے اور دوسری دفعہ ''قلم اعلیٰ'' کے لقب سے کیا ہے اور جس کو کبھی ''مکلم طور'' اور کبھی ''سدرۃ المنتہیٰ'' بیان کیا ہے۔ اور اس عزیز وجمیل خدا کی کتابوں میں اس کو ''سر مکنون'' اور غیب مخزون'' بھی لکھا ہے''۔ (بحوالہ: کتاب اقدس مندرجہ بہاء اللہ کی تعلیمات، مولفہ: حشمت اللہ ۴۴، مطبوعہ عزیزی پریس آگرہ ۱۹۱۶ء)

من یظہرہ اللہ ہونے کا دعویٰ

حشمت اللہ بہائی نے اس سلسلے میں لکھا ہے کہ:

''بہاء اللہ نے کہا کہ جس شخص کی بشارت تم کو حضرت باب نے دی ہے۔ اور جس کی راہ میں انہوں نے جان فدا کی ہے، وہ میں ہی ہوں ''من یظہرہ اللّٰہ'' میرا ہی لقب ہے۔ سب بابیوں نے حضرت بہاء اللہ کو ''من یظہرہ اللّٰہ'' تسلیم کیا اور اس دن سے جنہوں نے حضرت بہاء اللہ کا دعویٰ قبول کیا اُن کا نام بہائی ہو گیا''۔ (بہاء اللہ کی تعلیمات ۱۹-۲۰)

مامور من اللہ ہونے کا دعوی

محفوظ الحق علمی بہائی نے قادیانیوں پر اتمام حجت کرتے ہوئے لکھا ہے:

''ہمارے مخالفین (قادیانی) یہ بڑی گرم جوشی کے ساتھ مشہور کر رہے ہیں کہ اوّلاً تو حضرت بہاء اللہ نے کوئی صریح دعوئ مسیحیت نہیں کیا۔ دوم دعوئ ماموریت من عنداللہ نہیں کیا۔ سوم، دعوئ الہام نہیں کیا۔......مگر ذیل کے حوالوں سے ہر شخص کو معلوم ہو جائے گا کہ حضرت بہاء اللہ نے مسیح موعود بلکہ موعود کل ادیان ہونے کا دعویٰ فرمایا ہے۔ مامور من عند اللہ ہونے کا اعلان فرمایا ہے۔

دعویٰ وحی والہام الٰہی کیا ہے؟ پس اب پاک روح اور پاک دل کے ساتھ تلاوت فرمائیے۔

كتاب أنزله الرحمن من ملكوت البيان وإنه لروح الحيوان لأهل الإمكان تعالى الله رب العالمين. (الواح ۳۷، بہائیوں کا ترجمان اخبار، کوکب ہند آگرہ کا قادیان نمبر۱۹۲۴ء)

''ليس هٰذا من عندي بل من لدن عزيز عليم. أمرني بالنداء بين الأرض والسماء''۔

ترجمہ:- یہ بات میری طرف سے نہیں؛ بلکہ اسی غالب باخبر کی طرف سے ہے اسی نے مجھے مامور بنایا ہے کہ میں دنیا میں اس کے نام کی منادی کروں۔ (لوح بہاء اللہ بنام شاہ ایران باب الحیات ۱۱۰)

پیغمبری کا دعویٰ اور منکرین کو دھمکی

''قل اتعترضون على الذي جاء كم ببينات الله وبرهانه وحجته و اٰياته. هي من تلقاء نفسه بل من لدن من بعثه وأرسله بالحق وجعله سراجاً للعلمين''.

(کتاب مبین ۷۶ مطبوعہ بمبئی بحوالہ کوکب ہند آگرہ ۴/۱۵)

ترجمہ:- اے بہاء اللہ کہہ دو۔ کیا تم لوگ اس شخص پر اعتراض کرتے ہو جو تمہارے پاس خدا کی بینات اور برہان حجت اور آیات لے کر آیا ہے۔ سچ جانو یہ اس کے نفس کی طرف سے نہیں ہے؛ بلکہ اُسی کی طرف سے ہے جس نے اسے مبعوث کیا اور سچائی دے کر بھیجا، اور اس کو تمام عالم کے واسطے ایک سراج بنایا۔ اے لوگو! اگر تمہارے نزدیک پرانی چیزیں ماننے کے قابل ہوتی ہیں، تو تم نے شریعت توراۃ اور انجیل کو کیوں چھوڑا۔ اے لوگو اپنی بریت پیش کرو، قسم ہے مجھے اپنے عمر کی آج کے دن تمہیں کہیں چھپ رہنے کی جگہ نہیں۔ (اخبار کوکب ہند آگرہ، جلد ا شمارہ ۱۵، یکم جون ۱۹۲۴ء ص ۱)

رسول موعود ہونے کا دعویٰ

''هٰذا هو الذي ذكره محمد رسول الله ومن قبله الروح ومن قبله الكليم.

ترجمہ:- یہ (بہاء اللہ) وہی ہے جس کے آنے کی نسبت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اُن سے پہلے عیسیٰ اور اُن سے پہلے موسیٰ نے پیش گوئی کی تھی۔ (اخبار کوکب ہند آگرہ جلد ا شمارہ نمبر ۴/۲۵ جون ۱۹۲۴ء)

''تاللّٰه قد ظهر الموعود باسمه الودود'' ۔(کتاب مبین ۲۴۶،مطبوعہ بمبئی ،بحوالہ کوکب ہند جلد ۱ نمبر ۴ر۳)

ترجمہ:-خدا کی قسم موعود ظاہر گیا اپنے اسم ودود کے ساتھ۔

مسیح موعود ہونے کا دعویٰ

''قل یا ملاء الإنجیل قد فتح باب السماء و أتی من صعد إلیها. إنه ینادی في البر والبحر ویبشر الکل بهٰذا الظهور الذي نطق به لسان العظمة قد أتی الوعد وهٰذا الموعود. (اخبار کوکب ہند جلد ۱ر۴،مورخہ ۲۵ جون ۱۹۲۴ء)

ترجمہ:-اے اہل انجیل آسمان کا دروازہ کھولا گیا ہے اور جو اوپر چڑھ گیا تھا، وہ اب نیچے آ گیا ہے اور وہ بحر و بر میں نداء کر رہا ہے اور سب لوگوں کو اپنے ظہور کی یہ خوشخبری سنا رہا ہے جو عظمت کی زبان سے نکلی کہ بیشک وعدہ اب پورا ہو گیا ہے اور موعود سامنے کھڑا ہے۔

''قل یا ملاء الفرقان قد أتی الموعود الذي وعدتم به في الکتاب. اتقوا اللّٰه ولا تتبعوا کل مشرک أثیم. (الواح مبارکہ ۲۳۵،کوکب ہند آگرہ کا قادیان نمبر ۱۹۲۴ء)

ترجمہ:- کہہ دے اے گروہ قرآن۔یقیناً وہ موعود آ گیا جس کا وعدہ تمہیں کتاب میں دیا گیا تھا۔خدا سے ڈرو اور ہر مشرک گنہگار کی پیروی نہ کرو۔

مسیح بن کر دوبارہ آسمان سے نزول کا دعویٰ

''إنه أتیٰ من السماء مرة أخریٰ کما أتیٰ منها أوّل مرة إیاک أن تعترض علیه کما اعترض الفریسیون من دون بینة و برهان. (لوح پوپ،(کوکب ہند آگرہ کا قادیان نمبر ۱۹۲۴ء)

ترجمہ:-یہ (بہاء اللہ بحیثیت مسیح موعود) آسمان سے دوبارہ آیا ہے جیسا کہ پہلی بار آیا تھا۔ خبردار ایسے اعتراض نہ کرنا جیسے کہ فریسیوں نے بغیر دلیل و حجت کے کئے تھے۔

مستقل صاحب شریعت نبی و مسیح موعود ہونے کا دعویٰ

''اگرچہ آج تک بیسیوں مدعیوں نے دعویٰ کیا مگر اُن میں سے کسی ایک کو بھی اس پایہ کا پیشرو نہ

ملاجوحضرت باب کی طرح امام مہدی کی موعودہ صفات رکھتا ہواور نہ ایسامصدِق ملاجس پر حضرت بہاءاللہ کی طرح حضرت عیسیٰ کارتبہ صادق آتا ہواور جوصاحب شریعت مستقل کا دعویٰ رکھتا ہو۔ یہ خصوصیت صرف حضرت باب اور حضرت بہاءاللہ کوحاصل ہے۔(اخبار کوکب ہندآگرہ جلدانمبر ۵؍۱، یکم جولائی ۱۹۲۴ء)

بہائیوں کے نزدیک بہاءاللہ کا مقام ومرتبہ

''بمقام قاہرہ مصرایک مجلس میں علامہ ابوالفضل کلپائی کانی (بہائی) اور مصر کے مشہور فاضل صاحبِ تصانیفِ کثیرہ حضرت خلیل آفندی (بہائی) بیٹھے ہوئے گفتگو کررہے تھے کہ اسی زمانہ میں مرحوم ناصرالدین شاہ ایران کی خبر وفات مصر میں پہنچتی ہے۔ شاہ روم کا تذکرہ بھی اسی مجلس میں ہونے لگتا ہے، حتیٰ کہ بابیوں کے ظہور اور حضرت بہاء اللہ کے دارالسلام بغداد سے نکال کر عکہ (شام) لے جانے کا ذکر آجاتا ہے۔اس تذکرہ پر یک دم حضرت خلیل آفندی کے چہرے سے آثار ملال اور پیشانی سے علامت اضمحلال نمایاں ہوتی ہیں۔حضرت خلیل آفندی کئی منٹ تک خاموش سرجھکائے ہوئے دریائے فکر میں ڈوبے رہے۔پھرسر اٹھا کرفرمایا: جب میں لقاءبہاءاللہ سے خوش نصیب ہوا،تو میں نے ان کے اندروہ علم وفضل وقار ورعب اور جمال صورت اور فصاحت زبان اور باوجوداختلاف مذاہب نوع انسان کی ایسی محبت مشاہدہ کی کہ اسے زبان بیان نہیں کرسکتی۔ نہ فلاسفۂ یورپ نہ علماء امریکہ اور نہ سابقین اوّلین میں سے کوئی اور نہ اولوالعزم انبیاء ومرسلین میں سے کوئی اس حسن صفات وخوبی اخلاق کے مقام پر پہنچا ہے''۔(بحوالہ کتاب الفرائد مصنفہ ابوالفضل کلپایئکانی ۵۲۲، مندرجہ کوکب ہندآگرہ ۱؍۶ شمارہ نمبر ۱۰؍۹ راگست ۱۹۲۴ء)

بہائی تعلیمات و ہدایات کی روشنی میں بہاءاللہ ایرانی کے متعلق جونظریہ بہائیوں میں پایا جاتا رہاہے،اس کی وضاحت اس اقتباس سے بخوبی ہوتی ہے کہ نعوذ اللہ اولوالعزم انبیاء ومرسلین سے بھی اس کا درجہ بہت بڑھاہواہے،اس کے مقابل کسی نبی کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

بہاءاللہ کے معجزات

موجودہ آسمانی بادشاہت کی تائید میں سابق آسمانی بادشاہت کے مانند؛ بلکہ اس سے بڑھ کر

برہانِ اعظم موجود ہے۔اوّل: آپ حضرت بہاءاللہ کی قوت تربیت پر نظر کیجئے کہ تاریک شرق کو روشن کیا اور مہلک وحشیوں (معتقدین) کو آسمانی فرشتہ اور نادانوں کو دانا اور درندوں کو مل جل کر رہنے والے آہو بنادیا۔ایسے نفوس جو اپنے عقیدے اور عادت کے باعث جہان کے دشمن تھے اب نہایت یگانگی سے آپس میں ایک دوسرے کے مہربان دوست ہیں، جو لوگ شدت جہل سے کتاب مقدس کو جلا دیتے تھے، اب تورات وانجیل کے حقائق واسرار بیان کرتے ہیں۔اور حضرت بہاءاللہ نے ایک قلیل مدت میں ایسی تربیت فرمائی کہ کاٹھ اور زنجیر میں جکڑے اور تیغ وشمشیر کے نیچے بیٹھے ہوئے ''یا بہاءلابہیٰ' اے خدائے بزرگ وزندہ وپائندہ' کے نعرے لگاتے تھے اور اپنے قاتلوں کو مٹھائی کھلاتے اور کہتے تھے کہ منہ میٹھا کر کے تیغ کا وار ہماری گردن پر کیجئے۔(کوکب ہند آگرہ ص۴ یکم جون ۱۹۲۴ء)

بہاءاللہ کی تصنیفات وتالیفات خود معجزہ ہیں

ایک اور دلیل خود حضرت بہاءاللہ کی تعلیمات ہیں جو عالم انسانی سے اختلاف اور بیگانگی کو بالکلیہ جڑوں سے اکھیڑ کر پھینک دینے والی اور ابدی وحدت کی غیر متزلزل بنیاد رکھنے والی ہیں۔اس کے لئے آپ حضرت بہاءاللہ کی الواح مبارک تجلیات، اشراقات، کلمات، بشارات، طرازات، کا مطالعہ کیجئے، آپ کو معلوم ہوجائے گا کہ اس ملکوتِ جدید کی تعلیمات عالم کے جسم بیمار کے لئے علاج سریع اور شفاء ابدی اور قابل عمل ہیں اور ایسی تعلیمات ہیں کہ جو اس سے قبل ظاہر نہیں ہوئیں۔

(کوکب ہند آگرہ ۱۵/۴ یکم جون ۱۹۲۴ء)

بہائی تحریک سے دین اسلام کی منسوخی کا اعلان

بہائیوں کا دعویٰ ہے کہ مذہب اسلام کی مدت صرف ۱۲۶۰ھ تک تھی، اس کے بعد (نعوذ باللہ) مذہبِ اسلام کا زمانہ ختم ہوجاتا ہے اور خدا کے وعدہ کے موافق بابیت اور بہائیت کا زمانہ شروع ہوجاتا ہے۔مصطفیٰ بہائی نے اپنے قادیانی بھائیوں کے جواب میں لکھا ہے:

''کتاب کشف الغمہ'' میں تاویل آیات کے باب میں لکھا ہے کہ آیہ مبارکہ: ''**وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُـــوْرِهٖ**'' کی تاویل وتفسیر یہ ہے کہ حق تعالیٰ جل شانہ اپنے نور کو حضرت مہدی کے ظہور فرمانے کے

زمانہ میں پورا کرے گا، یعنی حضرت مہدی کو دنیا کے سب موجودہ دینوں پر غالب کرے گا۔ چنانچہ صاحبانِ فہم ودرایت یعنی سمجھ اور بچار والے لوگ جانتے ہیں کہ یہ سب واقعات ۲۶۰ھ کے بعد سے لے کر ایک ہزار برس کی مدت میں گذر چکے ہیں، اور جو جو وعدہ کہ خدا نے قرآن میں دئے تھے، سب ۱۲۶۰/ہجری میں پورے ہوچکے۔ اِس بیان سے اربابِ دانش وہوش سمجھ سکتے ہیں کہ دینِ محمدی خدا کے پاس چڑھ جانے کی مدت اور دوسری سب نشانی اور علامتوں کے ظاہر ہونے کی میعاد پوری ہوچکی ہے۔ نیز حضرت محمد کی امت کا مقرر کیا ہوا ٹائم (وقت) بھی پورا ہوچکا''۔ (معیار الصحیح فی معرفة ظهور المهدی والمسیح صفحه ٦٣، ٦٤ مصنفه مصطفی بهائی مطبوعه ١٣٢٨ھ مطابق ١٩١٠ء مطبع انوار محمدی کلکته)

مہدی موعود کا مقام ظہور حیفاء اور عکاء (اسرائیل) ہے

دینِ اسلام کی مدت (نعوذ باللہ) ختم ہونے کے بعد دوبارہ اس کو قائم کرنے والا کس جگہ سے ظاہر ہوگا؟ س کے جواب میں قرآن مجید سے کھلواڑ دیکھئے:

''خصوصاً آیتِ مبارکہ: ﴿يَوْمَ يُنَادِ الْمُنَادِ مِنْ مَكَانٍ قَرِيْبٍ، يَوْمَ يَسْمَعُوْنَ الصَّيْحَةَ بِالْحَقِّ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُرُوْجِ﴾ [ق: ٢٦] میں ''مکانِ قریب'' کو بالاتفاق سب مفسرین نے مسجد اقصیٰ کے گردونواح کی پاک سرزمینوں سے مراد لیا ہے اور انہی پاک سرزمینوں میں ''حضرت بہاء اللہ'' کا ظہور اور مقام وقرارگاہ مقرر ہوا ہے کہ دو اسلامی بادشاہتوں کے حکم سے اس ارضِ مقدس میں اُن کو قید ونظر بند رکھا ہے۔ پھر اس سرزمین مسجد اقصی کے چوگرد مقامات کے مبارک اور مقدس ہونے کی نسبت ''یعنی عکا اور حیفا'' کے مبارک اور مقدس ہونے کی بابت جو قدم گاہ جمالِ مبارک بہاء اللہ ہے، حق جل شانہٗ دوسری آیت میں فرماتا ہے۔ ﴿سُبْحٰنَ الَّذِىْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰى الَّذِىْ بَارَكْنَا حَوْلَهٗ. [بنی اسرائیل: ١] بخاری شریف میں فتنۂ مشرق سرزمین کی بابت اکثر ذکر وبیان ہوا ہے اور سب دینی اور تاریخی کتابوں کی اصطلاح میں ''ایران'' ہی کو سرزمینِ مشرق کہتے ہیں۔ جو حضرت مہدیِ

موعود (بہاء اللہ) کے ظہور فرمانے کا مقام ہے۔ اگرچہ ابتداءِ اسلام سے آج دن تک ہر روز ہمیشہ سے دینی اور مذہبی فساد ایران میں ہوتا چلا آیا ہے؛ لیکن ان احادیثِ مؤکدہ کی پوری صداقت اور سچی حقیقت فقط امروز اس آخر زمانہ میں ظاہر ہوئی ہے۔ ایران کے شیعہ مذہب والوں نے بکریوں کی طرح بے رحمی کے ساتھ بابیوں کے سراتار لئے، اور آٹھ پہر دن رات میں اُن کا گلا کاٹے بغیر کوئی پھر گذر نے نہیں پایا۔ (جواب لیکچر قادیانی از ترجمہ مصطفیٰ بہائی ص۳)

بہائیت کے نام سے اسلام سے الگ ایک نئی تحریک کا اعلان

مرزا قادیانی کے لیکچر کا جواب دیتے ہوئے مرزا محمود ایرانی بہائی، خود مرزا قادیانی اور دیگر تمام مرزائیوں کو للکارتے ہیں اور کہتے ہیں کہ:

''مرزا صاحب قادیان کا بڑا دعویٰ یہ ہے کہ میں مصلح امت ہوں، اور الحمدللہ مسلمان محمدی ہوں، یعنی آپ مرزا صاحب بالاستقلال من جانب اللہ مبعوث ہونے کے ہرگز مدعی نہیں ہیں۔ اور ایسی کوئی کتاب احکام اور شریعتِ مستقل جس سے کل اہل عالم کی ضرورت رفع ہووے، من جانب اللہ لانے کا دعویٰ بھی وہ نہیں رکھتے ہیں۔ دین اسلام کی ٹٹی کی آڑ میں بیٹھ کر شکار کھیلنا اور مسلمانوں کی جمعیت میں بہتّر کے تہتّر، تہتّر کے چوہتّر فرقے بنانا کچھ بڑی بات اور نیا کام نہیں ہے۔ صدرِ اسلام سے آج تک یہ حال اسی منوال پر چلا آتا ہے، کوئی مثیل مسیح ہونے کا قائل ہے! اور کوئی مثیلِ ابراہیم بننے کا ناطق ہے، کوئی کہتا ہے میں مثیل محمد ہوں۔ کوئی کہتا ہے میں مثیلِ خدائے واحد ہوں، ایسے زمزمہ اور رلاف وگزاف بہت سے کر گئے اور جمعیت اسلام میں تفرقہ ڈال کر بنیاد دین توحید کو خراب ومنہدم کر گئے اور مٹ مٹا گئے۔ **إنّي علی قدم موسیٰ. إنّي علی قدم عیسیٰ**، وغیر **ذٰلک** کو آج قادیان کے مرزا صاحب مشابہت ومثلیت سے تعبیر فرما رہے ہیں، اور شریعت دین اسلام کی راہ راست سے لوگوں کو بہکا رہے ہیں۔ حال یہ کہ کسی پیغمبر کے نام اور شریعت کے سایہ میں بس بسا کر ایک نیا طریقہ اور مذہب ایجاد کرنا نہایت ہی آسان ہے، اور یہ دعوے ہرگز مظہریت مطلقہ اور بعثت مستقلہ یا نئے بانی اور شارع اور مدعیٔ حق کا نہیں ہے، آپ کی مہدویت وعیسویت کی

ادّعامحض فضول ہے۔ غیر مہدوی اور سوڈانی اور مجدّ دی وغیرہم اس طرح کے دعوٰی کرنے والے اسلام کے لباس اور پیرایہ میں بہت آچکے ہیں اور مٹ مٹا کرنابود ہوگئے۔ (مرزا کے مقابلہ میں بہاء اللہ کی صداقت کے دلائل میں سے ایک دلیل) واز جملہ شئوٰن وصفاتِ حقیّت مظہر ظہور الٰہی، اُن (بہاء اللہ) پر نئے دین اور نئی کتاب کا خدا کے پاس سے نازل ہونا اور گذشتہ پیغمبروں کے اصول شرائع روحانی کو باقتضائے ضرورت وقت وزمان اور اہل زمانہ کی حیثیت وحالت کی قدر بعضے جزئیات کی تعدیل و درستی کے رواج دینا ہے۔ (جواب لیکچر قادیانی از حکیم مرزا محمود ایرانی بہائی، ترجمہ مصطفیٰ رومی بہائی، صفحہ ۷-۸ مطبوعہ بار اوّل ۱۹۰۷ء در مطبع نظامی بدایوں)

قرآن مجید کی جگہ بہاء اللہ کی تعلیمات کی تلاوت کا حکم

بہائیوں نے قرآن مجید اور اسلامی شریعت کو منسوخ قرار دینے کے ساتھ اپنے لئے آسمانی کتاب اُسے منتخب کیا ہے جو بہاء اللہ ایرانی پر بقول ان کے نازل شدہ ہے، جس کو ''کتابِ اقدس'' کے نام سے جانا جاتا ہے۔ اس میں مندرج من گھڑت ومصنوعی الہامات کی زبان خود اپنے کذب وافتراء کی واضح دلیل ہے، اس لئے ہماری کوشش ہوگی کہ اس کی عربی عبارت کے چند ٹکڑے نقل کئے جائیں؛ تا کہ اس کی عربی دانی اور قرآن مجید کے طرز پر الہام سازی کا مضحکہ خیز ڈرامہ بھی قارئین کے سامنے آجائے۔ بہاء اللہ نے باضابطہ اپنے معتقدین کو حکم دیا کہ اس پر نازل شدہ کلام، صبح وشام پڑھا جائے۔ **اُتْلُوا آیاتِ اللّٰهِ كُلَّ صَباحٍ ومَسآءٍ اِنَّ الَّذِیْ لَمْ یَتْلُ لَمْ یُوْفِ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَمِیْثاقِهٖ**. (الکتاب الاقدس ۸۸ مطبوعہ کناڈا)

ترجمہ:- ہر صبح وشام بہاء اللہ پر نازل شدہ کلام اللہ کی تلاوت کرو؛ بے شک جو کوئی تلاوت نہیں کرتا اس نے اللہ سے کئے ہوئے عہد ومیثاق کو پورا نہیں کیا۔

من یقرء آیۃ من آیاتی لخیر له من أن یقرء کتب الاوّلین و الآخرین. (کتاب اقدس ۸۱)

ترجمہ:- بہاء اللہ کی کتابوں کا پڑھنا انبیاء اولین وآخرین کی کتابوں کے پڑھنے سے بہتر

ہے۔(نعوذ باللہ منہ)

کسی کام کا آغاز بسم اللہ سے نہیں

مسلمان اپنا ہر کام ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' سے شروع کرتے ہیں، جیسا کہ احادیثِ مبارکہ میں اس کی ہدایت دی گئی ہے؛ لیکن بہائی اپنی تحریر وتقریر کو یا کسی کام کو ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' سے شروع نہیں کرتے ؛ بلکہ اس کے لئے ان کے یہاں مخصوص دوسرے الفاظ ہیں۔ مثلاً: **بسم ربِّنا العليِّ الأبهى، هو العليّ الأبهى وغيره.**

بہائیت میں کام عبادت کے برابر

بہائی سرغنوں نے اپنے معتقدین کو ہر قسم کی عبادت سے آزادی دے رکھی ہے، عبادت پر کام مقدم ہے۔

''ہر ایک پر فرض ہے کہ کسی نہ کسی کام میں مشغول ہو، جیسے کہ صنعت وحرفت وغیرہ۔ ہم نے تمہارے اس کام اور شغل کو خدا کی عبادت کا درجہ دیا ہے، اے بندۂ خدا! اس فضل ونعمت پر غور کرو اور اس پر صبح اور شام اس کا شکر بجالاؤ۔ (بہاء اللہ کی چند علمی اور عملی تعلیمات، مترجمہ حشمت اللہ ۵، مطبوعہ نومبر ۱۹۱۴ء)

بہائیوں کی عبادت اور ان کے اوقات

بہائیوں کی عبادت، چھوٹی، بڑی اور درمیانی تین طرح کی ہیں، ان کی رکعات کی تعداد ۹ ہے اور اس کے تین اوقات ہیں: (۱) صبح (۲) زوال کے وقت (۳) شام میں۔

عربی زبان میں اس عبادت کو ''صلوٰۃ'' سے تعبیر کیا گیا ہے؛ لیکن مسلمانوں کو چاہئے کہ اس کا ترجمہ ''نماز'' کے بجائے ''بہائی پوجا'' سے کیا کریں؛ تاکہ عام مسلمان کو دھوکہ نہ لگے۔ اس پوجا میں کھڑا ہونا، سجدہ کرنا اور ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا ہے، رکوع نہیں ہے اور نہ ہی مسلمانوں کے قبلہ کی طرف رخ کرنا ہوتا ہے۔ پھر لفظ نماز سے تعبیر کرنا کیسے صحیح ہوسکتا ہے؟

قد كتب عليكم الصلوٰة تسع ركعات لله منزل الآيات حين الزّوال وفي البكور والآصال. (اقدس ۵)

ترجمہ:- بلاشبہ تمہارے اوپر (اے بہاء اللہ کے ماننے والو) آیات کے نازل کرنے والے اللہ کے لئے پوجا کرنا فرض کیا گیا ہے، جس کے رکعات کی تعداد۹ ہے۔ زوال کے وقت اور صبح وشام میں۔ (ترجمہ از: ناقل)

عبادت کے وقت اپنا منہ عکہ کی طرف رکھیں

''وإذا أردتم الصلوٰة ولّوا وجوهكم شطر الأقدس المقام المقدس الّذي جعله اللّٰه مطاف الملأ الأعلیٰ. (اقدس: ۵)

ترجمہ: -اے بہائیو! جب تم پوجا کرنے کا ارادہ کرو تو اپنا منہ مقدس مقام اقدس (عکہ) کی طرف کرلو، جس کو اللہ نے ملاء اعلیٰ کے لئے چکرّ لگانے کی جگہ بنایا ہے۔

عبادت کے وقت ہاتھ منہ دھلنے کا حکم

''من لم يجد الماء يذكر خمس مرّات بسم اللّٰه الأطهر الأطهر ثم يشرع في العمل هذا ما يحكم به مولى العالمين. (اقدس: ۸)

ترجمہ: -اے بہائیو! جب تمہیں پانی نہ ملے تو پانچ مرتبہ "بسم اللّٰه الأطهر الأطهر'' کہہ لیا کرو۔ یہ فیصلہ تمہارے خدا مولی العالمین کا ہے۔

اجتماعی پوجا کا حکم منسوخ

''كتب عليكم الصلوٰة فرادىٰ قد رفع حكم الجماعة إلا في الميت أنه لهو الأمر الحكيم. (اقدس: ۸)

ترجمہ: -تمہارے اوپر فرض کیا گیا ہے کہ تم عبادت (پوجا) تنہا تنہا کیا کرو، ایک جگہ جمع ہوکر اجتماعی پوجا کرنے کا حکم اٹھالیا گیا ہے، مگر یہ کہ اگر اپنے مردہ کے سامنے ادا کی جانے والی عبادت (رسم) کرنی ہو، تو اجتماعی کیا کرو؛ کیوں کہ یہی حکمت والے خدا کا حکم ہے۔

حج بیت اللہ کے نام پر سفر

بہائیوں کے یہاں بیت اللہ سے مراد ''بیت الاعظم'' ہے، جو بغداد میں ہے اس کے لئے یا

پھر ''بیت النقطۃ الاولیٰ'' جوشیراز میں واقع ہے،اس کا سفر کیا جائے۔دنوں میں سے جس کا بھی حج کے نام پر سفر کرلے کافی ہوگا، مکہ و مدینہ ان کے حج میں شامل نہیں،عورتوں سے حج کا سفر معاف۔

المقصود بحج البيت المفروض على الرجال هو البيت الأعظم في بغداد وبيت النقطة الأولى في شيراز، ولكنه أعفى النساء من أداء الحج. (الاقدس ۱۳۲-۲۰۲)

بہائیت میں زنا کاری کی سزا

بہائیت میں زنا کاری و بدکاری کی سزا یہ ہے کہ زانی اور زانیہ دونوں ''بیت العدل'' کو تیس مثقال سونا دے دیں تو وہ جرم سے بری ہو جائیں گے، اور اگر دوبارہ یہی حرکت کسی سے سرزد ہو تو دوگنا ٹیکس ادا کردے۔گویا جس کے پاس مال ہو تو بس اپنا کام کرلے اور ''بیت العدل'' میں سونے جمع کرتا رہے۔کتاب اقدس میں لکھا ہے۔

قد حكم اللّٰه لكل زان وزانية دية مسلمة إلى بيت العدل وهي تسعة مثاقيل من الذهب، وإن عادا مرة أخرىٰ عودوا بضعف الجزآء هٰذا ما حكم به مالك الأسماء في الأولى. (الكتاب الأقدس ۳۱)

دینی جہاد منسوخ مگر بابیت و بہائیت کے لئے جنگ جائز

ایک طرف ہتھیار اٹھانا حرام قرار دیا گیا اور دوسری طرف ان کا گھناؤنا عمل یہ ہے کہ جانشینی کے لئے ہزاروں جانیں تلف ہوئیں، گویا بہائیت کی توسیع کے لئے لڑائی جائز تھی، مگر دوسرے ادیان کے لئے بندش کی بات ہے، ملاحظہ کیجیے بہاءاللہ کا فرمان:

''دُنیا کے آدمیوں کو اس اعظم ظہور میں ام الکتاب کی پہلی بشارت یہ ہے کہ دینی لڑائی کا حکم منسوخ ہوگیا۔ (بہاءاللہ کی چند علمی اور عملی تعلیمات ۲۷ مطبوعہ نومبر ۱۹۱۴ء مطبع کارخانہ عزیزی پریس آگرہ)

بہائی عبادت خانہ کا نام، مشرق الاذکار

بہائیوں کی مرزائیوں کے مقابلے میں ایک خوبی یہ ہے کہ وہ اپنے ہر عمل اور ہر عبادت بلکہ عبادت خانے کا نام بھی اسلامی اور مسلمانوں میں رائج ناموں سے الگ رکھتے ہیں؛ تاکہ ان کی

شناخت الگ رہے، چنانچہ اپنے معبد کا نام ''مشرق الاذکار'' رکھتے ہیں۔ دہلی یا اور دیگر بڑے شہروں میں واقع ان کے عبادت خانوں کو ''بہائی ٹیمپل'' یا ''بہائی مندر'' کے نام سے جانا پہچانا جاتا ہے۔ ان کے پوجاوعبادت کا طریقہ بھی الگ ہوتا ہے، اپنے معبد میں بہاء اللہ کی ہدایت کے مطابق وہ خاموش رہنے کو عبادت گردانتے ہیں۔ جیسا کہ لکھا ہے کہ:

طوبى لمن توجّه إلى المشرق الأذكار في الأسحار ذاكراً متذكراً مستغفراً، وإذا دخل يقعد صامتاً لاصغاء آيات الله الملك العزيز الحميد. قل مشرق الأذكار كل بيت بني لذكرى في المدن والقرىٰ كذٰلك سمي لدى العرش إن أنتم من العارفين. (الكتاب الاقدس: ٦٨ مطبوعه كناڈا)

''منادی کرو بہ تحقیق مشرق الاذکار وہ گھر ہوگا جو میرے نام سے ہر ملک اور ہر شہر میں بنایا جاوے گا۔ ہم نے اس کا یہی نام رکھا، اگر تم ہوجاننے والوں میں سے''۔ (بہاء اللہ کی چند علمی اور عملی تعلیمات، مترجمہ حشمت اللہ ۳۲، مطبوعہ نومبر ۱۹۱۴ء مطبع کارخانہ عزیزی پریس آگرہ)

بہائیوں کے لئے دو سے زائد نکاح حرام

قد كتب الله عليكم النكاح إيّاكم أن تجاوزوا عن الاثنين والذي اقتنع بواحدة من الأمآء استراحت نفسه ونفسها. (اقدس ۳۸، بہاء اللہ کی کتابوں سے چیدہ مضامین واحکام ۱۷)

ترجمہ:- خدا تم کو نکاح کا حکم دیتا ہے لیکن خبردار دو سے زیادہ نہ کرنا اور اگر کوئی ایک بیوی پر قناعت کرے تو خود اُس کا اور اُس کی زوجہ کا نفس آرام سے رہے گا۔

بہائیوں کا طریقہ نکاح

إنه قد حدد في البيان برضاء الطّرفين إنّا لمّا أردنا المحبة الوداد واتحاد العباد لذا علقناه بإذن الأبوين بعدهما. لئلا تقع بينهم الضغينة والبغضآء ولنا فيه مآرب أخرىٰ وكذٰلك كان الأمر مقضياً. (اقدس ۳۹ مطبوعه كناڈا)

کتاب بیان میں شادی طرفین (لڑکا، لڑکی) کی مرضی پر چھوڑ دی گئی تھی (یعنی کسی اعلان یا

گواہ کی ضرورت نہ تھی، ناقل)اور ہمارا مقصد ہے کہ بندوں میں محبت اور پیار اور اتفاق رہے۔ پس ہم نے ان کے بعد اُن کے والدین کی مرضی پر رکھا تا کہ آپس میں بغض اور کدورت نہ ہو۔ (یعنی اب بھی اعلان یا گواہ کی ضرورت نہیں، ناقل)علاوہ اس کے ہماری مرضی کچھ اور بھی ہے۔ (بہاء اللہ کی کتابوں سے چیدہ مضامین واحکام مرتّبہ حشمت اللہ آگرہ ۱۷)

بہاء اللہ جی نے اس میں بعد از خرابی بسیار اتنا سا اضافہ یہ کردیا ہے کہ اعلان اور گواہوں کی تو اب بھی ضرورت نہیں، ہاں میاں بیوی کی رضا مندی کے بعد والدین کو بھی شامل حال کرلیا جائے کہ وہ بھی اس پر راضی ہو جائیں، استغفر اللہ۔ بے حیائی کے یہی وہ راستے ہیں جن سے نسل انسانی تباہی کے دہانے پر پہنچ رہی ہے۔

عیش ومستی، گانا بجانا حلال

کتاب اقدس ص ۳۲ میں لکھا ہے:

إنّا حللنا لكم اصغاء الأصوات والنغمات إيّاكم أن يخرجكم الاصغاء عن شأن الأدب والوقار. إفرحوا بفرح اسمی الأعظم.

ترجمہ:- ہم نے حلال کیا تمہارے اوپر گانے اور باجے کا سننا؛ لیکن خبردار اس کے سننے سے ادب اور وقار کی شان سے باہر نہ ہونا؛ بلکہ میرے اس بزرگ نام کی خوشی منانا جس سے کہ قلوب مسرور اور مقرب مجذوب ہو رہے ہیں۔

ہم نے راگ کو روح کے آسمان کی طرف عروج کرنے کے واسطے بنایا ہے کہیں تم اُس کو اپنی نفسانی خواہشات کے پر نہ بنالینا۔ پس میں خدا سے پناہ مانگتا ہوں۔ مبادا تم جاہلوں کی حرکات کر بیٹھو۔ (بہاء اللہ کی کتابوں سے چیدہ مضامین واحکام ۳۴، مرتبہ: حشمت اللہ گھٹیا اعظم خاں آگرہ)

بہائی کلینڈر میں مہینوں کی تعداد ۱۹/ ہے

بہائی رہنماؤں نے اپنے معتقدین کے لئے دیگر اقوام میں مقرر سال وماہ کی تعداد کو بھی الگ وضع کیا؛ تا کہ ہر طرح سے ان کی شناخت دیگر اقوام سے الگ رہے، چناں چہ بہاء اللہ کی

ہدایت کے مطابق ہر مہینہ ۱۹؍دن کا اور سال کے کل ۱۹؍مہینے ہیں۔

إنّ عدة الشهور تسعة عشر شهراً في كتاب اللّٰه. تتألف السنة البهائية من تسعة عشر شهراً كل شهر منها تسعة عشر يوماً. (اقدس ۷۳-۱۸۶)

۱۹؍سال کے بعد گھر کے تمام سامان کی تبدیلی

تمام بہائیوں پر ایک فرض یہ بھی ہے کہ ہر انیس ۱۹؍سال کے بعد اپنے گھر کے تمام اسباب وسامان کو تبدیل کر کے اس کی جگہ نیا خرید لیں۔

کتب علیکم تجدید اسباب البیت بعد انقضاء تسع عشرة سنة کذٰلک قضی الأمر من لدن علیم خبیر. (اقدس: ۹۰)

بہائی مُردہ کو زیرِ زمین دبانے کا طریقہ

بہائی اپنے مُردوں کو نذرِ آتش نہیں کرتے، زیرِ زمین دباتے ہیں؛ لیکن دیگر اقوام سے فرق کرنے کے لئے انہیں حکم یہ ہے کہ شیشہ میں یا سخت پتھر میں لاش کو رکھ کر مٹی میں گاڑا جائے اور اس کے ساتھ ہی ایک منقش انگوٹھی اس کی انگلیوں میں پہنا دی جائے، ریشم یا سوت کے پانچ کپڑوں میں لپیٹا جائے، جس جگہ موت ہوئی وہیں زمین میں دبایا جائے، ایک گھنٹہ سے زائد مسافت پر اسے منتقل کرنا حرام قرار دیا گیا ہے۔

قد حکم اللّٰہ دفن الأموات في البلوّر أو الأحجار الممتنعة أو أخشاب الصلبة اللّطيفه ووضع الخواتيم المنقوشة في أصابعهم أنه لهو المقدر العليم. وأن تكفنوه في خمسة أثواب من الحرير أو القطن حرم عليكم نقل الميت أزيد من مسافة ساعة من المدينة. (اقدس ۷۳- ۷۵)

عکہ کہاں ہے؟

''عکہ سر زمین شام وحوالی مسجد اقصیٰ میں ہے، جس کے لئے قرآنِ مجید میں خداتعالیٰ "بارکنا'' فرما کر اس کو محترم ومبارک ٹھہراتا ہے''۔ (حزب قادیان کو دعوت ۵)

عکہ کی فضیلت قرآن مجید سے

’’پھراس سرزمین مسجد اقصیٰ کے چوگرد مقامات کے مبارک اور مقدس ہونے کی نسبت (یعنی عکا اور حیفا کے مبارک اور مقدس ہونے کی بابت جو قدم گاہ جمال مبارک بہاءاللہ ہے) حق جل شانہ نے دوسری آیت میں فرمایا: ﴿سُبْحٰنَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَی الَّذِیْ بَارَکْنَا حَوْلَهٗ﴾ (جواب لیکچر جناب قادیانی ۳)

عکہ کی فضیلت حدیث سے

’’احادیثِ مقدسہ میں ’’طوبیٰ لمن رایٰ عکة‘‘ آتا ہے؛ بلکہ محبوب خدا خاتم الانبیاء وروح ماسواء فداہ، نے بڑے شوق سے بار باراس کے فضائل بیان فرمائے ہیں۔ طوبیٰ لمن زار عکا وطوبیٰ لمن زار زائر عکاء. طوبیٰ لمن لد غته براغیث عکاء. (حزب قادیان کو دعوت الی الحق ۵)

ترجمہ:- مبارک ہو اس کو جسے عکاء کے کیکڑوں (پانی کا ایک جانور) نے ڈس لیا۔

یہ وہی شہر عکہ ہے جس کے بارے میں حدیثوں میں آیا ہے کہ:’’وہ شخص اس کی بزرگی کے مرتبہ کو جان کر اس کی زیارت کی نیت کر کے اس میں داخل ہوگا، خدا اس کے اگلے پچھلے گناہوں کو معاف کر دے گا اور جو اس میں داخل ہو کر زیارت کئے بغیر باہر نکلے گا، تو اس کے خروج کو خدا مبارک نہ کرے گا‘‘۔ حتیٰ کہ مختار الصحاح اور محیط المحیط میں عکہ کے بیان میں لکھا ہے’’حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث ہے کہ فرمایا آپ نے۔’’مبارک ہے وہ جس نے عکہ کو دیکھا‘‘ (بہاء اللہ کی تعلیمات ۱۵)

مرد وعورت میں مساوات

چھٹی نئی تعلیم حضرت بہاء اللہ کی ،مرد وعورت کی مساوات ہے۔ یہ حضرت بہاء اللہ کے ساتھ مخصوص ہے؛ کیوں کہ اور سب دین مرد کو عورت سے بڑا بتاتے ہیں۔ (بہاء اللہ کی شریعت ص۵ لیکچر عبدالبہاء مطبوعہ اخیار پریس آگرہ)

بہاءاللہ کی فضیلت میں بہائیوں کا دعویٰ

''اگر چہ آج تک بیسیوں مدعیوں نے دعویٰ کیا، مگر اُن میں سے کسی ایک کو بھی اس پایہ کا پیشرو نہ ملا جو حضرت باب کی طرح امام مہدی کی موعودہ صفات رکھتا ہو اور نہ ایسا مصدِق ملا، جس پر حضرت بہاءاللہ کی طرح حضرت عیسیٰ کا رتبہ صادق آتا ہوا ور جو صاحب شریعت مستقل کا دعویٰ رکھتا ہو۔ یہ خصوصیت صرف حضرت باب اور حضرت بہاءاللہ کو حاصل ہے۔ (کوکب ہند ا/۵)

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: فرقہ ''بابیت و بہائیت'' اسلام سے الگ مستقل فرقہ ہے، اس کا دین محمدی اور شریعت مصطفوی (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) سے کوئی تعلق نہیں، اس فرقہ کی مذہبی کتابوں سے یہ بات بالکل عیاں ہے کہ:

الف: - ان کے نزدیک پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد بھی نبوت و رسالت اور وحی کا سلسلہ جاری ہے (جیسا کہ سوال نامے میں ان کی مقدس کتاب ''الواح'' ۳۷، کے حوالے سے وضاحت موجود ہے)

ب: -خود بہاءاللہ نے اپنے مبعوث اور رسول ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ (کتاب مبین ۶۷، اخبار کوکب ہند شمارہ: ۴ جلد: ۱)

ج: -بہاءاللہ نے مسیح موعود ہونے کا بھی دعویٰ کیا ہے۔ (کوکب ہند ا/۱۹۲۴ء)

د: -اس فرقہ کا یہ عقیدہ ہے کہ دین محمدی ۱۲۶۰ھ میں منسوخ ہو چکا ہے، اور اب دین بہائی ہی معمول بہ ہے۔ (معیار الصحیح فی معرفۃ ظہور المہدی والمسیح ۶۳-۶۴)

ہ: - اس فرقہ کی مقدس کتاب کا نام ''کتاب اقدس'' ہے، اور اس کی تلاوت کرنا ان کے نزدیک سب سے زیادہ باعث اجر و ثواب ہے؛ بلکہ دیگر کتب سماویہ سے بھی بہتر ہے۔ (کتاب اقدس ۸۱)

اور اس کے علاوہ بھی ایسے عقائد اور اعمال ان کے یہاں مقرر ہیں، جو قرآن وسنت اور احادیث متواترہ کے قطعاً خلاف ہیں، ان کا طریقہ عبادت معاشرت اور مذہبی قوانین اسلام سے جدا گانہ ہیں؛ اس لئے یہ فرقہ اسلام سے بالکل خارج ہے اور اس کے ماننے والے بلاشبہ کافر او رزندیق ہیں، کسی بھی

مسلمان کے لئے اس فرقے کے لوگوں کے ساتھ رشتہ مناکحت کسی طرح بھی جائز نہیں ہے، ان کے مابین مسلمانوں کی وراثت بھی جاری نہ ہوگی اوران کا مسلم قبرستانوں میں دفن کرنا بھی درست نہیں۔

﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ﴾ [الاحزاب: ٤٠]

﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا﴾ [المائدة: ٣]

﴿هُوَ الَّذِيْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا﴾ [فتح: ٢٨]

﴿قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا﴾ [الأعراف: ١٥٨]

﴿اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ﴾ [آل عمران: ١٩]

﴿وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ﴾ [آل عمران: ٨٥]

والمراد بالضروريات على ما اشتهر في الكتب: ما علم كونه من دين محمد صلى اللّٰه عليه وسلم بالضرورة، بأن تواتر عنه واستفاض، وعلمته العامة كالوحدانية والنبوة وختمها بخاتم الأنبياء وانقطاعها بعده هٰذا مما شهد اللّٰه به في كتابه وشهدت به الكتب السابقة وشهد به نبينا صلى اللّٰه عليه وسلم. (مجموعه رسائل الكشميري، إكفار الملحدين ٢/٣، إدارة القرآن، بحواله: حاشيه فتاویٰ محموديه ڈابھيل ٢/٣٠٣)

دعوى النبوة بعد نبينا صلى اللّٰه عليه وسلم كفر بالإجماع. (شرح فقه أكبر ٢٠٢ مطبع مجتبائى، إكفار الملحدين ٥٦، آپ کے مسائل اور ان کا حل ١/١٨٤–١٨٥) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۴/۳/۱۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مہدویت

فرقہ مہدویہ کا بانی کون تھا اور اس کی ابتداء کب سے ہوئی؟

سوال (۲۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: فرقۂ مہدویہ کب سے شروع ہوا؟ اور اس کا بانی کون ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: فرقۂ مہدویت کے بانی سید محمد جون پوری تھے جو ۱۴؍جمادی الاولیٰ ۸۴۷ھ میں ہندوستان کے مشہور شہر جون پور میں پیدا ہوئے، ان کے والد کا نام یوسف اور ماں کا نام ''آغا ملک'' تھا، بعد میں دونوں کا نام بدل کر مہدویوں نے عبداللہ اور آمنہ کر دیا، سید محمد جونپوری نے نویں صدی کے اواخر میں مہدویت کا دعویٰ سب سے پہلے دانا پور کے جنگل میں کیا، پھر متعدد شہروں کا دورہ کر کے ۹۰۰ھ میں حجاز پہنچے، اور بیت اللہ کے صحن میں کھڑے ہوکر مہدی موعود ہونے کا دوسرا دعویٰ کیا، اس وقت ان کی عمر ۵۲ یا ۵۴؍سال تھی، یہاں سے مدینہ منورہ جانے کے بجائے وہ سیدھے ہندوستان آئے، اور جمال پور اور احمد آباد کی مسجد تاج خاں سالار میں پڑاؤ ڈال کر اپنی مہدویت کا پرچار شروع کیا۔ (بحوالہ: امام مہدی شخصیت وحقیقت ۳۳-۳۶، مؤلفہ: مفتی اسعد قاسم سنبھلی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲/۲/۱۴۳۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

فرقہ مہدویہ کے عقائد

سوال (۲۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ:فرقہ مہدویہ کے اصل عقائد کیا ہیں؟ وضاحت سے لکھیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: فرقہ مہدویت کے گمراہ کن کافرانہ عقائد کا کچھ اندازہ درج ذیل عبارات سے لگایا جا سکتا ہے، جن میں اس فرقہ کے موجد نے بزعم خود اپنے کو کعبہ مشرفہ کی طرح مقدس، نبی کا ہمسر اور اپنے انکار کرنے والوں کو کافر کہا ہے، ملاحظہ فرمائیں:

(۱) جب میں شرفِ زیارت سے روضۂ مطہرہ متبرکہ منورہ امام المشارق والمغارب سے بالتحقیق کے جو بیت العتیق (خانہ کعبہ) کی طرح مقدس ہے، مشرف ہوا۔ (شواہد الولایت ۵، بحوالہ: مطالعہ مہدویت ۵۰)

(۲) ﴿اَنۡزَلۡنَا اِلَیۡکُمۡ نُوۡرًا مُّبِیۡنًا. قَدۡ جَآءَ کُمۡ مِنَ اللّٰهِ نُوۡرٌ وَ کِتٰبٌ مُّبِیۡنٌ. آمَنُوۡا بِاللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ وَالنُّوۡرِ الَّذِیۡ اَنۡزَلۡنَا﴾ جاننا چاہئے کہ ان مذکورہ آیات میں الفاظِ نور سے مراد نبوتِ محمدی کا نور اور ولایت ذاتِ آنحضرت (مہدی) کا ظہور ہے۔ (شواہد الولایت ۱۰، بحوالہ: مطالعہ مہدویت ۵۱)

(۳) یہ خدا کا نور ہے، ذاتِ خدا سے ہرگز جدا نہیں رہے گا، پس بہ تحقیق ثابت ہو چکا کہ ذاتِ مہدی تمام نورِ حق تھی، اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کی تاریخ پیدائش ۸۴۷ھ کو **یایھا الناس قد جاء کم من اللّٰہ نوراً ووجوداً مبیناً** میں ظاہر فرمائی ہے۔ (شواہد الولایت ۶۶، بحوالہ: مطالعہ مہدویت ۵۵)

(۴) مجھ کو میری پیدائش کے بعد اسی وقت خدا تعالیٰ کا فرمان ہوا کہ اے سید محمد دعوائے مہدیت کرا ور خلق کو ہماری طرف بلا؛ لیکن بندے نے ہضم کر لیا اور عرض کیا کہ انہی حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس حال میں (بچپن میں) دعوت دی تھی، بہت سے لوگ فتنہ میں پڑ گئے تھے، ایسا نہ ہو کہ امت مصطفیٰ میری دعوت کو قبول نہ کرے اور فتنہ میں پڑ جائے۔ (شواہد الولایت ۳۴، بحوالہ: مطالعہ مہدویت ۵۷)

(۵) بندے کو خدا تعالیٰ نے (ازل ہی میں) مہدی موعود بنا کر بندے کا تعارف سب پیغمبروں کو کرا دیا تھا، بنا بریں اکثر پیغمبروں نے بندے کی صحبت میں رہنے کی تمنا کی تھی۔ (شواہد الولایت ۱۶ ۴، بحوالہ: مطالعہ مہدویت ۹۱)

(٦) میں اللہ رب العالمین ہوں، تو شاہ نعمت نے (حیرت سے) فرمایا، میرا جی کیا آپ خدا کی ذات ہیں، (مہدی نے) فرمایا بندہ بندہ ہے؛ لیکن بندہ ذاتِ اللہ ہے۔ (پنج فضائل ۵۵، بحوالہ: مطالعہ مہدویت ۹٦)

(۷) اے میرے سردار جب تو خازن رحمت ہے تو رحم کر، خازن کیا ہے؟ یقیناً تو خود صاحب رحمت ہے۔ (حجۃ المصنفین ٦، بحوالہ: مطالعہ مہدویت ۹۹)

(۸) اے عزیز! ہمارے امام عالی مقام (سید محمد جونپوری) علیہ السلام بھی دعاء ابراہیم اور مبشر عیسیٰ ہیں۔ (بینۃ اللہ ۲۳، بحوالہ: مطالعہ مہدویت ۱۰۱)

(۹) حضرت مہدی علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا کہ خدائے تعالیٰ نے اس بندے کو مہدی کرکے اس وقت بھیجا کہ تمام عالم سے دین چلا گیا تھا، مگر صرف مجذوبوں میں باقی تھا۔ (انصاف نام المعروف بہ متن شریف ۲۱، بحوالہ: مطالعہ مہدویت ۱۱۲)

(۱۰) تحقیق کہ مہدی آئے اور گئے، جو شخص ولایت ذاتِ مہدی کی فضیلت کا انکار کیا، وہ شرف ثبوت کا منکر ہوا، اور جس نے انکار کیا مہدی کا تو پس تحقیق کہ وہ منکر ہوا، ان تمام امور کا جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئے۔ (جامع الاصول ۲/۳، بحوالہ: مطالعہ مہدویت ۱۱٦)

(۱۱) اور جان رکھو کہ قرآن کی اصطلاح کما حقہ مہدی علیہ السلام کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ (جامع الاصول ۱۹، بحوالہ: مطالعہ مہدویت ۱۲۰)

وقد ظهر في البلاد الهندية جماعة تسمى المهدوية ولهم رياضات عملية وكشوفات سفلية وجهالات ظاهرية من جملتها أنهم يعتقدون أن المهدي الموعود هو شيخهم الذي ظهر ومات ودفن في بعض بلاد خراسان وليس يظهر غيره مهدي في الوجود من ضلالتهم أنهم يعتقدون أن من لم يكن على هٰذه

العقيدة فهو كافر وقد جمع شيخنا العارف بالله الولي الشيخ على المتقي رسالة جامعة في علامات المهدي منتخبة من رسائل السيوطي، واستفتى من علماء عصره الموجودين في مكة من المذاهب الأربعة وقد أفتوا بوجوب قتلهم على من يقدر من ولاة الأمر عليهم. (مرقاة المفاتيح أشرفية ۱۰/۱۷۹، فتاویٰ محمودیہ ڈابھیل ۲/۳۰۰)

خلاصہ یہ کہ فرقۂ مہدویہ اپنے مذکورہ بالا عقائد کی بنا پر کافر اور زندیق ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۳/۲/۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

فرقہ مہدویہ اپنے عقائد کی روشنی میں کافر ہے

سوال (۲۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: امام مہدی سید محمد جونپوری خدا تعالیٰ کی بعض صفات میں بھی شریک ہیں، امام مہدی پیغمبر ہیں اس کا ادنیٰ انکار بھی کفر وارتداد کو مستلزم ہے، امام مہدی کی نماز انبیاء وصلحاء سے بڑھ کر ہیں؛ بلکہ حضور کے برابر کا درجہ رکھتے ہیں انہیں کان وما یکون کا علم دیا گیا تھا، اور ان پر عربی و ہندی میں وحی نازل ہوتی تھی، یہ دیگر انبیاء کی طرح تمام صغائر وکبائر سے محفوظ ہیں اور ان کے نزدیک توبہ کا دروازہ بند ہو چکا ہے ان کے نزدیک زکوٰۃ چالیسویں حصے کے بجائے چھ نمازیں فرض ہیں۔ (حوالہ: امام مہدی شخصیت وحقیقت: تالیف مولانا مفتی ابواسعد قاسم سنبھلی) ان عقائد کی رو سے ان حضرات کا کیا حکم ہے؟

ان کے ائمہ کے پیچھے نماز کیا حکم رکھتی ہے؟ ان کے ذبیحہ کا کیا حکم ہے؟ ان کی عورتوں سے اہل سنت مردوں اور ان کے مردوں سے اہل سنت عورتوں کا نکاح کا کیا حکم رکھتا ہے؟ ان کی کمائی سے کھانا کیسا ہے؟ ان کی عبادت گاہوں میں حاضری اور روپیہ پیسہ لگانا کیسا ہے؟ اہل سنت کے عبادت گاہوں پر ان کا روپیہ خرچ کرنے کا کیا حکم ہے؟ ان کے ائمہ کے ذریعہ سے پڑھوایا ہوا نکاح کیا حکم رکھتا ہے ان کے نزدیک روزانہ عشاء (جمعہ وعیدین کی نماز کے بعد تسبیح بولی جاتی ہے، امام سنتوں کے بعد مقتدیوں کی جانب متوجہ ہوکر ہاتھ باندھ کر بلند آواز کے ساتھ ”لا إلہ إلا اللّٰہ“

کہتا ہے، پھر تمام مقتدیان بلند آواز کے ساتھ ''محمد رسول اللّٰہ'' پھر امام ''اللّٰہ إلٰهنا'' مقتدی ''محمد نبینا'' پھر امام ''القرآن و الهدیٰ إمامنا'' مقتدی ''آمنا و صدقنا'' کہتے ہیں، ''إمامنا'' سے مراد پیغمبر ہیں، تو اس تسبیح کے کہنے کا کیا حکم ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: فرقہ مہدویہ اپنے خلاف شرع عقائد کے اعتبار سے دائرہ اسلام سے خارج ہے، اور اس فرقہ کے لوگوں کے ساتھ رشتہ مناکحت جائز نہیں، اسی طرح ان کا ذبیحہ بھی حلال نہیں ہے، ان کی عبادتگاہوں میں جاکر ان کی رونق بڑھانا یا ان کی امامت میں نماز پڑھنا بھی قطعاً جائز نہیں ہے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِيْنًا﴾ [المائدہ: ۳]

﴿وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الآخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ﴾ [آل عمران: ۸۵]

﴿إِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْإِسْلَامُ﴾ [آل عمران: ۱۹]

عن عائشة رضي اللّٰه عنها قالت: قال النبي عليه السلام: من أحدث في أمرنا هذا ماليس منه فهورد. (مسند الإمام أحمد ٦/ ٢٤٠)

عن أبي فراس قال: قال عمر بن الخطاب رضي اللّٰه عنه: ألا أيها الناس إنا كنا نعرفكم إذ فينا رسول اللّٰه ﷺ وإذ ينزل الوحي، وإذ بيننا من أخباركم، ألا وإن النبي ﷺ قد انطلق ورفع الوحي وإنما نعرفكم بما أقول لكم، ألا ومن يظهر منكم خيرا ظننا به خيرا، وأحببناه عليه، ومن يظهر منكم شرا ظننا به شرا وأبغضناه عليه سرائركم، فيما بينكم و بين ربكم. (المستدرك للحاكم ٤/ ٤٨٥-٤٨٦، رقم: ٨٣٥٦)

من أنكر شيئا من الضروريات كحدوث العالم وفرضية الصلاة والصوم لم يكن من أهل القبلة. (النبراس: ٣٤٢)

وقد ظهر في البلاد الهندية جماعة تسمى: المهدوية: ولهم رياضات عملية وكشوفات سفلية وجهالات ظاهرية...... وقد أفتوا بوجوب قتلهم على من قدر من ولاة الأمر عليهم. (مرقاة ١٨٣/٥)

قال تعالىٰ: ﴿وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ﴾ والنص عام يدخل تحته جميع المشركات حتى المعطلة والزنادقة، والباطنية والإباحية، وكل فذهب يكفر به معتقداته؛ لأن إسم الشرك بيننا ولهم جميعا. (مجمع الأنهر ٤٨٧/١ بيروت، شامي زكريا ١٣٥/٤)

ولا تحل ذبيحة المرتد، وإن ارتد إلى دين أهل الكتاب، وذبيحة المجوسي حرام. (تاتارخانية زكريا ٣٩١/١٧، آپ کے مسائل اور ان کا حل جدید ٥٧٠/١-٥٨٤) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاه: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۴/۶/۱۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

فرقۂ مہدویہ کا سید محمد جون پوری کو رسول اور نبی سے افضل ماننا؟

سوال (۲۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: فرقہ مہدویہ کے پیشوا سید مصطفیٰ تشریف اللہی نے اپنی تصنیف مقدمہ سراج الابصار طبع سوم ۱۹۹۰ء ناشر سید محمود اللہی میں مختلف مقامات پر سید محمد جون پوری صاحب کے متعلق لکھا ہے کہ یہ مہدی موعود ہیں، نبی ورسول ہیں، بعض انبیاء سے افضل اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر ہیں، ان کے دیکھنے والے صحابہ رضی اللہ عنہم اور ان کے دیکھنے والے تابعین ہیں، چناں چہ کتاب مذکور کے صفحہ ۹۶۷ کا اقتباس حسب ذیل ہے:

''لفظ معجزہ مدعی نبوت ورسالت کے لئے مختص ہے، امام علیہ السلام بھی صفتِ نبوت ورسالت سے متصف ہیں، اسی بنا پر شاہ برہان اور دیگر متقدمین مہدویہ نے امام کے خرق عادت

کے لئے معجزہ کا لفظ استعمال کیا ہے، انہیں امور کو پیش نظر رکھ کر بندگی شاہ برہان نے مہدی موعود اور رسول اللہ میں فرق مراتب نہیں رکھا۔

اور صفحہ ۹۶۸ کا اقتباس یہ ہے: حاصل یہ ہے کہ امام نے فرمایا ہے کہ مہدی سے صرف خدا افضل ہے، امام کے خاص صحابی نے اجماع صحابہ میں مہدی کا ہمسر احمد ہونا بیان فرمایا اور ایک جلیل القدر تابعی نے یہ لکھ دیا ہے کہ مہدی بعض انبیاء سے افضل اور نبی علیہ السلام کے برابر ہیں، غرض خاتمین میں تسویت درفضیلت ثابت ہے اور یہی مذہب مہدویہ ہے"۔

۳۱؍اکتوبر ۱۹۹۳ء کو روزنامہ "سیاست" میں سید محمد مجتہدی کا اشتہار شائع ہوا جس میں لکھا ہے کہ بعثت مہدی تکمیل دین کے لئے ضروری ہے۔

مزید یہ لکھا ہے کہ دین کے تین جزء اسلام، ایمان اور احسان، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جزاول وجز دوم ایمان کی تعلیم بڑے شرح وبسط کے ساتھ فرمائی، لیکن احسان یعنی دیدار خدا کی تعلیم علی سبیل الدعوۃ نہیں دی، کیوں کہ اس وقت عرب کا مزاج تعلیم احسان کے سخت فرائض ولایت محمدیہ کا بار اٹھانے اور ان کے سمجھنے کا قطعاً قابل نہ تھا، اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو تعلیم احسان یعنی دیدار خدا کی تعلیم علی سبیل الدعوۃ پر مامور نہیں فرمایا، بعض ہی صحابہ کو یہ تعلیم بڑے ہی راز میں آپ نے دی، آپ کے زمانہ میں تعلیم احسان کی عام تبلیغ ودعوت نہیں ہوئی، اس طرح دین نامکمل رہ گیا، اللہ تعالیٰ نے اس فرض خاص کی انجام دہی کے لئے ایک خاص ذات حضرت محمد جون پوری کو مہدی موعود اور خاتم ولایت محمدیہ بنا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات شریف کے طویل عرصہ بعد ۸۴۷ھ میں مبعوث فرما کر تعلیم احسان کی دعوت وتبلیغ سے دین محمدی کو مکمل کیا، ان عقائد کی روشنی میں شریعت محمدیہ کا حکم کیا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: فرقۂ مہدویہ کا یہ عقیدہ کہ سید محمد جون پوری، مہدی موعود، رسول اور نبی، انبیاء سے افضل اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر ہیں، قطعاً غلط مردود

اور باطل ہے، مہدی موعود کی کوئی علامت محمد جون پوری میں نہیں پائی جاتی؛ اس لئے کہ احادیث مبارکہ میں مہدی کی علامتوں میں والد کا نام عبداللہ ہونا، والدہ کا نام آمنہ ہونا، باپ کی جانب سے حسنی اور ماں کی طرف سے حسینی ہونا مہدی کے ہاتھ پر مکہ کے لوگوں کا بیعت کرنا، مہدی کا حضرت عیسیٰ سے ملاقات کرنا آپ کے مقابلہ میں آنے والے لشکر کا مکہ اور مدینہ کے درمیان دھنس جانا وغیرہ بیان کیا گیا ہے، جن میں سے کسی علامت کا انطباق محمد جون پوری پر نہیں ہوتا۔

عن أم سلمة رضي اللّٰه تعالیٰ عنها قالت: سمعت رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یقول: المهدي من عترتي من ولد فاطمة. (سنن أبو داؤد ۲/۲۳۲-۲۳۳ رقم: ٤۲۸٤)

عن أبي إسحاق قال: قال علي ونظر إلی ابنه الحسن قال: إن ابني هٰذا سید کما سماه رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم، وسیخرج من صُلبه رجلٌ یسمی باسم نبیِّکم، یُشبه في الخُلق، ولا یشبهه في الخَلق. (رواه أبو داؤد في السنن رقم الحدیث: ٤۲۹۰)

فهٰذا الحدیث دلیل صریح علی ما قدمناه من أن المهدي من أولاد الحسن ویکون له انتساب من جهة الأم إلی الحسین جمعاً بین الأدلة، وبه یبطل قول الشیعة أن المهدي هو محمد بن الحسن العسکري القائم المنتظر فإنه حسیني بالاتفاق. (مرقاة المفاتیح ۱۰/۱۰۱ بیروت)

ایسے کذاب و مفتری سے جن خرق عادت امور کا اظہار رہوا ہو، انہیں معجزہ یا کرامت ہرگز نہیں کہا جاسکتا، اصطلاح شرع میں انہیں زیادہ سے زیادہ استدراجات کہا جاسکتا ہے؛ کیوں کہ معجزات و کرامات کا صدور صرف انبیاء و اولیاء کے ساتھ خاص ہے۔

ومما یجب أن یعلم أن من واظب علی الریاضات الشاقة ظهرت عنه الخوارق ولو کان کافراً، وهٰذا امتحان شدید لضعفاء المسلمین، وسبب لضلالهم وسوء اعتقادهم بالشرائع، فلیحفظ المؤمن إیمانه عن هٰذه الآفة، وسمي استدراجاً؛ لأنه سبب الوصول إلی النار بالتدریج. (النبراس ۲۹۵-۲۹۶، شرح الفقه الأکبر ۱۳۶)

اسی طرح اصل مہدی موعود بھی کسی نبی سے افضل یا ان کے ہم پلہ قرار نہیں دیئے جاسکتے، چہ جائے کہ ایک جھوٹے مدعی کو نبی سے افضل قرار دیا جائے، اور اس فرقہ کا یہ دعویٰ کرنا کہ بعثت محمدی کا مقصد پورا نہ ہوسکا یا دین نامکمل رہ گیا یہ بھی قطعاً ضلالت وگمراہی اور کفر ہے اسلام مکمل ہوچکا ہے اب اس میں کسی اضافہ یا نقصان کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ (معارف القرآن ۳۶/۳)

اس لئے یہ فرقہ اپنے عقائد باطلہ اور غوایات ظاہرہ کی بنا پر یقیناً دائرۂ اسلام سے خارج ہے اس فرقہ کے مردوں کی تدفین مسلمانوں کے قبرستان میں نہ کی جائے اور نہ ان سے کوئی تعلق رکھا جائے۔

اتفق الفقهاء على أنه يحرم دفن مسلم في مقبرة الكفار وعكسه إلا لضرورة. (الموسوعة الفقهية ۱۹/۲۱، وكذا في مرقاة المفاتيح ۱۸۳/۵) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۰/۷/۱۴۱۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

فرقۂ مہدویہ کا ذبیحہ حرام ہے

سوال (۲۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مہدوی لوگوں کا یا ان کے اماموں کا ذبح کیا ہوا گوشت حلال ہے یا حرام؟ کھا سکتے ہیں یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ان لوگوں کے یا ان کے اماموں کے ذبح کئے ہوئے جانور کا گوشت حرام ہے، اس کا کھانا ناجائز ہے۔ (کفایت المفتی ۳۲۱/۱)

عن الحسن بن محمد الحنفية قال: كتب رسول اللّٰه صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم إلى مجوس هجر يعرض عليهم الإسلام، فمن أسلم قُبل منه، ومن أبى ضُربت عليهم الجزية على أن لا تؤكل لهم ذبيحة، ولا تنكح لهم امرأة. (السنن

الـكبـرىٰ لـلبيهـقـي، الضحايا / باب ما جاء في ذبيحة المجوس ١٤ ٢٢١/ رقم: ١٩٧٠٨، مصنف بن أبي شيبة ٣٠٧/١٧)

ولا تـحـل ذبيـحة الـمــرتـد وإن ارتـد إلــى ديـن أهـل الكتـاب و ذبيحة المجوسي حرام. (الفتاوىٰ التاتارخانية، ١٧/ ٣٩١ رقم: ٢٧٦٠٠ زكريا)

لا تـحل ذبيحة غير كتابي من وثني و مجوسي ومرتد. (الـدر المختار على الشامي زكريا ٩/ ٤٣١، الفتاوىٰ الهندية، الكراهية / الفصل الرابع عشر في أهل الذمة ٣٤٧/٥) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۳/۲/۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

غیر مقلدیت

اہلِ حدیث کون ہیں؟

سوال (٢٥):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ اہل حدیث اور حضرت امام شافعیؒ کی اتباع کرنے والوں میں کیا فرق ہے؟ امام شافعیؒ کی اتباع کرنے والے اہل حدیث کہلاتے ہیں یا یہ کوئی الگ فرقہ ہے تو امام ان کے کون ہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: غیر مقلدین جو اپنے آپ کو اہل حدیث کہتے ہیں ایک الگ فرقہ ہے یہ لوگ ائمہ اربعہ (امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمدؒ) کو نہیں مانتے؛ بلکہ براہِ راست قرآن وحدیث سے استنباط واجتہاد کا اپنے کو اہل سمجھتے ہیں، اس فرقہ کے بعض مسائل اجماعِ امت کے خلاف ہیں، ان کو اہل حدیث کہنا واقعہ کے خلاف ہے۔

أهل الحق منهم أهل السنة والجماعة المنحصرون بإجماع من يُعتد بهم في الحنفية والشافعية والمالكية والحنابلة، وأهل الهواء منهم غير المقلدين الذين يدعون اتباع الحديث وأني لهم ذٰلک. (مائة دروس، مرتب: حضرت تهانویؒ، بحواله: غیرمقلدین کے چهپن اعتراضات ٦)

فإن أهل السنة والجماعة قد افترق بعد القرن الثلاثة أو الأربعة على أربعة المذاهب ولم يبق في فروع المسائل سوى هٰذه المذاهب الأربعة فقد انعقد الإجماع المركب على بطلان قول من يخالف كلهم وقد قال اللّٰه تعالىٰ:

﴿وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ﴾ (تفسير مظهري ٢/ ٦٤)

فعليكم يا معشر المؤمنين باتباع الفرقة الناجية المسماة بأهل السنة والجماعة فإن نصرة الله في موافقتهم وخزلانه وسخطه ومقته في مخالفته وهٰذه الطائفة الناجية قد اجتمعت اليوم في المذاهب الأربعة هم الحنفيون والمالكيون والشافعيون والحنبليون ومن كان خارجاً من هٰذه المذاهب الأربعة في ذٰلك الزمان فهو من أهل البدعة والنار. (طحطاوي على الدر المختار ٤/ ١٥٣، بحواله: عقائد أهل السنة والجماعة ٢١١-٢١٢) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱/۶/ ۱۴۱۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

تقلید کی شرعی حیثیت

سوال (۲۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: تقلید کا شرعی ثبوت کیا ہے؟ نیز چاروں ائمہ میں کس کی تقلید کی جائے، چاروں امام کون کون ہیں، باعتبار مراتب اول دوم سوم چہارم کون ہیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿فَاسْئَلُوْآ اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ [النحل: ٤٣] یعنی اگر تمہیں مسئلہ نہ معلوم ہو تو جو لوگ جانکار ہیں ان سے تحقیق کرو۔ اب ظاہر ہے کہ قرآن وحدیث کے معانی ومفاہیم تک ہر شخص نہیں پہنچ سکتا؛ لہٰذا عمل کرنے کے لئے ضروری ہوگا کہ جانکار علماء سے مسئلہ پوچھا جائے، اسی مسئلہ پوچھنے اور اعتماد کرنے کا نام تقلید ہے، تجربہ اور مشاہدہ سے یہ بات ثابت ہے کہ پندرہ سو سال کے درمیان نصوص شرعیہ سے مستنبط صرف چار مذہب تفصیل سے مدون ہوسکے کہ ان میں ضرورت کے ہر حکم کا اطمینان بخش حل موجود ہے، اور یہ چار مذہب امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام

احمد بن حنبل رحمہم اللہ کی طرف منسوب ہیں، اور ان چار اماموں میں حضرت امام ابوحنیفہ کا مقام سب سے بلند ہے؛ کیونکہ انھوں نے دورِ صحابہؓ کو پایا اور اکابر تابعین سے علوم حاصل کئے، اس کا اندازہ ان پر لکھی جانے والی سوانح کی کتابوں سے لگایا جاسکتا ہے۔

التقليد: هو الأخذ بقول الغير بغير معرفة دليله......، وغير المجتهد المطلق يلزمه التقليد. (رسم المفتي ٧٤)

وعن علي رضي الله عنه قال: قلت يارسول الله! إن نزل بنا أمر ليس فيه بيان، أمر ولا نهي فما تأمرنا؟ قال: تشاورون الفقهاء والعابدين، ولاتمضوا فيه رأي خاصة. (معجم الأوسط ٢/ ٣٦٨، تحت رقم: ١٦٤١، مجمع الزوائد باب في الإجماع ١/ ١٧٨)

ولم تختلف العلماء أن العامة عليها تقليد علمائنا أنهم المرادون بقول الله عزوجل: ﴿فَاسْئَلُوْآ اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ [النحل: ٤٣] (جامع بيان العلم وفضله بيروت ٢/ ١١٥)

وقد علم الجميع بأن النصوص لم تحط جميع الحوادث، فعرفنا أن الله قد أبان حكمها بغير طريق النص وهو القياس، ويؤيد ذٰلک قوله تعالىٰ: ﴿لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْبِطُوْنَهٗ مِنْهُ﴾ لأن الاستنباط هو الاستخراج وهو بالقياس؛ لأن النص ظاهر. (فتح الباري، الاعتصام / باب ما جاء في اجتهاد القضاء ١٣/ ٣٧٠ تحت رقم: ١٨٧٣ بيروت)

إن هذه المذاهب الأربعة المدونة المحررة قد اجتمعت الأمة أو من يعتد به منها على جواز تقليدها إلى يومنا هذا، وفي ذلک من المصالح مالا يخفى لا سيما في هذه الأيام التي قصرت فيها الهمم جدا، واشربت النفوس الهوى، وأعجب كل ذي رأى برأيه. (حجة الله البالغة ١/ ٤٣١) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۶/۳/ ۱۴۲۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

تقلیدِ ائمہ کا ثبوت

سوال (۲۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: تقلیدِ ائمۂ کرام کا ثبوت مع دلائل واضح فرمائیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اس موضوع پر علماء نے رسائل لکھے ہیں، تفصیل مطلوب ہو تو ان کا مطالعہ کرنا چاہئے، مختصراً سمجھئے کہ تقلید کرنا دراصل آیتِ قرآنی: ﴿وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ﴾ اور ﴿فَاسْئَلُوْآ اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ میں دی گئی ہدایتوں پر عمل کرنے کا نام ہے اس لئے کہ جب ہمارا علم ناقص براہِ راست ادلہ اربعہ سے استنباط مسائل کی صلاحیت نہیں رکھتا تو لامحالہ کسی اہل کا دامن پکڑ کر عبادات کی ذمہ داری انجام دینی ہوگی۔

كان التقليد موجوداً في عهد الصحابة والتابعين...... كانوا يعملون بالتقليد المطلق من غير التزام لمذهب إمام معين، وكان التقليد الشخصي فيهم نادراً ولكن لما تغير الزمان وكثرت الأهواء وفسدت الأفكار، اختار العلماء الخير المجتهدين أن يلتزموا مذهب إمام معين لا لأنه كان حكماً شرعياً؛ بل لكف الناس عن اتباع الهوى، فإن الرجل العامي إذا حصلت له الحرية لصار الدين لعبة في أيدي المتعلبين...... وهٰذا مما لا يبيحه أحد فكان حكم التقليد الشخصي سداً للذريعة لا تشريعاً عالم يثبت من الصحابة والتابعين. (أصول الافتاء ١٤ بحواله: عقائد أهل السنة والجماعة ٢١٠)

فإن كان إنسان جاهلاً في بلاد الهند...... وجب عليه أن يقلد بمذهب أبي حنيفة ويحرم عليه الخروج من مذهبه. (الإنصاف ٧٠)

وفي شرح جمع الجوامع للمحلي: والأصح أنه يجب على العامي وغيره لمن لم يبلغ رتبة الاجتهاد التزام مذهب معين من مذاهب المجتهدين. (خلاصة التحقيق ٦)

ولـم يـختـلف العلماء أن العامة عليها تقليد علمائهم وأنهم مرادون بقول اللّٰه عزوجل: ﴿فَاسْئَلُوْآ اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ وأجمعوا على أن الأعمى لا بد له من تقليد غيره ممن يثق بتميزه بالقبلة إذا أشكلت عليه كذٰلك من لا علم له ولا بصر بمعنى ما يدين به لا بد له من تقليد عالمه. (جامع بيان العلم وفضله ٢٢٨/٢، بحواله: عقائد أهل السنة والجماعة ٢٠٨)

قال الشيخ المناوي في شرح الجامع: وعلىٰ غير المجتهد أن يقلد مذهباً معيناً. (خلاصة التحقيق ٧)

لا يجوز للمقلد العمل في كل واقعة من الأعمال والأحكام إلا بتقليده واستفتائهٖ من مفتٍ مجتهدٍ أو حامل فقه. (خلاصة التحقيق ٤) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۱۵/۳/۱۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

تقلید کا انکار گمراہی ہے

سوال (۲۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کوئی شخص اماموں کا انکار کرے یعنی ان کی تقلید کرنے سے انکار کرے اور کہے کہ ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو امام مانتے ہیں، تو ایسے لوگوں کے بارے میں کیا سزا اور کیا حکم ہے؟ یا جیسا کرتے ہیں وہی صحیح ہے۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مطلق تقلید کا انکار گمراہی ہے، اور تقلید شریعت سے الگ کوئی چیز نہیں؛ بلکہ شریعت فہمی میں کسی مجتہد عالم پر اعتماد کرنے کا نام تقلید ہے۔ خود قرآنِ کریم میں حکم ہے کہ: ’’جو لوگ جانکار نہ ہوں وہ واقف کار علماء سے دین سیکھیں‘‘؛ لہٰذا جو لوگ نفس تقلید کے انکاری ہیں، انہیں اپنے نظریہ سے توبہ کرنی لازم ہے۔

قال تعالیٰ: ﴿فَاسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ [النحل ٤٣]

إن من الناس من جوز التقليد للمجتهد لهٰذه الآية فقال: لما يكن أحد المجتهدين عالماً وجب عليه الرجوع إلى المجتهد العالم، فإن لم يجب فلا أقل من الجواز. (تفسير كبير ١٩/١٩)

التقليد هو الأخذ بقول الغير بغير معرفة دليله إلى ما قال غير المجتهد المطلق يلزمه التقليد. (شرح عقود رسم المفتي ٧٤)

ثم إنهم تفرقوا في البلاد وصار كل واحد مقتدى ناحية من النواحي فكثرت الوقائع ودارت المسائل فاستفتوا فيها، فأجاب كل واحد حسب ما حفظه أو استنبط وإن لم يجد فيما حفظه أو استنبط ما يصلح للجواب اجتهد. (حجة الله البالغة ١/٠٤١) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱۴۱۲/۴/۲۳ھ

ائمہ اربعہ کی تقلید کیوں ضروری ہے؟

سوال (۲۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک کی تقلید کیوں ضروری ہے؟ اگر ضروری ہے تو مدلل قرآن وحدیث یا معتبر کتابوں کی روشنی میں جواب ارسال کریں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ائمہ اربعہ کی تقلید پر امت نے اجماع کرلیا ہے، لہٰذا تقلید کو چھوڑنے والا اجماع امت کی خلاف ورزی کرنے والا ہے اور اب کسی غیر مجتہد کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ ائمہ اربعہ کی تقلید کا انکار کرے۔

صرح في التحرير أن الإجماع انعقد على عدم العمل بمذهب مخالف

للأربعة . (الاشباہ والنظائر ۱٦۹)

وممن اشتهر مذهبهم ودونت الكتب على مسلكهم الأئمة الأربعة أبوحنيفة والشافعي ومالک وأحمد ومذاهب باقي المجتهدين قد اندرست لا يوجد لها أثر. (النافع الکبیر ۹۵)

إن هذه المذاهب الأربعة المدونة المحررة قد اجتمعت الأمة أو من يعتد به منها على جواز تقليد ها إلى يومنا هذا، وفي ذلک من المصالح مالا يخفى لا سيما في هذه الأيام التي قصرت فيها الهمم جدا، واشربت النفوس الهوى، وأعجب كل ذي رأى برأيه . (حجة الله البالغة ١/١٣٤)

وأما تقليد مذهب من مذاهبهم الآن غير المذاهب الأربعة فلا يجوز لا لنقصان في مذهبهم ورجحان المذاهب الأربعة عليهم؛ لأن فيهم الخلفاء المفضلين على جميع الأمة؛ بل لعدم تدوين مذاهبهم وعدم معرفتنا الآن بشروطها وقيودها وعدم وصول ذٰلک إلينا بطريق التواتر. (خلاصة التحقيق في بيان حكم التقليد والتلفيق ٣، بحواله: إيضاح المسالك ٢٣)

فعليكم يا معشر المؤمنين باتباع الفرقة الناجية المسماة بأهل السنة والجماعة......، وهٰذه الطائفة الناجية قد اجتمعت اليوم في المذاهب الأربعة هم الحنفيون والمالكيون والشافعيون والحنبليون ومن كان خارجاً من هٰذه المذاهب الأربعة في ذٰلک الزمان فهو من أهل البدعة والنار . (طحطاوي على الدر المختار ٤/١٥٣، بحواله: عقائد أهل السنة والجماعة ٢١١-٢١٢، نیز دیکھئے فتاویٰ رشیدیہ ٢٣٥، امداد الفتاویٰ ٥/٢٩٤، امداد المفتيين ١٥١، جواهر الفقه ١/١٣٣، فتاویٰ محمودیہ ڈابھیل ٢/٥٩٥) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۴۱۳/۱۲/۴ھ

کیا موجودہ زمانہ میں ائمہ اربعہ کی تقلید ضروری ہے؟

سوال (۳۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: موجودہ زمانہ میں ائمہ اربعہ کی تقلید ضروری ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اس زمانہ میں اجتہاد مطلوب کی صلاحیتیں مفقود ہونے کی بنا پر ائمہ اربعہ میں سے کسی متعین امام کی تقلید ضروری ہے۔

ولم تختلف العلماء أن العامة عليها تقليد علمائنا أنهم المرادون بقول اللّٰه عزوجل: ﴿فَاسْئَلُوْآ اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ [النحل: ٤٣] (جامع بيان العلم وفضله بيروت ٢/١١٥)

قال في الأشباه: إن الإجماع انعقد على عدم العمل بمذهب مخالف للأربعة. (الأشباه والنظائر ١٦٩)

فعليكم يا معشر المؤمنين باتباع الفرقة الناجية المسماة بأهل السنة والجماعة فإن نصرة اللّٰه في موافقتهم وخزلانه وسخطه ومقته في مخالفته وهٰذه الطائفة الناجية قد اجتمعت اليوم في المذاهب الأربعة هم الحنفيون والمالكيون والشافعيون والحنبليون ومن كان خارجاً من هٰذه المذاهب الأربعة في ذٰلك الزمان فهو من أهل البدعة والنار. (طحطاوي على الدر المختار ٤/١٥٣، بحواله: عقائد أهل السنة والجماعة ٢١١-٢١٢) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱۴۱۳/۱۱/۱۰ھ

ائمۂ اربعہ کی تقلید کا حکم اجماعی ہے

سوال (۳۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: ائمہ اربعہ میں سے کسی امام کی تقلید نہ کرنے والے شخص کا کیا حکم ہے، اور اس کی بات پر عمل کرنا کیسا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: کوئی بھی ایسی بات جو مقلد کے مذہب کے خلاف ہو اس پر عمل کرنا مقلد کے لئے درست نہیں ہے، اور تقلیدِ ائمہ اربعہ کا حکم اجماعی ہے اس کا منکر اجماعی حکم کا منکر ہے، اسی بناپر ترکِ تقلید کو بدعت کہا جاتا ہے۔

فالمقلد إذا عمل بحكم من مذهب لا يرجع عنه إلى آخر من مذهب اٰخر. (خلاصة التحقيق في بيان حكم التقليد والتلفيق ٥)

إن هذه المذاهب الأربعة المدونة المحررة قد اجتمعت الأمة أو من يعتد به منها على جواز تقليد ها إلى يومنا هذا، وفي ذلك من المصالح مالا يخفى لا سيما في هذه الأيام التي قصرت فيها الهمم جدا، واشربت النفوس الهوى، وأعجب كل ذي رأى برأيه. (حجة الله البالغة ١/١٣٤)

قال الشعراني: فقد بان لك يا أخي مما نقلناه عن الأئمة الأربعة وغيرهم أن جميع الأئمة المجتهدين دائرون مع أدلة الشريعة حيث دارت وأنهم كلهم منزهون عن القول بالرأي في دين الله، وأن مذاهبهم كلها محررة من الكتاب والسنة كتحرير الذهب والجوهر وإن أقوالهم كلها ومذاهبهم كالثوب المنسوج من الكتاب والسنة سداه ولحمته منهما وما بقي لك عذر في التقليد لأي مذهب شئت من مذاهبهم فإنها كلها طريق إلى الجنة كما سبق بيانه أواخر الفصل قبله وإنهم كلهم على هدى من ربهم وإنه ما طعن أحد من قول من أقوالهم إلا بجهله به، إما من حيث دليله، وإما من حيث دقة مداركه عليه لا سيما الإمام الأعظم أبوحنيفة النعمان بن ثابت رضي الله عنه الذي أجمع السلف

والخلف على كثرة علمه وورعه وعبادته ودقة مداركه واستنباطاته كما سيأتي بسطه في هٰذه الفصول إن شاء اللّٰه تعالىٰ وحاشاه رضي اللّٰه عنه من القول في دين اللّٰه بالرأي لا يشهد له ظاهر الكتاب ولا سنة. (میزان کبریٰ ۱/۵۵، مستفاد: احسن الفتاویٰ ۱/۴۰۹، کذا في فتاویٰ رحیمیه ۴/۱۴۱، امداد الفتاویٰ ۴/۴۶۴، امداد المفتیین ۱۵۱، الفتاویٰ السعدیة ۳/۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۳/۱۱/۱۰ھ

ائمۂ اربعہ کی تقلید نہ کرنا خواہش نفسانی ہے

سوال (۳۲): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ائمہ اربعہ میں سے کسی امام کی تقلید نہ کرنے کی صورت میں خاص طور پر موجودہ زمانہ میں شرعاً کوئی خرابی اور گرفت تو نہیں ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: چوں کہ اس دور میں خواہش نفسانی کی اتباع کا زور ہے اس لئے ترک تقلید میں سخت گمراہی اور ضلالت کا اندیشہ ہے، خود غیر مقلدین اہل علم بھی یہی رائے رکھتے ہیں۔ مولانا محمد حسین بٹالوی جو مشہور غیر مقلد عالم ہیں، تحریر کرتے ہیں کہ ’’تجربہ سے یہ بات معلوم ہوئی کہ جو لوگ بے علمی کے ساتھ مجتہد مطلق ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور مطلق تقلید کے تارک بن جاتے ہیں، وہ آخر اسلام کو سلام کر بیٹھتے ہیں‘‘۔ (اشاعۃ السنہ بحوالہ اختلاف امت اور صراط مستقیم) اس لیے کسی غیر مجتہد مسلمان کو ترک تقلید کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔

إن هٰذه المذاهب الأربعة المدونة المحررة قد اجتمعت الأمة أو من يعتد به منها على جواز تقليدها إلى يومنا هذا، وفي ذلك من المصالح مالا يخفى لا سيما في هٰذه الأيام التي قصرت فيها الهمم جدا، واشربت النفوس الهوى،

وأعجب كل ذي رأى برأيه. (حجة الله البالغة ۱/۱ ٤٣) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۰/۱۱/۱۴۱۳ھ

موجودہ غیر مقلدین کا کیا مذہب ہے؟

سوال (۳۳): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا موجودہ غیر مقلدین جو اپنے آپ کو اہل حدیث کہتے ہیں، ان کا مسلک صحیح ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: غیر مقلدین جو حضراتِ ائمہ اربعہ کی تقلید کے منکر ہیں، اورانہوں نے علماء اہل ظاہر کی تقلید کو اپنا کر اپنا نام ''اہل حدیث'' رکھ لیا ہے، ان کا مسلک جمہور علماء اہل سنت کے مخالف ہے، اور اس دور میں یہ فرقہ مسلمانوں میں تفرقہ بازی اور سلف صالحین کے اعتماد کو مجروح کرنے کا مذموم کام پوری دنیا میں شد ومد سے کر رہا ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ: مذاہب اربعہ کا اتباع امت کے سوادِ اعظم واکثریت کا اتباع ہے اور اس سے روگردانی سوادِ اعظم سے روگردانی ہے۔

ولما اندرست المذاهب الحقة إلا هٰذه الأربعة كان اتباعها اتباعاً للسواد الأعظم والخروج عنها خروجاً من السواد الأعظم. (عقد الجید ۳۸، بحوالہ: فتویٰ نویسی کے رہنما اصول ٣٦٤) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۷/۲/۱۴۳۳ھ

کیا غیر مقلدین کو پانچواں مسلک کہا جاسکتا ہے؟

سوال (۳۴): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اس دور میں جب کہ ہوائے نفس غالب ہے، مسالک اربعہ کے علاوہ پانچواں مسلک بھی

کوئی ہے جس پر عوام الناس عمل پیرا ہوسکیں اور مذہب اسلام کی صحیح پیروی کرسکیں۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ مسالک اربعہ کی طرح پانچواں مسلک غیر مقلد بنام ''اہل الحدیث'' ہے، تو ان کی یہ بات کہاں تک درست ہے؟ جب کہ مسالک اربعہ کے اوپر اجماع امت ہو چکا ہے اور یہ بات بھی واضح ہے کہ ائمہ اربعہ کے علاوہ کسی بھی مجتہد کے اقوال و افعال اس طرح کتابوں میں محفوظ نہیں جو پوری انسانی زندگی کو حاوی ہوں، جب کہ ہمارے یہاں حنفی مسلک کے علاوہ کسی بھی مسلک کے لوگ نہیں رہتے، الا یہ کہ غیر مقلدین جو سعودی عربیہ سے معراج ربانی کی کیسٹیں سن کر جو تمام تیرہ سو سال کے مقلدین کو کافر و مشرک کہتا ہے اور تمام اکابر امت کو اولیاء الشیطان کہتا ہے، ایسی صورت میں ایک حنفی خطیب کا ممبر پر کھڑے ہوکر بیان کرنا کہ پانچواں مسلک غیر مقلدین بنام اہل حدیث ہے کہنا کہاں تک درست ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: دین پر عمل کی تمام شکلیں چاروں مذاہب میں جمع ہوچکی ہیں، ان کے علاوہ جو بھی مسلک نکالا جائے گا اس کے مسائل یا تو کسی نہ کسی مسلک سے مل جائیں گے یا اجماع سے خارج ہوجائیں گے، یہی حال غیر مقلدین اور نام نہاد اہل حدیث کا ہے، یہ لوگ بعض مسائل میں اپنی مرضی سے ائمہ اربعہ میں سے کسی امام کی بات لے لیتے ہیں، جب کہ بعض مسائل میں پوری امت کے خلاف رائے اپناتے ہیں، جیسے تین طلاق کو ایک ماننا یا تراویح کی بیس رکعت کا انکار کردینا، تو ظاہر ہے کہ امت کی اجماعی رائے کے خلاف کسی کو عمل کرنے کا حق نہیں ہے؛ لہٰذا غیر مقلدین کی آراء امت کے لئے قابلِ عمل نہیں ہیں اور ان کے طریقہ کو حق نہیں کہا جاسکتا، کسی بھی مقلد کو ان کی تائید کرنے کی اجازت نہیں ہے، عدمِ تقلید کا فتنہ سخت گمراہ کن ہے، اس سے امت کو بچانا لازم ہے۔ (مستفاد: محمودیہ ڈابھیل ۱/۴/ ۳۸-۳۸۶، فتاویٰ رحیمیہ ۴/ ۱۲۹-۱۵۵، احسن الفتاوی ۱/۴/ ۴۰-۴۲۲)

إن هذه المذاهب الأربعة المدونة المحررة قد اجتمعت الأمة أو من يعتد به منها على جواز تقليدها إلى يومنا هذا، وفي ذلك من المصالح مالا

يـخـفـى، لاسيـمـا في هذه الأيام التي قصرت فيها الهمم جدا، واشربت النفوس الهوى، واعجب كل ذي رأي برأيه. (حجة الله البالغة مكتبه حجاز ١/٤٣١) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۶/۳/۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

غیر مقلدین صحابہ کی تعظیم کرتے ہیں یا تنقیص؟

سوال (۳۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: یہ غیر مقلدین صحابہ کی تعظیم کرتے ہیں، یا تنقیص یا گستاخی کرتے ہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اس بارے میں سب غیر مقلدین کا حال یکساں نہیں ہے؛ البتہ بعض گستاخ غیر مقلد لوگوں کی کتابوں میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے بارے میں ناروا تبصرے اور نازیبا باتیں لکھی ہیں، جو یقیناً قابل مذمت ہیں، مثلاً غیر مقلدین کے مقتداء مولانا محمد جونا گڈھی لکھتے ہیں کہ: ''بہت سے موٹے موٹے مسائل ایسے ہیں کہ فاروقِ اعظم نے ان میں غلطی کی اور ہمارا اور آپ کا اتفاق ہے کہ فی الواقع ان مسائل کے دلائل سے فاروقِ اعظم بے خبر تھے''۔ (طریق محمدی ۴۱، بحوالہ: مقام صحابہ اور غیر مقلدین ۴۸)

رئیس سلفی لکھتے ہیں کہ: ''یہ بھی ظاہر ہے کہ چوں کہ بطریق معتبر ثابت ہے کہ ان دونوں (حضرت عمر اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما) نے نصوصِ شرعیہ کے خلاف موقف اختیار کرلیا تھا، اس لئے ان دونوں صحابہ کو نصوص کی خلاف ورزی کا مرتکب قرار دیا جاسکتا ہے''۔ (تنویر الآفاق، بحوالہ: مقام صحابہ اور غیر مقلدین ۴۸)

غیر مقلد حکیم فیض عالم لکھتا ہے کہ: ''حضرت علی رضی اللہ عنہ عام مسلمانوں کے منتخب خلیفہ نہیں تھے، ان کی خلافت سبائیوں کی منتخب کردہ تھی، خودساختہ تھی، ان کا دورِ حکومت امت کے لئے عذابِ خداوندی تھا، انہوں نے خلافت کے ذریعہ اپنی شخصیت کو قدآور بنانا چاہا تھا، ان کی خلافت

اسلامی فتوحات کوٹھپ کرنے والی بن گئی تھی، ان کی شہادت کے بعد دنیا کو سکون ملا، عالم اسلام نے سکھ کا سانس لیا''۔ (خلافت راشدہ ۵۱-۵۵-۵۶-۲۲۸، بحوالہ: مقام صحابہ اور غیر مقلدین ۵۲)

یہی حکیم فیض عالم حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں لکھتا ہے کہ: ''حقیقت یہ ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ برسام کے مریض تھے، اس مرض کے مریض اول تو مرجاتے ہیں، ورنہ پاگل ہوجاتے ہیں، اگر بچ بھی نکلیں تو ان کی زبان لکنت آمیز ہوجاتی ہے، اور ذہن کما حقہ سوچنے کی قوتوں سے محروم ہوجاتا ہے''۔ (خلافت راشدہ ۱۳۸، بحوالہ: سابق)

غیر مقلد عبدالحق بنارسی لکھتا ہے کہ: ''حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جنگ کرکے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا مرتد ہوچکی تھیں، اگر بلا توبہ مریں تو کفر پر مریں''۔ نعوذ باللہ منہ۔ (کشف الحجاب ۲۱۰، بحوالہ: آئینہ غیر مقلدین ۲۳۹) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۴۳۳/۲/۱۷ھ

حنفی المسلک کا کسی دوسرے امام کے مذہب پر عمل کرنا؟

سوال (۳۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: حنفی مسلک کے آدمی دوسرے اماموں کے مسلک پر عمل کرسکتے ہیں یا نہیں اور کس صورت میں عمل کرسکتے ہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: محض اپنی ذاتی تحقیق سے کسی مقلد کو دوسرے امام کے مذہب پر عمل کرنے کی اجازت نہیں ہے، اس لئے کہ یہ تلفیق ہے جو بالاجماع ناجائز ہے۔

لا یجوز للمقلد العمل في کل واقعة من الأعمال والأحکام إلا بتقلیده واستفتائه من مفت مجتهد أو حامل فقه. (خلاصة التحقیق ٤)

إن الحکم الملفق باطل بالإجماع، وإن الرجوع عن التقلید بعد العمل

باطل اتفاقاً. (شامی کراچی ۱/ ۷۵)

فالمقلد إذا عمل بحكم من مذهب لا يرجع عنه إلى اٰخر من مذهبٍ اٰخر. (خلاصة التحقيق في بيان حكم التقليد والتلفيق ٥، بحواله: إيضاح المسالك ٣٠- ٣١، فتاوىٰ محمودیه ڈابھیل ٢/ ٦٢٦) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱/ ۳/ ۱۴۱۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

فقہ حنفی اور علامہ ابن تیمیہؒ

سوال (۳۷): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کسی مسئلہ میں فقہ حنفی اور علامہ ابن تیمیہؒ یا کسی دوسرے بزرگ عالم کے قول کے درمیان ٹکراؤ ہوجائے تو اس وقت کس قول پر عمل کرنا ضروری ہوگا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حنفی کے لئے بہرحال اپنے مسلک کے مفتی بہ قول پر عمل کرنا لازم ہے، غیر کے مسلک پر عمل نہ کرے خواہ وہ غیر علامہ ابن تیمیہؒ ہوں یا کوئی اور عالم۔

إن الواجب على من أراد أن يعمل لنفسه أو يفتي غيره أن يتبع القول الذي رجحه علماء مذهبه، وقد نقلوا الإجماع على ذٰلک. (شرح عقود رسم المفتی ۲۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۰/ ۱۱/ ۱۴۱۳ھ

موجودہ زمانے میں کسی امام یا مذہب کی تقلید کئے بغیر چلنا کیسا ہے؟

سوال (۳۸): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: موجودہ زمانہ میں تقلید یعنی کسی ایک امام یا مذہب کو مانے بغیر چلنا کیسا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: موجودہ دور میں بالاجماع راہِ حق پر استقامت کے لئے حضراتِ ائمہ اربعہ یعنی امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ میں سے کسی ایک کی تقلید واتباع کرنا لازم اور ضروری ہے، اور اس اتباع کا مطلب صرف اتنا ہے کہ ان حضرات ائمہ اربعہ نے اپنے گہرے علم اور بے مثال فہم وفراست اور اجتہادی صلاحیت سے قرآن وحدیث کی نصوص کو جس طرح سمجھا ہے، اس پر اعتماد کرتے ہوئے ان کی بات کو تسلیم کرلیا جائے۔

تقلید کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ قرآن وحدیث کو چھوڑ کر نعوذ باللہ ان ائمہ کو صاحب شریعت کا عہدہ دے دیا گیا ہے؛ بلکہ اس کی حقیقت صرف اتنی ہے کہ جیسے کوئی عام شخص کسی عالم دین سے اس کے علم پر اعتماد کرتے ہوئے مسئلہ پوچھتا ہے اور پھر اس پر یہ سمجھ کر عمل کرتا ہے کہ حکم شریعت یہی ہے۔

تجربہ اور تحقیق سے یہ بات ثابت شدہ ہے کہ نصوصِ شرعیہ اور اختلافاتِ صحابہ کی روشنی میں جتنی احتمالی صورتیں اور جزئی وکلی مسائل متصور تھے، وہ سب کسی نہ کسی انداز میں ائمہ اربعہ کی تخریجات کے ضمن میں جمع ہوچکے ہیں، اب ان سے الگ ہوکر کسی نئے مکتب فکر کی بنیادیں استوار کرنا متصور نہیں ہے۔

اور اگر چاروں ائمہ کے مسائل مخلوط کرکے اپنی مرضی سے ایک نیا مسلک ترتیب دیں تو پھر یہ دین محض مذاق بن کر رہ جائے گا، آج ایک ترتیب سامنے آئے گی، کل دوسری جماعت اپنی سہولت کے اعتبار سے دوسری ترتیب بنالے گی، اور شریعت نفسانی خواہشات کے لئے کھلونا بن کر رہ جائے گی، اس لئے ضروری ہے کہ صرف ایک امام کی اتباع کی جائے اور تلفیق یعنی مذہب میں غت ربود سے بچا جائے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ۱۸۹/۴، فتاویٰ محمودیہ ۲۸۹/۵- ۸۲/۱۵، کفایت المفتی ۳۲۸/۱)

إن هٰذه المذاهب الأربعة المدونة المحررة قد اجتمعت الأمة أو من يعتد بـه منها على جواز تقليدها إلى يومنا هٰذا، وفي ذٰلک من المصالح ما لا يخفى لا

سيـمـا فـى هٰـذه الأيـام التـى قـصـرت فيهـا الهمم جداً وأشربت النفوس الهوى وأعجب كل ذى راى برأيه. (حجة الله البالغة ١/ ١٥٤)

ووجهـه أنـه لو جاز اتباع إلى مذهب من شاء لأفضى إلى أن يلتقط رخص المذاهب متبعا هواه، ويتخير بين التحليل والتحريم والوجوب والجواز وذٰلك يـؤدى إلـى إضـلال ربـقة التـكليف بخلاف العصر الأول فإنه لم تكن المذاهب لاوافية بـأحـكـام مهـذبة فعلىٰ هٰذا يلزمه أن يجتهد فى اختيار مذهب يقلده على التعيين. (شرح المهذب ١/ ٥٥ بحواله اعلاء السنن ٢/ ٢٢٣) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۵/۴/۱۴۲۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

امام ابوحنیفہؒ کی کیا کیا خصوصیات تھیں؟

سوال (۳۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: آج کل غیر مقلدین حضرت امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں بہت نا زیبا الفاظ کہتے ہیں، اس لئے آپ واضح کریں کہ ہمارے امام ابوحنیفہؒ کی خصوصیات کیا تھیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کی بے شمار خصوصیات ہیں، جن میں چند ذیل میں ذکر کی جاتی ہیں:

(۱) آپ صحابہ کرامؓ کے زمانہ میں پیدا ہوئے، جسے خیر کا زمانہ کہا گیا ہے۔

(۲) آپ کا تابعی ہونا مشہور ہے، اور چار صحابہ کرام سے آپ کی ملاقات بالیقین ثابت ہے: (۱) حضرت انس بن مالکؓ (۲) حضرت واثلہ بن اسقعؓ (۳) حضرت عبد اللہ بن ابواوفیؓ (۴) حضرت عامر بن ابوالطفیلؓ۔

(۳) بعض حضرات نے آپ کو اس حدیث کا مصداق بتایا ہے کہ: ''پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام

نے فرمایا کہ اگر دین ثریا تک بھی پہنچ جائے تو فارس کا رہنے والا ایک شخص اسے وہاں سے جا کر بھی حاصل کرلے گا''۔

(۴) آپ نے حضرات تابعین کے زمانہ میں اجتہاد اور فتویٰ دیا۔

(۵) چار ہزار تابعین سے آپ نے علم حاصل کیا۔

(۶) آپ سے کبار محدثین وائمہ مجتہدین نے روایت کی اور شرف تلمذ حاصل کیا۔

(۷) خود مجتہد ہونے کے باوجود بڑے بڑے ائمہ مجتہدین نے آپ کے مذہب کی اتباع کی۔

(۸) بہت سے ممالک میں آپ کی تقلید کے علاوہ کسی دوسرے امام کی تقلید نہیں ہوئی۔

(۹) حضرت امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ ''اگر امام ابوحنیفہؒ اس پہاڑ کے بارے میں گفتگو کریں تو اسے اپنی دلیل اور حجت کے ذریعہ سونا ثابت کرڈالیں''۔

(۱۰) حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ ''لوگ فقہ میں امام ابوحنیفہؒ کی اولاد ہیں''۔

(۱۱) سب سے پہلے فقہ کی تدوین ابواب کے اعتبار سے آپ نے کی۔

(۱۲) آپ نے مظلوم ہوکر بحالتِ سجدہ وفات پائی۔ (مستفاد: عقود الجمان ۱۷۹-۱۸۵، شامی ۱/۴۳)

تو جو لوگ ایسی خصوصیات والی عظیم شخصیت کے بارے میں لعن طعن کرتے ہیں وہ خود اپنا نامہ اعمال سیاہ کرنے والے ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت سے نوازیں، آمین۔

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه قال قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: لو كان الإيمان عند الثريا ليذهب به رجل من فارس أو قال من أبناء فارس حتى يتناوله. (مسلم شريف ٢/٢ ٣١)

وقال تلميذ الحافظ السيوطي ما جزم به شيخنا من أن أبا حنيفة هو المراد من هٰذا الحديث ظاهر لا شك لأنه لم يبلغ من أبناء فارس في العلم مبلغه أحد. (شامي كراچي ١/ ٥٣) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۵/۴/۱۴۲۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا دوسرے اماموں کے مسلک پر عمل کی گنجائش ہے؟

سوال (۴۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: الحمد للہ تمام تعریفات اللہ رب العزت کے لئے زیب ہیں، اللہ کی تعریف کے بعد آپ کی خدمت میں یہ تحریر اس مقصد سے پیش کررہی ہوں کہ جب بھی میں کسی کتاب کا مطالعہ کرتی ہوں، تو خاص کر اماموں کا اختلاف آتا ہے تو یہی بات عقل میں وسوسہ پیدا کرتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تو کوئی امام نہیں تھا، اس وقت امام صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم رہے، اور مجھے اس بات کا علم ہے کہ چار اماموں میں سے ایک امام کے مسلک پر عمل کرنا دوسرے مسلک پر نہیں، کیا ہم مختلف مسلکوں پر عمل کر سکتے ہیں، یا ایک امام کے مسلک پر ہی چلنا چاہئے، دوسرے کے مسلک پر نہیں؟ مجھے یہ بات کتاب اللہ یا احادیث سے بتلایئے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: قرآن وحدیث پر عمل کرنا ہر مسلمان پر ضروری ہے؛ لیکن ہر شخص براہِ راست قرآن وحدیث کو سمجھ نہیں سکتا، یقیناً اسے کسی نہ کسی عالم پر اعتماد کرنا پڑے گا کہ وہ قرآن وحدیث سمجھ کر اسے صحیح مسئلہ بتائے، اسی اعتماد کا نام تقلید ہے۔

اس سے معلوم ہوگیا کہ چاروں اماموں میں سے کسی کے قول پر عمل کرنا قرآن وحدیث سے الگ کوئی چیز نہیں ہے؛ بلکہ امت نے بالاجماع ان حضرات کو ان کی بے مثال فراست اور زبردست علمی صلاحیت کی بنیاد پر انہیں قرآن وحدیث کے احکام بتانے کے لئے معتمد علیہ تسلیم کرلیا ہے، اور ان چاروں اماموں پر انحصار اس بنا پر ہوا کہ قرآن وسنت سے حاصل شدہ مسائل کی جتنی امکانی شکلیں ہوسکتی تھیں، وہ سب ان چاروں حضرات کی آراء اور اقوال میں جمع ہوگئی ہیں، اب کوئی شرعی اصول ایسا نہیں ہے جو ان میں سے کسی نہ کسی امام نے نہ اپنایا ہو، نیز ان کے فقہی مذاہب جس انداز میں مرتب اور مدون ہوچکے ہیں، اس کا موقع کسی اور کو اس طرح حاصل نہیں ہوسکا؛ لہٰذا جو حضرات خود اتنی استطاعت نہیں رکھتے کہ قرآن وسنت سے احکامات نکال سکیں ان کے لئے لازم

ہے کہ وہ قرآن وحدیث سمجھنے میں ایسے معتمد علیہ اماموں میں سے کسی ایک کی پیروی کرکے دین پر عمل کریں، اس کے بغیر ان کے لئے کوئی چارۂ کار نہیں ہے۔

اب رہ گئی یہ بات کہ کسی ایک امام کی پیروی لازم کیوں ہے؟ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر اس بات میں ڈھیل دے دی جائے کہ جو شخص جب چاہے جس امام کی چاہے، رائے کو اپنا لے تو خوفِ خدا کے فقدان اور طبعی نفس پرستی کی بنیاد پر لوگ صرف سہولت والے مسائل ڈھونڈنے لگیں گے، اور دین کو محض اپنی رائے کے تابع کرکے مذاق بنا کر رکھ دیں گے؛ اس لئے ضروری ہے کہ جس امام کی پیروی کریں، مکمل اسی کی اتباع کریں ہاں اگر ناگزیر صورتِ حال ہو جائے اور دوسرے قول پر عمل کئے بغیر چارۂ کار ہی نہ ہو تو پھر مفتیانِ کرام کو حالات کا جائزہ لے کر دوسری رائے پر عمل کی بھی گنجائش ہوتی ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ۱/۳۹۱، فتاویٰ رحیمیہ ۴/۱۴۷)

عن علي رضي الله عنه قال: قلت يا رسول الله صلى الله عليه وسلم إن نزل بنا أمر ليس فيه بيان أمر ولا نهي فما تأمرني قال شاوروا فيه الفقهاء والعابدين ولا تمضوا فيه رأى خاصة. (مجمع الزوائد ۱/۱۷۸)

وإن الحكم الملفق باطل بالإجماع وإن الرجوع عن التقليد بعد العمل باطل اتفاقاً وهو المختار في المذهب. (درمختار کراچی ۱/۷۵)

إن هٰذه المذاهب الأربعة المدونة قد اجتمعت الأمة أو من يعتد به منها على جواز تقليدها إلى يومنا هٰذا، وفي ذٰلك من المصالح ما لا يخفى لاسيما في هٰذه الأيام التي قصرت فيها الهمم جداً وأشربت النفوس الهوى وأعجب كل ذي رأى برأيه. (حجة الله البالغة ١٥٤) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۲۸/۴/۱۴۲۳ھ

بیک وقت چاروں اماموں کی تقلید کرنا

سوال (۴۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: زید اپنی سہولت کے اعتبار سے ائمہ اربعہ کے مسائل کی پیروی کر لینے کو اس لئے غلط نہیں سمجھتا ہے کہ آخر اس طرح بھی تو نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل رہا ہے، زید اگر چہ حنفی ہے، کیا یہ عمل درست ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: چاروں ائمہ میں سے کسی ایک امام کی مکمل تقلید لازم ہے، ایک عامی آدمی کے لئے اپنی سہولت کے اعتبار سے الگ الگ مسائل میں الگ الگ ائمہ کی رائے اختیار کرنا دین داری نہیں؛ بلکہ نفسانی خواہش کی تعمیل ہے، اگر ہر ایک کو اس کی اجازت دی جائے تو دین مذاق بن کر رہ جائے گا، اور دینی نظم وضبط باقی نہیں رہے گا؛ اس لئے عام حالات میں کسی بھی شخص کو اس من مانی کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔

﴿وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ [ص: جزء آیت: ۲٦]

إن الواجب على من أراد أن يعمل لنفسه أو يفتي غيره أن يتبع القول الذي رجحه علماء مذهبه، وقد نقلوا الإجماع على ذٰلك. (شرح عقود رسم المفتی ۲۵)

لا يجوز للمقلد العمل في كل واقعة من الأعمال والأحكام إلا بتقليده واستفتائه من مفت مجتهد أو حامل فقه. (خلاصة التحقيق ٤)

إن الحكم الملفق باطل بالإجماع، وإن الرجوع عن التقليد بعد العمل باطل اتفاقاً. (شامی کراچی ۷۵/۱)

فالمقلد إذا عمل بحكم من مذهب لا يرجع عنه إلى اٰخر من مذهبٍ اٰخر. (خلاصة التحقيق في بيان حكم التقليد والتلفيق ٥، بحواله: إيضاح المسالك ۳۰-۳۱، فتاویٰ محمودیہ ڈابھیل ۲/٦۲٦) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱/۱/۱۴۳۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

تقلید شخصی ائمہ اربعہ میں کیوں منحصر ہے؟

سوال (۴۲) :- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: تقلید شخصی ائمہ اربعہ میں کیوں منحصر ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جو شخص براہِ راست قرآن وحدیث سے استفادہ کر کے مسائل کے احکام نکالنے پر قادر نہ ہو، اس کے لئے کسی نہ کسی عالم یا مفتی پر اعتماد کرتے ہوئے اس کے فتوی پر عمل کرنا لازم ہوتا ہے، اسی کا نام تقلید ہے، اب اگر یہ کہا جائے کہ جو آدمی جب چاہے جس کی چاہے بات پر عمل کرلے تو ایسی صورت میں دین مذاق بن کر رہ جائے گا، اور ہر آدمی ہر مسئلہ میں سہولت کی راہ ڈھونڈنے کی کوشش کرے گا، جس سے یقیناً دینی بدانتظامی پھیل جائے گی؛ لہٰذا اس انتظام کو برقرار رکھنے کے لئے یہ لازم سمجھا گیا کہ آدمی سوچ سمجھ کر کسی ایک متبع شریعت عالم کو اپنا مقتدیٰ بنالے اور دین کے ہر معاملہ میں اسی سے رہنمائی حاصل کرے۔

اب سوال یہ پیدا ہوا کہ ایسا عالم کون ہو جس سے پیدائش سے لے کر موت تک کے احکامات کی رہنمائی مل سکے، تو اس سلسلے میں جب تلاش وجستجو کی گئی تو یہ معلوم ہوا کہ اس زمانہ میں صرف چار ایسے مقتدی ہیں جن کے یہاں دین کے ہر مسئلہ کا جواب شریعت کی روشنی میں مہیا ہے، اور ان کے مذاہب مدون اور منقح ہو چکے ہیں، اور ہر زمانہ میں ان کے نقل کرنے والے بڑی مقدار میں موجود رہے ہیں، یہ مسالک حنفیہ، شافعیہ، مالکیہ اور حنابلہ کے نام سے مشہور ہیں، یہ چاروں حق ہیں اور جو جامعیت ان کو حاصل ہے وہ کسی اور مجتہد کو حاصل نہیں ہوسکی اور دینی مصلحت اور شیرازہ بندی کی بقا اور من مانی زندگی سے بچنے کے لئے ان میں سے کسی ایک مسلک کی پیروی کر کے زندگی گذارنا لازم ہے، تاکہ نفسانیت کی راہ بند ہو اور للّٰہیت کی راہ آسان ہو، اسی وجہ سے امت کے اہل حق علماء کا عملاً مذکورہ مسالک میں سے کسی ایک کی تقلید پر اجماع رہا ہے، اور یہ تقلید شخصی واجب لغیرہ کے درجہ میں ہے۔

التقليد: العمل بقول الغير من غير حجة. (نامی شرح حسامی ١٩٠)

فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لا تَعْلَمُوْنَ، واستدل بها أيضا على وجوب المراجعة للعلماء فيما لا يعلم. (روح المعاني ١٤٨/١٤)

﴿وَاِذَا جَآءَ هُمْ اَمْرٌ مِنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ وَلَوْرَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓى اُولِى الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ﴾ [النساء جزء آيت: ٨٣]

فثبت أن الاستنباط حجة والقياس إما استنباط أو داخل فيه، فوجب أن يكون حجة إذا ثبت هذا فنقول: الآية دالة على أمور –إلى قوله– وثانيها: أن العامي يجب عليه تقليد العلماء في أحكام الحوادث. (تفسير كبير ٤٠١/٣)

عن عرباض بن سارية قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من يعش منكم بعدي يرى اختلافا كثيرا، وإياكم ومحدثات الأمور، فإنها ضلالة، فمن أدرک ذلک منكم فعليه بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين المهديين عضوا عليها بالنواجذ. (ترمذی شریف ٩٦/٢)

عن عمرو بن ميمون الأودي قال: قدم علينا معاذ بن جبل اليمن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم إلينا فسمعت تكبيره مع الفجر رجل أجش الصوت قال: فألقيت محتبي عليه فما فارقته، حتى دفنته بالشام ميتاً، ثم نظرت إلى أفقه الناس بعده فأتيت ابن مسعود فلزمته حتى مات. (أبوداؤ شريف كتاب الصلاة/ باب إذا أخر الإمام الصلاة عن الوقت ٦٢/١)

وقال طاؤس: أدركت سبعين من أصحاب رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم، إذا تدارأو في شيء انتهوا إلى قول بن عباس. (مقدمه إعلاء السنن کراچی ٨/٢)

ومما يناسب هذا المقام التنبيه على مسائل ضلت في بواديها الأفهام، وزلت الأقدام، وطغت الأقلام، منها: أن هذه المذاهب الأربعة المدوّنة

المحرّرة قد اجتمعت الأمة أو من يعتد به منها على جواز تقليدها إلى يومنا هذا، وفي ذلک من المصالح ما لا يخفى، لا سيّما في هذه الأيام التي قصرت فيها الهمم جدا، واشربت النفوس الهوى، وأعجب كل ذى رأى برأيه. (رحمة الله الواسعة شرح حجة الله البالغه ۲/ ٦٧٦)

فإن أهل السنة والجماعات قد افترق بعد القرن الثالثة أو الأربعة على أربعة المذاهب ولم يبق في فروع المسائل سوى هذه المذاهب الأربعة، فقد انعقد الإجماع المركب على بطلان قول من يخالفهم، وقد قال الله تعالى: ومن يتبغ غير سبيل المؤمنين نوله ما تولى ونصله جهنم وساء ت مصيرا. (تفسير مظهرى زكريا ۲/ ٦٤) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲/۲/۱۴۳۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسالکِ اربعہ کیوں وجود میں آئے؟

سوال (۴۳): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا مسلک خدا یا رسولِ خدا کے کسی فرمان سے بنے ہیں؟ کیا اس بات کا کہیں سے کوئی ثبوت کہ حضور یا آپ کے سچے جانشینوں نے مسلک بنانا بتایا ہے؟ اگر نہیں تو پھر یہ مسلک کس بنیاد پر وجود میں آئے؟

جن بزرگوں کو مسلک کا بانی کہا جاتا ہے انہوں نے کبھی خواب میں بھی نہیں سوچا ہوگا کہ میری اس تحقیق کے فعل افضل کو فرقہ کا رنگ دے کر قوم میں تفریق پیدا ہوگی اور آپس میں مار پیٹ، جھگڑے اور قتل تک ہوں گے، حضور ﷺ کے وصال کے تقریباً ایک صدی بعد حضرت ابوحنیفہؒ آئے اس درمیانی عرصہ میں حضرات صحابہ کرام، تابعین یا تبع تابعین نے جو بھی مذہبی اعمال کئے وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم گویا ان کے جانشینوں کو دیکھ کر کیے وہ یقیناً صحیح تھے، موجودہ دور میں چاروں

مسلکوں میں سے کونسا مسلک ہے جس میں اس سوسال کا عمل (عبادت) ہورہا ہے؟

مسلکی تفریق پوری دنیا میں پھیل گئی، آخر اس تفریق کو ختم کر کے ایک ہی عمل و عبادت میں کیوں نہیں بنائے رکھا گیا، آخر اس کوتاہی کا ذمہ دار کون ہے؟

مسلک کے بارے میں سیتاپور کے ایک معتمد جید عالم نے فرمایا کہ خدا وند کریم کو اپنے پیارے نبی کی ہر سنت کو قیامت تک زندہ رکھنا تھا اس لیے چاروں مسلک وجود میں آئے۔

بنگلہ والی مسجد دہلی (عالمی مرکز تبلیغی جماعت) میں ایک جید عالم استاذ حدیث نے مذاہب اربعہ کے متعلق فرمایا کہ چاروں مسلک برحق ہیں، جب جب کسی مسئلہ پر عمل کرنا چاہیں کر سکتے ہیں، مگر بہتر ہے کہ ایک مسلک اپنائیں، میرا کہنا یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ پیارے نبی ﷺ کی ساری سنتوں کو قیامت تک زندہ رکھنا چاہتے ہیں تو آپ یا کوئی اور کسی ایک مسلک کا پابند کرنے کی بات کیوں کرتے ہیں، میں بھی حضور کی سبھی سنتوں میں سے جب جب سنت پر عمل کرنا چاہوں کروں، کیا یہ عمل صحیح نہ ہوگا۔

مسلکی مسئلہ شدت اختیار کر کے لڑائی، جھگڑے اور قتل تک پہنچ گیا ہے خدا تعالیٰ ہر طرح کے شر سے سبھی کلمہ گو مسلمانوں کو محفوظ رکھے۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بلاشبہ دین اسلام کی بنیاد قرآن وسنت پر ہے، اب اگر قرآن وسنت سے کوئی نص اس طرح ثابت ہو کہ اس میں کسی طرح کا نہ تو اجمال ہو اور نہ تعارض ہو تو اس پر عمل کرنا سب پر ضروری اور لازم ہوگا اور اس میں اختلاف کی کوئی گنجائش نہ ہوگی، مثلاً فرض نمازوں کی رکعات، یا رکوع اور سجدے وغیرہ اسی طرح روزے، زکوٰۃ اور حج کے بنیادی ارکان۔

لیکن اگر نص میں اجمال ہو یا ایک ہی مسئلہ کے بارے میں نصوص متعارض ہوں، تو ایسی صورت میں دیگر دلائل و نظائر کو پیش نظر رکھ کر اجمال کی تفصیل اور تعارض میں تطبیق دینے کی ضرورت پیش آتی ہے، اور یہ دونوں کام محض سطحی علم سے انجام نہیں دیئے جا سکتے؛ بلکہ اس کے لئے

وسیع ترین علمی گیرائی اور اعلیٰ درجہ کی بصیرت کی ضرورت ہوتی ہے، ایسے اعلیٰ صلاحیت اور بصیرت رکھنے والے افراد کو اصطلاح میں مجتہد کہا جاتا ہے، مجتہد کے لئے لازم ہے کہ وہ قرآن وسنت کے تمام گوشوں پر نظر رکھنے والا ہوا ور تخریج و استنباط کی صلاحیت سے مالا مال ہو، اور یہ بات فطری ہے کہ جب ہر مجتہد اپنی اپنی صلاحیت کی بنیاد پر اجمال کی تفصیل یا تعارض میں تطبیق کا کام انجام دیگا تو رائے کا اختلاف ضرور ہوگا، اور خود پیغمبر علیہ السلام نے اجتہاد کرنے والوں کے اجتہاد کو ہر حال میں سراہا ہے خواہ ان کا اجتہاد صواب ہو یا خطا۔

اس سے واضح طور پر یہ معلوم ہوا کہ فروعی اجتہادی مسائل میں خود پیغمبر علیہ السلام کی طرف سے اختلاف کو گوارا کرلیا گیا ہے، تا کہ قیامت تک باقی رہنے والے دین اور اس کی ضرورتوں کی تکمیل کے لئے مجتہدین کی صلاحیتوں سے کام لیا جانا ممکن ہو۔

یہی وجہ ہے کہ دورِ صحابہ میں بھی اجتہادی اختلافات کے مناظر سامنے آتے رہے اور جو مجتہد صحابی جس رائے کو اقرب إلی الصواب سمجھتے تھے وہ اس پر قائم رہے، لہٰذا یہ کہنا کہ مسالک اربعہ کے وجود میں آنے سے پہلے امت میں کسی سطح پر کوئی دینی اختلاف نہ تھا یہ حقیقت سے ناواقفیت پر مبنی ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ مسالک اربعہ نے قرآن وسنت سے ہٹ کر کوئی رائے نہیں اپنائی، بلکہ انہوں نے صحابہ اور تابعین کی منتشر آراء کو اصول وضوابط کے دائرے میں لا کر مدون کر دیا، اور امت کے لیے دین پر عمل میں آسانی پیدا کر دی، اگر ان فقہاء کرام نے ایسی محنتیں نہ کی ہوتیں، تو ایک عامی آدمی کے لئے دین پر عمل کرنا کتنا دشوار ہوتا، اس کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا ہے۔

اور مسالک اربعہ میں آپس میں اختلاف رائے یہ حق وباطل کا اختلاف نہیں ہے، جیسا کہ بعض متشدد لوگ باور کرانے کی کوشش کرتے ہیں؛ بلکہ یہ نص فہمی یا ترجیح وتطبیق کا اختلاف ہے اس کو نزاع کی بنیاد بنانا سرے سے غلط ہے، کیونکہ یہ چاروں مسالک فرقہ ناجیہ اہل سنت والجماعت میں داخل ہیں۔

اب رہ گئی یہ بات کہ ایک عامی آدمی کو مسلک کی قید سے آزاد کرکے بلاکسی خاص وجہ کے ہر مسلک سے استفادہ کی گنجائش دی جائے تو یہ اس کے لئے منع ہے؛ کیوں کہ اگر یہ آزادی دی جائیگی تو یہ دین نفسانیت کا شکار ہو جائے گا، اور ہر آدمی بلاکسی دلیل کے محض سہولت کی خاطر اپنی ناقص فہم کے اعتبار سے جو بھی مسئلہ چاہے گا اختیار کرے گا، اس کی خرابی بالکل ظاہر ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ مسالک اربعہ میں سے کسی ایک مسلک کی تعیین تقلید امر شرعی نہیں بلکہ امر انتظامی ہے، اور عدم تقلید کی ممانعت لذاتہ نہیں ہے بلکہ لغیرہ ہے۔

پس اگر کسی خاص مسئلہ میں دوسرے مسلک پر فتویٰ دینے کی ناگزیر ضرورت پیش آجائے تو بالغ نظر علماء ومفتیان کرام کے فیصلے سے مسلک سے خروج کیا جاسکتا ہے، اور مسلک کی بنیاد پر نزاع وقتال بہر حال منع ہے۔

اور موجودہ دور میں یہ نزاع مسالک اربعہ کے درمیان نہیں ہے بلکہ نزاع کی باگ ڈور ان لوگوں کے ہاتھ میں ہے جو چاروں مسالک سے بے زار ہو کر ساری دنیا کو اپنے ایک نئے مسلک یعنی عدم تقلید پر لانے کی کوشش کر رہے ہیں، یہ لوگ نزاع سے باز آکر راہ ہدایت آجائیں تو امت پر بڑا احسان ہوگا، اور امت کے ناواقف عوام فروعی اجتہادی مسائل میں غیر ضروری بحثوں میں پڑ کر اپنا دین وایمان برباد کرنے سے محفوظ ہو جائیں گے۔

عن ابن عباس رضي اللّٰه عنهما قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: اختلاف أمتي رحمة. (جامع الأحاديث السيوطي رقم: ٨٧٤)

عن علي رضي اللّٰه تعالىٰ عنه قال: قلت يا رسول اللّٰه! إن نزل بنا أمر ليس فيها بيان أمر ولا نهي فما تأمرني؟ قال: شاوروا فيه الفقهاء والعابدين ولا تمضوا فيه رأي خاصة. (رواه الطبراني في الأوسط ٣٦٨/٢)

ورجاله موثقون من أهل الصحيح. (مجمع الزوائد ١٧٨/١)

عن عمرو بن العاص رضي اللّٰه عنه أنه سمع رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه

وسلم يقول: إذا حكم الحاكم فاجتهد ثم أصاب فله أجران، وإذا حكم فاجتهد ثم أخطأ فله أجر. (بخاری ۲/ ۱۰۹۲ برقم: ۷۳۵۲)

قال الخطابي في معالم السنن ٤/ ١٦٠: وهٰذا فيمن كان من المجتهدين جامعا لآلة الإجتهاد، عارفا بالأصول، عالما بوجوه القياس، فأما من لم يكن محلا للإجتهاد فهو متكلف لا يعذر في الخطأ في الحكم؛ بل يخاف عليه أعظم الذنب، وهٰذا إنما هو في الفروع المحتملة للوجوه المختلفة دون الأصول التي هي أركان الشريعة، وأمهات الأحكام التي لا تحتمل الوجوه ولايدخل فيه التاويل، فأما من أخطأ فيها كان غير معذور في الخطأ وكان حكمه في ذٰلک مردوداً. (مستفاد: فتح الباري ۱۳/۹ ۳۱، بذل المجهود ۱۱/ ۲۰۳، دار الفکر)

اعلم: أن في الأخذ بهذه المذاهب الأربعة مصلحة عظيمة، وفي الإعراض عنها مفسدة كبيرة. (عقد الجيد: ۱۳، المطبعة السلفية القاهرة)

فالتمذهب للمجتهدين سر، ألهمه اللّٰه تعالىٰ العلماء، وجمعهم عليه من حيث يشعرون أو لا يشعرون. (الإنصاف للشاه ولی اللّٰه، بحواله: مجموعه رسائل ومقالات ۳۸٦)

قال الإمام الشاه ولي اللّٰه: ثم إنهم أي الصحابة تفرقوا في البلاد، وصار كل واحد مقتدى ناحية من النواحي فكثرت الوقائع، ودارت المسائل فاستفتوا فيها فأجاب كل واحد حسبما حفظه، أو استنبطه وإن لم يجد فيما حفظه، أو استنبطه ما يصلح للجواب اجتهد برأيه وعرف العلة التي أدار رسول اللّٰه ﷺ عليها الحكم في منصوصاته فطرد الحكم حيثما وجدها لا يألوا جهداً منها: أن صحابيا سمع حكما في قضية أو فتوىٰ، ولم يسمع الآخر، فاجتهد برأيه في ذٰلک مثل ما رواه النسائي ٢/ ٧٤ أن ابن مسعود سئل عن امرأة مات عنها زوجها ولم يفرض لها فقال: لم أر رسول اللّٰه ﷺ يقضي في ذٰلک، فاختلفوا عليه شهراً، وألحوا فاجتهد برأيه، وقضى بأن لها مهر نساء ها، لا وكس ولا

شـطـط، وعليها العدة والميراث، فقام معقل بن يسار فشهد بأنه ﷺ قضى بمثل ذٰلک في امرأة منهـم، فـفرح بذٰلک ابن مسعود فرحة، لم يفرح مثلها قط بعد الإسـلام، ومـا روى الشيـخـان أنه كان من مذهب عمر بن الخطاب أن التيمم لا يجزى للجنب الذي لا يجد ماء، فروى عنده عمار أنه كان مع رسول اللّٰه ﷺ في سفر، فأصابته جنابة ولم يجد ماء فتمعک في التراب فذكر ذٰلک لرسول اللّٰه ﷺ فقال رسول اللّٰه ﷺ: إنما يكفيک أن تفعل هٰكذا، وضرب بيديه الأرض فمسح بهـا وجهـه ويـديه فلم يقبل عمر، ولم ينههن عنده حجه لقادم خفى رأه فيه، حتى استـفـاض الـحـديـث فـي الـطبقة الثانية من طرق كثيرة، واضمحل وهم القادح فأخذوا به. (حجة اللّٰه البالغة ۱/ ۲ ٤٠٢-٤٠٤، حجاز ديوبند)

وقـد كـان فـي الـصـحـابة والتابعين ومن بعدهم من يقرأ البسلمة ومن لا يقرأ. (حجة اللّٰه البالغة ۱/ ۲ ٤ ۳، لبنان)

ومـمـا يـنـاسـب هٰذا المقام التنبيه على مسائل ضلت في بواديها الأفهام، وزلـت الأقـدام وطـغـت الأقـلام أن هٰـذا المذاهب الأربعة المدونة المحررة قد أجـمـعـت الأمة أو من يعتد به منها على جواز تقليدها إلى يومنا هٰذا، وفي ذٰلک مـن الـمـصـالـح ما لا يخفىٰ، لا سيما في هٰذه الأيام التي قصرت فيها الهمم جدا، واشـربـت الـنـفوس الهوى، وأعجب كل ذي رأي برأيه، فما ذهب إليه ابن حزم حيـث قـال: "التـقليد حرام ولا يحل لأحد أن يأخذ قول أحد غير رسول اللّٰه ﷺ بـلا بـرهـان، لـقـولـه تـعالىٰ: ﴿اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖ اَوْلِيَآءَ﴾ ولأنـه قـد صـح إجـمـاع الـصـحـابة كلهم على الامتناع والمنع من أن يتـصـدق مـنهم أحد إلى قول إنسان منهم، أو ممن قبلهم فيأخذه كله، وأيضا فإن هولاء الفقهاء كلهم قد نهوا عن تقليدهم وتقليد غيرهم فقد خالفهم من قلدهم" إنما يتم فيمن له ضرب من الاجتهاد ولو في مسئلة واحدة.

(٢) وفيمن ظهر عليه ظهورًا بينا أن النبي ﷺ أمر بكذا أو نهى عن كذا، وأنه ليس بمنسوخ.

(٣) وفيمن كان عاميا ويقلد رجلا من الفقهاء بعينه، يرىٰ أنه يمتنع في مثله الخطأ، وأن ما قاله هو الصواب البتة، واضمر في قلبه أن لا يترك تقليده، وإن ظهر الدليل على خلافه.

(٤) وفيمن لا يجوز أن يستفتي الحنفي مثلا فقيها شافعيا وبالعكس، ولا يجوز أن يقتدي الحنفي بإمام شافعي مثلا فإن هٰذا قد خالف إجماع القرون الأولىٰ وناقض الصحابة والتابعين. (حجة اللّٰه البالغة ١/ ٤٣١-٤٣٥ حجاز ديوبند، فتاوىٰ رشيديه ٢٣٣-٢٤٤)

وقال الإمام فخر الدين الرازي: إن العامي يجب عليه تقليد العلماء في أحكام الحوادث، لأنه أمر بالرد إلى الرسول و إلى أولي الأمر. (تفسير رازى ١٠/ ٢٠٠)

وقال ابن عبد البر المالكي: ولم تختلف العلماء أن العامة عليها تقليد علمائها، أنهم المرادون بقول اللّٰه عز وجل: فَاسْئَلُوْآ اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ. (جامع بيان العلم وفضله ٢/ ١١٥ بيروت)

وفي شرح جمع الجوامع المحلي...... والأصح أنه يجب على العامي وغيره لهن لم يبلغ رتبة الاجتهاد التزام مذهب معين من مذاهب المجتهدين.

(خلاصة التحقيق/ ٦، مستفاد مجموعه رسائل غير مقلدين از مفتى شبير احمد قاسمى زيده مجده)

وقد نقل الإمام الرازى إجماع المحققين على منع العموم من تقليد أعيان الصحابة وأكابرهم. (خلاصة التحقيق ٤)

وأما تقليد مذهب من مذاهبهم الآن غير المذاهب الأربعة فلا يجوز، لا نقصان في مذهبهم ورجحان المذاهب الأربعة عليهم؛ لأن فيهم الخلفاء المفضلين على جميع الأمة بل لعدم تدوين مذاهبهم وعدم معرفتنا الآن

بشـروطها وقيودها وعدم وصول ذٰلک إلينا بطريق التواتر. (خلاصة التحقيق في بيان حكم التقليد و التلفيق ٣)

وقـد صـرح فـي التـحرير لإبن الهمام أن الإجماع انعقد على عدم العمل بـمـذهـب يـخـالف الأربـعة لانضباط مذاهبهم واشتهارها وكثرة إتباعه. (خلاصة التحقيق ٤، مستفاد: إيضاح المسالك ٢٣-٢٤)

فـإن أهـل السـنة والـجماعات قد افترق بعد القرن الثالثة أو الأربعة على أربـعة الـمـذاهـب ولم يبق في فروع المسائل سوى هذه المذاهب الأربعة، فقد انـعقد الإجماع المركب على بطلان قول من يخالفهم، وقد قال اللّٰه تعالى: وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَ تْ مَصِيْرًا. (تفسير مظهري زكريا ٢/ ٦٤) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۱۱/۱۴۳۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اہلِ سنت والجماعت کا مصداق؟

سـوال (۴۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا اہل سنت والجماعت مسالک اربعہ میں احناف، شوافع، مالکیہ اور حنابلہ سب داخل ہیں یا صرف ان میں ہمارے علمائے دیوبند ہی داخل ہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفيق: اہل سنت والجماعت کا لقب صرف علماء دیوبند ہی میں منحصر نہیں ہے بلکہ ائمہ اربعہ (احناف، شوافع مالکیہ اور حنابلہ) اور ان کے متبعین سب نظریاتی طور پر اہلِ سنت والجماعت میں داخل ہیں، یا بالفاظ دیگر یہ کہا جائے کہ وہ تمام مسالک جو قرآن وسنت اور اجماع کے ساتھ ساتھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو معیارِ حق مانتے ہیں اور حسبِ صراحت حدیث ”ما

أنا عليه و أصحابي'' کی شرط پر مضبوطی سے قائم ہیں اور فکری و عملی بدعات سے دور اور بیزار ہیں، ایسے سب لوگ فرقۂ ناجیہ اہلِ سنت والجماعت کا مصداق قرار پاتے ہیں، علماء دیوبند بھی انہیں میں شامل ہیں۔

إن بني إسرائيل تفرقت على ثنتين و سبعين ملة و تفترق أمتي على ثلاث وسبعين ملة كلهم في النار إلا ملة واحدة، قالوا: من هي يارسول اللّٰه؟ قال: ما أنا عليه و أصحابي، رواه الترمذي. (مشکوٰة شريف ۳۰، ترمذی شريف ۹۲/۲)

قال في المرقا ة: إطرادهم المهتدون المتمسكون بسنتي و سنة الخلفاء الراشدين من بعدي فلا شک ولا ريب أنهم هم أهل السنة والجماعة، وقيل التقدير أهلها من كان على ما أنا عليه و أصحابي من الاعتقاد، والقول والفعل فإن ذٰلک يعرف بالإجماع فما أجمع عليه علماء الإسلام فهو حق، و ما عداه باطل.

(مرقاة المفاتيح، اشرفيه ديو بند ۲٤۸/۱)

عن ابن عمر رضي اللّٰه عنهما قال: قال رسول اللّٰه ﷺ: إن اللّٰه لا يجمع أمتي على ضلالة ويد اللّٰه على الجماعة، وعنه قال رسول اللّٰه ﷺ: إتبعوا السواد الأعظم. (مشکوٰة شريف ۳۰، المستدرك ۲۱۱/۱)

وفي المرقاة: يعبر به الجماعة الكثيرة، والمراد ما عليه أكثر المسلمين، قيل: وهٰذا في أصول الاعتقاد كأركان الإسلام، وأما الفروع كبطلان الوضوء بالمس مثلاً: فلا حاجة فيه إلى الإجماع بل يجوز إتباع كل واحد من المجتهدين كالأئمة الأربعة وما وقع من الخلاف بين الماتريدية والأشعرية فهي ترجع إلى الفروع في الحقيقة فإنها ظنيات. (مرقاة شرح المشكوٰة ۲٤۹/۱-۲۵۰)

خط رسول اللّٰه خطا، ثم قال: هذا سبيل اللّٰه، ثم خط خطوطا عن يمنيه وعن شماله، وقال: هذه سبيلي، على كل سبيل منها شيطان، يدعوا إليه وقرأ:

﴿وَاَنَّ هٰـذَا صِـرَاطِـىْ مُسْتَـقِيْـمًا﴾ أقول: الفرقة الناجية هم الآخذون في العقيدة والعمل جميعا بما ظهر من الكتاب والسنة وجرى عليه جمهور الصحابة و التابعين، و إن اختلفوا فيما بينهم فيما لم يشتهر فيه نص ولا ظهر من الصحابة اتفاق عليه استدلالا منهم ببعض ماهناک أو تفسيرا المجملة. (حجة اللّٰه البالغة ۱/ ٤٧٦)

إن هذه المذاهب الأربعة المدونة المحررة قد اجتمعت الأمة أو من يعتد به منها على جواز تقليدها إلى يومنا هذا (حجة اللّٰه البالغة ۱/ ٤٣١- ٤٣٢)

أهل الحق منهم أهل السنة والجماعة المنحصرون بإجماع من يُعتد بهم في الحنفية والشافعية والمالكية والحنابلة. (مائة دروس، مؤلفه: حكيم الأمة حضرت تهانوی، بحواله: غیر مقلدین کے ٥٦ اعتراضات ٦) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۸/۵/۱۴۳۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مودودیت

مودودی فرقہ کے عقائد کیا ہیں؟

سوال (۴۵): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مودودی فرقہ کیا ہے اور ان کا عقیدہ کیا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کے ماننے والوں کو مودودی کہا جاتا ہے، یہ لوگ امت میں کسی کو حتی کہ حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھی تنقید سے بالاتر نہیں سمجھتے، قرآنِ کریم کی تفسیر بالرائے کرتے ہیں، اسلاف کرام کی توہین کرتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ (مودودی صاحب کی تصانیف مثلاً: تفہیم القرآن، رسائل ومسائل، تفہیمات، وغیرہ اس پر شاہد ہیں) اس لیے یہ فرقہ گمراہ ہے۔...... حالاں کہ:

الف: - (صحابہ معیارِ حق ہیں) ﴿أُولٰئِکَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا﴾ [الانفال٤]

﴿فَإِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَا اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا﴾ [البقرة: ١٣٧]

﴿وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا كَمَا اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوْا اَنُؤْمِنُ كَمَا اٰمَنَ السُّفَهَاءُ، اَلاَ اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَاءُ﴾ [القرة: ١٣]

والصحابة كلهم عدول مطلقاً لظواهر الكتاب وسنة وإجماع من يعتد به. (مرقاة المفاتيح ٥/١٧٥)

ليس في الصحابة من يكذب وغير ثقة. (عمدة القاري ٢/١٠٥)

عن عبد الله بن عُمر رضي الله عنهما قال: "من كان مستنا فليستن بمن

قـد مـات، أولٰـئک أصـحـاب محمد صلى اللّٰه عليه وسلم كانوا خير هٰذه الأمة أبـرهـا قلوباً وأعمقها علماً وأقلها تكلفا، قوم اختارهم اللّٰه لصحبة نبيه صلى اللّٰه عـليـه وسلم ونقل دينه فتشبهوا بأخلاقهم وطرائقهم، فهم أصحاب محمد صلى اللّٰه عليه وسلم كانوا على الهدى المستقيم واللّٰه رب الكعبة". (الحلية الأولياء لأبي نعيم الأصفهاني ۱/ ۳۰۵، حياة الصحابة ۱/ ۲۳)

ب:- (اسلاف کی توہین حرام ہے) مـن أبغض عالماً من غير سبب ظاهرٍ خيف عليه الكفرَ. (شرح الفقه الأكبر ۱۷۳)

ولـو قـال لـلـفقيه دانش مندک، إن لم يكن قصده الاستخفاف بالدين لا يكفر، وإن كان يكفر. (خلاصة الفتاویٰ ٤/ ۳۸۸)

عن عبد اللّٰه بن عمر رضي اللّٰه عنهما قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: سباب المسلم فسوق. (رواه مسلم ۱/ ۵۸)

وقـال الشـامـي: إهانة أهل العلم كفر على المختار. فتاویٰ بديعية. (شامی کراچی ٤/ ۷۲، بزازية ٦/ ۳۳٦، شرح الفقه الأكبر ۱۷۳، مجمع الأنهر ۱/ ٦۹۵، هندية ۲/ ۲۷۱، الفتاویٰ التاتارخانية ۵/ ۵۰۸ کراچی، المحيط البرهاني ۵/ ۵٦۹، فتاویٰ محمودیه ڈابھیل ۲/ ۵۲۱)

ج:- (تفسیر بالرائے جائز نہیں ہے) عن ابن عباس رضى اللّٰه عنهما قال: قال رسـول الـلّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: من قال في القرآن بغير علم فليتبوأ مقعده من النار. (سنن الترمذي ۲/ ۱۲۳، سنن أبي داؤد ۲/ ۱۵۸، مشكوٰة المصابيح ۱/ ۳۵)

عـن جـنـدب رضـي الـلّٰـه تـعـالیٰ عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: من قال في القرآن برأيه فأصاب فقد أخطأ. (سنن الترمذي ۲/ ۱۲۳، سنن أبي داؤد ۲/ ۱۵۸، مشكوٰة المصابيح ۱/ ۳۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ ۱۲/۲/۱۴۱۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

اہلِ سنت والجماعت اور مودودی میں اختلاف ہے

سوال(۴۶):-کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مودودی صاحب اور ہمارے درمیان کیا اختلاف ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: مودودی عقائد؛ اہلِ سنت والجماعت کے خلاف ہیں، عصمت انبیاء، تفسیر بالرائے، تقلید ائمہ، مقام صحابہ اور بہت سے امور ہیں، جن میں وہ اہلِ سنت سے اختلاف کرتے ہیں، اس موضوع پر متعدد تصانیف لکھی گئی ہیں جن میں علماء نے تفصیل کے ساتھ مودودی تصانیف وغیرہ کا مطالعہ کرکے حق کو واضح کیا ہے، نیز فتاویٰ محمودیہ اور احسن الفتاویٰ وغیرہ میں اس بارے میں تفصیلی فتاویٰ موجود ہیں، ان کا مطالعہ مفید ہے۔

اہلِ سنت والجماعت کا مصداق:

أهل الحق منهم أهل السنة والجماعة المنحصرون بإجماع من يُعتد بهم في الحنفية والشافعية والمالكية والحنابلة. (مائة دروس، مؤلفه: حكيم الأمة حضرت تهانوى، بحواله: غير مقلدين كے ٥٦ /اعتراضات ٦)

قال في المرقاة: إطرادهم المهتدون المتمسكون بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين من بعدي فلا شک ولا ريب أنهم هم أهل السنة والجماعة، وقيل التقدير أهلها من كان على ما أنا عليه وأصحابي من الاعتقاد، والقول والفعل فإن ذلک يعرف بالإجماع فما أجمع عليه علماء الإسلام فهو حق، وما عداه باطل.

(مرقاة المفاتيح، اشرفيه ديو بند ١/ ٢٤٨)

عصمتِ انبیاء:

﴿وَلَوْ لَا اَنْ ثَبَّتْنٰکَ لَقَدْ كِدتَّ تَرْكَنُ اِلَيْهِمْ شَيْئًا قَلِيْلًا﴾ [بنى اسرائيل: ٧٤]

﴿مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى﴾ [النجم: ٢]

﴿وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَا اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ﴾ [يوسف: ٢٤]

إن الأنبياء معصومون عن الكذب في التبليغ وغيره خصوصاً فيما يتعلق بأمر الشرائع وتبليغ الأحكام وإرشاد الأمة وهو أنهم معصومون من الكفر قبل الوحي وبعده بالإجماع. (نبراس ٢٨٣)

والمختار عندي أنهم معصومون عن وساوس الشيطان وعن الكذب والكبائر والصغائر عمداً وسهواً قبل البعثة وبعدها. (مرام الكلام ٣٢)

والأنبياء عليهم الصلاة والسلام كلهم منزهون عن الصغائر والكبائر.

(شرح الفقه الأكبر ٥٦)

قال القاضي عياض: واعلم أن الأمة مجتمعة على عصمة النبي من الشيطان في جسمه وخاطره ولسانه. (تفسير خازن ٢/ ٢٧٠)

تفسیر بالرائے جائز نہیں ہے:

عن ابن عباس رضى اللّٰه عنهما قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: من قال في القرآن بغير علم فليتبوأ مقعده من النار. (سنن الترمذي ٢/ ١٢٣، سنن أبي داؤد ٢/ ١٥٨، مشكوٰة المصابيح ١/ ٣٥)

عن جندب رضي اللّٰه تعالىٰ عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: من قال في القرآن برأيه فأصاب فقد أخطأ. (سنن الترمذي ٢/ ١٢٣، سنن أبي داؤد ٢/ ١٥٨، مشكوٰة المصابيح ١/ ٣٥)

تقلیدِ ائمہ:

عن علي رضي اللّٰه تعالىٰ عنه قال: قلت يا رسول اللّٰه! إن نزل بنا أمر ليس فيها بيان أمر ولا نهي فما تأمرني؟ قال: شاوروا فيه الفقهاء والعابدين ولا تمضوا فيه رأي خاصة. (رواه الطبراني في الأوسط ٢/ ٣٦٨)

وقال الإمام فخر الدين الرازي: إن العامي يجب عليه تقليد العلماء فيأحكام

الحوادث، لأنه أمر بالرد إلى الرسول و إلى أولى الأمر. (تفسير رازى ۱۰/ ۲۰۰)

وقال ابن عبد البر المالكي: ولم تختلف العلماء أن العامة عليها تقليد علمائها، أنهم المرادون بقول اللّٰه عز وجل: فَاسْئَلُوْآ اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ. (جامع بيان العلم وفضله ۲/ ۱۱۵ بيروت)

وفي شرح جمع الجوامع المحلي ...... والأصح أنه يجب على العامي وغيره لهن لم يبلغ رتبة الاجتهاد التزام مذهب معين من مذاهب المجتهدين.

(خلاصة التحقيق ٦، مستفاد: إيضاح المسالك ۳۰)

وقد نقل الإمام الرازى إجماع المحققين على منع العموم من تقليد أعيان الصحابة و أكابرهم. (خلاصة التحقيق/ ٤)

صحابہ معیارِحق ہیں:

﴿اُولٰئِکَ هُمُ الْمُؤمِنُوْنَ حَقًّا﴾ [الانفال ٤]

﴿فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَا اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا﴾ [البقرة: ۱۳۷]

﴿وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا كَمَا اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوْا اَنُؤْمِنُ كَمَا اٰمَنَ السُّفَهَاءُ، اَلَا اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَاءُ﴾ [القرة: ۱۳]

والصحابة كلهم عدول مطلقاً لظواهر الكتاب وسنة وإجماع من يعتد به. (مرقاة المفاتيح ٥/ ٥١٧)

ليس في الصحابة من يكذب وغير ثقة. (عمدة القاري ٢/ ١٠٥)

عن عبد اللّٰه بن عُمر رضي اللّٰه عنهما قال: "من كان مستنا فليستن بمن قد مات، أولٰئک أصحاب محمد صلى اللّٰه عليه وسلم كانوا خير هٰذه الأمة أبرها قلوباً وأعمقها علماً وأقلها تكلفا، قوم اختارهم اللّٰه لصحبة نبيه صلى اللّٰه عليه وسلم ونقل دينه فتشبهوا بأخلاقهم وطرائقهم، فهم أصحاب محمد صلى

اللّٰہ علیه وسلم کانوا علی الهدی المستقیم واللّٰہ رب الکعبة". (الحلیة الأولیاء لأبي نعیم الأصفهاني ۱/ ۳۰۵، حیاة الصحابة ۱/ ۲۳) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲/ ۲/ ۱۴۱۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

تفہیم القرآن پڑھنے کا حکم؟

سوال (۴۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: احقر سید ابوالاعلیٰ مودودی کی تفسیر ''تفہیم القرآن'' کا مطالعہ کرتا ہے، جس سے مجھے دین کے سمجھنے اور عقیدہ کے اعتبار سے بے انتہاء فیض پہنچا ہے، ویسے اور تفاسیر بھی میرے مطالعہ سے گذریں؛ لیکن جو فیض مجھے اللہ ورسول کے احکام کو سمجھنے میں تفہیم القرآن سے ہوا اور تفاسیر سے نہیں، ویسے اوروں سے بھی ہوا، مگر تسلی وتشفی بخش جو سکون قلبی مولانا مودودیؒ کی تفسیر سے ہوا اس کے مقابلہ میں اوروں سے وہ نہ ہوا، اس میں احقر کی نظر میں کافی خوبیاں ہیں، مگر دو خوبیاں ایسی ہیں جنہوں نے مجھے اللہ کے دین سمجھنے پر اکسایا: ایک یہ کہ اس میں نقشہ جات موجود ہیں، دوسرے کسی بارے میں قرآنِ کریم سے کسی وقت جو کچھ دین کے بارے میں سمجھنا چاہتا ہوں، تو آخر میں جو فہرست لغت کے طریقہ پر دی ہے اس سے مجھے کافی استفادہ ہو رہا ہے، اور اللہ کے حکم اور رسول کے طریقہ پر گامزن ہونے کو دل راغب ہوتا جا رہا ہے؛ لہٰذا عند اللہ جواب سے نوازا جائے کہ آیا اس کا مطالعہ یا اس کا پڑھنا صحیح ہے یا غلط؟ یعنی خادم اس کو پڑھے یا نہیں؟ احقر خدا کے فضل سے حافظ قرآن بھی ہے، بچوں کو تعلیم دینا میرا کام ہے، سلیم پور میں ایک دینی ادارہ بھی چلا رہا ہوں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مودودی صاحبؒ کی تفسیر ''تفہیم القرآن'' میں بہت سی چیزیں جمہور اہل سنت والجماعت کے مسلک کے خلاف ہیں، عامۃ المسلمین کا اس کو پڑھنا یا سننا اعتقادی اور عملی گمراہی اور غلطی کا موجب بن سکتا ہے، اس لئے اس سے پرہیز لازم ہے۔

جیسا کہ درج ذیل اقتباسات سے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کی شانِ اقدس میں مودودی صاحب کی زبان درازی کا ثبوت ملتا ہے:

چناں چہ مودودی صاحب نے لکھا ہے کہ:

(۱) ''حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی بشری کمزوریوں سے مغلوب اور جاہلیت کے جذبے کے شکار ہو گئے''۔ (تفہیم القرآن ۲/۳۴۴، ہود: ۴۶، مکتبہ تعمیر انسانیت موچی دروازہ لاہور)

اور حضرت یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں لکھا ہے کہ:

(۲) ''حضرت یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فریضۂ رسالت کی ادائیگی میں کچھ کوتاہیاں ہوئی تھیں''۔ (تفہیم القرآن ۶/۲۱۲-۲۱۳ یونس)

اور حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں لکھا ہے کہ:

(۳) ''داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فعل میں خواہش نفس کا کچھ دخل تھا، اس کا حاکمانہ اقتدار کے نامناسب استعمال سے بھی کوئی تعلق تھا اور وہ کوئی ایسا فعل تھا جو حق کے ساتھ حکومت کرنے والے کسی فرماں روا کو زیب نہیں دیتا تھا''۔ (تفہیم القرآن ۴/۳۲۷ ص: ۲۶، مکتبہ تعمیر انسانیت موچی دروازہ لاہور، مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ڈابھیل ۲/۱۶۸)

اور جہاں تک دین الٰہی کو سمجھنے کی بات ہے تو اس کے لئے دینیات پر بہت ساری کتابیں جو عین جمہور اہل سنت والجماعت کے مسلک کے مطابق موجود ہیں، اس کے مطالعہ سے دین کی فہم اور آسان ہے؛ اس لئے بہتر یہ ہے کہ آپ قرآن فہمی کے لئے تفسیر ''معارف القرآن'' مؤلفہ: حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ، ''بیان القرآن'' مؤلفہ: حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ، ''تفسیر مظہری'' مؤلفہ: حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ وغیرہ کا مطالعہ فرمائیں۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ڈابھیل ۲/۱۶۷) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۰/۳/۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

مودودی صاحب کی کتابیں پڑھنا؟

سوال (۴۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مودودی صاحب کی کتابیں پڑھنے کا کیا حکم ہے؟ کیا ان کی کتابیں پڑھنے سے گمراہ ہونے کا اندیشہ ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جی ہاں مودودی صاحب کی کتابیں پڑھنے سے گمراہی کا صرف اندیشہ ہی نہیں؛ بلکہ واقعہ یہ ہے کہ ان کی تصنیفات استفادہ کی نیت سے پڑھنے والا عموماً آزاد مزاجی اور علماء سلف کی طرف سے بداعتمادی کا شکار ہو جاتا ہے، جو ضلالت وگمراہی کا اولین مرحلہ ہے، تفسیر بالرائے، تنقید انبیاء علیہم السلام، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، مذمت تقلید اور ہر معاملہ میں جدت پسندی مودودی صاحب کی تصانیف میں جگہ جگہ نظر آتی ہے۔ (احسن الفتاویٰ ۱/۳۰۸-۳۱۴، فتاویٰ محمودیہ میرٹھ ۴/۱۳۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۱۴/۲/۲۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

جماعتِ اسلامی کی ہمہ جہت سرگرمیوں کے باوجود اس کی تائید کیوں نہیں کی جاتی؟

سوال (۴۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا اسکول، کالج اور یونیورسٹی کے طلباء اور طالبات کو آسان اور عام فہم زبان میں لکھا ہوا تفہیم القرآن، تفہیم الاحادیث، محسنِ انسانیت، داعی اعظم، عصمتِ انبیاء کرام علیہم السلام، عظمت صحابۂ رسول رضی اللہ عنہم، شہادتِ حق، سلامتی کا راستہ، خطباتِ حرم اور جماعتِ اسلامی کی دیگر دینی کتابیں انعامات میں دی جاسکتی ہیں؟

کیا شادی بیاہ کے موقع پر دولہا دولہن کے گھر والوں کو تفہیم القرآن، تفہیم الاحادیث، پردہ، ازواج مطہرات، خواتین اور دینی مسائل، اسلامی انقلاب میں خواتین کا کردار، عورت اور اسلام، عورت قرآن کی نظر میں اور مرکزی مکتبہ اسلامی کی دوسری دینی کتابیں بطور ہدیہ دی جاسکتی ہیں؟

جماعتِ اسلامی کی بعض کتابوں کا پچاس سے زائد اہم زبانوں میں ترجمہ ہوا ہے اور دنیا کی بہت ساری دینی درس گاہوں اور یونیورسٹی کے نصاب میں داخل ہیں، کیا ہم بھی اپنے دینی مدرسوں میں، ادارہ کے ذمہ داروں کے متفقہ رائے پر جماعت کی ایسی کتابیں نصاب میں داخل کر سکتے ہیں؟

دنیا کے بہت سارے علاقوں میں غیر مسلم بھائیوں کے تہواروں اور تقریبات کے موقع پر جماعت اسلامی کے بک اسٹال لگتے ہیں، بے شمار اسلامی لٹریچر کی نمائش اور خرید وفروخت ہوتی ہے، ایسے مواقع میں بعض حضرات دینی کتابیں خرید کر اپنوں اور غیروں میں مفت تقسیم کرتے ہیں، علاوہ ازیں جماعت کے احباب غیر مسلم بھائیوں کو عید ملن کی تقریب اور افطار پر مدعو کرتے ہیں، کیا حقائق کو واضح کرنے کی غرض سے پوپ، پنڈت، پروہت، پجاریوں اور غیر مسلم قائدین کو ان تقاریب اور افطار پر مدعو کرنا شرعا جائز ہے؟

تحریک اسلامی کے علمبردار نے اس حقیقت کے مختلف پہلوؤں کا تذکرہ کیا کہ گیارہ ستمبر کے سانحہ کے بعد یوروپی اور امریکی اقوام اسلامی علوم کی حقانیت اور صداقت کو قریب سے پرکھنے اور پہچاننے کی جستجو میں لگ گئے، انہوں نے کتاب وسنت کی طرف رجوع کیا، ادب واحترام سے ان کا مطالعہ کیا اور ان پر غور وفکر کیا، تحریک کے متحرک اور فعال کرداروں نے وہاں کے مختلف اسلامی تنظیموں کا بروقت تعاون حاصل کیا اور تراجم اور تفاسیر کی کتابوں کی بڑھتی ہوئی مانگ کو پورا کیا، مختلف موضوعات پر مشتمل اسلامی لٹریچر کا معقول انتظام کیا، حق کے طالب اہل علم مرد اور خواتین کتاب وسنت کی ٹھوس اور پرکشش تعلیمات سے بہت متاثر ہوئے اور ان کی ایک کثیر تعداد نے دین اسلام کو قبول کرنے میں پہل کی، اب یہ تربیت یافتہ نومسلم تحریک سے جڑ کر دین اسلام کی خدمت میں لگ گئے، انہوں نے اپنے گرجا گھر مسلمانوں کے حوالہ کردیا، کیا ان گرجا گھروں میں نمازیں پڑھی جاسکتی ہیں؟ یا ان کو مسمار کر کے اس کی جگہ ازسرنو مسجدیں تعمیر کرنا ہوگا، شرعا کیا حکم

ہے؟ کیاحق کے متلاشی غیر مسلم بھائیوں کو ان کے اپنے بار بار مطالبات پر تراجم اور تفاسیر کی کتابیں دی جاسکتی ہیں، شرعاً کیا حکم ہے؟

جماعت اسلامی نے دلسوزی کے ساتھ اس حقیقت کی سخت مذمت کی اور رنج وغم کا اظہار کیا کہ آج دنیا بہت تیزی سے برائی کی طرف لپک رہی ہے خود مسلم مملکتیں بھی ان برائیوں سے دوچار ہیں، غیر تو غیر خود مسلمانوں کے گھر بھی بداعمالیوں سے محفوظ نہ رہ سکے، لوگ بہت آسانی سے برائیوں کے سیلاب میں بہہ گئے، رشوت، جوا، شراب، سود، زنا، عریانی، بے دینی، بددیانتی، فحش گوئی، بدکلامی، فلم بینی، فیشن، فحش ناچ گانا، غلط رسوم ورواج، فتنہ وفساد، لوٹ مار، قتل وغارت گری نے سماج کو بالکل کھوکھلا کردیا ہے، عزت وآبرو پر حملہ، ماں بہنوں کی عصمت درازی، چوری ڈکیتی، خون ریزی، باطل قوت، اور باطل نظریہ نے معاشرہ کو فنا کے گھاٹ اتار دیا ہے، ایسے نازک اور خطرناک حالات میں بھی تحریک سے وابستہ باشعور اللہ کے مخلص بندے امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے اس اہم فریضہ کو انجام دینے میں میدان عمل میں نہایت ہی سرگرم پائے گئے، برائی اور بداعمالی کے خلاف انہوں نے اپنا قلم اٹھایا، تحریر، تقاریر اور وعظ ونصیحت کی مجالس کا اہتمام کیا، تشدد، ظلم وستم اور جرائم کے خلاف احتجاج کیا، اسمبلی، پارلیمنٹ، عدالت اور حکومت کے ایوانوں سے آواز اٹھائی، مختلف مذاہب کے پیشواؤں سے خصوصی ملاقاتیں کی، مختلف اقوام کے قائدین کو متحدہ پلیٹ فارم پر جمع کیا، معروف اور منکر کو قرآن وحدیث کی روشنی میں وضاحت کے ساتھ انٹرنیٹ پر دنیا کے سامنے پیش کیا، خیر کے پہلولوگوں کے سامنے کھلتے گئے اور عوام نے انہیں قبول کیا، نیکی سے رغبت اور برائی سے نفرت پیدا ہوئی، عالمی سطح پر مسلم حکمرانوں اور مسلم رعایا کی زندگیوں میں تبدیلیاں آئیں، معصیت سے منہ موڑا، اللہ کی طرف رجوع کیا، توبہ واستغفار کے دامن کو تھاما، قول وعمل سے اسلامی طرز زندگی کو ترجیح دینے لگے، اس طرح نیکی کی طرف بلانے، بھلائی کا حکم دینے اور برائیوں سے روکنے کی راہ ہموار ہوئی، کیا انسانی سماج کی اصلاح اور بہتری کے لئے امتِ مسلمہ کو ہندو، سکھ، عیسائی، اور دوسرے مذاہب کے اہل علم دانشور طبقہ سے مشترکہ تعاون حاصل کرنا شرعا

درست ہے؟ شریعت مطہرہ میں جماعت اسلامی کی یہ مستقل اجتماعی کوشش کیا حیثیت ہے؟

تحریک اسلامی کا یہ قافلہ اپنے اندر کتاب وسنت کی خوبیوں کو سمیٹ کر ساری دنیا میں اقامت دین اور اشاعت دین کے لئے بے انتہا کوشش کر رہی ہے، کٹھن مراحل اور صبر آزما ادوار میں بھی یہ احباب اللہ کی راہ میں ہمیشہ ثابت قدم رہے، ان لوگوں میں ہمہ وقت یہی فکر دامن گیر رہتی ہے کہ مسلمانوں کی تعلیم وتربیت اور ان کی اصلاح کتاب وسنت کے عین مطابق ہوا اور غیر مسلموں میں دعوت وتبلیغ کا کام مستقل طور پر چلتا رہے، یہ تو محض توفیق الٰہی ہے کہ تحریک نے لوگوں میں اچھے تأثرات پیدا کئے، راہ راست سے ہٹ کر غیر اللہ کی عبادت اور ان سے مرادیں مانگنا، اس غلط تصور کو مٹا کر اللہ وحدہ لاشریک سے رشتہ جوڑا اور کتاب وسنت کی تعلیمات سے ممکن حد تک آراستہ کیا، مغربی تہذیب کے دلدل میں پھنسی ہوئی انسانیت کو سنبھالا اور ان کی صحیح رہ نمائی کی، دینی تعلیم سے ناواقف یوروپی اور امریکی مسلم قوم کی زندگیوں میں تحریک بہت سی تبدیلیاں لائی اور ان میں دینی شعور پیدا کیا، گمراہیوں کے دہانے پر کھڑے لاکھوں انسانوں کو تھاما اور صحیح سمت پر لگایا، اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کو لوگوں میں عام کرنے، قرآن وحدیث سے امت مسلمہ کے رشتہ کو مضبوط کرنے، حق وانصاف اور صداقت پر مبنی اسلامی طرز حکومت قائم کرنے، خدائی قانون نافذ کرنے، شرعی حد جاری کرنے، ان تمام نیک اور جائز مقاصد کے حصول کے لئے عالمی سطح پر جماعتِ اسلامی ایک مہم چلا رہی ہے، جس میں امتِ مسلمہ کا پڑھا لکھا نوجوان طبقہ، مختلف دینی مدارس اور مکاتب کے حضرات علمائے کرام اور بزرگان دین نمایاں حصہ لے رہے ہیں، جگہ جگہ اسلامی انقلاب برپا کیا جا رہا ہے، تحریک زور پکڑ رہی ہے، لوگ تحریک سے بہت متاثر ہوئے، مسلم رعایا کی دینی بیداری سے باطل حکمرانوں کو خطرہ لاحق ہوا، ان کے پیر سے اقتدار کی کرسی کھسکنے لگی، اس پر بعض افراد اعتراض کرنے لگے کہ حکومت کا حصول ایک ہوس، لالچ، اور خالص سیاست ہے، کیا سیاست اسلامی شعبہ سے خارج ہے؟ کیا نیک مقاصد کے حصول کیلئے اقتدار کی کرسی سنبھالنا قطعاً ناجائز ہے؟ کیا حکومت کی گدی پر بیٹھ کر نظام عدل، نظام سیاست اور نظام تعلیم کو اسلامی طرز پر ترتیب دینا جرم عظیم ہے؟ کیا حکومت کے منصب پر رہ کر اللہ کی زمین پر

امن وامان اور عدل وانصاف قائم کرنا اور بڑھتی ہوئی برائیوں کے خلاف ٹھوس اقدام اٹھانا اور فتنہ وفساد پر قابو پانا بیکار لغو بات ہیں؟ کیا امتِ مسلمہ کا سیاست سے وابستہ ہونا اور ایک اچھی حکومت کا برسر اقتدار پر لانا شرعاً درست ہے؟

ہر مقام اور ہر محاذ پر جماعتِ اسلامی قرآنِ پاک کی اہمیت اور افضلیت کا تذکرہ کرتی ہے کہ کلام پاک پوری انسانیت کے لئے رشد وہدایت کا سب سے بہتر ذریعہ ہے، انسانیت کے نام اللہ کے اس عظیم پیغام کو بندگان خدا تک پہنچانا عین عبادت اور باعثِ ثواب ہے، اس سے دوری مسلمانوں کی ذلت، رسوائی اور پستی کا سبب ہے، قوم وملت کے زوال کا سبب اس کتاب سے بے تعلقی اور بے راہ روی ہے، جماعت سے وابستہ اللہ کے مقرب بندوں نے رضائے الٰہی کی خاطر امت مسلمہ کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کو سدھارا اور سنوارا، درس قرآن اور درس حدیث کا معقول انتظام کیا اور امتِ مسلمہ کے ہر فرد، بچے، بوڑھے اور نوجوان کو علم وعمل سے آراستہ کیا، انٹرنیٹ اور ویب سائیٹ پر اللہ اور اللہ کے رسول کا پیغام گھر گھر پہنچایا اور کتاب وسنت کی تعلیم کو دنیا میں عام کیا، یہ تو جماعت اسلامی کی ایک بہت بڑی سعادت اور بھاری ذمہ داری ہے کہ اس نے ہندوستان کی چودہ زبانوں میں اور دنیا کی اہم اور کثرت سے بولی اور سمجھی جانے والی زبانوں میں قرآن مجید کا ترجمہ اور تفسیر کا اہتمام کیا، عالم اسلام نے جماعتِ اسلامی کی اس خدمت کی بڑی قدر دانی کی اور مسلم دنیا نے اہلا وسہلاً کر کے استقبال کیا، قرآنِ پاک کو کثرت سے پڑھنے، سمجھنے، اس پر عمل کرنے اور اس کی تعلیمات کو دوسروں میں عام کرنے کی غرض سے جگہ جگہ چھوٹے بڑے شہروں اور قریوں میں درس وتدریس کا اہتمام کیا۔

ففروا إلى اللّٰه، أدخلوا في السلم كافة، كونوا انصار اللّٰه، وأطيعوا اللّٰه وأطيعوا الرسول، فاستبقوا الخيرات، أمر بالمعروف ونهي عن المنكر، رضي اللّٰه عنهم ورضوا عنه، حي على الفلاح، واعتصموا بحبل اللّٰه جميعا ولا تفرقوا، إياك نعبد وإياك نستعين، وكفى بربك هاديا ونصيرا، فإن اللّٰه سريع الحساب، جیسے قرآنی آیات پر عالمی سطح پر اجتماعات کا اہتمام کیا، ان تمام اجتماعات میں غیر

مسلموں کی ایک بڑی تعداد نے شرکت کی، جدہ، سعودی عرب سے تفہیم القرآن کے ترجمہ اور تفاسیر کو پورے اہتمام کے ساتھ ویب سائٹ آن لائن پر پیش کر رہی ہے، اس پر بعض احباب کا اصرار ہے کہ قرآن کو سمجھ کر پڑھنا علماء کا کام ہے، کیا واقعی قرآن فہمی صرف علماء کے لئے خاص ہے؟ کیا وقت اور زمانہ کے درپیش مسائل کے حل کے لئے عام مسلمان قرآن کی سورتوں اور آیتوں پر غور وفکر اور تدبر کر سکتا ہے؟ کیا امتِ مسلمہ قرآنی احکام وقوانین سے واقفیت حاصل کرنے اور ان کو اپنی زندگی میں لاگو کرنے کی غرض سے ترجمہ اور تفسیر کی کتابوں کا مطالعہ کر سکتی ہے، کیا قرآن پاک کی تفسیر وتشریح اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی مفصل ومدلل تشریح وتوضیح کے لئے انٹرنیٹ اور ویب سائیٹ کا استعمال شرعا جائز ہے؟ کیا اقامتِ دین اور اشاعتِ دین کی راہ میں جماعتِ اسلامی کے نشر واشاعت کا یہ طریقۂ کار شرعی اعتبار سے درست ہے؟

جماعتِ اسلامی مختلف مجالس میں صداقت کے ساتھ اس بات کا تذکرہ کرتی ہے کہ انبیاء کرام نے اپنے اپنے دور میں بنی نوع انسان کو دینِ حق کی طرف بلایا، بعضوں نے حق کو قبول کیا اور بعضوں نے رد کیا اور ایذائیں پہنچائیں، مگر انبیاء کی جماعتِ حق کی راہ میں ثابت قدم رہی اور دین کی خاطر کافر ومشرک کی ساری تکالیف کو برداشت کیا، سید البشر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم توحید ورسالت اور آخرت کا پیغام لے کر عرب کی سرزمین پر تن تنہا کھڑے ہوتے ہیں، مشرکانہ ماحول اور نہایت ہی سنگین حالات میں دعوت وتبلیغ کے کام کا آغاز ہوتا ہے، دشمنانِ اسلام آپ ﷺ پر مظالم ومصائب کے پہاڑ توڑنے لگتے ہیں اور یہ لوگ مخالفت میں انتہائی شدت برتتے ہیں، آپ ﷺ کے راستے میں کانٹے بچھائے جاتے ہیں اور اوپر سے کوڑا کرکٹ پھینکا جاتا ہے، آپ ﷺ پر پتھروں کی بارش ہوتی ہے اور جسمِ اطہر لہولہان، آپ ﷺ کا دندانِ مبارک شہید ہوتا ہے، آپ ﷺ کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا کلیجہ چبایا جاتا ہے، آپ ﷺ کے بہت سارے ساتھی اللہ کی راہ میں مارے جاتے ہیں، بہت سی عورتیں بیوہ اور بہت سے بچے یتیم ہو جاتے ہیں، باوجود ان تکالیف کے دین اسلام کو برابر پیش کیا جاتا ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم غیر مسلم سلاطین کے نام خطوط لکھتے ہیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت کو ان کی طرف روانہ کرتے اور دین کی دعوت دیتے ہیں۔

اس پس منظر کو پیش کر کے جماعتِ اسلامی اس بات پر زور دیتی ہے کہ امتِ مسلمہ کو ہر حال میں دعوت کے اس فریضہ کو نبھانا ہے، اس بات کا بھی تذکرہ کرتی ہے کہ بہت ساری محنتوں، مشقتوں، اور قربانیوں کے بعد اسلام کی دولت مسلمانوں کے حصہ میں آئی ہے، حالات سازگار ہوں یا نہ ہوں، ہر حال میں امتِ مسلمہ کو دعوت کا فریضہ انجام دینا ہوگا تحریر و تقریر، افعال و اقوال، وعظ و نصیحت، خصوصی ملاقات اور دوسرے ذرائع سے جیسا کہ پرنٹ میڈیا، الیکٹرانک میڈیا، انٹرنیٹ اور ویب سائٹ کو اپنا کر ان غیر مسلموں تک اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کا پیغام پہنچایا، اس پر بعض لوگوں نے اعتراض بھی کیا اور اصرار بھی کہ موجودہ دور میں غیر مسلموں میں دعوت و تبلیغ کا کام غیر ضروری ہے، کیا اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کا پیغام صرف مسلمانوں کے لئے خاص ہے؟ کیا غیر مسلموں میں دعوت و تبلیغ کا کام ایک مخصوص مدت کے لئے متعین تھا؟ کیا نو مسلم بھائیوں کا یہ کہنا ٹھیک ہے کہ موجودہ دور میں مسلمانوں نے غیر مسلموں میں دعوت و تبلیغ کے اس اہم فریضہ کو غیر ضروری سمجھ کر رد کرنے کی بناء پر ان کے باپ دادا نے کفر کی حالت میں جان دی؟ کیا دعوت و تبلیغ کے کام میں لاپرواہی اور غفلت برتنے پر خدا کے دربار میں امت مسلمہ کی گرفت ہوگی؟ سید الانبیاء کی ذات اقدس انسانیت کے لئے مستقل نمونۂ عمل اور عالم گیر چشمۂ ہدایت ہے، نبوت کے منصب پر فائز ہونے کے بعد سے حیات نبوی کی آخری ساعت تک اپنی ۲۳ رسالہ مکی و مدنی زندگی میں آپ نے بیک وقت براہِ راست مسلمانوں کی اصلاح و تعلیم و تربیت فرمائی اور غیر مسلموں میں دعوت کا کام کیا، جس کے نتیجہ میں ایک لاکھ چوبیس ہزار سے زائد افراد آپ پر ایمان لے آئے، آپ کے بعد صحابہ و تابعین، محدثین، اولیاء اللہ اور بزرگان دین نے دعوت کے اس مشن کو جاری رکھا، کیا امتِ مسلمہ جماعت کی دعوتی و تبلیغی سرگرمیوں میں حصہ لے سکتی ہے؟ شریعتِ مطہرہ میں جماعتِ اسلامی کی دعوتی و تبلیغی طریقۂ کار کی کیا حیثیت ہے؟

مختلف مقامات پر مختلف اوقات میں دشمنانِ اسلام کی طرف سے اٹھائے جانے والے اعتراضات اور مسلمانوں کے خلاف خود حکومت کی غلط پالیسیوں پر جماعتِ اسلامی کے ذمہ داروں نے ٹھوس اقدامات اٹھائے ہیں، قادیانی اور منکرین حدیث کے خلاف حکومت کے ایوانوں میں

آواز اٹھائی، پرزور احتجاج کیا، پولیس نے جماعت کے ذمہ داروں کو حراست میں لیا، اس سلسلہ میں جیل جانا پڑا، دین کی خاطر سب کچھ برداشت کیا، کیا جماعت کا یہ اقدام شرعاً قابل قبول ہے؟

ساٹھ سال کی ایک لمبی مدت میں تحریک اسلامی کے بے شمار مجاہدین نے اللہ کی راہ میں پسینہ بہایا اور خون بھی، سر کی بازی بھی لگائی اور دھڑ کی بازی بھی، رضائے الٰہی کی خاطر ان سب قربانیوں کے نتیجہ میں گھر گھر، گلی گلی، گاؤں گاؤں، دور دور تک قرآن اور صاحب قرآن کا پیغام گونج اٹھا، ایشیائی اور افریقی ممالک ہی نہیں؛ بلکہ یوروپی اور امریکی ممالک بھی تحریک اسلامی سے بہت متاثر ہوئے، اغیار بھی اعتراف کرنے لگے کہ دین اسلام ایک منصفانہ عالمی نظام کا قائل ہے، اس میں تمام انسانوں کی ہدایت کا سامان ہے، لاکھوں فرزندان اسلام تحریک سے جڑتے گئے، تحریک زور پکڑتی گئی، مختلف دینی مدارس، اسلامی یونیورسٹی، اسکول اور کالج کے طلبہ اور طالبات نے تحریک کو آگے بڑھانے میں نمایاں رول ادا کیا، تحریک نے بہت سارے اسلامی مراکز کے اکابر علماء اور بزرگان دین کی حمایت حاصل کی، عالمی سطح پر سیکڑوں بین الاقوامی و اسلامی تنظیموں کا تعاون حاصل کیا، بہت سے مصنفین، مؤرخین، محققین نے اپنے اپنے تجربے سے تحریک اسلامی میں ایک نئی روح پھونکی، تحریک کے علم برداروں نے دنیا کے وسیع وعریض علاقہ میں دین کے وسیع اور انقلابی تصور کو پیش کیا اور بنی نوع انسان کو رب کی فرماں برداری اور اس کی بڑائی کی طرف بلایا، جس کے نتیجے میں بہت سے لوگ ایمان لے آئے۔

یہی وہ خوبیاں ہیں جن کی وجہ سے جماعت مضبوط اور مستحکم ہوتی گئی اور امتِ مسلمہ اس سے جڑتی گئی، کیا دین اسلام کی خدمت اور اس کی سربلندی کے لئے امتِ مسلمہ کا جماعتِ اسلامی سے وابستہ ہونا شرعاً درست ہے؟ اللہ کی سرزمین پر نیک صالح معاشرہ کے قیام اور شرعی احکام وقوانین کے نفاذ کے لئے جماعتِ اسلامی نے بہت سے اقدام اٹھائے ہیں، کیا امتِ مسلمہ ان معاملات میں جماعت کا تعاون کرسکتی ہے؟ کیا ان لوگوں کا یہ اقدام شرعی حدود کے اندر ہے؟

برائے مہربانی ان چار صفحوں پر مشتمل مضمون کے جو بھی سوالات ہیں، ان سب کے جوابات صراحت کے ساتھ قرآن وسنت کی روشنی میں دیں، عین نوازش ہوگی، ساتھ ساتھ ہم سب

احباب آپ کے بے حد ممنون ومشکور رہوں گے۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اس طویل سوال نامہ میں تحریک اسلامی یا جماعتِ اسلامی کی جن خدمات کا احاطہ کیا گیا ہے وہ اپنی جگہ قابل لحاظ ہیں؛ لیکن یہ یاد رکھنا چاہئے کہ جب تک یہ اسلامی نام رکھنے والی جماعت اپنی فکری گمراہی کے اس خول سے باہر نہ نکلے گی جس میں اس کے مطلق العنان مقتدائے اعلیٰ مولانا مودودی مرحوم نے اپنی جماعت کو بند کررکھا ہے اس وقت تک یہ ساری عظیم خدمات اور محنتیں صحیح معنی میں امت کے لئے بارآور نہ ہوسکیں گی، اس تحریک سے ہمیں یا کسی بھی انصاف پسند عالم دین کو کوئی ذاتی پرخاش نہیں؛ بلکہ ہماری شکایت کی بنیاد وہ نازیبا باتیں ہیں جو مولانا مودودی کی تصنیفات اور لٹریچر میں بھری پڑی ہیں، اس تحریک کے اثر سے متأثرہ افراد میں قرآن کریم کی تفسیر بالرائے، اکابر واسلاف حتی کہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم بلکہ بعض انبیاء علیہم السلام تک سے بدگمانی، امت کے مخلص علماء اور خدام دین کی تنقید وتنقیص اور اپنی ہمہ دانی کے جراثیم پروان چڑھتے ہیں، جن کا انجام گمراہی کے سوا کچھ نہیں ہے، بریں بنا اس جماعت کے ایسے گمراہ کن لٹریچر کے مطالعہ کا مشورہ نہیں دیا جاسکتا، خواہ وہ بچوں میں انعامات کی شکل میں ہوں یا تقریبات میں تحفے تحائف کی صورت میں، اگر اس جماعت کے ارکان واقعتاً اپنے مشن میں مخلص ہیں تو انہیں انصاف کے ساتھ اپنے لٹریچر کو قابل اعتراض مواد سے پاک کرنا ہوگا اور اپنی تنقیدی ذہنیت کو بدل کرامت کے اجتماعی مزاج سے ہم آہنگی اپنانی ہوگی، اس کے بغیر ان کے کسی عمل کی تائید نہیں کی جاسکتی۔ (تفصیل کے لئے مطالعہ کریں: فتاوی محمودیہ ۱/۳۰۵-۳۷۶)

عصمتِ انبیاء:

﴿وَلَوْ لَا اَنْ ثَبَّتْنٰکَ لَقَدْ کِدتَّ تَرْکَنُ اِلَیْهِمْ شَیْئًا قَلِیْلًا﴾ [بنی اسرائیل: ٧٤]

﴿مَا ضَلَّ صَاحِبُکُمْ وَمَا غَوٰی﴾ [النجم: ٢]

إن الأنبياء معصومون عن الكذب في التبليغ وغيره خصوصاً فيما يتعلق بأمر الشرائع وتبليغ الأحكام وإرشاد الأمة وهو أنهم معصومون من الكفر قبل

الوحي وبعده بالإجماع. (نبراس ۲۸۳)

والمختار عندي أنهم معصومون عن وساوس الشيطان وعن الكذب والكبائر والصغائر عمداً وسهواً قبل البعثة وبعدها. (مرام الكلام ۳۲)

والأنبياء عليهم الصلاة والسلام كلهم منزهون عن الصغائر والكبائر. (شرح الفقه الأكبر ٥٦)

قال القاضي عياض: واعلم أن الأمة مجتمعة على عصمة النبي من الشيطان في جسمه وخاطره ولسانه. (تفسير خازن ۲۷۰/۲)

تفسیر بالرائے جائز نہیں ہے:

عن ابن عباس رضي اللّٰه عنهما قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: من قال في القرآن بغير علم فليتبوأ مقعده من النار. (سنن الترمذي ۱۲۳/۲، سنن أبي داؤد ۱۵۸/۲، مشكوٰة المصابيح ۳٥/۱)

عن جندب رضي اللّٰه تعالىٰ عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: من قال في القرآن برأيه فأصاب فقد أخطأ. (سنن الترمذي ۱۲۳/۲، سنن أبي داؤد ۱۵۸/۲، مشكوٰة المصابيح ۳٥/۱)

اسلاف کی توہین حرام ہے:

من أبغض عالماً من غير سبب ظاهرٍ خيف عليه الكفرَ. (شرح الفقه الأكبر ۱۷۳)

ولو قال للفقيه دانش مندک، إن لم يكن قصده الاستخفاف بالدين لا يكفر، وإن كان يكفر. (خلاصة الفتاوىٰ ۳۸۸/٤)

عن عبد اللّٰه بن عمر رضي اللّٰه عنهما قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: سباب المسلم فسوق. (رواه مسلم ٥۸/۱)

وقال الشامي: إهانة أهل العلم كفر على المختار. فتاوىٰ بديعية. (شامی

كراچی ٧٢/٤، بزازية ٣٣٦/٦، شرح الفقه الأكبر ١٧٣، مجمع الأنهر ٦٩٥/١، هندية ٢٧١/٢، الفتاویٰ التاتارخانية ٥٠٨/٥ كراچی، المحيط البرهاني ٥٦٩/٥) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۵/۱۱/۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

جماعتِ اسلامی سے منسلک عورتوں کا گھروں میں جمع ہوکر قرآن کی تفسیر اور ترجمہ کرنا

سوال (۵۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: جماعت اسلامی سے منسلک عورتیں گھروں میں جمع ہوکر آپس میں ترجمہ قرآن اور تفسیر وغیرہ کرتی ہیں، حالانکہ وہ باقاعدہ علوم دینیہ حاصل کی ہوئی نہیں ہوتی، انکا یہ عمل شرعاً کیا حکم رکھتا ہے؟ اور دیگر عورتوں کا ان مجلسوں میں شریک ہونا کیسا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر عورتوں کے اجتماع میں کسی معتبر صحیح العقیدہ عالم دین کی تفسیر پڑھکر سنائی جائے اور سنانے والی عورتیں اپنی جانب سے اس میں کوئی بات نہ بڑھائیں، تو یہ جائز ہے؛ لیکن اگر کم علم اور علوم دینیہ سے محروم عورتیں اپنی جانب سے ترجمہ اور تفسیر کرتی ہوں یا غیر معتبر عالم کی کتابیں سناتی ہوں، مثلاً مولانا مودودی کی ''تفہیم القرآن''، تو اس کی قطعاً اجازت نہیں ہے؛ اس لئے کہ اس طرح تفسیر کرنا تفسیر بالرائے میں داخل ہے، جس کے بارے میں احادیثِ شریفہ میں سخت وعیدیں وارد ہیں، اور دیگر عورتوں کو ایسی مجلس میں شریک ہونا بھی درست نہیں ہے۔

عن ابن عباس رضي اللّٰه عنهما قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: من قال في القرآن بغير علم فليتبوأ مقعده من النار. (ترمذی شریف ١٢٣/٢)

عن جندب بن عبد اللّٰه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: من

قال في القرآن برأيه فأصاب فقد أخطأ. (ترمذی شریف ۲/۱۲۳)

قال السيوطي: اختلف الناس في تفسير القرآن هل يجوز لكل أحد الخوض فيه؟ فقال قوم: لايجوز لأحد أن يتعاطي تفسير شيء من القرآن وإن كان عالما أديبا متسعا في معرفة الأدلة والفقه والنحو والأخبار والأثار، وليس له إلا أن ينتمى إلى ماروي عن النبي صلى الله عليه وسلم في ذلك. (الإتقان في علوم القرآن ۲/ ۳۲۹ بحواله محموديه جديد ۳/ ٤٧٤) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۵/۷/۱۴۳۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

ابوالاعلیٰ مودودی کی تفسیر کے بارے میں کیا رائے ہے؟

سوال (۵۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: سید ابوالاعلیٰ مودودی کی تفسیر کے بارے میں کیا رائے ہے؟ عوام کو اس کا مطالعہ کرنا کیسا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کی تفسیر ’’تفہیم القرآن‘‘ میں بہت سی باتیں اور تشریحات اہل سنت والجماعت کے بالکل خلاف ہیں، اور ان کو اس انداز سے لکھا گیا ہے کہ ایک عام آدمی صحیح اور غلط میں تمیز نہیں کرسکتا؛ اس لئے عوام کو اس تفسیر کے مطالعہ سے اجتناب کرنا چاہئے، اس کے بجائے ’’بیان القرآن‘‘ (حضرت تھانویؒ) یا ’’معارف القرآن‘‘ (حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ) کا مطالعہ کریں۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۱/۲۶۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۳/۱۱/۱۴۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

تفسیر بالرائے اور مولانا مودودی؟

سوال (۵۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ تفسیر بالرائے کا کیا مطلب ہے، اس کا حکم کیا ہے؟ تفہیم القرآن بمراد اللہ والرسول ہے یا تفسیر بالرائے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: احادیثِ مبارکہ، اور صحابہ کرام وسلفِ صالحین کے اقوال وآثار کو بالائے طاق رکھ کر اپنی سمجھ اور عقل سے قرآنِ پاک کے مطلب اور مراد کو بیان کرنا، تفسیر بالرائے کہلاتا ہے، مولانا مودودی صاحب نے بہت سی جگہ ایسا انداز اپنایا ہے جس سے تفسیر بالرائے کا عنصر نمایاں نظر آتا ہے، ان کا حال یہ ہے کہ پہلے ایک رائے قائم کرتے ہیں پھر اس کے بعد اپنی رائے کے مطابق رطب ویابس چیزوں سے تائید حاصل کرتے ہیں، اور مضبوط دلائل کو قصداً نظر انداز یا بلا وجہ کمزور قرار دیتے ہیں۔ (مستفاد: فتاوی رحیمیہ ۱۲۴/۴، فتاوی محمودیہ جدید ۳۷۸/۳)

قال النبي صلی اللّٰہ علیه وسلم: من قال في القرآن بغیر علم فلیتبوأ مقعده من النار. (مشکوۃ شریف ۳۵/۱، ترمذی شریف ۱۲۳/۱)

وفي المرقاة: (بغیر علم) أي من تلقاء نفسه من غیر تتبع أقوال الأئمة من أهل اللغة والعربیة المطابقة للقواعد الشرعیة، بل بحسب مایقتضیه عقله، وهو مما یتوقف علی النقل بإنه لامجال للعقل فیه. (مرقاۃ المفاتیح ۲۹۱/۱) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۲/۷/۱۴۲۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بریلویت

حضور ﷺ کے لئے علم غیب کو ثابت کرنا

سوال (۵۳): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نے عمر کو قرآن وحدیث سے حضور ﷺ کے علم غیب ہونے کا ثبوت دیا، عمر نے جواب دیا کہ حضور ﷺ کے علم غیب کو نہیں مانتا، تو اس صورت میں اس کو کافر کہیں گے یا مسلمان؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: علم غیب کلی؛ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کے لئے ثابت کیا ہی نہیں جاسکتا، قرآنِ کریم کی واضح آیتیں ثابت کرتی ہیں کہ اللہ رب العزت کے علاوہ دنیا میں کوئی شخص خواہ وہ نبی ہی کیوں نہ ہو، عالم الغیب نہیں ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

﴿وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا اِلَّا هُوَ﴾ [الانعام: ۵۹]

﴿وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ وَاِلَيْهِ يُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ﴾ [هود: ۲۳]

﴿قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ﴾ [النمل: ٦٥]

خود جناب رسول اللہ ﷺ کے قول وفعل سے ثابت ہے کہ آپ علم غیب کلی سے متصف نہیں تھے، آپ سے قرآنِ کریم میں کہلوایا گیا:

﴿قُلْ لَّا اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِىْ خَزَائِنُ اللّٰهِ وَلَا اَعْلَمُ الْغَيْبَ﴾ [الانعام: ۵۰]

نیز فرمایا گیا:

﴿وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ﴾ [الاعراف: ۱۸۸]

البتہ اس سے کسی کو انکار نہیں ہوسکتا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو غیب کی بہت سی باتوں (قبر کے

حالات، جنت اور جہنم کے حالات، محشر کے حالات، اسی طرح دنیا کے فتنوں وغیرہ کی پیشین گوئیوں) پر مطلع فرما دیا تھا، مگر ظاہر ہے کہ بعض حالات کے علم کی وجہ سے آپ کو عالم الغیب نہیں کہا جاسکتا؛ لہٰذا مسئولہ صورت میں اگر عمر نے حضور ﷺ کے لئے علم غیب کلی کا انکار کیا ہے تو وہ بلا شبہ مسلمان ہے اور اس کا عقیدہ قرآن وسنت کے موافق ہے، اور زید نے اگر حضور ﷺ کے لئے علم غیب کلی کا ثبوت کیا ہے تو وہ غلطی پر ہے، حضور ﷺ کو علم غیب ذاتی سے متصف ماننا شرک ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ ۱۰۳، فتاویٰ محمودیہ ۱/۱۱۱)

عن عائشة الله عنها قالت: من حدثک أنه يعلم الغيب فقد كذب، وهو يقول لا يعلم الغيب إلا الله. (بخاری شریف ۲/ ۱۰۹۸، حدیث: ۷۰۸۳)

أخبرني أبو الزبير أنه سمع جابر بن عبد الله يقول: سمعت النبي صلى الله عليه وسلم يقول: قبل أن يموت بشهر: تسئلوني عن الساعة، وإنما علمها عند الله. (مسلم شریف ۲/ ۳۱۰)

عن ابن شهاب أن سهل بن سعد الأنصاري أخبره أن رجلا إطلع من جحر في باب رسول الله ﷺ ومع رسول الله صلى الله عليه وسلم مدرًى يرجل به رأسه، فقال له رسول الله صلى الله عليه وسلم: لو أعلم أنک تنظرني طعنت به عينک. (مسلم شریف ۲/ ۲۱۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۲۴/ ۳/ ۱۴۱۶ھ

ابوجہل کے ہاتھ میں کنکریوں سے کلمہ پڑھوانے پر حضور ﷺ کے علم غیب کا ثابت ہونا؟

سوال (۵۴): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص کا یہ دعویٰ ہے کہ نبی اکرم ﷺ عالم الغیب تھے؛ کیوں کہ اپنے چچا ابوجہل کے ہاتھ

میں کنکریوں سے کلمہ پڑھوایا، حالاں کہ اس وقت کوئی جبرئیل نہیں آئے تھے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: کنکریوں سے کلمہ کی آواز آنا معجزہ سے متعلق واقعہ ہے، اس سے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عالم الغیب ہونے پر استدلال صحیح نہیں، اور شرعاً عالم الغیب اس کو کہا جاتا ہے جس کو بغیر کسی واسطے کے غیب کی باتوں کا تفصیلی علم ہو، اس اعتبار سے یہ خصوصیت صرف اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات کے لئے خاص ہے، اور حضور اکرم ﷺ کو جن غیب کی باتوں کا علم ہوا وہ بلاواسطہ نہیں تھا؛ بلکہ وحی کے ذریعہ تھا، اور وہ علم بھی جزئی تھا کلی نہیں تھا، اس لئے آپ کی ذات اقدس پر عالم الغیب کا اطلاق درست نہ ہوگا۔

﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِىْ مِنْ رُسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ﴾ [آل عمران: ۱۷۹]

بالجملة علم الغيب بلا واسطة كلا أو بعضا مخصوص باللّٰه جل وعلا، لا يعلمه أحد من الخلق أصلا. (روح المعانی، نمل: ٦٥، ١٢/٢٠ بیروت)

لو تزوج بشهادة اللّٰه ورسوله لا ينعقد، ويكفر لاعتقاده أن النبي ﷺ يعلم الغيب. (البحر الرائق، كتاب النكاح كوئٹه ١٥٥/٣، وكذا في العالمگيرية ٢٦٦/٢)

وبالجملة فالعلم بالغيب أمر تفرد به سبحانه و تعالىٰ، ولهٰذا ذكر في الفتاوىٰ: أن قول القائل عند رؤيته هالة القمر: أي دائرته: يكون مطراً، فادعى علم الغيب لا بعلامته كفر، وذكر الحنفية تصريحا بالتكفير باعتقاد أن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم: بعلم الغيب لمعارضة قوله تعالىٰ: ﴿قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ﴾ [نمل: ٦٥] (شرح فقه أكبر ١٥١، بحواله: فتاوىٰ محموديه ٤٨٣/١) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۰/۳/۱۴۳۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

آنحضرت ﷺ کے علم غیب کا عقیدہ

سوال (۵۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: تقویۃ الایمان میں علامہ اسماعیل شہیدؒ نے ہر مخلوق بشمول حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کی نفی کی ہے، حتی کہ یہاں تک لکھ دیا ہے کہ: ''اگر کسی نبی یا ولی یا جن یا فرشتے یا امام یا امام کے بیٹے یا پیر یا شہید کو یا نجومی رمّال جفّال کو یا فال کھولنے والے کو یا پنڈت کو یا بھوت پریت کو یا پریوں کو ایسا مان لیا جائے تو ماننے والا مشرک ہوجاتا ہے''۔ (تقویۃ الایمان ۳۰، مطبوعہ فیصل پبلی کیشنز دیوبند)

تو سوال یہ ہے کہ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم غیب حاصل ہے یا نہیں؟ اور آپ کو عالم الغیب کہا جاسکتا ہے یا نہیں؟ تشفی بخش جواب مرحمت فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ''تقویۃ الایمان'' کی مذکورہ عبارت میں حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ نے یہ بات بیان کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی نبی بلکہ کسی بھی مخلوق کو کلی علم غیب عطا نہیں کیا ہے؛ لہٰذا کسی مخلوق کے لئے علم غیب کلی کا عقیدہ رکھنا جائز نہیں؛ البتہ اللہ جب چاہتا ہے کسی کو کچھ غیبی باتوں کا علم عطا فرمادیتا ہے اور ہمارے سرکار حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ نے سب سے زیادہ علم غیب عنایت فرمایا ہے؛ لیکن بایں ہمہ تمام علم غیب عنایت نہیں کیا گیا۔ چنانچہ علامہ موصوفؒ اس عبارت سے کچھ اوپر ہی لکھتے ہیں:

''سو یقین رکھنا چاہئے کہ غیب کے خزانہ کی کنجی اللہ ہی کے پاس ہے، اس نے کسی کے ہاتھ میں نہیں دی، اور کوئی اس کا خزانچی نہیں، مگر اپنے ہی ہاتھ سے قفل کھول کر اس میں سے جتنا جس کو چاہے بخش دے، اس کا ہاتھ کوئی نہیں پکڑ سکتا''۔

حضرت شاہ صاحبؒ کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت سی غیبی باتوں کا علم یقیناً عطا فرمایا گیا؛ لیکن تمام خزانۂ غیب آپ کے حوالہ نہیں کیا گیا تھا، یعنی علم غیب

کلی آپ کو حاصل نہ تھا، یہی اہل سنت والجماعت کا متفقہ موقف ہے، اس بات سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور علم میں نہ تو کچھ کمی آتی ہے اور نہ آپ کی توہین ہوتی ہے۔

اگر اس بات سے حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہوتی تو نہ صرف یہ کہ علامہ اسماعیل شہیدؒ نے ایسی توہین کا ارتکاب کیا ہے؛ بلکہ علامہ احمد رضا خان بریلوی بھی اسی توہین کے مرتکب ہیں؛ اس لئے کہ وہ بھی اپنی کتاب ''الدولۃ المکیۃ'' کے صفحہ ۲۵ پر یہی بات لکھتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام غیوب کا علم نہیں تھا، موصوف فرماتے ہیں:

فإنا لا ندعي أنه صلى اللّٰه عليه و سلم قد أحاط بجميع معلومات اللّٰه سبحانه و تعالى، فإنه محال للمخلوق. (ہمارا یہ دعویٰ نہیں ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا علم شریف تمام معلوماتِ الٰہیہ کو محیط ہے؛ کیوں کہ یہ تو مخلوق کے لئے محال ہے)

اور اسی کتاب کے صفحہ ۲۸ پر لکھتے ہیں: **ولا نثبت بعطاء اللّٰه تعالى أيضا إلا البعض''.** (اور ہم عطاء الٰہی سے بھی بعض علم ہی ملنا مانتے ہیں نہ کہ جمیع) (خالص الاعتقاد ۳۲)

نیز ''تمہیدِ ایمان'' ص: ۳۴ پر فرماتے ہیں: ''حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم بھی جمیع معلوماتِ الٰہی کو محیط نہیں''۔

اور اسی کے صفحہ ۲۴ر پر ہے: ''اور جمیع معلوماتِ الٰہیہ کو علم مخلوق کا محیط ہونا بھی باطل اور اکثر علماء کے خلاف ہے''۔

ان عبارتوں سے معلوم ہوا کہ علامہ احمد رضا خاں بریلوی بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جمیع غیوب کا عالم نہیں مانتے ہیں؛ بلکہ تمام غیوب کے تفصیلی علم کا حصول نہ صرف آپ ﷺ کے لئے؛ بلکہ ہر مخلوق کے لئے محال ہے اور اس کا عقیدہ رکھنا باطل اور اکثر علماء کے خلاف ہے، یہی بات بعینہٖ حضرت مولانا اسماعیل شہیدؒ بھی فرماتے ہیں۔

معلوم ہوا کہ حقیقت یہی ہے کہ آپ علیہ السلام عالم الغیب نہ تھے (جیسا کہ خاں صاحب خود اعتراف کرتے ہیں) اور قرآن واحادیث اور اجماعِ سلف سے یہی معلوم ہوتا ہے؛ لہٰذا اس

کے خلاف جو بھی عقیدہ رکھے گا یا کسی انسان یا بھوت پری کو عالم الغیب مانے گا وہ مشرک اور کافر ہوگا۔ (مستفاد: فیصلہ کن مناظر ۱۶۹)

اب قرآن کریم کی چند ایسی آیات پیش کی جارہی ہیں جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب کلی نہیں دیا گیا تھا:

﴿وَعِنْدَهٗ مَفَاتِيْحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ﴾ [الانعام: ۵۹]

﴿وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاِلَيْهِ يُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ﴾ [هود: ۱۲۳]

﴿لَهٗ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَبْصِرْ بِهٖ وَاَسْمِعْ﴾ [كهف: ۲۶]

﴿وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا اَمْرُ السَّاعَةِ اِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ﴾ [النحل: ۷۷]

﴿قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ﴾ [نمل: ۶۵]

﴿قُلْ لَّا اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَا اَعْلَمُ الْغَيْبَ﴾ [الانعام: ۵۰]

﴿وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْءُ﴾

[الاعراف: ۱۸۸]

﴿وَمَا اَدْرِيْ مَا يُفْعَلُ بِيْ وَلَا بِكُمْ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰى اِلَيَّ وَمَا اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ﴾ [الاحقاف: ۹]

﴿اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ، وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ، وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ، وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَاذَا تَكْسِبُ غَدًا، وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ، اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ. [لقمان: ۳۴]

﴿يَسْئَلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُوْنُ قَرِيْبًا﴾ [الاحزاب: ۶۳]

﴿يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰهَا فِيْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰهَا اِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهٰهَا اِنَّمَا اَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ يَّخْشٰهَا﴾ [النازعت: ۴۲-۴۳-۴۴-۴۵]

﴿وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ﴾ [التوبة: ١٠١]

ان آیات سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ علم غیب ذاتی صرف اللہ ہی کو حاصل ہے، اسی کی ذاتِ عالی کے ساتھ خاص ہے، اس کے علاوہ کسی کو حاصل نہیں۔ **وبالجملة علم الغيب بلا واسطة كُلًّا أو بعضا مخصوص بالله تعالى لا يعلمه أحد من الخلق أصلاً.** (روح المعاني ١١/ ٢٠، نمل: ٦٥)

(ولا أعلم الغيب) أي ولا أقول لكم إني أعلم الغيب إنما ذاك من علم الله تعالى ولا أطلع منه إلا على مااطلعني عليه. (تفسير ابن كثير انعام: ٥٠، ٢/ ١٨١)

نیز احادیثِ مبارکہ میں بھی بکثرت یہ مضمون وارد ہے کہ اللہ کے علاوہ کسی کو ذاتی طور پر علم غیب حاصل نہیں۔ اس سلسلہ میں چند احادیثِ شریفہ ذیل میں درج ہیں:

(۱) عن عائشة الله عنها قالت: من حدثک أنه يعلم الغيب فقد كذب، وهو يقول لا يعلم الغيب إلا الله. (بخاری شریف ٢/ ١٠٩٨، حديث: ٧٠٨٣)

(۲) أخبرني أبو الزبير أنه سمع جابر بن عبد الله يقول: سمعت النبي صلى الله عليه وسلم يقول قبل أن يموت بشهر: تسئلوني عن الساعة، وإنما علمها عند الله. (مسلم شريف ٢/ ٣١٠)

(۳) عن ابن شهاب أن سهل بن سعد الأنصاري أخبره أن رجلا إطلع من جحر في باب رسول الله ﷺ ومع رسول الله صلى الله عليه وسلم مدرًى يرجل به رأسه، فقال له رسول الله صلى الله عليه وسلم: لو أعلم أنک تنظرني طعنت به عينک. (مسلم شريف ٢/ ٢١٢)

نیز ذخائرِ حدیث میں ایسے واقعات بھرے پڑے ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے علم غیب کی نفی کرتے ہیں، مثلاً حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت کا واقعہ۔ (بخاری ۲/ ۶۹۶)

سفر کے دوران حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہار گم ہونے کا واقعہ۔ (بخاری ۱/ ۴۸)

بیر معونہ میں ستر صحابہ کے قتل ہونے کا واقعہ۔ (بخاری ۲/۵۸۵)

زہر ملے ہوئے گوشت کے تناول کرنے کا واقعہ۔ (مشکوۃ شریف ۵۴۲)

اور فقہاء کرام بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب ماننے والے کو کافر قرار دیتے ہیں:

وذكر الحنفية تصريحا بالتكفير باعتقاد أن النبي صلى الله عليه وسلم يعلم الغيب. (شرح فقه أكبر ١٨٥) **وحاصله أن دعوى علم الغيب معارضة لنص القرآن فيكفر بها.** (شامي زكريا ٦/٣٨٥) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۹/۳/۱۴۳۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

حضور ﷺ کے بارے میں ما کان و ما یکون کا علم رکھنے اور سلام سننے کا عقیدہ رکھنا؟

سوال (۵۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: یہ عقیدہ رکھنا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کا درود وسلام خود سنتے ہیں، اللہ کی عطا سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم غیب جانتے ہیں، ما کان و ما یکون آپ کی نظروں کے سامنے ہیں، جائز ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: یہ بات صحیح ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے سب سے زیادہ علم سے نوازا تھا، اور آئندہ پیش آنے والے بہت سے واقعات کی آپ کو خبر دی تھی، لیکن اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ آپ دنیا کے ہر واقعہ سے باخبر ہیں، اور ما کان وما یکون کا علم آپ کو حاصل ہے، اور ہر طرح کی مغیبات آپ کی نظر میں ہیں، اور دور رہ کر بھی آپ ہر شخص کا درود وسلام سنتے ہیں یہ سب دعوے قطعاً بے اصل اور بے دلیل ہیں، اس طرح کا علم صرف اللہ کو حاصل ہے، کسی مخلوق کو حاصل نہیں، البتہ چوں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو

اپنی قبر اطہر میں اعلی درجہ کی زندگی حاصل ہے اس لئے روضہ اقدس پر حاضر ہوکر جو شخص صلوۃ وسلام عرض کرتا ہے اس کو آپ خود سماعت فرماتے ہیں، اور بنفس نفیس جواب مرحمت فرماتے ہیں۔

﴿وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لاَسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ﴾ [الأعراف: ۱۸۸]

﴿قُلْ لَايَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰه. [النمل: ٦٥]

فاللّٰه سبحانه وتعالیٰ عالم کل غیب وحده، فلایطلع علی ذلک المختص علمه به – إلی قوله– إلا من ارتضی من رسول أي لکن الرسول المرتضی یظهر جل وعلا علی بعض الغیوب المتعلقة برسالته. (روح المعانی ١٦/١٦٥)

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: من صلی علي عند قبري سمعته ومن صلی علي نائبا أبلغته. (شعب الإیمان ٢/ ٢١٨ رقم: حدیث ١٥٨٣) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۸/۸/۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

حضور کے لئے علم غیب ماننے والا مسلمان ہے یا نہیں؟

سوال (۵۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک بریلوی اپنی تقریر میں یہ کہہ رہا تھا کہ حضور ﷺ کو علم غیب ہے؛ لہٰذا جو حضور کے لئے علم غیب مانے کیا ایسا انسان مسلمان ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اس میں کوئی شک نہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت سی غیب کی باتوں کا علم عطاء کیا گیا ہے؛ لیکن آپ کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا کہ آپ کو علم غیب کلی حاصل تھا جیسے اللہ کو حاصل ہے یہ یقیناً شرک ہے، قرآن کی واضح آیات سے اس کی نفی ہوتی ہے، اگر کوئی جاہل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علم غیب کلی کا اعتقاد رکھتا ہے، تو اس

کے کفر میں کوئی شبہ نہیں، اور اگر جزئی علم غیب کا قائل ہے تو وہ کافر تو نہیں؛ البتہ اس بنیاد پر بھی پیغمبر علیہ السلام کو عالم الغیب کہنا صحیح نہیں؛ کیوں کہ عالم الغیب اسے ہی کہا جا سکتا ہے جسے علم غیب کلی حاصل ہو اور یہ اللہ کے ساتھ خاص ہے۔

﴿وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ﴾ [الأعراف: ١٨٨]

﴿قُلْ لَايَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰه﴾ [النمل: ٦٥]

﴿قُلْ لَا اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِىْ خَزَائِنُ اللّٰهِ وَلَا اَعْلَمُ الْغَيْبَ﴾ [الأنعام: ٥٠]

وفي حديث جبرئيل: ''ما المسئول عنها بأعلم من السائل''. (صحيح مسلم رقم: ١، مشكوة شريف ١١)

عن عائشة رضي اللّٰه عنها قالت: .... من حدثک أنه يعلم الغيب فقد كذب، وهو يقول: لا يعلم الغيب إلا اللّٰه. (بخاری شريف ٢/١٠٩٨)

ثم اعلم أن الأنبياء لم يعلم المغيبات من الأشياء إلا ما أعلمهم اللّٰه تعالى أحياناً، وذكر الحنفية تصريحا بالتكفير باعتقاد أن النبي عليه الصلاة والسلام يعلم الغيب لمعارضة قوله تعالىٰ: ﴿قُلْ لَايَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰه. [النمل: ٦٥] (شرح الفقه الأكبر اشرفی ١٨٥، كفايت المفتي ١/ ١٨٢، فتاویٰ رشيديه ص: ٨٧، محموديه ڈابھيل ١/ ٤٨٨) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲/۱/۱۴۳۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نبی اکرم علیہ السلام کو علم غیب کلی حاصل نہ تھا

سوال (۵۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی درج ذیل عبارتوں کے بارے میں، کیا اس عبارت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کی توہین کی گئی ہے؟

''پھر یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدس پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہوتو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب، اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی کیا تخصیص ہے، ایسا علم غیب تو زید وعمرو بلکہ ہر صبی ومجنون، بلکہ جمیع حیوانات وبہائم کے لئے بھی حاصل ہے'' (حوالہ حفظ الایمان ۱۵ مطبوعہ دارالکتاب دیوبند)

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: سوال میں مذکور عبارت حفظ الایمان مکتبہ نعمانیہ ص: ۱۰ پر ہے۔ معترض صاحب اگر یہاں پر بغیر کانٹ چھانٹ کے پوری عبارت نقل کردیتے اور جہاں پر عبارت کا مفہوم پورا ہوتا ہے وہاں تک نقل کردیتے، تو مفہوم بالکل واضح ہوکر سامنے آجاتا کہ اس عبارت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کی اہانت نہیں ہورہی ہے؛ بلکہ ایک حقیقت واضح کی جارہی ہے۔

دراصل یہ عبارت حضرت نے یہ بحث کرتے ہوئے لکھی ہے کہ جس طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین، سید المرسلین وغیرہ الفاظ سے یاد کرسکتے ہیں، کیا اسی طرح ''عالم الغیب'' کا اطلاق آپ کی ذات پر درست ہے یا نہیں؟ البتہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب حاصل تھا یا نہیں؟ پھر کل علم غیب حاصل تھا یا بعض؟ یہ بحث وہاں پر نہیں کی ہے، یہ بات ذہن میں رکھتے ہوئے اصل عبارت کا مطلب سمجھیں، جو درج ذیل ہے:

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب کہنا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ پر عالم الغیب کا اطلاق کیا جانا) اگر بقول زید صحیح ہو، تو دریافت طلب (اسی زید سے) یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد (یعنی اس لفظ غیب سے جو لفظ عالم الغیب میں عالم کے بعد واقع ہے اور جس کی وجہ سے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب کہتا ہے) بعض غیب ہے یا کل غیب؟ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں (یعنی تم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بعض علوم غیب کی وجہ سے عالم الغیب کہتے ہو اور تمہارا یہی اصول ہے کہ جس کو بعض

غیب کی باتیں بھی معلوم ہوں گی اس کوتم عالم الغیب کہو گے) تو اس میں (یعنی مطلق بعض غیب کے علم میں اور اس کی وجہ سے عالم الغیب کہنے میں) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی کیا تخصیص ہے؟ ایسا (بعض) علم غیب (کہ تم کسی کو عالم الغیب کہنے کے لئے بعض غیب (پوشیدہ) باتوں کا علم اس کے لئے کافی سمجھتے ہو) تو زید وعمرو بلکہ ہر صبی ومجنون؛ بلکہ جمیع حیوانات وبہائم کے لئے بھی حاصل ہے''۔ (معترض نے یہیں تک عبارت نقل کی ہے، حالاں کہ اس کا مفہوم آگے جا کر پورا ہوتا ہے، حضرت آگے فرماتے ہیں):

''کیوں کہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے شخص سے مخفی ہے تو چاہئے کہ (تمہارے اس اصول کی بنا پر کہ مطلق بعض غیب کے علم کی وجہ سے بھی عالم الغیب کہا جا سکتا ہے) سب کو عالم الغیب کہا جائے''۔

اس عبارت کا صاف مطلب یہ ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب کہنے کی دو صورتیں ہوسکتی ہیں ایک یہ ہے کہ کل علم غیب کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب کہا جائے، دوسری یہ کہ بعض علم غیب کی وجہ سے، پہلی شق تو اس لئے باطل ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کل غیب کا علم نہ ہونا دلائل نقلیہ وعقلیہ سے ثابت ہے، اور دوسری اس لئے باطل ہے کہ بعض غیب کا علم (یعنی پوشیدہ باتوں کو جاننا) دنیا کی دوسری حقیر چیزوں کو بھی ہے، اس اصول پر تو سب کو عالم الغیب کہنا پڑے گا جو ہر طرح سے باطل ہے۔ معلوم یہ ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب کہنا درست نہیں ہے۔ (مستفاد: فیصلہ کن مناظرہ ۱۶۴-۱۶۷) ظاہر ہے کہ اس تقریر میں پیغمبر علیہ الصلاۃ والسلام کے لیے اہانت کا کوئی پہلو نہیں نکلتا (فقط واللہ تعالیٰ اعلم)۔

﴿عَالِمُ الْغَيْبِ فَلاَ يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖ اَحَدًا . اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ يَسْلُكُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا﴾ [الجن: ۲۶-۲۷]

﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِىْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ﴾ [آل عمران: ۱۷۹]

قال العلامة الآلوسي: فالله سبحانه وتعالیٰ عالم کل غیب وحده، فلا یطلع علی ذٰلک المختص علمه به تعالیٰ إطلاعاً کاملاً أحداً من خلقه، لیکون ألیق بالتفرد وأبعد عن توهم مساواة علم خلقه لعلمه سبحانه، وإنما یطلع جل وعلا إذا اطلع من شاء علی بعضه مما تقتضیه الحکمة التي هي مدار سائر أفعاله عزوجل...... أي لکن الرسول المرتضی یُظهره جل وعلا علی بعض الغیوب المتعلقة برسالته. (روح المعاني ۹۶/۲۹ دار إحیاء التراث العربي، الجن: ۲۶-۲۷)

(**ولا أعلم الغیب): أي ولا أقول لکم إني أعلم الغیب،إنما ذاک من علم الله عزوجل، ولا أطلع منه إلا علی ما اطلعني علیه.** (تفسیرابن کثیر ۱۸۱/۲، مکتبة دار الفیحاء)

ثم إن الأنبیاء یعلمون کثیراً من الغیب بتعریف الله تعالیٰ إیاهم. (الجامع لأحکام القرآن الکریم للقرطبي لقمان: ۳٤، ۱٦۹/۲۱ دار الفکر بیروت، فتاویٰ محمودیه ڈابھیل ٤۷۱/۱، فتاویٰ دار العلوم دیوبند ۲۵۵/۱۸)

وأما من قال: إن نبینا أو غیره أحاطه بالمغیبات علماً کما أحاط علم الله بها، فقد کفر. (حاشیة الصاوي علی الجلالین ۱۸۸/۲) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۹/۳/۱۴۳۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا حضرت تھانویؒ نے حضور ﷺ کے علم کو مجنون اور پاگل کے علم سے تشبیہ دی ہے؟

سوال (۵۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: رضا خانیوں کی طرف سے یہ کہا جاتا ہے کہ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کو مجنون اور پاگلوں کے علم سے تشبیہ دی ہے، اس بارے میں حفظ الایمان کی عبارت پیش کرتے ہیں، اس الزام کی کیا حقیقت ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: الزام مذکورہ کی حقیقت یہ ہے کہ حضرت تھانوی قدس سرہ سے کسی شخص نے تین سوال کئے تھے، ان میں تیسرا سوال یہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ''عالم الغیب'' کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟ حضرت تھانویؒ نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب کہنا جائز نہیں، اور اس کی دو دلیلیں تحریر فرمائیں:

پہلی دلیل کا خلاصہ یہ ہے کہ شرعی محاورہ میں ''عالم الغیب'' صرف اسی ہستی کو کہا جاتا ہے جس کو ذاتی طور پر بلاواسطہ غیب کا علم ہو اور یہ شان صرف اللہ جل شانہ کی ہے، اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب کہنا موہم شرک ہونے کی وجہ سے ناجائز ہے۔

﴿وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لاَسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ﴾ [الأعراف: ۱۸۸]

﴿قُلْ لَايَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰه﴾ [النمل: ٦٥]

﴿قُلْ لَا اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِىْ خَزَائِنُ اللّٰهِ وَلَا اَعْلَمُ الْغَيْبَ﴾ [الأنعام: ٥٠]

وفي حديث جبرئيل: ''ما المسئول عنها بأعلم من السائل''. (صحیح مسلم رقم ۱، مشکوۃ شریف ۱۱)

عن عائشة رضي اللّٰه عنها قالت: .... من حدثک أنه يعلم الغيب فقد كذب، وهو يقول: لا يعلم الغيب إلا اللّٰه. (بخاری شریف ۱۰۹۸/۲)

ثـم اعـلم أن الأنبياء لم يعلم المغيبات من الأشياء إلا ما أعلمهم اللّٰه تعالى أحيـانـاً، وذكـر الحنفية تصريحا بالتكفير باعتقاد أن النبي عليه الصلاة والسلام يـعلم الغيب لمعارضة قوله تعالىٰ: ﴿قُلْ لَايَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰه. [النمل: ٦٥] (شـرح الـفـقـه الأكبر اشرفی ۱۸۵، كفايت المفتي ۱/ ۱۸۲، رشيديه ص: ۸۷، بحواله: محمودیه ڈابھیل ۱/ ۴۸۸)

اور دوسری دلیل کا حاصل یہ ہے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام غیوب کا تفصیلی علم

ہے،جیسا کہ خدا تعالیٰ کو ہے،تو یہ خیال قرآن وحدیث کے خلاف ہے،جیسا کہ قرآنِ کریم میں ہے:

﴿وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا اِلَّا هُوَ﴾ [الانعام: ٥٩]

﴿قُلْ لَّا اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِىْ خَزَائِنُ اللّٰهِ وَلَا اَعْلَمُ الْغَيْبَ﴾ [الانعام: ٥٠]

﴿وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَا اسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِىَ السُّوْٓءُ﴾

[الاعراف: ١٨٨]

اسی طرح اور بے شمار آیات واحادیث موجود ہیں، اور اگر بعض غیوب جاننے کی وجہ سے عالم الغیب کہا جائے،تو ایسے غیب کی کچھ باتوں کا علم تو ہر کس وناکس کو حاصل ہے، ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسروں سے مخفی ہے،اسی طرح ہر حیوانات کو کچھ چیزیں ایسی معلوم ہیں جو لوگوں کو نہیں،تو اس غلط نظریہ سے لازم آئے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح ہر حیوان کو یا ہر انسان کو بھی عالم الغیب کہا جائے، اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا تخصیص ہے؟ ایسا علم غیب تو زید،عمر،بکر ہر صبی، مجنون؛ بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی ہے۔ اور اگر تمام علوم غیب مراد ہیں اس طرح کہ اس کا ایک فرد بھی خارج نہ رہے تو اس کا بطلان دلیل نقلی وعقلی سے ثابت ہے۔(حفظ الایمان امدادیہ دیوبند ۹)

خود حضرت تھانویؒ ''بسط البنان'' میں دوسری دلیل کی عبارت کا تسلی بخش جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ لفظ ''ایسا'' ہمیشہ تشبیہ کے لئے نہیں آتا؛ بلکہ اہل لسان اپنے محاورات میں بولتے ہیں کہ ''اللہ تعالیٰ ایسا قادر ہے'' تو کیا یہاں خدا تعالیٰ کے قادر ہونے کو دوسروں کے قادر ہونے سے تشبیہ دینا مقصود ہے؟ ظاہر ہے کہ ہرگز نہیں؟(بسط البنان مع حفظ الایمان ۱۲۰۱۱)

خلاصۂ کلام حفظ الایمان کی عبارت بالکل واضح اور صاف ہے،اور ایسے علم غیب سے غیب کی کچھ باتوں کا علم مراد ہے، اس کا واضح قرینہ حضرت کا یہ جملہ ہے'' کیوں کہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسروں سے مخفی ہے'' لیکن خان صاحب نے اپنی عادت کے مطابق ''حسام الحرمین'' میں اس جملہ کو حذف کر کے آگے پیچھے کی عبارت نقل کی ہے،اور قائل کی مراد کے

خلاف لفظ ''ایسا علم غیب'' سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم شریف مراد لے کر ایک کفریہ مضمون کشید کیا، اور یہ الزام حضرت تھانویؒ کے سر تھوپا ہے، حضرت تھانویؒ نے اپنی کسی بھی تصنیف میں ہرگز یہ نہیں لکھا ہے کہ جیسا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے ویسا تو ہر بچہ اور ہر پاگل کو؛ بلکہ ہر جانور اور چوپائے کو بھی حاصل ہے؛ بلکہ اس کے برخلاف حضرت تھانویؒ نے یہ تصریح فرمائی ہے کہ جو شخص ایسا اعتقاد رکھے یا بلا اعتقاد صراحۃً یا کنایۃً ایسی بات کہے وہ کافر ہے۔

حضرت خود فرماتے ہیں: ''یہ خبیث مضمون کسی کتاب میں نہیں لکھا اور لکھنا تو درکنار میرے قلب میں بھی اس مضمون کا خطرہ نہیں گذرا، اب جو شخص ایسا اعتقاد رکھے یا بلا اعتقاد صراحۃً یا اشارۃً ایسی بات کہے میں اس شخص کو خارج از اسلام سمجھتا ہوں کہ وہ تکذیب کرتا ہے نصوصِ قطعیہ کی اور تنقیص کرتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی''۔ (بسط البنان مع حفظ الایمان ۱۱)

پھر اس کتاب کے اخیر میں ہے کہ ''بفضلہ تعالیٰ میرا اور میرے سب بزرگوں کا عقیدہ ہمیشہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے افضل المخلوقات فی جمیع الکمالات العلمیہ والعملیہ ہونے کے باب میں ہے کہ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر۔'' (مستفاد: چھٹا محاضرہ بر موضوع رد رضاخانیت ۳۸-۴۱، فتاویٰ محمودیہ ۱/۱۶۹-۱۷۲، وایضاً ۱۶/۹۲) امید ہے کہ اس وضاحت سے آنجناب کو تسلی ہوجائے گی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۴۱۹/۵/۳ھ

حضور ﷺ کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا کہ آپ ﷺ ہماری ہر بات جانتے ہیں؟

سوال (۶۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کوئی شخص یہ کہہ کر کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے بارے میں ہر بات کی خبر ہے کہ ہم کہاں پر ہیں، اور آپ پر درود شریف پڑھ رہے ہیں، دلیل میں یہ حدیث پیش کرے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے: ''اور جمعرات میں امت کے اعمال آپ کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں''، کیا اس

بات پر اعتماد کرلینا اور اس کی تصدیق کرنا صحیح ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: یہ عقیدہ رکھنا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر وقت ہماری ہر بات کی خبر ہے، یہ بالکل غلط اور خلاف نصوص ہے، اور سوال میں دلیل کے طور پر جس حدیث کا حوالہ دیا گیا ہے، اس میں جمعرات کے دن کی کوئی قید نہیں ہے، اور جس حدیث میں مطلق اعمال پیش ہونے کا ذکر ہے وہ سند کے اعتبار سے اگرچہ ضعیف ہے؛ لیکن اگر اسے صحیح مان بھی لیا جائے تو اس سے خود مذکورہ عقیدہ کی تردید ہوتی ہے؛ اس لئے کہ اس میں یہ صراحت ہے کہ امت کے اعمال دربار نبوت میں پیش کئے جاتے ہیں، اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے ہی سے ہر چیز کی خبر ہوتی تو پیش کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہوتی۔

نیز درود شریف کے بارے میں صحیح روایات موجود ہیں کہ فرشتوں کی مقررہ جماعتیں پوری دنیا میں گشت لگاتی رہتی ہیں، جہاں درود شریف ان کے سامنے پڑھا جاتا ہے، وہ اس کی خبر پیغمبر علیہ السلام تک پہنچاتی ہیں، اگر نبی علیہ السلام کو براہ راست درود شریف پڑھنے والوں کے بارے میں معلومات ہوتیں تو فرشتوں کے ذریعہ درود رسانی کے اتنے بڑے انتظامات کی کوئی ضرورت نہ رہتی۔

ان دلائل اور قرائن سے صاف معلوم ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو براہ راست اپنے اعمال کے بارے میں ہر وقت باخبر ماننا بڑی ہٹ دھرمی اور جہالت ہے، اور خود پیغمبر علیہ السلام کے ارشادات وہدایات کے معارض ہے۔

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: من صلى عليَّ عند قبري سمعته ومن صلّى علي نائياً أُبلغتُه. (رواه البيهقي في شعب الإيمان ۲/۲۰۹ رقم: ۱۵۵۳، مشکوٰۃ شریف ۸۷)

عن عبد اللّٰه بن مسعود رضي اللّٰه عنه عن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال: إن للّٰه ملائكة سياحين يبلغون عن أمتي السلام، قال: وقال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: حياتي خير لكم تحدثون وتحدث لكم، ووفاتي خير لكم

تعرض على أعمالكم، فما رأيت من خير حمدت الله عليه، وما رأيت من شر استغفر الله لكم. (مجمع الزوائد ٩/٢٤)

وأخرج الحكيم الترمذي في نوادره من حديث عبد الغفور بن عبد العزيز عن أبيه عن جده، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ''تعرض الأعمال يوم الإثنين والخميس على الله، وتعرض على الأنبياء عليهم الصلاة والسلام وعلى الآباء والأمهات يوم الجمعة، فيفرحون بحسناتهم وتزداد وجوههم بياضاً وإشراقاً، فاتقوا الله ولا تؤذوا أمواتكم''. (شرح الصدور باب عرض أعمال الأجباء على الموتىٰ ٣٤٢ مكتبه دار التراث المدينة المنورة، قال المحشي: حسنه السيوطي كذا في فيض القدير ٣/٣٠٥)

اعتقاد ایں کہ کسے غیر حق سبحانہ حاضر و ناظر، وعالم خفی وجلی در ہر وقت و ہر آن است، اعتقاد شرک است۔ (مجموعۃ الفتاویٰ علی ہامش خلاصۃ الفتاویٰ ۴/۳۳۱، فتاویٰ دار العلوم ۱۸/۴۲۳،فرقہ بریلویت پاک و ہند کا تحقیقی جائزہ ۲۳۰-۲۸۰)

وأما من قال: إن نبينا أو غيره أحاطه بالمغيبات علماً كما أحاط علم الله بها، فقد كفر. (حاشية الصاوي على الجلالين ٢/١٨٨) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۷/۵/۱۴۳۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ہندوستان میں رہ کر یہ کہنا کہ ''یارسول اللہ! آپ کو میرا حال معلوم ہے''

سوال (۶۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید ہندوستان میں رہتے ہوئے حضور ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے کہتا ہے کہ یارسول اللہ آپ کو میرے حال کی خبر ہے، آپ سے میرا حال چھپا نہیں ہے، آپ میری تنگی دور فرمائیں، یا اگر دعا کے لئے یا تنگی دور فرمانے کے لئے کہا تو دونوں الفاظ کا کیا حکم ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: زید کا آنحضرت ﷺ کو ہر جگہ حاضر ماننے کا عقیدہ رکھنا صحیح نہیں ہے اور آپ ﷺ کو عالم الغیب اور حاضر وناظر مان کر دعا کرنا جائز نہیں ہے۔ بلکہ سراسر گمراہی اور جہالت ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ رشیدیہ ۶۲، عقائد اہل السنۃ والجماعۃ مدلل ۸۷)

اعتقاد اینکہ کسے غیر حق سبحانہ حاضر وناظر، وعالم خفی وجلی درہر وقت وہر آن است، اعتقاد شرک است. (مجموعۃ الفتاویٰ علی ہامش خلاصۃ الفتاویٰ ۳۳۱/۴، فتاویٰ دارالعلوم ۲۳۴/۱۸، فرقہ بریلویت پاک وہند کا تحقیقی جائزہ ۲۳۰-۲۸۰)

قال ابن الھمامؒ: من السنۃ أن تأتي قبر النبي صلی اللّٰہ علیہ وسلم من قبل القبلۃ، وتجعل ظھرک إلی القبلۃ، وتستقبل القبر بوجھک، ثم تقول: السلام علیک أیھا النبي ورحمۃ اللّٰہ وبرکاتہ...... ثم یقول في موقفہ: السلام علیک یا رسول اللّٰہ!. (فتح القدیر ۱۸۰/۳ مصری، بحوالہ: فتاویٰ محمودیہ ڈابھیل ۳۶۵/۱) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۳/۸/۳۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ''یا محمد'' کہہ کر پکارنا اور روحِ مبارک کے ہر جگہ حاضر ہونے کا عقیدہ رکھنا؟

سوال (۶۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: حضور کو ''یا محمد'' کہہ کر پکار سکتے ہیں یا نہیں؟ اور لوگ کہتے ہیں کہ حضور کی روحِ مبارک دارالعلوم دیوبند میں آسکتی ہے، اس بات کی نشان دہی کرنے کے لئے کہ یہاں بنیاد رکھو، تو کیا حضور کی روح ہر جگہ حاضر وناظر نہیں ہوسکتی ہے؟ جو بات صحیح ہو بتلائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دور سے ''یا محمد'' اس

عقیدہ کے ساتھ پکارنا کہ آپ کی روح ہر جگہ حاضر وناظر ہے، قطعاً غلط ہے، یہ صفت اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی میں ہرگز ثابت نہیں ہے۔ ﴿نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ﴾ [ق: ۱٦] ﴿رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِكُمْ﴾ [بنی اسرائل:]

ہاں یہ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی روح کو کہیں جانے کی اجازت دے دیں، تو اس سے آپ کا حاضر وناظر ہونا لازم نہیں آتا۔ دارالعلوم کا واقعہ اولاً تو خواب کا ہے، اور خواب کی باتوں کو حجت شرعی نہیں بنایا جاسکتا، دوسرے یہ کہ اس سے صرف آپ کی روح کا کسی ایک جگہ کبھی آنا معلوم ہوتا ہے، تو اس سے ہر جگہ حاضر وناظر ہونے پر استدلال درست نہیں۔ (مستفاد: اختلافِ امت اور صراط مستقیم ۴۰)

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من صلى علي عند قبري سمعته ومن صلى علي نائياً أُبلغتُه. (رواه البيهقي في شعب الإيمان ۲/۲۰۹ رقم: ۱۵۵۳، مشکوٰة شريف ۸۷)

عن ابن مسعود رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: إن لله ملائكة سياحين في الأرض يبلغوني عن أمتي السلام. (نسائی شريف ۱/۱٤۳)

اعتقاد اینکہ کسے غیر حق سبحانہ حاضر وناظر، وعالم خفی وجلی در ہر وقت و ہر آن است، اعتقاد شرک است۔ (مجموعۃ الفتاویٰ علی ہامش خلاصۃ الفتاویٰ ۴/۳۳۱، فتاویٰ دارالعلوم ۱۸/۲۳۴، فرقہ بریلویت پاک وہند کا تحقیقی جائزہ ۲۳۰-۲۸۰) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۲۹/۴/۱۴۱۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

یارسول اللہ کہنے کا حکم؟

سوال (٦۳): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے فتاویٰ میں لکھا ہے کہ: ''یارسول اللہ کہنا جائز نہیں کفر ہے''۔ (فتاوی رشیدیہ: ٦۲) تو آپ کی نظر میں یہ فتویٰ درست ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: فتاوی رشیدیہ کے جس فتویٰ کا حوالہ سوال میں دیا گیا ہے وہ مطلق نہیں؛ بلکہ اس میں تفصیل ہے۔ ناقل نے فتویٰ کو ناقص نقل کر کے غلط فہمی پیدا کرنے کی کوشش کی ہے، اگر پورا جواب پڑھا جائے تو اصل حقیقت واضح ہو جائے گی۔ حضرت کا جواب درج ذیل ہے:

''جب انبیاء علیہم السلام کو علم غیب نہیں تو یارسول اللہ کہنا بھی ناجائز ہوگا اگر یہ عقیدہ کر کے کہے کہ وہ دور سے سنتے ہیں بسبب علم غیب کے تو خود کفر ہے اور جو یہ عقیدہ نہیں (کر کے) کہے تو کفر نہیں، مگر کلمہ مشابہ بکفر ہے؛ البتہ اگر اس کلمہ کو درود شریف کے ضمن میں کہے اور عقیدہ کرے کہ ملائکہ آپ ﷺ کے پیش عرض کرتے ہیں تو درست ہے؛ کیوں کہ حدیث شریف میں ہے کہ ملائکہ درود بندہ مومن کا آپ کی خدمت میں عرض کرتے ہیں اور ایک صنف ملائکہ اسی خدمت پر ہے''۔

مذکورہ فتویٰ سے یہ بات واضح ہوگئی کہ حضرت گنگوہیؒ نے مطلقاً آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ''یارسول اللہ'' کہنے کو کفر نہیں کہا ہے؛ بلکہ اسی صورت میں قائل کی تکفیر کی ہے جب کہ کوئی شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علم غیب ذاتی کا عقیدہ رکھ کر دور سے ''یارسول اللہ'' کہے؛ اس لئے کہ یہ عقیدہ قرآن وحدیث کے بالکل خلاف ہے۔

اور اگر درود شریف کے ضمن میں ''یارسول اللہ'' کہے اور یہ عقیدہ رکھے کہ آپ ﷺ کو بواسطہ فرشتہ یہ بات پہنچتی ہے تو یہ درست ہے، اس میں کوئی حرج نہیں۔

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم: من صلى علي عند قبري سمعته ومن صلى علي نائياً أُبلغتُه. (رواه البيهقي في شعب الإيمان ۲/۲۰۹ رقم: ۱۵۵۳، مشکوٰۃ شریف ۸۷)

عن ابن مسعود رضي اللّٰه عنه عن النبي صلی اللّٰه عليه وسلم قال: إن للّٰه ملائكة سياحين في الأرض يبلغوني عن أمتي السلام. (نسائی شریف ۱/۱۴۳)

اعتقاد ایں کہ کسے غرحق سبحانہ حاضر وناظر، وعالم خفی وجلی در ہر وقت وہر آن است، اعتقاد شرک است۔ (مجموعۃ الفتاویٰ علی ہامش خلاصۃ الفتاویٰ ۴/۳۳۱، فتاویٰ دار العلوم ۱۸/۲۳۴، فرقہ بریلویت پاک وہند کا تحقیقی جائزہ ۲۳۰-۲۸۰) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۹/۳/۱۴۳۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

دیوبندی عقائد رکھنے والوں کو کافر کہنا

سوال (۶۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کے مکان کے سامنے ہی دیوبندی عقائد والوں کی مسجد ہے، اور زید اس مسجد ہی میں نماز ادا کرتا ہے اور مسجد میں مختلف خیال کے لوگ نماز پڑھتے ہیں، زید نے ایک بریلوی حضرت کو سلام کیا، اس سلام کا کوئی جواب نہ دیا، زید نے ان سے پوچھا کہ آپ نے میرے سلام کا جواب کیوں نہیں دیا؟ بریلوی حضرت نے کہا کہ کافر کے سلام کا جواب ''ہداک اللہ'' ہے زید نے کہا: ''ہداک اللہ'' ہی کہہ دیجئے، ''ہداک اللہ'' کہنا بھی اچھا نہ سمجھا۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں مسئلہ کی وضاحت فرمائیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: دیوبندی عقائد رکھنے والوں کو کافر کہنا حقائق سے ناواقفیت اور جہالت کی دلیل ہے، علماء دیوبند پوری طرح سنت پر عمل کرنے والے اور پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی محبت رکھنے والے ہیں، ان کا کوئی بھی عمل کفریہ نہیں ہے، ان کی مستند کتابیں اس دعویٰ پر شاہد عدل ہیں، اور بار ہا اسے دلائل کی روشنی میں ثابت کیا جاچکا ہے؛ لہٰذا ان پر کفر کا الزام سراسر غلط ہے، الزام لگانے والوں کو اللہ سے ڈرنا چاہئے، اس لئے کہ حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ جو آدمی دوسرے کو کافر کہے اور وہ دوسرا شخص حقیقت میں کافر نہ ہو تو کفر کا وبال خود کہنے والے پر لوٹ آتا ہے۔

دیوبندیوں کو بھی چاہئے کہ وہ بریلویوں کے منہ نہ لگیں اور اگر وہ سلام کا جواب نہ دیں تو ان

سے جھگڑا نہ کریں اور فتنہ وفساد کا موقع نہ آنے دیں۔

من دعا رجلاً بالکفر أو قال عدو اللّٰہ ولیس کذٰلک إلا حار علیہ. متفق علیہ (مشکوٰۃ المصابیح ۲/ ٤١١)

من أبغض عالماً من غیر سبب ظاہرٍ خیف علیہ الکفرَ. (شرح الفقہ الأکبر ١٧٣)

ولو قال للفقیہ دانش مندک، إن لم یکن قصدہ الاستخفاف بالدین لا یکفر، وإن کان یکفر. (خلاصۃ الفتاویٰ ٣٨٨/٤)

عن عبد اللّٰہ بن عمر رضي اللّٰہ عنہما قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: سباب المسلم فسوق. (رواہ مسلم ٥٨/١)

وقال الشامي: إہانۃ أہل العلم کفر علی المختار. فتاویٰ بدیعیۃ. (شامی کراچی ٧٢/٤، بزازیۃ ٣٣٦/٦، شرح الفقہ الأکبر ١٧٣، مجمع الأنہر ٦٩٥/١، ہندیۃ ٢٧١/٢، الفتاویٰ التاتارخانیۃ ٥٠٨/٥ کراچی، المحیط البرہاني ٥٦٩/٥) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۴۱۳/۹/۶ھ

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نور ہیں یا بشر؟

سوال (٦٥): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے نور کا ٹکڑا ہیں یا صرف آپ کی ذات نور ہے یا صفات بھی؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ذات اور جسم کے اعتبار سے انسان اور بشر ہیں، قرآنِ کریم کی متعدد آیات اس پر صریح ہیں: ﴿قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ﴾ وغیرہ؛ لیکن ہدایت اور نبوت کے فیضان میں آپ کو روشن چراغ اور نور سے تشبیہ دی گئی ہے۔ قرآنِ کریم میں اسی اعتبار سے آپ کو ''سراجاً منیراً'' کا لقب عطا کیا گیا ہے۔

لہٰذا آپ کو نور مان کر یہ عقیدہ رکھنا کہ نعوذ باللہ آپ دائرۂ بشریت سے خارج ہیں، قطعاً ناجائز اور نصوصِ قرآنیہ کے خلاف ہے۔ (اختلافِ امت اور صراطِ مستقیم ۱/۳۸)

قال: والأولیٰ أن یقال: هي مستعارة للعلم والهداية كما قال تعالیٰ: ﴿فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِنْ رَّبِّهٖ﴾ (فتح الباري ١١/١١٨)

﴿قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰى اِلَيَّ اَنَّمَا اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ﴾ [الكهف: ١١٠]

﴿ذٰلِكَ بِاَنَّهٗ كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ فَقَالُوْا اَبَشَرٌ يَّهْدُوْنَنَا فَكَفَرُوْا وَتَوَلَّوْا وَاسْتَغْنَى اللّٰهُ﴾ [تغابن: ٦]

﴿مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبَّانِيِّيْنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتَابَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ﴾ [آل عمران: ٧٩]

﴿وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ اِنَّهٗ عَلِيٌّ حَكِيْمٌ﴾ [الشورىٰ: ٥١]

عن عبد اللّٰه بن مسعود رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: إنه لو حدث في الصلاة شيء أنبأتكم به ولكن إنما أنا بشر أنسى كما تنسون الخ. (صحيح مسلم ١/٢١٢)

عن أم سلمة رضي اللّٰه تعالیٰ عنها قالت: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: إنكم تختصمون إلي وإنما أنا بشر الخ. (سنن الترمذي ١/١٦٠)

عن أم المؤمنين عائشة رضي اللّٰه تعالیٰ عنها قالت: كان رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يخصف نعله ويخبط ثوبه ويعمل في بيته كما يعمل أحدكم في بيته وكان بشراً من البشر. (مشكوٰة عن سنن الترمذي ٥٢٠)

عن عبد اللّٰه بن عمرو رضي اللّٰه تعالیٰ عنهما قال: كنت أكتب كل شيء

أسمعه من رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم أريد حِفظه، فنهتني قريش وقالوا: أتكتب كل شيء تسمعه من رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم ورسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم بشرٌ يتكلم في الغضب والرضا الخ. (سنن أبي داؤد ۲/ ۵۱٤، رقم الحديث: ۳٦٤٦)

وقد أرسل اللّٰه تبارک وتعالیٰ رسلاً من البشر إلى البشر مبشرين لأهل الإيمان والطاعة بالجنة والثواب ومنذرين لأهل الكفر والعصيان بالنار والعقاب.

(شرح عقائد نسفي ۱۳۳، فرقۂ بريلويت هندو پاك كا تحقيقى جائزه ۳۰٤-۳۱۷، فتاویٰ محموديه ڈابهيل ۱/ ۵۱٤-۵۱٦) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۹/ ۴/ ۱۴۱۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

متفرقات

سنی، اہل سنت، وہابی اور بدمذہب کسے کہتے ہیں؟

سوال (٦٦) :- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: سنی ،اہل سنت ،وہابی اور بدمذہب سے کون لوگ مراد ہیں مختصر لفظوں میں تعریف ارشاد فرمایئے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: قرآن وسنت اجماعِ امت اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو معیارِ حق ماننے اور فکری وعملی بدعات سے دور رہنے والے لوگ اہلِ سنت والجماعت کا مصداق ہیں، اور یہی لوگ حقیقت کے اعتبار سے سنی ہیں اور جو لوگ فکری وعملی بدعات میں مبتلا ہونے کے باوجود اپنے کو سنی مسلمان کہنے کے دعویدار رہیں، ان کا دعوی واقع کے مطابق نہیں ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ڈابھیل ۳؍۴۰، دینی مسائل اور ان کا حل ۴۳)

اور لفظ وہابی کی حقیقت یہ ہے کہ اس کا اطلاق شیخ عبدالوہاب نجدی کے پیروکاروں پر کیا جاتا ہے، موصوف ایک پرجوش مصلح تھے، انہوں نے بہت سی بدعات کا خاتمہ کیا اور توحید کی دعوت دی؛ لیکن ان کے کئی ایسے عقائد بھی ہیں جن سے اہل حق علماء کو اختلاف رہا ہے۔ ہندوستان میں بدعتی طبقہ کی طرف سے اہلِ سنت علماء حق کو بدنام کرنے اور عوام کو ان سے متنفر کرنے کے لئے وہابی کہنے کا پروپیگنڈہ کیا جو سراسر دھوکہ اور تلبیس ہے۔ شیخ عبدالوہاب اور ان کی جماعت کا ہندوستان کے علماء سے اختلاف پہلے بھی تھا اور آج بھی ہے اس اختلاف کے باوجود ان کو وہابی کہہ کر مطعون کرنا کسی طرح درست نہیں۔ (مستفاد: فتاوی محمودیہ ڈابھیل ۳؍۴۰-۴۱)

إن بـنـي اسـرائيل تفرقت على ثنتين و سبعين ملة و تفترق أمتي على ثلاث وسبـعيـن ملة كلهم في النار الأمة واحدة، قالو: من هي يا رسول اللّٰه ﷺ؟ قال ما أنا عليه و أصحابي. (سنن الترمذي ٩٢/٢، مشكوة المصابيح ٣٠)

قـال في المرقاة :المراد هم المهتدون المتمسكون بسنتي وسنة الخلفاء الـراشـديـن مـن بـعـدي فـلا شک ولاريـب أنهـم أهل السنة والجماعة، وقيل: التـقـديـر لأهـلهـا من كان على ما أنا عليه وأصحابي من الإعتقاد والقول والفعل فـإن ذلک يـعـرف بـالإجـماع فما أجمع عليه علماء الاسلام فهو حق وما عداه باطل. (مرقاة المفاتيح المفاتيح / باب الاعتصام بالكتاب والسنة ٣٨١/١ تحت رقم: ١٧١ بيروت)

كـمـا وقع في زماننا في اتباع عبد الوهاب الذين خرجوا من نجد وتغلبوا عـلـى الـحـرميـن، وكـانـوا يـنـتـحـلـون مذهب الحنابلة لكنهم اعتقدوا أنهم هم الـمسـلـمـون وإن مـن خـالف اعـتـقادهم مشركون، واستباحوا بذلک قتل أهل السـنة وقتـل عـلـمـائهـم، حتـى كسـر الـلّٰـه شوكتهم وخرب بلادهم وظفر بهم عسـاكر المسلمين عام ثلث وثلاثين ومأتي وألف. (شامی، كتاب الجهاد / باب البغاة ٢٦٢/٤ كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری ۱۴۳۵/۲/۲۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بد مذہب کسے کہتے ہیں؟

سوال (٦٧): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: بدمذہب کسے کہتے ہیں؟ بدمذہب کی تعریف ارشاد فرمائیں، کتب حدیث میں بدمذہبوں کے رد میں احادیث کثیرہ موجود ہیں، منتخب احادیث مبارکہ مع حوالہ جات کے نقل کررہا ہوں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد

فرمایا کہ: ’’جب تم کسی بد مذہب کو دیکھو تو اس کے سامنے ترش روئی سے پیش آ ؤ، اس لئے کہ رب عزوجل ہر بد مذہب کو دشمن رکھتا ہے‘‘۔ (ابن عساکر)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل فرمایا ہے کہ: اللہ عزوجل کسی بد مذہب کا نہ روزہ قبول کرتا ہے، نہ نماز، نہ زکوٰۃ، نہ حج، نہ عمرہ، نہ جہاد نہ کوئی نفل اور نہ فرض‘‘۔ (ابن ماجہ)

حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ’’بدمذہب دوزخ والوں کے کتے ہیں‘‘۔ (دارقطنی)

حضرت ابراہیم بن میرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: ’’جس نے کسی بدمذہب کی عزت کی تو اس نے اسلام کے ڈھانے پر مدد کی‘‘۔ (مشکوٰۃ شریف)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے رواایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: بد مذہب اگر بیمار پڑیں تو ان کی عیادت نہ کرو، اگر مر جائیں تو ان کے جنازہ میں شریک نہ ہو، ساتھ کھانا نہ کھاؤ، نہ ان کے ساتھ شادی بیاہ کرو، ان کے جنازہ کی نماز نہ پڑھو، اوران کے ساتھ نماز نہ پڑھو‘‘۔ (مسلم شریف)

اس حدیث کو ’’ابوداؤد‘‘ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور ’’ابن ماجہ‘‘ میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ اور حضرت عقیل رضی اللہ عنہ وابن حبان نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

عرض یہ ہے کہ ان روایات کے علاوہ بھی بہت سی روایات کتب حدیث میں موجود ہین، کیا گستاخِ انبیاء ورسل علیہم الصلاۃ والسلام، گستاخِ صحابہ و گستاخِ اولیاء (رضی اللہ عنہم ورحمہم) بد مذہب کے دائرہ میں آئیں گے یا نہیں؟ رافضی کھلم کھلا اپنی مجالس میں صحابہ کرام بالخصوص حضرت عمر بن الخطاب، حضرت امیر معاویہ اور دیگر جلیل القدر اصحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین کی شان ارفع میں تحریروں میں تقریروں میں جو گستاخیاں کرتے ہین، تبرا پڑھتے ہیں، ان نفوسِ قدسیہ کی توہین کرتے ہین، کیا یہ لوگ بدمذہب کہلائیں گے، ان ہی کی طرح قادیانی اور مکتبہ اہل حدیث سے وابستہ لوگ

انبیاء علیہ السلام یا ائمہ اربعہ بالخصوص حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کی شان اقدس میں گستاخیاں کرتے ہیں، وہ کسی بھی اہل علم سے پوشیدہ نہیں، اسی طرح دیگر فرقہائے باطلہ کی مثال پیش کی جاسکتی ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بدمذہب کا اطلاق ہر اس شخص پر ہوسکتا ہے جو عقیدے اور عمل کی گمراہی میں مبتلا ہو؛ لہٰذا اس لفظ کے اعلیٰ مصداق کفریہ عقائد رکھنے والے فرقے اور افراد ہیں، اور ایسے اہل بدعت کو بھی بد مذہب کہا جاسکتا ہے، جو کھلی ہوئی فکری اور عملی بدعات میں مبتلا ہیں، گوکہ یہ بدعات موجبِ کفر نہ ہوں؛ اور غیر مقلدین کا ائمہ اربعہ کے بارے میں زبان درازی کرنا یقیناً ناپسندیدہ اور قابلِ مذمت عمل ہے، جس سے ہر مسلمان کو احتراز کرنا لازم ہے۔ اور آنجناب نے جن احادیث کا ترجمہ سوال میں لکھا ہے، اُن میں تقدیر کا انکار کرنے والوں اور بدعت کا ارتکاب کرنے والوں پر بد مذہب کا اطلاق کیا گیا ہے، بہتر ہوتا کہ الفاظ حدیث کا مبہم ترجمہ کرنے کے بجائے واضح لفظی ترجمہ کیا جاتا، یعنی جس حدیث میں تقدیر کے منکروں کا ذکر ہے وہاں اس کی وضاحت ہوتی، اور جہاں بدعت کا تذکرہ ہے وہاں بدعت لایا جاتا؛ تاکہ ترجمہ پوری طرح الفاظ کے موافق ہوجاتا، اور کوئی شبہ نہ رہتا۔ اس بارے میں روایتوں کا اصل متن ملاحظہ فرمائیں:

عن عمر بن الخطاب رضي اللّٰه عنه أن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم قال: لا تجالسوا أهل القدر ولا تفاتحوهم. (أبوداؤد شریف ٢/٦٤٩، مشکوٰة شریف ٢٢)

عن ابن عمر رضي اللّٰه عنهما عن النبي صلی اللّٰه علیه وسلم قال: القدرية مجوس هٰذه الأمة إن مرضوا فلا تعودوهم وإن ماتوا فلا تشهدوهم.

(أبوداؤد شریف ٢/٦٤٤، مشکوٰة شریف ٢٢)

عن حذيفة رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: لكل أمة مجوس ومجوس هٰذه الأمة الذين يقولون لا قدر، من مات منهم فلا تشهدوا جنازته ومن مرض منهم فلا تعودوهم وهم شيعة الدجال وحق على اللّٰه أن يلحقهم بالدجال. (أبوداؤد شریف ٢/٦٤٤)

عن حذيفة رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: لا يقبل اللّٰه لصاحب بدعة صوماً ولا صلاة ولا صدقة ولا حجاً ولا عمرة ولا جهاداً ولا صرفاً ولا عدلاً يخرج من الإسلام كما تخرج الشعرة من العجين. (ابن ماجة ٦)

الملحد من مال عن الشرع القويم إلى جهة من جهات الكفر كالباطنية أو الطاعن في الدين مع ادعاء الإسلام أو الذي يؤول في ضروريات الدين لإجراء أهوائه. (قواعد الفقه ٥٠٥، شامي زكريا ٣٨٣/٦) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۳/۲/۲۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

ڈاکٹر ذاکر نائک سے متعلق استفتاء؟

سوال (۶۸): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: جس طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی کے مطابق قربِ قیامت کا زمانہ فتنوں کا زمانہ ہوگا، فتنے بارش کے قطروں کے مانند برسیں گے، اور رونما ہوں گے، ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ہم اُسی زمانے سے دوچار ہیں، جس میں سے ایک فتنہ ڈاکٹر ذاکر نائک کا بھی ہے، دنیا کے اور متأثرہ مقامات کی طرح ہمارے دیار میں بھی یہ فتنہ اپنے وجود کا مظاہرہ کررہا ہے، اور اپنی طرف دعوت دے رہا ہے، اور ایک بڑا طبقہ اس کی طرف مائل ومتوجہ ہے، اور اس کے گن گا رہا ہے، اس کے متعلق آپ کا فتویٰ کیا ہے؟ آیا کیا یہ اس قابل ہے کہ اس کی طرف التفات کیا جائے، نیز اس سے متعلق امت کے نام آپ کا کیا پیغام ہے؟ براہِ کرم جواب رقم فرمانے کی زحمت گوارا فرمائیں، عین نوازش ہوگی، بندۂ ناچیز کی یہ نیت اور کوشش ہوگی کہ آپ کے فتویٰ اور پیغام کو زیادہ سے زیادہ عام کیا جائے؛ تاکہ امت کے سادہ لوح افراد اس سے محفوظ رہ سکیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: امام المحدثین حضرت محمد ابن سیرینؒ کا مشہور مقولہ

ہے: **إن هٰذا العلم دين فانظروا عمن تأخذون دينكم.** (مسلم شریف ۱/۱۱) (یعنی علم (فقہ وحدیث) دین ہے؛ لہٰذا اچھی طرح غور کرلو کہ کس سے تم دین لے رہے ہو) اس جملہ میں اس بات کی طرف رہنمائی ملتی ہے کہ شریعت کا علم اور مسائل وغیرہ کی معلومات ہر کس وناکس سے حاصل نہیں کرنی چاہئے؛ بلکہ صرف وہی شخص اس منصب پر فائز ہونے کے لئے مجاز ہے جس نے علم دین معتبر اساتذہ اور علماء کی خدمت اور صحبت میں رہ کر حاصل کیا ہو، اور اس کے علم وعمل پر لوگوں کا اعتماد قائم ہو چکا ہو۔

اس معیار کی روشنی میں جب ہم ڈاکٹر ذاکر نائک صاحب کا موازنہ کرتے ہیں تو یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ وہ دینی موضوعات اور دینی مسائل پر رائے زنی کے قطعاً اہل نہیں ہیں، نہ تو انہوں نے مروجہ طریقہ پر ان علوم کو حاصل کیا ہے، جن پر قرآن فہمی اور حدیث دانی کا مدار ہے، جیسے صرف ونحو، عربی ادب وغیرہ، اور نہ ہی انہوں نے ماہر اساتذۂ علم دین کی صحبت سے استفادہ کیا ہے، ان کی معلومات کا سارا مدار اردو یا انگریزی تراجم کی کتابوں پر ہے، پس جو شخص اصل نصوص تک براہِ راست رسائی سے عاری ہو وہ علمی موضوعات پر لب کشائی کی جرأت کیسے کرسکتا ہے؟ لیکن ڈاکٹر ذاکر نائک صاحب کی جسارت واقعی قابل داد ہے کہ وہ اپنے پروگراموں میں پوری قوت کے ساتھ اپنی رائے پیش کرتے ہیں، اور مزید یہ کہ سامعین کو یہ باور کراتے ہیں کہ انہوں نے جو سمجھا ہے وہی صحیح ہے، بھلے سے اساطینِ امت کی رائے ان کے خلاف ہو۔

اور چوں کہ ڈاکٹر صاحب کی نشو ونما ایک غیر مقلد گھرانہ میں ہوئی ہے، اور اسی بنا پر ان کا مبلغ علم وہی کتابیں ہیں جن کے مؤلفین خود غیر مقلد ہیں، یا ان سے متأثر ہیں یا آزاد خیال ہیں، اس لئے ماحول اور مطالعہ کا رنگ ہی ڈاکٹر صاحب موصوف پر پوری طرح چڑھا ہوا ہے، اور ان کی عین خواہش یہ ہے کہ اپنے سامعین اور قارئین تک غیر مقلدیت کا پیغام پہنچادیں اور اس مشن پر وہ پوری دل جمعی سے کام کررہے ہیں۔

پھر چوں کہ ان کے اندر خود اعتمادی اور خود رائی ضرورت سے زیادہ پیدا ہوچکی ہے، اس

لئے وہ آیاتِ قرآنیہ میں تفسیر بالرائے کرنے سے بھی گریز نہیں کرتے، اور یک لخت سلف صالحین کی تفسیر وتشریح کو غلط قرار دے دیتے ہیں، کبھی فرماتے ہیں کہ: ﴿اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ﴾ [النساء: ۳٤] سے مردوں کا عورتوں سے افضل ہونا مراد نہیں؛ بلکہ ذمہ داری میں اونچا ہونا مراد ہے۔ (خطباتِ ذاکر نائک ۲۹۵)

جب کہ مفسرین نے احادیث شریفہ کی روشنی میں مرد کو عورت سے افضل قرار دیا ہے۔ اسی طرح فرماتے ہیں کہ آیت: ﴿وَیَعْلَمُ مَا فِی الْاَرْحَامِ﴾ [لقمان: ۳٤] کو سمجھنے میں مفسرین سے غلطی ہوئی ہے۔ (اسلام پر چالیس اعتراضات ۱۳۰)

حالاں کہ تفسیر کا مطالعہ کرنے والے جان سکتے ہیں کہ مفسرین کی یہ تغلیط بجائے خود غلط ہے، اور ڈاکٹر صاحب کی کم علمی کی کھلی ہوئی دلیل ہے، اور ایک جگہ تو ڈاکٹر صاحب نے حد ہی کردی۔ ﴿یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ اِذَا جَآءَکَ الْمُؤْمِنَاتُ......﴾ [الممتحنة: ۱۲] میں بیعت توبہ کو موجودہ زمانہ کے ووٹ دینے کے معنی میں قرار دیا ہے، اور یہ گل افشانی کی کہ: ''اسلام نے اسی دور میں عورتوں کو ووٹ دینے کا حق بھی تسلیم کردیا ہے''۔ (دیکھئے: اسلام میں خواتین کے حقوق ۵۰)

حالاں کہ موجودہ دور کے ووٹ کا اسلام میں کوئی تصور ہی نہیں، مگر ڈاکٹر صاحب غیر اسلامی جمہوریت کو بے تکے استدلال کر کے اسلام سے جوڑنے کی ناکام کوشش کر رہے ہیں، اسی طرح کی بہت سی مثالیں ڈاکٹر صاحب کی کتابوں اور تقریروں میں مل سکتی ہیں، جو سلف صالحین کی آراء کے بالکل خلاف ہیں۔ (اس سلسلہ میں سید خلیق ساجد بخاری کی کتاب ''حقیقت ذاکر نائک'' اور دارالعلوم دیوبند سے جاری شدہ ۲۰/۳/۱۴۳۲ھ تفصیلی فتویٰ قابلِ مطالعہ ہے)

بریں بنا ڈاکٹر ذاکر نائک صاحب کے پروگراموں کو دیکھنے اور ان کی کتابوں کو پڑھنے سے خود بھی بچنا چاہئے، اور عوام وخواص کو بھی متنبہ کرنا چاہئے، اور ان کی کسی بات پر اس وقت تک اعتماد نہ کیا جائے جب تک کہ اس کی تائید معتبر علماء اور مفتیان سے حاصل نہ ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۳/۳/۱۴۳۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نــــوٹ:- موضوع کی مناسبت سے یہاں وہ مضمون بھی برائے افادہ نقل کیا جارہا ہے جو حضرت مفتی صاحب نے سید خلیق ساجد بخاری کی کتاب ''حقیقتِ ذاکر نائک'' کے مقدمہ کے طور پر لکھا تھا، ملاحظہ فرمائیں۔ (مرتب)

حقیقتِ ذاکر نائک

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم، اما بعد:

چند سال پہلے یہ شہرت سنی گئی کہ ممبئی کے ایک ایم بی بی ایس ڈاکٹر (جناب ڈاکٹر ذاکر نائک) صاحب نے غیر مسلموں میں اسلام کی دعوت کا کام بڑے پیمانہ پر شروع کیا ہے اور ہندوؤں کی مذہبی کتابوں اور بائبل وغیرہ کا گہرائی سے مطالعہ کر کے وہ اپنے پروگراموں میں غیر مسلموں کی طرف سے اسلام کے خلاف اٹھائے جانے والے اعتراضات کا نہ صرف یہ کہ دندانِ شکن جواب دیتے ہیں؛ بلکہ مذاہب باطلہ پر اقدامی حملہ کرتے ہوئے ان کے لچر عقائد کی تردید بھی کرتے ہیں، اور اس حوالے سے ان کے پروگرام بہت مقبولیت حاصل کر رہے ہیں۔ یہ خبر، ہم جیسے خالی الذہن لوگوں کے لئے ایک طرح سے خوشی کا باعث تھی کہ امت میں کچھ افراد ایسے بھی ہونے چاہئیں جو غیر مسلموں میں دعوت کا کام کریں، اور اسلام کے بارے میں پھیلی ہوئی غلط فہمیوں کو دور کریں، اسی بناء پر مذکورہ ڈاکٹر صاحب کی سرگرمیوں کی شروع میں علماء کے کسی طبقہ کی طرف سے کوئی خاص مخالفت نہیں کی گئی، اور ان کی غیر اسلامی ظاہری وضع قطع کو بھی زیادہ موضوعِ بحث نہیں بنایا گیا؛ لیکن وقت گذرنے اور مقبولیت کا گراف روز بروز بڑھنے کے ساتھ ساتھ ڈاکٹر ذاکر نائک صاحب کے پوشیدہ ''بال وپر'' نکلنے شروع ہوئے، اور انہوں نے دعوتِ دین کے نام پر نہایت چابک دستی، مہارت اور غیر معمولی ذہانت اور منصوبہ بندی اور جدید دور کے مواصلتی آلات کے ساتھ دو نقطوں پر خصوصی توجہ دینی شروع کی:

(۱) مسلم عوام کا علماء پر اعتماد کس طرح مجروح کیا جائے؟

(۲) اور پوری امت کو ائمہ اربعہ کی تقلید سے نکال کر غیر مقلد اور لامذہب کیسے بنایا جائے؟

اگر غور کیا جائے تو نائک صاحب کی تمام سرگرمیوں کا خلاصہ یہی مذکورہ دونوں باتیں قرار پائیں گی، چناں چہ انہوں نے اہل صلاح وتقویٰ کا لباس چھوڑ کر کفار وفساق کا حلیہ بنایا اور اس حلیہ میں آ کر دینی مسائل میں رائے زنی شروع کی، اور اپنے ساتھ دینی مسائل کے سوال و جواب کی مجلس میں ایک ایسے شخص کو معاون کے طور پر بٹھایا جو ننگے سر، داڑھی صاف اور کوٹ پتلون میں رہتا ہے، اور یہ عمل قصداً اس لئے کیا گیا؛ تاکہ مسلم عوام کی نظر میں علماء اور اہل دین کی صورت وہیئت کا جو تصور ہے وہ دلوں سے مٹادیا جائے، اور فسق وفجور کے شعائر کی جو نفرت خصوصاً برصغیر کے مسلم عوام کے دلوں میں بیٹھی ہوئی ہے، وہ نکال دی جائے۔ ابھی تک الحمد للہ مسلم عوام کا یہ مزاج ہے کہ وہ اپنی مساجد میں کسی داڑھی منڈے شخص کو امام بنانے کے لئے قطعاً تیار نہیں ہیں۔ اسی طرح فساق کی وضع قطع رکھنے والے کسی شخص کے بتائے ہوئے مسئلہ پر عوام کو اطمینان نہیں ہوتا، جب تک کہ کسی عالم یا معتبر شخص سے تحقیق نہ کرلیں، اب ڈاکٹر ذاکر نائک صاحب اپنے طرز عمل سے عوام کے اس مزاج کو بدلنا چاہتے ہیں، گویا کہ اپنی دانست میں دین پر علماء ومفتیان کی اجارہ داری کو ختم کرنے کے مشن پر کام کررہے ہیں، حالاں کہ ان کا یہ تصور قطعاً غلط ہے۔ علماء، دین کے اجارہ دار نہیں ہیں؛ البتہ اس کے محافظ ضرور ہیں، اور جو شخص دین کا محافظ بننا چاہے اس کے لئے کوئی رکاوٹ نہیں، وہ علوم دینیہ معتبر ذرائع سے سیکھ کر یہ منصب حاصل کرسکتا ہے؛ لیکن علماء کبھی یہ گوارا نہیں کریں گے کہ مطلوبہ صلاحیت اور شرعی کردار کو حاصل کئے بغیر کوئی بھی شخص کھڑے ہوکر اپنے انداز میں سلف کے طریق سے ہٹ کر دین کی تفہیم وتشریح کرنے لگے؛ کیوں کہ اگر اسے گوارا کیا جائے گا تو پھر دین اپنی اصلی شکل میں باقی نہ رہے گا؛ بلکہ ذاکر نائک صاحب جیسے ڈاکٹروں کی ''بے جا جراحی'' کا شکار ہوجائے گا، اور اس کی اصل شکل وصورت مسخ ہوجائے گی۔

اسی طرح اس بات پر امت کے تمام انصاف پسند طبقوں کا اتفاق رہا ہے کہ دینی نظم وانتظام برقرار رکھنے کے لئے ایسے تمام افراد جن میں اجتہاد کی مطلوبہ صلاحیت موجود نہ ہو، انہیں دینی مسائل میں ائمہ اربعہ (امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ) میں سے کسی کی تقلید

کرنالازم ہے،اوراس بارے میں من مانی جائز نہیں؛ لیکن ڈاکٹر ذاکر نائک صاحب کا پوراز وراسی پرر ہتا ہے کہ امت کوتقلید سے ہٹا دیا جائے ، اور وہ اپنی چرب زبانی سے یہ باورکراتے نہیں تھکتے کہ امت کی گمراہی کی اصل بنیادتقلید ہے، چناں چہ وہ اپنے پروگراموں میں فرضی اور مصنوعی سوالات کراکر خاص طور پر ایسے موضوعات اٹھواتے ہیں، جن کا تعلق فروعی اختلافی مسائل سے ہوتا ہے، اور ایسے تمام مسائل میں وہ فرقہ لامذہبیہ یعنی غیر مقلدین کے موقف کی بھرپور ترجمانی کرتے ہیں، اور بڑے معصومانہ انداز میں اپنے کو غیر مقلد ظاہر کئے بغیر حاضرین وناظرین کے سامنے براہِ راست قرآن وسنت سے استناد حاصل کرنے والا قرار دینے کی کوشش کرتے ہیں، چناں چہ ننگے سر نماز، عورت اور مرد کی نماز میں فرق، عورتوں کا مسجدوں میں جانا، غیر عربی زبان میں خطبہ، گاؤں میں نماز جمعہ، رکعاتِ تراویح کی تعداد، بیک وقت تین طلاق، بے وضو قرآنِ کریم چھونے کی اجازت جیسے مسائل میں وہ کھل کر غیر مقلدین کے موقف کی ترجمانی کرتے نظر آتے ہیں۔

اس کے علاوہ ان کی تقریروں اور گفتگو میں ایک نہایت خطرناک پہلو یہ دکھایا جاتا ہے کہ وہ قرآنی آیات کے اعداد پھر سورتوں کے اعداد اور رکوعات کے نمبروں کے عددوں کو اپنی مرضی سے ضرب وحساب دے کر عجیب وغریب نتائج اخذ کرتے ہیں، جو جاہلوں کی نظر میں ہوسکتا ہے کوئی قابلِ داد بات ہو؛ لیکن صحیح دینی فکر رکھنے والوں کی نظر میں یہ باتیں محض لغو اور مہمل ہیں؛ اس لئے کہ آیتوں کی ترقیم اور پھر پاروں میں تقسیم اور سورتوں اور پاروں کے اعتبار سے رکوعات کی تعیین یہ سب دورِ نبوت کے بعد کی کوششیں ہیں، جنہیں پڑھنے والوں کی سہولت کے لئے انجام دیا گیا ہے، اب ان کے اعداد کو اُلٹ پھیر کر کے نمبروں کے موافق کوئی نتیجہ اخذ کرنا قرآن کے ساتھ کھلواڑ ہے، جو محض ذاکر نائک صاحب اور ان کے ہم فکر حضرات کی ذہنی اُپج ہے، اور ان کی فکری کم مائیگی کی دلیل ہے؛ کیوں کہ قرآن کوئی علم الاعداد کے نمونے کے طور پر نازل نہیں ہوا، وہ تو کتابِ ہدایت ہے، اس کا ''علم جفر ورمل'' سے کوئی لینا دینا نہیں، اور ذاکر نائک صاحب جیسے لوگ اس ''کتابِ ہدایت'' کو اپنی نادانی سے ''کتابِ جفر ورمل'' بنا دینا چاہتے ہیں۔ کہیں وہ پیغمبر علیہ السلام کی عمر

مبارک آیتوں کے اعداد سے ثابت کرتے ہیں، تو کہیں انسان اور جانوروں کے کروسومز (تخلیقی خلیوں) کی تعداد اور کہیں مختلف دھاتوں کے اوزان کے ثبوت کے لئے آیتوں کے حروف جوڑنے کی کوشش کرتے ہیں، وغیرہ۔ الغرض انہوں نے قرآنِ کریم کو گویا ریاضی کی کتاب بنا کر چھوڑا ہے۔ **نعوذ باللّٰہ من ذٰلک** ۔

آج پوری دنیا میں ماڈرن ذہن رکھنے والے مسلمان ان کے ''پیس ٹی وی'' پر نشر ہونے والے پروگراموں کو بڑے ذوق وشوق سے دیکھتے ہیں، اور ان کی پیش کردہ آیتوں کے نمبرات اور اعداد کو سن کر مبہوت رہ جاتے ہیں، اور یہ خیال جما لیتے ہیں کہ آج کے دور میں شریعت کی ''اسٹڈی'' نائک صاحب سے زیادہ کرنے والا کوئی نہیں ہے، اور اُس وقت نائک صاحب سے اس طبقہ کی انسیت اور مزید گہری ہوجاتی ہے، جب وہ علماء راسخین کے برخلاف ڈاکٹر ذاکر نائک صاحب کی زبان سے عورت کے چہرے کے پردے کے خلاف دلچسپ دلائل سننے کو ملتے ہیں، جس سے سبھی بے پردہ خواتین وحضرات کی باچھیں کھل جاتی ہیں، اور جب ان کی زبان ''ٹائی کی وکالت'' اور داڑھی کی اہمیت کم کرنے کے لئے حرکت میں آتی ہے، تو پھر تو ایسی خوشی کا سماں ہوتا ہے، گویا کوئی گم شدہ متاع ہاتھ آ گئی ہو۔ ظاہر ہے کہ یہ اباحیت کی باتیں علماء ربانیین کی زبانی کہاں سننے کو ملتیں؟ لہٰذا ایسے سب لوگ ذاکر نائک صاحب کو دورِ حاضر کا سب سے بڑا ''مجدد دین'' تصور کرتے ہیں، اسی قبیل کے ایک صاحب نے تو حد کردی، ہمارے پاس دارالافتاء میں آ کر ہمارے ہی منہ پر یوں گویا ہوئے کہ: ''گذشتہ ۱۵/سو سالوں میں دین کی وہ خدمت کسی نے نہیں کی جو ڈاکٹر ذاکر نائک صاحب انجام دے رہے ہیں''، گویا ایک جملہ میں انہوں نے سبھی سلف وخلف خدامِ دین کی ساری خدمات پر پانی پھیر دیا۔

دراصل ذاکر نائک صاحب امت کا یہی مزاج بنانا چاہتے ہیں کہ دین اور قرآن کو تو بس انہوں نے ہی سمجھا ہے ورنہ گذشتہ صدیوں میں کسی کو یہ سعادت میسر نہ آئی۔ ہماری نظر میں یہ تصور بجائے خود ضلالت اور گمراہی ہے؛ کیوں کہ خود پیغمبر صادق وامین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا

ارشادِ صحیح احادیث میں وارد ہے کہ: ''قیامت تک ہر دور میں امت میں علماءِ حق کی ایک جماعت ضرور قائم اور باقی رہے گی جو دینِ حق اور طریقِ سنت پر قائم ہوگی''۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ: ''میری امت کبھی ضلالت پر مجتمع نہیں ہوسکتی''، تو کیا ان ارشادات کے رہتے ہوئے کوئی یہ تصور کرسکتا ہے کہ نعوذ باللہ ذاکر نائک صاحب سے پہلے کسی عالم نے دین کو صحیح طرح سمجھا ہی نہیں۔

الغرض جیسے جیسے ذاکر نائک کی موشگافیاں سامنے آتی جارہی ہیں، علماء کی تشویش بڑھتی جارہی ہے، پھر بھی معتبر علماء ان کے متعلق محتاط رویہ اپناتے رہے ہیں، اور ان کی عین تمنا رہی ہے کہ ڈاکٹر صاحب موصوف اپنی خداداد صلاحیتیں فروعی بحثوں پر لگانے کے بجائے دعوتی موضوعات پر صرف کریں، توحید خالص اور سنت کی نشر واشاعت کے میدان میں کام کریں، اور معاشرہ میں پھیلے ہوئے بگاڑ اور فواحش کو دور کرنے کے لئے اپنی خدمات پیش کریں؛ لیکن افسوس کہ ڈاکٹر صاحب موصوف نے ان خیر خواہ علماء کے ان ناصحانہ مشوروں کو قبول کرنے کے بجائے لامذہبیت کی تبلیغ اور قرآن کریم کی تفسیر بالرائے اور اعداد کے ہیر پھیر کے عمل کو بلاتردد جاری رکھا، اور ان کے طرزِ عمل سے امت کی گمراہی کا اندیشہ یقین میں تبدیل ہوگیا، تو علماء نے اپنا فرض سمجھ کر اس فتنہ کے تعاقب میں توکلاً علی اللہ آغاز کردیا۔

یہ کتاب ''حقیقت ذاکر نائک'' اس سلسلہ کی ایک مدلل اور جامع کوشش ہے، جس کی تالیف کی سعادت پاکستان کے ایک عالم دین جناب ''مولانا سید خلیق ساجد بخاری صاحب'' کے حصہ میں آئی، انہوں نے ۴۹۵ صفحوں کی اس ضخیم کتاب میں ذاکر نائک صاحب کے افکار وخیالات اور زلات وضلالات کا بھرپور جائزہ لیا ہے، جس کے مطالعہ سے قارئین کو ذاکر نائک صاحب اور ان کی فکر کو سمجھنے کا بہتر موقع ملے گا اور ان کی گمراہیوں پر سے پردے ہٹیں گے۔ اللہ تعالیٰ پوری امت کی طرف سے مؤلف موصوف کو جزائے خیر عطا فرمائیں کہ انہوں نے بڑی محنت سے ذاکر نائک صاحب کی تقریروں کو سن کر اور کتابوں سے نوٹ تیار کرکے بھرپور گرفت کی ہے، اور حق وباطل کو کھول کر کے رکھ دیا ہے۔ (از: مفتی محمد سلمان منصور پوری)

ڈاکٹر ذاکر نائک کے افکاروخیالات سے ہم آہنگ اسکول میں تعلیم دینا

سوال (۶۹) :-کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: خدمت اقدس عالیہ میں عرض یہ ہے کہ ہمارے شہر علی گڑھ میں مسلم یو نیورسٹی کے ایک سابق طالب علم نے جو پیشہ میں ڈاکٹر ہیں،۳ر سال قبل ایک اسلامک مشن اسکول قائم کیا ہے، جس میں احقر کوشعبۂ حفظ وقرأت کی ذمہ داری سونپی گئی ہے، اس اسکول میں انگلش میڈیم کی مکمل تعلیم کے ساتھ ساتھ، حفظ، قرأت، عربی زبان اور علوم اسلامیہ کی تعلیم پر بہت زور ہے، بچوں کو انگلش اور عربی کے علاوہ کسی اور زبان میں گفتگو کی اجازت نہیں، تعلیم وتربیت بہت اچھی ہے، تمام اساتذہ منظّم انداز میں بچوں پر خوب محنت کرتے ہیں، بظاہر کسی خاص مسلک کی اشاعت محسوس نہیں ہوتی ہے، چونکہ اس طرح کے اسکول بظاہر داعی اسلام تیار کرنے اور پوری دنیا کے غیر مسلموں کو جدید انداز سے دعوت اسلام پیش کرنے کی غرض سے ہندوستان کے مختلف شہروں میں قائم کیا جارہا ہے، اور عصری تعلیم کے ساتھ دینی تعلیم بھی اس کا لازمی جزو ہے، اس لئے ہر مکتبِ فکر کے لوگ اپنے بچوں کو یہاں تعلیم دلارہے ہیں، اس اسکول میں وہ نصاب پڑھایا جاتا ہے، جو ڈاکٹر ذاکر نائک کے اسکولوں میں پڑھایا جاتا ہے، اسکول انتظامیہ ڈاکٹر ذاکر نائک کے مشن سے پوری طرح متفق ہے، اور اسکول کے جملہ انتظامات ڈاکٹر ذاکر نائک کے اسکول کے مطابق ہے، حتی کہ ایک ایک اصول وضابطہ میں پوری طرح ہم آہنگی ہے، چونکہ میں ڈاکٹر ذاکر نائک کے عقیدہ اور مشن کی حقیقت سے واقف نہ تھا؛ اس لئے اس خدمت کو ایک نیک اور تعمیری کام سمجھ کر بچوں پر خوب محنت کی اور بچوں کے اندر بالتجوید قرآن کریم پڑھنے کی صلاحیت پیدا ہوگئی، جس سے متاثر ہوکر بہت سے والدین نے اپنے بچوں کو اس اسکول میں داخل کیا اور بچوں کے تقریباً سبھی سرپرست محض اس وجہ سے اس اسکول میں اپنے بچوں کو داخل کرتے ہیں؛ تاکہ ان کے بچے عصری تعلیم کے ساتھ صحیح قرآن پڑھنا سیکھ لیں اور حافظ ہوجائیں۔

اور حقیقت یہ ہے کہ میں نے خود بھی حفظ کے ساتھ ساتھ ابتدائی تعلیم دلانے کی غرض سے اپنے بیٹے اور بھانجے کو دوسرے اسکول سے نکال کر اس اسکول میں داخل کر دیا ہے اور مطمئن بھی تھا، مگر بے چینی اس وقت بڑھی جب چند روز قبل حضرت مولانا سید خلیق ساجد بخاری صاحب کی کتاب ''حقیقت ذاکر نائک'' اور آپ کا مقدمہ اور حضرت مفتی محمد عبید اللہ الاسعدی صاحب استاذِ حدیث جامعہ عربیہ ہتھورہ باندہ کا رسالہ ''ڈاکٹر ذاکر نائک کے خیالات اور نظریات'' پڑھنے کو ملا، ان تینوں چیزوں کو پڑھ کر ڈاکٹر ذاکر نائک اور ان کے مشن کی حقیقت سے آگاہی ہوئی، اور اس پر مستزاد یہ کہ ڈاکٹر ذاکر نائک کے TV. Satellite جو شہر علی گڑھ میں لگایا جائے گا، اسکول انتظامیہ نے اس اسکول کے بچوں کے والدین کے درمیان اس انداز سے مشتہر کیا، جیسے کہ ان چینلوں میں کوئی برائی نہیں ہوگی، اب میری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ اس طرح کا عقیدہ اور خیال رکھنے والوں کی منشاء کے مطابق چلنے والے اسکول میں خدمت انجام دینا اور اپنے معصوم بچوں کو تعلیم دلانا درست ہوگا یا نہیں؟ جہاں اسلام کے نام پر غیر اسلامی اور صحیح کے نام پر غلط عقیدے کی تعلیم ہونے کا قوی امکان ہو، کبھی یہ سوچتا ہوں کہ اسکول ابھی ابتدائی مرحلہ میں ہے اور انتظامیہ دینی تعلیم کے لئے اساتذہ کی تقرری کے موقع پر ہم لوگوں سے مشورے کرتے ہیں؛ لہٰذا عربی، حفظ، قرأت اور اسلامیات کے شعبہ میں ایسے اساتذہ کو لانے کی کوشش کی جائے جو مسلکِ احناف پر پختہ اور باضابطہ عالم باعمل ہوں؛ تاکہ جو طبقہ دینی تعلیم پر مامور ہو، وہ صحیح العقائد ہو اور بچوں کو کسی حد تک گمراہی سے بچایا جاسکے اور کبھی یہ سوچتا ہوں کہ اس طرح کے اسکولوں کی ترقی خود ہمارے اور امت کے تمام بچوں کے لئے انتہائی خطرناک ہوسکتی ہے؛ لہٰذا ابتدائی مرحلہ میں ہی اسکول چھوڑ دینا چاہئے۔

بہر حال احقر اس سلسلے میں تذبذب کا شکار ہے، مشورہ طلب امر یہ ہے کہ جس نہج پر خدمت کر رہا ہوں کرتا رہوں، یا ﴿تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ سمجھ کر چھوڑ دوں؟ امید ہے کہ حضور والا میرے اور میرے بچے کے سلسلے میں مخلصانہ مشوروں سے نوازیں گے؛ تاکہ ہمارے اور متعلقین واحباب کی صحیح رہنمائی ہو سکے۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جناب ڈاکٹر ذاکر نائک صاحب کا اہلِ حق سے اختلاف دو باتوں میں ہے: اول یہ کہ وہ دینی مسائل میں غیر مقلدیت کی تشہیر کرتے ہیں، دوسرے یہ کہ وہ قرآن وحدیث کی بعض مواقع پر ایسی تشریح کرتے ہیں جو سلف کی تشریحات کے خلاف ہوتی ہیں، نیز ظاہری وضع قطع اور لباس میں بھی صالحین کے طریقوں کی پابندی ضروری نہیں سمجھتے، جس کا نتیجہ فکری آزادی اور سلف صالحین پر عدم اعتماد کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔

اب سوال میں ذکر کردہ صورتِ حال میں اگر آپ دیانت داری کے ساتھ یہ سمجھتے ہیں کہ مذکورہ اسکول میں آپ کے رہنے سے اس اسکول کے طلبہ کی کج روی سے حفاظت رہے گی، اور اہل حق کی فکر کے مطابق بچوں کی ذہن سازی کا بہتر موقع ملے گا، تو آپ جیسے پختہ حضرات کے لئے ایسے اسکول میں رہ کر دینی خدمات انجام دینا درست ہے؛ لیکن اگر آپ یہ محسوس کرتے ہیں کہ آپ کے وہاں رہنے سے دینی فائدہ کم اور نقصان زیادہ ہوگا، تو پھر آپ کے لئے بہتر یہی ہے کہ ایسے ادارہ سے کنارہ کشی اختیار کر کے کسی اور مناسب جگہ دینی خدمات انجام دیں۔

﴿وَاِذَا رَأَيْتَ الَّذِيْنَ يَخُوْضُوْنَ فِيْ آيٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ، وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ﴾ [الإنعام: ٦٨]

إذا تعارض مفسدتان روعي أعظمهما ضررا بإرتكاب أخفهما. (الأشباه والنظائر كراچی ۱/۱۲۳) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۰/۱/۱۴۳۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

وحید الدین خان کی کج فکری کے چند نمونے

سوال (۷۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: دلی سے ایک میگزین ''الرسالہ'' کے نام سے نکلتا ہے، جس کا لکھنے والا وحید الدین خان نامی ایک شخص ہے، یہ شخص اپنے اس رسالہ میں کچھ ایسی عبارتیں لکھتا ہے جو قرآن وسنت کے خلاف معلوم ہوتی ہیں۔ چند دن پہلے یہاں جموں میں ایک اشتہار بھی شائع ہوا تھا، جس میں وحید الدین خاں کی کچھ عبارتیں ''الرسالہ'' سے ماخوذ تھیں، جن میں سے چند اقتباسات درج کرتا ہوں:

(۱) ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم بلاشبہ آخری پیغمبر (Final Prophet) تھے؛ لیکن آپ ہرصورتِ حال کے لئے آخری نمونہ (Final Mode) نہ تھے''۔ (الرسالہ جون ۲۰۰۷ء ص:۵)

(۲) ''مسیح کی آمد ثانی نہیں ہے؛ بلکہ مسیح کے ماڈل کی آمد ثانی ہے، یعنی بعد کے زمانے میں حالات کے اندر ایسی تبدیلیاں واقع ہوں گی کہ حالات کے اعتبار سے حضرت مسیح کا ماڈل زیادہ قابلِ انطباق (Applicable) بن جائے گا''۔ (الرسالہ جون ۲۰۰۷ء، ص:۵)

(۳) ''عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ حضرت مسیح آسمان پر زندہ ہیں، اور آخری زمانے میں وہ جسمانی طور پر آسمان سے اتر کر آئیں گے اور دجال کو ختم کریں گے، یہ تصور اگرچہ لوگوں میں کافی پھیلا ہوا ہے، مگر وہ اپنی موجودہ صورت میں نہ قرآن سے ثابت ہے اور نہ احادیث سے'' (قیامت کا الارم ص:۵۷)

غرض اس طرح کی اور کئی عبارتیں ہیں، ہمیں صرف یہ معلوم کرنا ہے کہ ایسے شخص کی کتابیں پڑھنی چاہئے یا نہیں؟ اب تو باضابطہ طور پر لوگوں میں تقسیم ہوتی ہیں، اور لوگ ان کتابوں کو پڑھ بھی رہے ہیں، کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کا ایمان خراب ہو جائے، اور اس قسم کا اگر کوئی رسالہ نکلتا ہو کیا اس کا خریدار بننا چاہئے یا نہیں؟ نیز علاماتِ قیامت، نزولِ عیسیٰ، ظہورِ مہدی، خروجِ دجال، دابۃ الارض، یاجوج ماجوج وغیرہ کو تمثیلی بیان کرنا کیا ایسا کہنے والے اور پڑھنے والے کے ایمان پر کوئی فرق تو نہیں پڑتا؟ اور یہ سب کچھ لکھنے والے کا کیا حکم ہے؟ نیز جو لوگ ایسے لٹریچر کو پھیلاتے ہیں، ان کا حکم بھی واضح فرمائیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: پوری امت کا یہ حتمی عقیدہ ہے کہ حضرت خاتم النبیین محمد

صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات عالی ہر اعتبار سے بلا کسی استثناء کے انسانیت کے لئے آخری نمونہ ہے، جس سے صرف نظر کرنا قطعاً روا نہیں ہے، نیز سیدنا حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے آسمان پر زندہ اٹھائے جانے، اور قیامت کے قریب دوبارہ دنیا میں تشریف لانے کے متعلق قرآن کریم اور احادیث شریفہ میں واضح نصوص موجود ہیں۔ اسی طرح دجال اور یاجوج ماجوج کے متعلق بھی ایسی بے غبار تفصیلات موجود ہیں، جن میں شبہ کرنے یا جن کو محض تمثیل قرار دینے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

بریں بنا وحید الدین خاں صاحب کا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نمونہ ہونے کا انکار، اسی طرح سیدنا حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے رفع ونزول اور حیات کا انکار اور دیگر علاماتِ قیامت کے بارے میں بے بنیاد شکوک وشبہات کا اظہار کرنا بلاشبہ زیغ وضلال اور کھلی ہوئی گمراہی ہے، اس لئے وحید الدین خان صاحب کی کتابوں کو پڑھنا اور لٹریچر کو پھیلانا گمراہی کی اعانت واشاعت میں شریک ہونے کے مرادف ہے، جس سے احتراز لازم ہے۔

قال اللّٰه تبارک وتعالی: ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾

[الاحزاب: ۲۱]

الأسوة معناه القدوة، وهو ما يقتدى به، والمراد ههنا أن لكم في شان رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم خصلة حسنة من حقها أن يوسى بها. (تفسير مظهری زکريا ۳۱٤/۷)

قال الله تبارک وتعالى: ﴿وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِيْ الْمَهْدِ وَكَهْلًا﴾ [آل عمران: ٤٦]

وقال اللّٰه تعالى: ﴿اِذْ قَالَ اللّٰهُ يَا عِيْسٰى اِنِّيْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ﴾

قال في تفسير القرطبي تحت هذه الآية على التقديم والتاخير: لأن الواؤ لا يوجب الرتبة، والمعنى إني رافعک إلي ومطهرک من الذين كفروا ومتوفيک بعد أن تنزل من السماء. (تفسير قرطبی ۹۹/٤ بیروت)

وقال في تفسير المظهري: يا عيسى إنى متوفيک ورافعک إلي أي إلى

محل كرامتي وحقر ملائكتي. وقال الحسن والكلبی وابن جريج: معناه إني قابضک ورافعک إلي من الدنيا بغير موت. (تفسیر مظهری ۲/ ۲/ ٦١ زکریا)

وقال اللّٰه تبارک وتعالی: ﴿وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِلسَّاعَةِ فَلاَ تَمْتَرُنَّ بِهَا وَاتَّبِعُوْنِ هٰذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيْمٌ﴾ [زخرف: ٦١]

وقال ابن عباس ومجاهد وضحاک والسدي وقتاده: إنه خروج عيسی عليه السلام وذٰلک من أعلام الساعة؛ لأن اللّٰه ينزله من السماء قبيل قيام الساعة كما أن خروج دجال من أعلام الساعة. (تفسیرقرطبی بیروت ۸/٥ ١٠)

قال اللّٰه تبارک وتعالی: ﴿قَالُوْا يَا ذَا الْقَرْنَيْنِ اِنَّ يَأجُوْجَ وَمَأجُوْجَ مُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ﴾ [الكهف: ٩٤]

وقال تعالی: ﴿حَتّٰى اِذَا فُتِحَتْ يَأْجُوْجُ وَمَأْجُوْجُ وَهُمْ مِنْ كُلِّ حَدَبٍ يَنْسِلُوْنَ. [الأنبياء: ٩٦]

عن حذيفة بن أسيد رضي اللّٰه عنه قال: كان النبي صلی اللّٰه عليه وسلم في غزوة ونحن أسفل منه، فاطلع إلينا، فقال: ماتذكرون؟ قلنا: الساعة، قال: إن الساعة لا تكون حتی تكون عشر آيات خسف بالمشرق، وخسف بالمغرب، وخسف في جزيرة العرب، والدخان، والدجال، ودابة الأرض، وياجوج وماجوج، وطلوع الشمس من مغربها، ونار تخرج من قعر عدن ترحل الناس. - وبسند أخر - عن الطفيل عن أبي سريحة أبي سرحة حذيفة بن أسيد رضي اللّٰه عنه مثل ذلک لايذكر النبي صلی اللّٰه عليه وسلم، وقال: أحدهما في العاشرة نزول عيسی بن مريم، وقال الأخر وريح تلقی الناس في البحر. (مسلم شریف ۲/ ۳۹۳، ابن ماجه شریف ۲۹۹)

وروی ابن الجوزي في كتاب الوفاء عن عبد اللّٰه عمر رضي اللّٰه عنهما

قال: قال رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم: ينزل عيسى بن مريم إلى الأرض فيتزوج ويولد له ويمكث خمسا وأربعين سنة، ثم يموت، فيدفن معي في قبري فأقوم أنا وعيسى بن مريم في قبر واحد بين أبي بكر وعمر رضي اللّٰه عنهما.

(كتاب الوفاء بحواله تفسير مظهرى ٢/ ٦١، زكريا)

قال اللّٰه تعالى: ﴿وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ يعنى لا تعاونوا على ارتكاب المنهيات، ولا على الظلم. (تفسير مظهرى ٣/ ٤٨) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۴/ ۶/ ۱۴۳۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

''روحی ماں'' کا فتنہ

سوال (۷۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: شہر ''بنگلور'' میں ایک عورت مندرجہ ذیل باتوں کا عقیدہ رکھ کر اپنی من گھڑت تعلیمات کو عام کرنے کی کوشش میں لگی ہوئی ہے، جس کی وجہ سے چند بھولے بھالے مسلمان جنہیں دین کی مکمل تعلیمات حاصل نہیں ہیں، وہ اس کے دامِ فریب میں آچکے ہیں۔ براہِ کرم اس طرح دعوی اور عقیدہ رکھنے والی عورت اور اس کے متبعین کا شرعی حکم تحریر فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

اس کے دعوے اور عقیدے کو سمجھنے سے پہلے اس کے پس منظر کو بیان کرنا مناسب ہوگا، اس عورت کا نام فرزانہ بیگم ہے، یہ شادی شدہ اور دو بچوں کی ماں ہے، اس کا شوہر وکیل ہے اور وہ خود لکچرار ہے، اس عورت کی زبانی، اور تحریری دستاویزات اور اس کی آڈیوکیسٹوں کے ذریعہ جو معلومات حاصل ہوئی ہیں ان کے مطابق اس عورت کو ایک غیر مسلم عورت نے فاطمہ نامی ایک عورت کا تعارف کرایا، فرزانہ بیگم کا کہنا ہے کہ فاطمہ بڑی نیک عورت تھی، صوم وصلوۃ کی پابند تھی، اسرار ورموز کی باتیں کرتی تھی، فاطمہ شادی شدہ اور دو بچوں کی ماں تھی اور سائنس میں گریجویٹ اور آرٹس میں پوسٹ گریجویٹ تھی، فاطمہ کا کہنا تھا کہ اس نے چودہ سال کی عمر میں خواب میں

حضور اکرم ﷺ کا دیدار کیا، دو بڑے ہال جیسے اسکول کے کلاس روم ہوتے تھے، پہلے کمرے میں بہت سے مرد بیٹھے ہوئے تھے، اور دوسرے کمرے میں وہ اکیلی بیٹھی حضور اکرم ﷺ کی باتیں سن رہی تھی گویا آپ ﷺ کلاس لے رہے ہیں اور درس دے رہے ہیں، کالے بورڈ پر چاک پیس سے حضور اکرم ﷺ نے تین حروف لکھے :(۱) خودکشی (۲) ماں (۳) رہبری، فاطمہ کو پتہ نہیں تھا کہ خود کو کیسے مارنا چاہئیے؟ ماں کیسے بننا چاہئے اور رہبر کیسے بننا چاہئے؟ خواب کی تعبیر اس کی سمجھ میں نہیں آرہی تھی، آخر کار بغداد گئی، غوث پاک کے دربار میں سید عبدالکریم الکسنزانی کا نام نور میں لکھا ہوا دیکھا، ان کی خانقاہ پہنچی، حضرت نے کہا کہ راستہ دکھاؤں گا، مگر اس راستے پر چلنے کی جرأت نہیں کرسکتا، راستے کی نشاندہی کردی، آپ نے اپنی آنکھوں سے اس نور محمدی کو جو ابتدائے آفرینش سے آدم علیہ السلام اور ایک لاکھ چالیس ہزار پیغمبروں سے ہوتے ہوئے نور البشر رحمۃ للعالمین ﷺ اور پھر آپ ﷺ کے وصال کے وقت آپ ﷺ کی لاڈلی بیٹی بی بی فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا، اور پھر ان کے انتقال کے وقت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی آنکھوں اور قلب میں منتقل ہوتے ہوئے اولیاء کرامؒ تک پہنچا تھا، اس نور محمدی کو اس فاطمہ کی آنکھوں میں ڈالا گیا، اسی لمحہ اس کا باطن کھل گیا، واپس غوث پاکؒ کے دربار پہنچی، غوث پاکؒ نے کہا: بیٹی! باطن کھولنے کی ضرورت ہے، درس تو آقا ﷺ دیں گے، فاطمہ تڑپ اٹھی اور اس کی روح جسم سے پرواز کرگئی، غوث پاکؒ نے اس کے جسم میں اس کی روح واپس ڈال دی، وہ انکار کرنے لگی، تو آپ نے فرمایا: مجھے آقا ﷺ نے حکم دیا ہے کہ تمہارا باطن اور قلب کھول دوں، تم خوش قسمت ہو کہ تمہیں آقا ﷺ نے اپنی روحی بیٹی بنایا اور کہا کہ تم ہم سب کی ماں ہو، تم میری بھی ماں ہو، ہماری اصلی ماں بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نور ایک دن تم پر اترے گا، ہماری دوسری ماں رابعہ بصریہ کا نور تم پر اترے گا، آخر انہوں نے حکم دیا کہ واپس ہندوستان جاؤ؛ اس لئے کہ تم ہندوستان کی ہو، اور ہندوستان آقا ﷺ کو اس لئے پسند تھا کہ تم اس میں پیدا کی جانے والی تھیں؛ اس لئے یہ راز اب کھلا ہے کہ آقا ﷺ کو ہندوستان کیوں پسند تھا؟ بغداد سے واپس فاطمہ سیدھے خواجہؒ کے دربار اجمیر پہنچی، خواجہ نے اپنے

خلفاء کے ساتھ بٹھایا، معرفت کے راز بتائے اور کہا کہ آقا ﷺ نے حکم دیا ہے کہ تمہارا درس اپنے خلیفہ سے کرواؤں، تم ہماری بیٹی اور ماں ہو، آقا ﷺ نے حکم دیا کہ تمہیں میرے عزیز حمید الدین ناگوریؒ کے حوالے کروں، خواجہ نے فاطمہ کا ہاتھ بابا ناگوری کے ہاتھ میں دے دیا کہ یہ تمہارے روحی باپ، روحی رہبر اور استاذ ہیں، بابا نے فاطمہ کے ہاتھ کو اپنی آنکھوں پر رکھا اور کہا: بیٹی! تم میری ''روحی ماں ہو''، یہ میرے خالق کا کرم ہے کہ مجھے روحی ماں عطا کی، فاطمہ کے جسم سے روح دوبارہ پرواز کرگئی، خواجہ نے جسم میں روح ڈال دی، دوسری بار وہ مرکر زندہ ہوئی، بابا فاطمہ کا ہاتھ پکڑ کر اسے اجمیر سے سیدھا ناگور لے آئے، جمعرات کی صبح تھی بابا نے کہا کہ ۷۸۶/مرتبہ الباطن جل جلالہ پڑھو، جیسے ہی فاطمہ نے پڑھا، فاطمہ کے سامنے بابا کا روضۂ اقدس تھا، لوگوں کا ہجوم تھا، فاطمہ کو محسوس ہوا کہ کوئی اسے نہیں دیکھ سکتا، بابا نے فاطمہ سے کہا میری ماں! آقا ﷺ کا حکم ہے کہ الباطن کا راز تم پر کھول دوں، تم عورت ہو، ابلیس کا حملہ سب سے پہلے عورت پر ہوتا ہے، رسول اکرم ﷺ کے حکم سے تمہیں یہ طاقت ملی کہ دو مرتبہ تمہاری روح تمہارے جسم سے نکل گئی، پہلے غوث الاعظم قطب الاولیاءؒ نے اور پھر خواجہ نے تمہارے قلب سے ابلیس کو نکال دیا، یہ آقا ﷺ کا کرم ہے کہ دو قطبوں اور قطب الاولیاء سے آقا ﷺ نے تمہارے دل سے ابلیس کو نکال دیا، جس طرح فرشتوں نے آقا ﷺ کے قلب سے لڑکپن میں ابلیس کے شر کو نکال دیا تھا، تمہیں اسی طرح غوث پاک اور خواجہ ہندؒ نے پاک کردیا، تم خوش قسمت ہو؛ کیوں کہ خالق تم سے بہت کام لینا چاہتا ہے، اس لئے تم دکھائی دیئے بغیر لوگوں کو درس دوگی اور درس پورا ہونے کے بعد تم جو چاہو روپ اختیار کرلو، تمہارا ایک ظاہر پیدا کیا جائے گا تم دونوں مل کر ایک بنوگی، تم جب چاہو اپنے ظاہر کا روپ لو اور جب چاہو اپنا اصلی روپ لو، جب چاہو تم دکھائی دو، جب چاہو تم باطن میں چلی جاؤ، بابا نے فاطمہ کو بتایا کہ الباطن کا ذکر کر کے تم باطن میں جا سکتی ہو، اور الظاہر کا ذکر کر کے تم دکھائی دے سکتی ہو۔ فرزانہ بیگم کا دعوی ہے کہ یہ سارا واقعہ خواب یا افسانہ نہیں؛ بلکہ ایک حقیقت ہے جو فاطمہ کی زندگی میں پیش آیا۔

فرزانہ بیگم کا دعوی ہے کہ چالیس سال کی عمر میں نبی کریم ﷺ نے فاطمہ کی روح کو جسم سے نکال کر چودہ سال تربیت کی، اس کے سر پر ہاتھ رکھا، ازل سے لے کر اب تک کائنات کے سارے حالات اس کو دکھلائے، سات سال اقطاب نے تربیت کی، اس کا یہ دعوی بھی ہے کہ آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیٹی فاطمہ تمہارا درجہ میری بیٹی فاطمہؓ سے زیادہ ہے۔

فرزانہ بیگم کہتی ہے کہ فاطمہ سے فرزانہ کی عقیدت بڑھتی گئی اور وہ فاطمہ کی مرید بن گئی، ایک دن ۱۲ر فروری ۲۰۰۰ء کو فاطمہ فرزانہ کے گھر آئی، اس کے ہاتھ میں کفن تھا، فرزانہ گھر میں اکیلی تھی، فاطمہ نے فرزانہ سے کہا: اب اس کا آخری وقت آ گیا ہے، فاطمہ زمین پر لیٹ گئی اور فرزانہ سے کفن پہنانے کو کہا، کفن میں لپٹی فاطمہ "انا للّٰه و انا اليه راجعون" کا ورد کرنے لگی اور فرزانہ سے بھی ۷۸٦ر مرتبہ ''انا للّٰه و انا اليه راجعون'' پڑھنے کے لئے کہا۔ فرزانہ زار وقطار روتی ہوئی پڑھنے لگی، فاطمہ کا انتقال ہو گیا اور فرشتے اس کی نعش لے کر غائب ہو گئے، اب وہاں صرف پھول تھے، یہ سب فرزانہ کے گھر فرزانہ کی موجودگی میں ہوا۔

اب اس فاطمہ کو فرزانہ بیگم اور اس کے متبعین ''روحی ماں'' کے نام سے یاد کرتے ہیں اور فرزانہ نے خود کو ظاہر اور روحی ماں کو باطن کے نام سے موسوم کر لیا ہے اور اپنے متبعین سے کہتی ہے کہ اگر گیارہ مرتبہ ''**لاموجود إلا اللّٰه، محمد رسول اللّٰه، روحی ماں ظاهر باطن**'' کا ورد کرو گے تو حاجتیں پوری ہوں گی، اس ورد کو اس نے باقاعدہ کلمہ کی شکل دے دی ہے اور فریم طغرے اور اسٹیکرس بنا کر آویزاں اور تقسیم کر رہی ہے، فرزانہ کا دعوی ہے کہ ''روحی ماں'' (فاطمہ) اس کے پاس آتی ہے اور صرف اسی کو نظر آتی ہے اور باقاعدہ درس دیتی ہے، جنہیں فرزانہ اپنی زبان میں آڈیو کیسٹوں کے ذریعہ اپنے مریدوں میں عام کرتی ہے، فرزانہ کا یہ بھی دعوی ہے کہ روحی ماں اس کے لئے ایسی ہی ہے جیسے حضور ﷺ کے لئے جبرئیل علیہ السلام۔

روحی ماں کے درس نمبر ۵۵ر کے کچھ اقتباسات ملاحظہ فرمائیں:

''یہ رسول اکرم ﷺ کے الفاظ ہیں، یہ فاطمہ دہرانے کی جرأت کر رہی ہے، حکم ہے رسول

اکرم ﷺ کا کہ اگر ہماری اس مشیت کو بنی آدم مان جائے روحی ماں کے باطن ظاہر کو مان لے، اس کی تعلیمات پر چلے تو ان لوگوں کو خالق کی حفاظت ملے گی، ورنہ ہم نے اپنے حبیب امین کی زبان سے یہ اعلان کروایا تھا کہ کائنات چودہ صدی تک چلے گی، پندرھویں صدی میں قیامت آئے گی، جو قیامت کے آثار ہم نے بیان کئے تھے سارے آثار آج کے دور میں ہیں، جو مانے گا وہ بچ جائے گا جو نہ مانے گا وہ چار چیزوں سے فنا ہوگا: (۱) جنگ سے (۲) زلزلوں سے (۳) حوادثات سے (۴) وبائی بیماریوں سے۔

اسی درس میں یہ بھی دعوی کیا ہے کہ ’’کائنات میں چاروں طرف شعلے بھڑکتے ہیں، ان بھڑکتے شعلوں کو بجھانے کا کام ’’روحی ماں‘‘ کے سپرد اللہ اور اس کے حبیب رحمۃ للعالمین نے کیا ہے، اس کا مفہوم اتنا ہے کہ مولائے کریم نے جو انصاف کیا ہے مردوں سے عورتوں پر ہدایت ونبوت کا خاتمہ کرکے ہدایت کا کام عورتوں سے لے رہا ہے‘‘۔

علاوہ ازیں اس عورت سے روبرو گفتگو کی گئی، تو اثناء گفتگو اس نے یہ بھی دعوی کیا تھا کہ نبی ﷺ کی تعلیمات چودہ صدی تک کے لئے ہیں، آگے کے لئے اللہ نے ’’روحی ماں‘‘ کو ہدایت کا کام دیا ہے، وہ یہ بھی کہتی ہے کہ اس کی ساری باتوں کا ماضی سے کوئی تعلق نہیں، یعنی ان کا قرآن وحدیث سے کوئی ثبوت اور تعلق نہیں ملے گا؛ لیکن اپنے مریدوں سے بیعت کے وقت قرآن وحدیث کا سہارا لے کر دھوکہ دیتی ہے۔

مزید اس کا دعوی ہے کہ ’’مولائے کریم نے نبوت عطا نہیں کی، اس نے فاطمہ کو نبوت سے سنوارا ہے، اس فاطمہ کو نبی نہیں بنایا، اس فاطمہ کو نبوت سے سنوارا ہے، اس فاطمہ کو ولی نہیں بنایا، اس فاطمہ کو روحانیت سے سنوارا ہے‘‘۔

مزید برآں اس عورت نے علماء کرام کے نام دعوت نامے ارسال کئے ہیں، جس میں تحریر ہے ’’مشیت ایزدی آزاد اور خود مختار ہے، منصب حقیقی نے نبوت کے خاتمے کے چودہ صدی کے بعد نسل آدم کی تخلیق کو جاری وساری رکھنے والی ’’ماں‘‘ کو ہدایت مجازی کے کام کے لئے منتخب کیا، تو

اسے ’’روحی ماں‘‘ کے سانچے میں ڈھالا، روحی ماں کے ایک ہاتھ کو تھامے ہوئے ’’نبوت کا دست‘‘ ہے، تو دوسرے ہاتھ کو تھامے ہوئے ’’روحانیت کا دست‘‘ ہے، پچاس فیصد نبوت اور پچاس فیصد روحانیت سے اس روحی ماں کو مزین کر کے، اس کو دو روپ میں بانٹ کر، باطن اور ظاہر خالق حقیقی نے ہدایت مجازی کے کام کو جمالیت بخش کر جلالی، ضدی اور ہٹی عاشق ازلی کی ہدایت کا کام ’’روحی ماں‘‘ ظاہر باطن کے سپرد کر کے رحمۃ للعالمین ﷺ کی دعا کو قبولیت کا درجہ عطا کر کے دوزخ کے جلال کو مٹانا چاہ رہا ہے، تیز آگ کو بجھانے کی کوشش کی جاتی ہے تو پہلے پہل شعلے بھڑکتے ہیں، اور پھر بعد میں ٹھنڈے ہوتے ہیں، کائنات میں چاروں طرف شعلے بھڑک رہے ہیں، ان بھڑکتے شعلوں کو بجھانے کا کام ’’روحی ماں‘‘ کے سپرد اللہ اور اس کے حبیب رحمۃ للعالمین ﷺ نے کیا ہے، اللہ اور اس کے حبیب ﷺ کی اس دعوت ہدایت کو سننے اور سمجھنے کی آواز پہلے امت محمدیہ کے علماء اور اولیاء کرام کے خلفاء کو دے رہی ہوں، اللہ کے حبیب محمد مصطفیٰ ﷺ نے کہا ’’فاطمہ ہدایت کے لئے آواز دینا تمہارا کام ہے، ہدایت اور بشارت عطا کرنا خالق حقیقی کی مشیت ہے‘‘۔

دریافت طلب امور مندرجہ ذیل ہیں:

ایک عورت جو من گھڑت، مفروضہ، خلاف عقل، قرآن وحدیث اور مذہب اسلام کے مسلمہ عقائد سے سراسر انحراف کرتے ہوئے یہ دعوی کرتی ہے کہ ایک دوسری عورت جس کا نہ کوئی پتہ ہے نہ نشان، جس کے نہ باپ کا پتہ، نہ شوہر، بچوں اور خاندان کا پتہ، اس کے متعلق مشہور کرتی ہے کہ وہ مر کر غائب ہوگئی اور اسے ’’روحی ماں‘‘ کے فرضی نام سے منسوب کرتے ہوئے اور نبی کریم ﷺ اور اولیاء کرامؒ سے متعلق گمراہ کن باتوں کا انتساب کرتے ہوئے حسبِ ذیل باتیں کرتی اور دعاوی اور عقیدہ رکھتی ہے:

(۱) روحی ماں کا درجہ باطن ہے اور وہ خود اس کی ظاہر ہے۔

(۲) روحی ماں کا درجہ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر ہے۔

(۳) روحی ماں کے ایک ہاتھ کو تھامے ہوئے نبوت کا دست اور دوسرا ہاتھ تھامے ہوئے

روحانیت کا دست ہے۔

(۴) پچاس فیصد نبوت اور پچاس فیصد روحانیت سے ''روحی ماں'' کو مزین کر کے اس کو باطن وظاہر کے دو روپ میں بانٹ کر دنیا کی ہدایت کا کام اللہ تعالی نے اس کے سپرد کیا ہے۔

(۵) اس عورت سے ''روحی ماں'' کا تعلق ایسا ہی ہے، جیسا کہ حضور اکرم ﷺ کا حضرت جبرئیل علیہ السلام سے تھا۔

(٦) نبی کریم ﷺ نے اس ''روحی ماں'' کی روح کو اس کے جسم سے نکال کر چودہ سال تربیت کی اور اس کے سر پر ہاتھ رکھا، ازل سے لے کر اب تک کے حالات دکھلائے۔ اور پھر اقطاب نے اس کی سات سال تربیت کی۔

(۷) دو مرتبہ ''روحی ماں'' کی روح اس کے جسم سے پرواز کر گئی اور اقطاب نے اس کی روح کو واپس اس کے جسم میں ڈالتے ہوئے، اس کے جسم وقلب سے ابلیس کے شر کو اس طرح پاک کیا جس طرح فرشتوں نے حضور اکرم ﷺ کا کیا تھا۔

(۸) اس کا عقیدہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کی تعلیمات چودہ صدی تک ہی کے لئے ہیں اور آگے کی ہدایت کا کام اللہ نے ''روحی ماں'' کے سپرد کیا ہے، اور جو اسے مانے گا وہ بچ جائے گا اور جو نہ مانے گا وہ جنگ، زلزلوں، حوادثات اور وبائی بیماریوں میں مبتلا ہو کر فنا ہو جائے گا۔

(۹) اس عورت نے مستقل ایک کلمہ ''**لا موجود إلا اللّٰه، محمد رسول اللّٰه، روحي ماں ظاهر باطن**'' گھڑ کر کے اس کی نشر واشاعت، ذکر واذکار اور بیعت کے وقت اسے شامل کر کے کہتی ہے کہ جو اس کلمے کا ورد کرے گا اس کی حاجتیں پوری ہوں گی۔

ایسی عورت یا اس کے متبعین، متوسلین، مریدین اور ماننے والوں کے متعلق شرعی حکم کیا ہے؟ کیا اس طرح کا عقیدہ رکھنے والے مسلمان کہے جانے کے مستحق ہیں؟ کیا انھیں مسلمانوں ہی کا ایک فرقہ مانا جاسکتا ہے؟ کیا انہیں دائرۂ اسلام کے اندر تسلیم کیا جا سکتا ہے؟ اگر نہیں تو ان کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے؟ کیا ان کے ساتھ رشتہ ناطہ، میل جول، دینی، سماجی، معاشی ومعاشرتی تعلقات

قائم کئے جاسکتے ہیں؟ کیا انہیں مسلمان اپنے ساتھ صوم وصلوٰۃ ذکر واذکار اور دیگر تقاریب میں شامل کرسکتے ہیں؟ ان کے مرنے کے بعد ان کی تجہیز وتکفین میں شرکت کرنا، نماز جنازہ پڑھنا اور مسلمانوں کے قبرستان میں انہیں دفنانا جائز ہوگا؟ اگر کوئی شوہر/بیوی اس عورت کا/کی مرید بن چکا/چکی ہو، تو کیا اس کا نکاح باقی رہئے گا؟

براہ کرم مدلل ومفصل فتوی صادر فرماکر مشکور فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: سوال میں مدعیہ ''فرزانہ بیگم'' کے جو عقائد نقل کئے گئے ہیں، وہ سب اسلام کے قطعی اور محکم اصولوں کے خلاف ہیں مثلا:

(۱) اس نے نعوذ باللہ اپنی من گھڑت روحی ماں کو حضرت جبرئیل علیہ السلام کے درجہ میں رکھا ہے؛ حالانکہ پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام کے بعد اب وحی کا سلسلہ قطعاً منقطع ہو چکا ہے، اور اب کسی کے لئے بھی وحی کا نزول ہرگز ثابت نہیں مانا جاسکتا، سیدنا صدیق اکبرؓ کا مشہور ارشاد ہے: **أنه قد انقطع الوحي، وتم الدين، أينقص الدين و أنا حي.** (مشکوۃ شریف ۲/ ۵۵٦)

(۲) اس نے اپنی روحی ماں کے لئے کئی مرتبہ موت اور اس کے بعد حیات ثابت کی ہے، اور یہ کہا ہے کہ نعوذ باللہ اقطاب نے اس کی روح کو واپس جسم میں ڈالا ہے، جب کہ اللہ کے علاوہ کسی بھی ذات کے لئے صفت احیاء ثابت کرنا محض شرک ہے، زندگی اور موت صرف اور صرف اللہ تعالی کے اختیار میں ہے۔

﴿**إِنَّ اللّٰهَ لَهُ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وَمَالَكُمْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيْرٍ**﴾ [التوبة: ۱۱٦]

(۳) فرزانہ بیگم کا یہ کہنا کہ روحی ماں کی روح کو پیغمبر علیہ السلام نے اس کے جسم سے نکال کر چودہ سال تک تربیت فرمائی، یہ بھی محض جھوٹ اور قطعاً بے محل ہے اور پیغمبر علیہ السلام پر بدترین بہتان ہے، نعوذ باللہ من ذلک، روح پر تصرف کا اختیار صرف اللہ تعالی کو ہے، غیر اللہ کا اس میں کوئی دخل نہیں ہے، قرآن کریم میں ارشاد خداوندی ہے:

﴿اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْاُخْرٰى اِلٰى اَجَلٍ مُّسَمًّى﴾ [الزمر: ٤٢]

(۴) اس عورت کا یہ عقیدہ کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیمات صرف چودھویں صدی تک کے لئے ہیں، بعد کے لئے نہیں، یہ بھی کفریہ عقیدہ ہے؛ اس لئے کہ شریعت کی نظر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیماتِ مبارکہ قیامت تک کے لئے واحد ذریعۂ نجات ہیں، اس میں کسی شک کی ادنیٰ گنجائش بھی نہیں ہے، جو اس عقیدہ میں ذرا بھی متردد ہو، وہ اسلام کے دائرہ میں ہرگز نہیں رہ سکتا۔ ارشاد خداوندی ہے:

﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا﴾ [المائدة ٣]

﴿وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ﴾ [آل عمران: ٨٥]

﴿قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا﴾ [الاعراف: ١٥٨]

(۵) فرزانہ بیگم کا یہ عقیدہ کہ روحی ماں کا درجہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر ہے، یہ بھی قطعاً غلط اور جھوٹ ہے، جگر گوشۂ رسول حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شان میں پیغمبر علیہ السلام کا ارشاد مبارک ہے کہ ''وہ تمام جنتی عورتوں کی سردار ہیں''؛ لہٰذا بعد کی کوئی عورت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی گردِ پا کو بھی نہیں پہنچ سکتی، برابری یا افضلیت تو بہت دور کی بات ہے۔

قال النبي صلى الله عليه وسلم: فاطمة سيدة نساء أهل الجنة. (بخاری شریف ۱/ ۵۳۲ رقم الباب: ۲۹)

بہرحال درج بالا اسلام مخالف عقائد خبیثہ کی بنیاد پر مذکورہ عورت اور اس کے عقائد کو قبول کرنے والے افراد اسلام سے خارج اور مرتد ہیں، ایسے لوگوں کو مسلمان کہنا اور ماننا، اور ان سے ازدواجی تعلق رکھنا سب حرام ہے، اسلامی طریقہ پر ان کی تجہیز و تکفین اور مسلمانوں کے قبرستانوں میں ان کی تدفین بھی جائز نہیں ہے، زوجین میں سے کوئی ایک اگر خدانخواستہ ان عقائد کو قبول

کرے تو ان میں رشتۂ نکاح بھی باقی نہ رہے گا۔

ومن صدق مدعی النبوة یکون مرتدا لکفره، کذلک لإنکاره الأمر المجمع علیه. (الموسوعة الفقهیة ۳۹/٤٠)

ومن هنا ینص الفقهاء علی أن من ادعی أنه شریک لمحمد صلی اللّٰه علیه وسلم في الرسالة، أو قال بجواز اکتسابها بتصفیة القلب، وتهذیب النفس فهو کافر، وکذا إن ادعی أنه یوحی إلیه وإن لم یدع النبوة، قال القاضي عیاض: لا خلاف في تکفیر مدعي الرسالة. (الموسوعة الفقهیة ۳۹/٤٠) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد احقر سلمان منصور پوری غفرلہ ۹/۷/۱۴۲۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

شہر ممبئی کی ایک خاتون کے عقائد ونظریات

سوال (۷۲): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: شہر ممبئی کا ایک خاص علاقہ ہے اس علاقے میں ایک خاتون ہے، جس نے اپنا دینی تعلیم کا مستقل نصاب بنایا ہے اور کتاب بھی لکھی ہے، اپنے مستقل مدرسہ کی بنیاد بھی ڈالی ہے، نیز جا بجا علاقوں اور شہروں میں اپنے نصاب جاری کرنے اور مکتب کی بنیاد ڈالنے کے لئے دورہ بھی کرتی رہتی ہے؛ لیکن اس کے بعد چند سالوں سے اس خاتون نے تنہائی میں اپنی خاص خاص سہیلیوں اور شاگردات کے درمیان عجیب وغریب باتیں اور دعوے کرنا شروع کردئے۔ جس کی وجہ سے اس کی قریبی سہیلیاں دین کے بارے میں شک میں پڑ گئیں اور وہ عورتیں پریشان ہوگئیں کہ یا اللہ! ہماری یہ آپا کیسی کیسی بکواس کر رہی ہیں؟ ہم عورتوں نے تو اس کی صحبت حاصل کی تھی؛ تاکہ اللہ کی محبت ہمیں نصیب ہو؛ لیکن اس نے تو ہمیں اللہ کے رسول کے بارے میں شک وشبہ میں ڈال دیا؛ لہٰذا کئی عورتیں اس سے بالکل علیحدہ ہوگئیں۔

اب ہم چند خاص عورتیں حضرت مفتی صاحب کی خدمت میں مشورہ طلب کر رہی ہیں کہ آئندہ ہم کیا کریں اور مذکورہ آپا کے بارے میں اللہ کی شریعت کیا فیصلہ کرتی ہے، اور ہم اللہ کے حضور گواہی دینے کو تیار ہیں کہ ہم نے اس خط میں جو بھی لکھا ہے بالکل صحیح لکھا ہے اور ہم نے اس آپا کے ساتھ رہنے کے زمانے میں جو کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھا اور سنا ہے، انہیں باتوں کو لکھا ہے اور ہم نے لکھنے میں خیانت نہیں کی ہے۔ ہمیں یہ یقین نہیں تھا کہ یہ آپا اپنا الّو سیدھا کرنے اور اپنی بات کو بنانے میں اس حد تک نیچے گر سکتی ہیں۔ اللہ پاک اس کے شر سے امت کی عورتوں کی حفاظت فرمائے اور اللہ اس کو سچی توبہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اب ہم تمام عورتیں اس کے گندے دعوؤں کو تحریر کرتی ہیں اور ہم گواہی دیتی ہیں کہ یہ ساری بکواس اس نے پوری بیداری میں ہمارے سامنے کی ہیں اور یہ سب گفتگو پورے ہوش وحواس میں کی ہے۔

(۱) اکثر و بیشتر یہ دعوی کرتی رہتی ہے کہ میرے پاس اللہ کے نبی ﷺ اور خلفائے راشدین کی ارواحیں آتی رہتی ہیں۔

(۲) میری روح آسمانوں کی بھی سیر کرتی رہتی ہے، اور کئی مرتبہ تو میری روح عرش الٰہی تک پہنچ گئی ہے۔

(۳) تم عورتوں میں سے جس نے مجھے راضی کیا اس نے حقیقت میں اللہ کو راضی کر لیا اور جس نے مجھے ناراض کیا اس نے اللہ کو ناراض کیا، اور میری ناراضگی کی وجہ سے اللہ تبارک وتعالیٰ اس کی دنیا و آخرت بگاڑ دیں گے۔

(۴) ایک بار عصر کا وقت قلیل تھا کہ اللہ نے مجھے جواب دیا کہ تمہارے لئے میں نے سورج کو روک دیا۔

(۵) یہ آپا اپنے مکتب اور مدرسے کے لئے اور گھومنے کے لئے دور دراز کا سفر کرتی ہے اور ہم عورتوں کو بھی ساتھ لے جایا کرتی ہے اور ہم گھومنے کے لئے لوناولہ اور مہابلیشور بھی جایا کرتے ہیں۔ جب ہم سفر کے بارے میں کہتے کہ آپا اتنی دور کا سفر ہے، محرم کی ضرورت ہے، تو وہ کہتی ہیں

کہ کسی محرم کی ضرورت نہیں، اور جب دین کے تقاضوں میں دور جایا کرتے اور ہم کہتے کہ ہمیں اپنے محرم سے پوچھنا پڑے گا، تو کہتی کہ کسی کو پوچھنے کی ضرورت نہیں، اور کہتی کہ ان سب دین کے تقاضوں میں اگر گھر والے ساتھ دیتے ہیں تو ٹھیک ہے، ورنہ تم عورتوں کو اپنے والدین اور اپنے شوہروں کی نافرمانی کی اجازت ہے، اس سے تم پر کوئی گناہ نہیں ہوگا۔

(٦) پھر چند مہینے پہلے اس پر امام مہدی کا بھوت سوار رہا کہ وہ نکل چکے ہیں اور ہمیں ان کا ساتھ دینے کے لئے ہجرت کرنی پڑے گی اور ہم پر پہلے ہجرت واجب ہوئی تھی اور اب ہجرت فرض ہے، چاہے اس کے لئے ہمیں اپنے والدین، رشتے دار اور شوہر کو چھوڑنا کیوں نہ پڑے۔ اور اپنی ہجرت کو نبی ﷺ کی ہجرت کے برابر قرار دیا اور پھر کہنا شروع کیا کہ ہجرت کا اشارہ کوہ کن کی طرف ہوا ہے۔ چوں کہ اس خاتون کا اصل وطن کوہ کن ہے۔ ہم سے تو اپنا وطن چھڑایا اور ہجرت کے نام پر ہمیں اپنے ساتھ لے کر چلی گئی اور ہجرت کے لئے بارہ جوڑوں کا انتخاب ہوا، اور ہم میں سے دو تین بہنوں نے ممبئ کا پورا گھر فروخت کر ڈالا، اور اس اللہ کی بندی نے نہ اپنا گھر فروخت کیا اور نہ اپنی دکان، اور پورا انتظام کر کے ہمارے ساتھ چلی۔ کوہ کن میں ہم جس جگہ ٹھہرے ہوئے تھے، وہاں دن میں اکثر اوقات بیان کرتی رہتی اور نمازیں ٹال ٹال کر پڑھتے اور پردے کا بھی خاص انتظام نہیں تھا، اور جب کسی جوڑے کو فارغ ہونا ہوتا، تو ایک خاص کمرے میں جا کر فارغ ہوتے اور ہم عورتوں میں وہ میاں بیوی مذاق کا سبب بنتے، وہ تو اللہ جزائے خیر دے۔ ممبئ کے مفتیان کرام کو جیسے ہی انہیں معلوم ہوا، انہوں نے اس خاتون کو اپنے شوہر اور بھائی کے ساتھ بلوایا اور خوب لتاڑا اور فوراً ہجرت پر پابندی لگائی اور ہم تمام کو ممبئ بلوایا اور اللہ کے فضل اور ان مفتیوں کی برکت سے اس کی ہجرت کا پلان فیل ہوگیا۔ ورنہ اس نے تو یہاں تک کہا تھا کہ جو اس ہجرت کا انکار کرے گا اللہ پاک اس کو برباد کردیں گے اور ہجرت کے لئے شریعت بھی بدل جائے گی، یعنی ہمیں اس بارے میں اپنے شوہروں کی اطاعت کی ضرورت نہیں اور ایک دن اپنا خواب بیان کیا کہ امام مہدی خواب میں آئے ہیں، اور انہوں نے کہا اے فلانی! تم ہمارا دایاں ہاتھ بنو گی اور ممبئ کے لوگوں نے

تمہاری قدر نہ کی، تو ہم تمہاری قدر کرتے ہیں۔ اور میں اور حضرت عیسیٰ تمہاری کتاب مکاتیب میں چلائیں گے۔ ایک مرتبہ اس نے کہا اللہ نے میری پیشانی کو چوما اور مجھے اپنی آغوش میں لے لیا (نعوذ باللہ) اور پھر کہا اے فلانی! جو میں نے تم کو دیا وہ کسی کو نہیں دیا؛ بلکہ کسی بھی اللہ والے کو نہیں دیا۔ کسی زمانے میں ہم نے اپنے حبیب ﷺ کو ایسے ہی کسی کی گود میں نہیں ڈال دیا۔

(۷) اور یہ بھی کہا کرتی کہ مفتیان اور علماء کے چکروں میں مت پڑو جو اللہ نے مجھ پر کھولی ہے اور کسی پر نہیں کھولی۔ مفتی لوگ علم ظاہر جانتے ہیں اور ہم عشق باطن رکھتے ہیں، علماء ان باتوں کو نہیں سمجھتے۔

(۸) ہم تمام خاص عورتوں کے درمیان صحابہ کا نور تقسیم کیا۔ یعنی مجھے حبیب ﷺ کا نور دیا گیا ہے، کسی کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا نور دیا گیا ہے اور کسی کو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا۔

(۹) ایک مرتبہ کہا کہ مجھے تو روحانی وجسمانی معراج دونوں ہوتی ہیں اور چند عورتوں سے کہا کہ تم لوگوں نے نماز پڑھ لی۔ انہوں نے جوب دیا ہاں۔ پوچھا کہاں؟ جواب دیا زمین پر۔ تو کہنے لگی کہ یہ نماز کیا ہوئی۔ میں تو عرش الٰہی پر پڑھتی ہوں۔

(۱۰) ایک مرتبہ گھر میں بیٹھی ہوئی تھی کہ ٹھنڈی ہوا چلنے لگی، کہنے لگی کہ اللہ کے نبی اپنے صحابہ کے ساتھ گھر میں آئے ہوئے ہیں۔

(۱۱) جو کچھ نبی ﷺ کو معراج میں عالم بالا کی سیر کرائی گئی وہ سب مجھ کو بھی بتایا گیا ہے۔ اور جس طرح نبی ﷺ فرماتے ہیں کہ میرا شیطان مسلمان ہو چکا ہے، اسی طرح میرے شیطان نے بھی کلمہ پڑھ لیا ہے۔

(۱۲) جب ہم خاص سہیلیاں ان سب باتوں کی وجہ سے الگ ہو گئیں تو کہنے لگی کہ چھٹائی ہوگی اور کچھ مؤمن اور منافق مجھ سے الگ کر دئے جائیں گے اور جنگ احد میں بھی تین سو صحابہ نے اللہ کے نبی ﷺ کا ساتھ چھوڑا تھا۔

(۱۳) جب نکاح سے پہلے چند بچیوں نے پوچھا کہ ہم اپنے منگیتر سے بات کر سکتے ہیں؟

کہا کہ دین کے لئے اجازت ہے۔صحابیات بھی صحابہ سے بات کیا کرتی تھی اورتم بات کر کے ہونے والے شوہروں کو میرے مذا کرے سناؤ اور ہماری کیفیات سناؤ کہ تمہیں نکاح کے بعد اس ترتیب پرآ نا ہے؛ تا کہ وہ تمہیں سمجھ سکیں۔

(۱۴)کبھی بھی کسی پر کفر اور کسی پر نفاق کا فتوی لگاتی رہتی ہے۔

(۱۵)اب اخیر میں ایک بات لکھتے ہوئے بہت شرم محسوس ہوتی ہے کہ ہم عورتیں یہ بات مفتی صاحب کو کیسے لکھیں اور یہ بھی ڈر لگتا ہے کہ اگر نہیں لکھیں گے تو اللہ کے یہاں ہماری پکڑ ہوگی، اور ہمیں یہ پتہ نہیں تھا کہ یہ آپا اتنی گندی ذہنیت رکھتی ہوگی اور اللہ کے نبی ﷺ پر اتنا گھناؤنا الزام لگائے گی۔اس الزام کی بنا پر اس کی ایک خاص سہیلی اس سے علیحدہ ہوگئی، اور وہ بات یہ تھی کہ ایک دن اس آپا نے کہا کہ (نعوذ باللہ) اللہ کے نبی ﷺ میرے پاس آئے اور آپ نے فرمایا اے فلانی! مجھے تمہاری ضرورت ہے اور تم میری بیوی ہوا اور پھر نعوذ باللہ میرے ہونٹوں کو چوما اور پھر ضرورت پوری کی، اور اس کے بعد اس نے تین مرتبہ غسل جنابت لیا۔ استغفر اللہ! اور کہا کہ مجھے امہات المؤمنین میں شامل کیا گیا ہے، اور ولیمہ بھی کیا گیا ہے، ولیمہ کی تاریخ ۲۷ رشوال تھی۔اور پھر کہا میرا جسم بظاہر یہاں رکھا گیا؛ لیکن اللہ مجھے جسم کے ساتھ لے گیا اور میں نے اللہ سے پوچھا کہ آپ ادھر ہیں آپ کے حبیب کہاں؟ جواب ملا کہ آسمانوں میں انبیاء اور مقربین سے بات کر رہے ہیں۔ اور پھر ایک دن اس نے کہا کہ جب میرے شوہر ضرورت پوری کرنے کے لئے میرے قریب آتے ہیں تو ان میں بھی اللہ کے نبی نظر آتے ہیں۔اور پھر کہا کہ سن لو! میں اللہ کے رازوں میں سے ایک راز ہوں۔کبھی کہتی کہ میں اللہ کی ملکہ ہوں، اللہ مجھے اپنے محل میں رکھے گیں۔ایک مرتبہ کہا کہ حدیث میں جو یہ آیا ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا کہ مجھے تین چیزیں پسند ہیں: نماز، خوشبو اور عورت، تو وہ عورت میں خود ہوں۔

(۱۶)ابھی کچھ روز پہلے وہ سورت گئی تھی، وہاں عورتوں سے کہتی ہیں کہ میں نے تو ممبئی کب سے چھوڑ دیا تھا۔وہاں کے مفتیوں نے مجھے روکا اور کہا کہ ممبئی کی عورتوں کو تمہاری ضرورت ہے، براہِ

کرم تم ممبئ چھوڑ کرمت جاؤ، حالانکہ ممبئ کے علماء کرام اس سے سخت خفا ہیں ۔ یہ سب جگہ جھوٹ بولتی ہے، اب براہ کرم ہم عورتیں حضرت مفتی صاحب سے پوچھنا چاہتی ہیں کہ اس آپا کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے۔کیا اس کا ایمان سلامت ہے یا نکل گیا؟ اور اسے دوبارہ ایمان میں داخل ہوکر دوبارہ اپنا نکاح کرانا ہوگا؟ اور کیا ایسی حرکت سرکار دو عالم ﷺ اپنی روحانی بیٹیوں کے ساتھ کر سکتے ہیں؟ وہ شک میں مبتلا ہورہی ہیں ۔اور ہم عورتیں آئندہ اس آپا کے ساتھ کیا سلوک کریں؟ ہم عورتوں پر اسلامی ذمہ داری کیا عائد ہوتی ہے؟ ہم اس کے مدرسے سے دیگر دینی عورتوں کو جانے سے روک سکتے ہیں یا نہیں؟ براہ کرم قرآن وحدیث کی روشنی میں تفصیل سے تشفی بخش جواب عنایت فرمائیں، اللہ پاک حضرت مفتی صاحب کو امتِ مسلمہ کے اس نازک مسئلے کے حل کرنے کا بہترین بدلہ عطا فرمائے آمین ۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سوال نامہ میں جس عورت کے متعلق حالات وکیفیات بیان کی گئی ہیں، اس سے یہ بات بالکل واضح ہے کہ یہ عورت صریح گمراہی میں مبتلا ہے؛ بلکہ اس کے بعض دعاوی تو نعوذ باللہ کفر تک پہنچانے والے ہیں۔ مثلا:

(۱) اس کا اپنے آپ کو اللہ کی بیوی قرار دینا۔

(۲) اسی طرح اپنے موجودہ جسم کے ساتھ سرور عالم ﷺ سے مجامعت کرنا اور خود کو حضراتِ امہات المومنین میں شمار کرنا، یہ سب گستاخیاں ناقابلِ برداشت ہیں۔

(۳) پھر اس عورت کا شریعت کے احکامات کا مذاق اڑانا۔

(۴) محرم کے بغیر سفر کو جائز قرار دینا۔

(۵) اور دیگر عورتوں کو اپنے شوہر اور والدین کی نافرمانی پر آمادہ کرنا۔

(۶) یہ سب الحاد اور بددینی کی باتیں ہیں ۔اس عورت پر فوری طور پر تجدید ایمان، تجدید نکاح اور سچے دل سے توبہ واستغفار لازم ہے۔اور کسی بھی مسلمان کے لئے ایسی گمراہ ضالہ ومضلہ

عورت سے تعلق رکھنا اور اس کی تائید کرنا قطعاً جائز نہیں ہے؛ بلکہ اس کے ناپاک اثرات سے خود بھی بچنا لازم ہے اور دوسروں کو بھی بچانا ضروری ہے۔

درج ذیل آیاتِ قرآنیہ، احادیثِ شریفہ اور عباراتِ فقہیہ سے مذکورہ دعاوی کی تردید ہوتی ہے۔

(۱) قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ. اَللّٰهُ الصَّمَدُ. لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ. وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ﴾ [الاخلاص]

يكفر أذا وصف اللّٰه تعالى بما لا يليق به. (البحر الرائق ۲۰۲/۵)

(۲) **سئل عمن ينسب إلى الأنبياء الفواحش كعزمهم على الزنى ونحوه الذي يقوله الحشوية في يوسف عليه السلام، قال: يكفر؛ لأنه شتم لهم واستخفاف بهم.** (هنديه ۲۶۳/۲)

من اعتقد الحرام أو حلالا على القلب يكفر. (هنديه ۲۷۲/۲)

(۳) **من أهان الشريعة أو المسائل التي لابد منها كفر.** (شرح الفقه الأكبر ۱۷٤)

(٤) **عن أبي سعيد الخدري رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: لا يحل لامرأة تؤمن باللّٰه واليوم الآخر أن تسافر سفراً يكون ثلاثة أيام فصاعداً إلا ومعها أبوها، أو أخوها، أو زوجها، أو ابنها، أو ذو محرم منها.** (صحيح البخاري رقم: ۱۱۹۷، صحيح مسلم رقم: ۸۲۷، سنن أبي داؤد رقم: ۱۷۲۶، سنن الترمذي رقم: ۱۱٦۹)

(٥) **عن ابن عباس رضي اللّٰه عنهما عن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: ثلاثة لا ترفع صلاتهم فوق رؤوسهم شبراً......، وامرأة باتت وزوجها عليها ساخط.** (سنن ابن ماجة رقم: ۹۷۱، صحيح بن حبان رقم: ۱۷٥٤، سنن الترمذي رقم: ۳٦۰)

(٦) **ما كان فيه اختلاف قائله يؤمر بتجديد النكاح وبالتوبة والرجوع عن ذلک بطريق الاحتياط، ثم أن كانت نية القائل الوجه الذي يمنع التكفير فهو**

مسلم، وإن كانت نيته الوجه الذي يوجب التكفير لاينفعه فتوى المفتي ويؤمر التوبة والرجوع عن ذلک وبالتجديد النكاح بينه وبين امرأته. (هنديه ٢/٢٨٣، شامي كراچى ٤/٢٤٦)

أجمع العلماء أن من خاف من مكالمة أحد وصلته ما يفسد عليه دينه أو يدخل مضرة في دنياه يجوز له مجانبته وبعده ورب حرم جميل خير من مخالطة تؤذيه، فأن هجرة أهل الأهواء والبدع واجبة على مر الأوقات مالم يظهر منه التوبة والرجوع إلى الحق. (مرقاة المفاتيح ٨/٧٥٨) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۵/۲/۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

شکیل بن حنیف دربھنگوی کے مہدی موعود ہونے کا دعوی

سوال (۷۳): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: شکیل بن حنیف دربھنگوی نے لکشمی نگر دہلی کی ایک منارہ مسجد میں مہدی اور مسیح ہونے کا دعوی کر کے لوگوں میں انتشار پھیلا رکھا ہے، اور اس وقت اورنگ آباد میں ایک بستی مہدی نگر آباد کر کے وہیں مقیم ہے۔ اس نے اپنے دعوئ مہدیت اور مسیحیت کو فروغ دینے کے لئے مختلف یونیورسٹی میں زیرتعلیم ملک کے مختلف صوبوں کے مسلم طلبہ جو دین سے تعلق رکھتے ہیں، انہیں صحاحِ ستہ کے نام پر شکیل بن حنیف کی سائنسی دلائل پر مشتمل مواد کو پیش کر کے شکیل کا دعوی مہدیت ومسیحیت ثابت کیا جارہا ہے، اور جب کوئی اس کے چنگل میں آجاتا ہے تو اس کو سب سے پہلے چوتھا جانشین جمال احمد صدیقی گڑھوال محلّہ گڑھوال بلاکل کشمی نگر 38/A H اپنے انڈر میں لیتا ہے، پھر کچھ شرائط بتلا کر شکیل بن حنیف کے ہاتھ چھڑا دیتا ہے۔ اس طرح سے آئے دن یہ حالات پیش آرہے ہیں۔

اب مفتیانِ شرع سے سوال یہ ہے کہ: (۱) کیا شکیل نامی شخص مہدی ہوسکتا ہے؟ (۲) کیا حضرت مہدی کا کوئی جانشین ہوگا؟ جس مہدی کی آمد کی اطلاع دی گئی ہے کیا ان کے جانشین بھی

ہوں گے۔ (۳) کیا حضرت مہدی بیعت ہونے کے لئے پہلے ان کے جانشین سے بیعت ہونا پڑے گا؟ کیا مہدی کے ہاتھ پر بیعت کے لئے لوگ پہلے ان کے جانشین کے ہاتھ پر بیعت ہوکر پھر اصل مہدی تک پہنچیں گے؟ جو اصل شکل ہو اسے واضح فرمادیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: (۱) احادیثِ شریفہ میں قیامت کے قریب مہدی نام کی جس شخصیت کے ظہور کی بات کہی گئی ہے اس کا مصداق سوال میں مذکورہ شخص شکیل بن حنیف ہر گز نہیں ہوسکتا؛ اس لئے کہ مہدی موعود کا ظہور مکہ معظّمہ میں ہونے والا ہے اور یہ مذکورہ شخص ہندوستان کا باشندہ ہے۔ مہدی موعود کا نام پیغمبر علیہ السلام کے موافق ہوگا اور وہ خانوادۂ نبوت کے ایک فرد ہوں گے اور اپنے زمانے کے خلیفۂ برحق ہوں گے، اور ان کی قیادت مین دشمنانِ اسلام سے شرعی جہاد کیا جائے گا۔ نیز ان کے زمانے میں سیدنا عیسی علیہ السلام کا آسمان سے نزول ہوگا، اور ایسی کوئی بات بھی شکیل نامی شخص پر منطبق نہیں ہے؛ لہٰذا یہ شخص قطعاً جھوٹا اور فریبی ہے۔ اس کے فریب سے لوگوں کو بچانا لازم ہے۔

عن عبد الله رضي الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ: لاتذهب الدنيا حتى يملك العرب رجل من أهل بيتي يواطي اسمه اسمي. (سنن الترمذي ۲/ ٤٧)

(۲) یہ روایت سے ثابت ہے کہ حضرت مہدی اس وقت تک خلافت کی ذمہ داریاں انجام دیں گے جب تک حضرت عیسی علیہ السلام کا نزول نہیں ہوجاتا اور حضرت عیسی علیہ السلام کے نزول کے بعد حکومت حضرت عیسی علیہ السلام کے حوالے ہوگی اور حضرت مہدی ان کے وزیر بن کر کام کریں گے؛ لہٰذا حضرت مہدی کے جانشین ہونے کا کوئی سوال نہیں ہے۔

عن أم سلمة رضي الله تعالیٰ عنها قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: يبايع لرجل بين مكة المقام عدة أهل بدر فيأتيه عصائب أهل العراق وأبدال أهل الشام. (مجمع الزوائد ٧/ ٣١٤)

وقد تواتر الأخبار واستفاضت لكثرت رواتها عن المصطفى ﷺ في المهدي من أهل بيته وأنه يملك سبع ثنين ويملأ الأرض عدلا وأن عيسى عليه السلام يخرج فيساعده على قتال الدجال وأنه يوم هذه الأمة وعيسى عليه السلام خلفه. (تهذيب التهذيب ۱۲٦/۹)

(۳) روایات سے ثابت ہے کہ حضرت مہدی مدینہ منورہ میں ہوں گے اور یہ ایسا وقت ہوگا جب کہ لوگ کسی خلیفہ برحق کو تلاش کر رہے ہوں گے۔ بارِ خلافت سے بچنے کے لئے حضرت مہدی مدینہ منورہ سے مکہ معظّمہ چلے جائیں گے، جہاں دورانِ طواف انہیں پہچان لیا جائے گا اور ان کے نہ چاہتے ہوئے بھی ان کے دست حق پرست پر خلافت کی بیعت کر لی جائے گی؛ لہٰذا یہ دعوی کہ پہلے حضرت مہدی کے جانشین سے بیعت ہوگی، پھر حضرت مہدی سے بیعت ہوگی، قطعاً غلط ہے۔ (مستفاد: امام مہدی شخصیت وحقیقت ۴۹-۵۳)

عن أم سلمة رضي الله عنها زوج النبي ﷺ قال: يكون اختلاف عند موت خليفة فيخرج رجل من أهل المدينة هاربًا إلى مكة فيأتيه ناس من أهل مكة فيخرجونه وهو كاره فيبايعونه بين الركن والمقام ويبعث إليه بعث من الشام فيخسف بهم بالبيداء بين مكة والمدينة فإذا رأى الناس ذلك أتاه أبدال الشام وعصابيت أهل العراق. (سنن أبي داؤد ۵۸۹/۲، مجمع الزوائد ۳۱٤/۷) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری ۲۲/۴/۱۴۳۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مبتدع اور غلط عقیدہ رشتہ داروں سے میل جول کا کیا حکم ہے؟

سوال (۷۴): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر رشتہ داروں میں مبتدعین ہوں اور وہ صحیح العقیدہ لوگوں سے محض مبتدع نہ ہونے کی وجہ سے بغض وحسد رکھتے ہوں، تو شریعت کا ایسے رشتہ داروں کے متعلق کیا حکم ہے؟ یا رشتہ داروں کے

علاوہ مبتدعین سے تعلق رکھنا کیسا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: اگر مبتدعین سے تعلق اور میل جول سے ان کی اصلاح کی توقع ہو تو تعلق رکھنا بہتر ہے، اور اگر خود بدعات میں مبتلا ہونے یا بدعات کی تائید کا اندیشہ ہو تو میل جول نہیں رکھنا چاہئے۔ (مستفاد: فتاوی محمودیہ ۳/۵۶ جدید)

﴿وَلا تَرْكَنُوْآ اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ﴾ [هود: ۱۱۳]

والركون إلى الشيء هو السكون إليه بالأنس والمحبة، فاقتضى ذٰلك النهي عن مجالسة الظالمين ومؤانستهم والإنصات إليهم وهو مثل قوله تعالىٰ:

﴿فَلاَ تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ﴾ (أحكام القرآن للجصاص ۳/۲٤۳)

وعن الحسن لا تجالس صاحب هوى، فيقذف في قلبك ماتتبعه عليه فتهلك أو تخالفه، فيمرض قلبك، وعن إبراهيم: ولا تكلموا إني أخاف أن ترتد قلوبكم. (الاعتصام ٦٦ بحواله: فتاوى محموديه جديد ۳/٥۷)

فخرج من مجموع ماتكلم فيه العلماء أنواع: أحدها الارشاد والتعليم، وإقامة الحجة كمسألة ابن عباس رضى الله عنه حين ذهب إلى الخوارج، فكلمهم حتى رجع منهم ألفان، أو ثلاثة آلاف. (الاعتصام ۱٤۰ بحواله: فتاوى محموديه ۳/ ٥۷) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۹/۶/۲۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کتاب العلم

دین کسے کہتے ہیں اور اس کے جاننے والوں کو کیا کہتے ہیں؟

سوال (۱) :- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: دین کہاں رہتا ہے؟ اور دین کہاں اور کس سے سیکھا جائے؟

کیا جاننے والوں کو عالم کہتے ہیں؟ اور جاننے والا کون ہے؟ کن چیزوں کے جاننے والے کو عالم کہاں جائے گا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: دین کا مرجع اور مرکز علماء حق ہیں، جو انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں، اور عالم دین اُسی کو کہا جاتا ہے جو قرآن وسنت اور شریعت کا علم رکھتا ہو، ایسی ہی صفت رکھنے والے شخص سے دین سیکھنا چاہئے۔

قال تعالی: ﴿يُؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَآءُ، وَمَنْ يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا﴾ [البقرة: ۲۷۹]

وفي الحديث: إنما العلم بالتعلم والفقه بالتفقه، ومن يرد اللّٰه به خيراً يفقهه في الدين. (الفقيه والمتفقة ٦)

قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: إن العلماء ورثة الأنبياء. (سنن ترمذي ۹۷/۲، سنن أبي داؤد ۵۱۳/۲)

الدِّينُ:– بالكسر، وضع التي يدعو أصحاب العقول إلى قبول ما هو عند الرسول عليه السلام.

والدين والملة متحدان بالذات مختلفان بالاعتبار، فإن الشريعة من حيث أنها تطاع تسمى ديناً ومن حيث أنها تجمع تسمى ملة، ومن حيث أنها يرجع

إليهـا تسمى مذهباً. وقيل: الدين منسوب إلى الله. والملة منسوبة إلى الرسول. والمذهب منسوب إلى المجتهد. (قواعد الفقه ۲۹۵-۲۹٦)

العـلـم:- بـالـكسـر، إدراك الشـيء بـحقيقته الخ. وقيل: العلمُ، يقال لإدراك الكلي أو المركب والمعرفةُ تقال لإدراك الجزئي أو البسيط ومن هنا يـقـال عـرفت الله دون علمت الخ. قيل: العلم الاعتقاد الجازم المطابق للواقع، وربما أطلق العلم مجازاً على مجموع مسائل وأصول كلية تجمعها جهة واحدة كعلم الفقه وعلم الأصول والعلوم المدونة كثيرة. (قواعد الفقه ۳۸۸)

الـفقيه:- من يعلم الفقه وإن لم يكن مجتهداً، ذكر الإمام الغزالي أن الناس تـصـرفـوا فـي اسـم الـفـقه فخصَّصُوه بعلم الفتاوىٰ والوقوف على دلائلها وعللها، واسـم الـفـقـه فـي الـعـصر الأول كان مطلقاً على علم الاٰخرة ومعرفة دقائق آفات النفوس والاطّلاع على الاٰخرة وحقارة الدنيا. (قواعد الفقه ٤١٥-٤١٦) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۷/۱۱/۱۴۲۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

حدیثوں میں جس علم کے فضائل مذکور ہیں اس سے کونسا علم مراد ہے؟

سوال (۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: جن احادیثِ شریفہ سے علم کی اہمیت ظاہر ہوتی ہے، کیا ان کا تعلق صرف دینی تعلیم سے یا عصری تعلیم، یعنی موجودہ زمانہ کی دیگر زبانیں نیز انجینئرنگ، حکمت، ٹیکنیکل وبزنس وغیرہ کے لئے بھی اس میں داخل ہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: احادیثِ شریفہ میں علم کی فضیلت کا جہاں ذکر آیا ہے

اس سے علم دین مراد ہے، یعنی وہ علم جس سے کہ لوگ عبادات اور معاملات کے احکامات سے باخبر ہوں، اور اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرسکیں، اور یہ احکامات فن تفسیر وحدیث وفقہ میں مذکور ہیں اس سے انگریزی انجینئر نگ، حکمت، ٹیکنیکل وغیرہ مراد نہیں ہے؛ البتہ اگر کوئی شخص دنیوی ضرورت سے یا اچھی نیت سے منکرات سے بچتے ہوئے ان دنیوی علوم کو حاصل کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

عن أبي هريرة رضي اللّٰه تعالىٰ عنه أن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم دخل المسجدَ فرأى جمعاً من الناس على رَجُلٍ، فقال: ما هٰذا؟ قالوا: يا رسول اللّٰه علاَّمة. قال: وما العلامة؟ قالوا: اعلمُ الناس بأنساب العرب، وأعلمُ الناس بعربية، وأعلم الناس بشعر، وأعلم الناس بما اختلف فيه العرب، فقال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: "هٰذا علم لا ينفع وجهل لا يضره". (جامع بيان العلم وفضله لابن عبد البرّ القرطبي ١٩٢، رقم: ١٧٥)

والمراد بالعلم، العلم الشرعي الذي يفيد معرفة ما يجب على المكلف من أمر دينه في عباداته ومعاملاته والعلم باللّٰه وصفاته وما يجب له من القيام بأمر وتنزيهه عن النقائص ومكرر ذٰلک على التفسير والحديث والفقه. (فتح الباري ١/١٤١) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۶/۷/۱۴۱۷ھ

اگر قرآنِ کریم میں حکم نہ ملے تو حدیث وفقہ کی طرف رجوع؟

سوال (۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: دین کی معلومات کے لئے کیا قرآن کریم ہی کافی ہے یا نہیں؟ اگر دین کی معلومات قرآن سے نہ ملے، تو کیا حدیث پاک سے ہی معلومات کریں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: دین کی معلومات کے لئے قرآنِ پاک کے ساتھ ساتھ احادیث اور فقہِ اسلامی سے استفادہ ناگزیر ہے، قرآنِ کریم کی حیثیت ایک جامع متن کی ہے، اس میں اصولی باتیں درج کی گئی ہیں، یہ ضروری نہیں ہے کہ زندگی کا ہر مسئلہ قرآنِ کریم کی کسی

آیت سے صاف طور پر ثابت ہو؛ بلکہ اس جامع اصول کی تشریح کے لئے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیاتِ طیبہ اور اقوال وافعال، نیز آثارِ صحابہ اور ان کی روشنی میں ماہر علماء اور ائمہ کی آراء کو پیش نظر رکھے بغیر دین کی سمجھ حاصل نہیں کی جاسکتی ہے، اس لئے دینی معلومات کے واسطے معتبر علماء کی لکھی ہوئی معتبر کتابوں کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔

﴿فَاسْئَلُوْآ اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَاتَعْلَمُوْنَ﴾ [الانبياء: ۷]

عن أناسٍ من أهل حمص من أصحاب معاذ بن جبل: أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم لما أراد أن يبعث معاذاً إلى اليمن قال: ''كيف تقضي إذا عرضَ لک قضاءٌ''؟ قال: أقضي بكتاب اللّٰه. قال: ''فإن لم تجد في كتاب اللّٰه'' قال: فبسنة رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم، قال: ''فإن لم تجد في سنة رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم ولا في كتاب اللّٰه'' قال: أجتهد برأيي ولا آلو، فضرب رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم صدره، وقال: ''الحمد للّٰه الذي وفَّقَ رسولَ رسولِ اللّٰه لما يُرضي رسولَ اللّٰه. (سنن أبي داؤد رقم: ۳۵۹۲، سنن الترمذي رقم: ۱۳۲۷)

عن المقدام بن معدي كرب عن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم أنه قال: ألا إني أوتيت الكتاب ومثله معه. (سنن أبي داؤد ٤٦٠٤، شرح السنة للإمام البغوي ۱/ ۲۰۱، الجامع لأحكام القرآن للقرطبي ۱/ ٤۳)

فإن أصول الشرع ثلاثة: الكتاب والسنة وإجماع الأمة، والأصل الرابع القياس المستنبط من هذه الأصول. (حسامی اشرفی ٥) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۲/ ۵/ ۱۴۲۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

دنیوی علوم دینی علوم کے ہم پلّہ نہیں

سوال (۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: آج کل میڈیا میں اور جدید تعلیم یافتہ لوگوں میں یہ غلط فہمی بہت تیزی سے پھیل رہی ہے کہ علم کی دینی اور

دنیوی تقسیم غیر اسلامی ہے؛ لہٰذا جو ثواب علمِ قرآن وحدیث کے پڑھنے پڑھانے والے کو ملے گا وہی ثواب دوسرے علوم مثلاً: سائنس، حساب اور جغرافیہ وغیرہ کے پڑھنے پڑھانے والوں کو بھی حاصل ہوگا، اوران عصری علوم سے اشتغال رکھنے والے کسی طور پر بھی قرآن وحدیث کا مشغلہ رکھنے والے لوگوں سے کم نہیں ہیں، دلیل عام طور سے یہ دی جاتی ہے کہ "**طلب العلم فریضة**" عام ہے، اس میں کسی علم کو خاص نہیں کیا گیا ہے؛ بلکہ اسلام میں یکساں طور پر تمام علوم وفنون کے سیکھنے اور حاصل کرنے کا حکم اور ترغیب دی گئی ہے، ایک طبقہ تو علم کی دینی ودنیوی تقسیم کو غلط بتاتے ہوئے اسے مسلمانوں کی موجودہ پستیوں اور ذلتوں کی اصل جڑ قرار دیتا ہے، اور اس کی ذمہ داری علماء کرام کے سر ڈالتا ہے، میرا خیال یہ ہے کہ علم کی دینی اور دنیوی تقسیم درست ہے، لیکن اس سلسلہ میں تفصیلی اور ناقابلِ تردید دلائل کی ضرورت ہے۔ امید ہے کہ فریق مخالف کے دلائل اور اعتراضات کا آپ کو بخوبی علم ہوگا، اور اس سلسلہ میں آپ کوئی متوازن رائے رکھتے ہوں گے، تفصیلی دلائل اور فریق مخالف کے اعتراض کا تفصیلی رد تو ایک خط میں ناممکن ہے۔ تاہم آپ سے گذارش ہے کہ اپنے موقف کو اہم نکات کی روشنی میں تحریر فرمائیں اور دلائل کے اشارات فرمائیں، نیز اتحادِ علم کا نظریہ رکھنے والوں کے دلائل اور شبہات کا بھی رد فرمائیں، اور ان کے نظریہ کی خرابیوں اور مفاسد کو بھی تحریر فرمائیں، اور اگر اس موضوع سے متعلق آپ کی یا علماء دیوبند میں سے کسی کی کتاب میں تفصیلی بحث کی گئی ہو تو مطلع فرمائیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: علم کے اگر لغوی معنی مراد لئے جائیں تو اس میں ہر طرح کی جانکاری شامل ہے، خواہ دینی ہو یا دنیوی جیسا کہ قرآن پاک میں فرمایا: ﴿وَعَلَّمَ آدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا﴾ اور حضرت داؤد علیہ السلام کے تذکرہ میں فرمایا: ﴿وَعَلَّمْنَاهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّكُمْ﴾ تو یہاں علم سے مراد علم لغوی مراد ہے، جو دینی اور دنیوی سب علوم کو شامل ہے؛ لیکن اگر اصطلاحی معنی کا خیال رکھا جائے تو قرآن وسنت کی نظر میں علم کا اطلاق صرف علم دین پر ہوتا ہے، اور یہی علم انبیاء علیہم السلام کی میراث ہے، جو بذاتِ خود باعثِ اجر وثواب ہے؛ کیوں کہ اس علم سے حلال اور حرام کے درمیان تمیز ہوتی ہے، صحیح اور غلط کا فیصلہ ہوتا ہے، اور اسی سے اللہ تعالیٰ کی معرفت

نصیب ہوتی ہے،اس کا تذکرہ درج ذیل آیات میں کیا گیا ہے۔

﴿وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُو الْاَلْبَابِ﴾

[البقرة: ۲٦۹]

﴿وَالرَّاسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ آمَنَّا بِهٖ﴾ [آل عمران: ۷]

﴿قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَايَعْلَمُوْنَ﴾ [الفاطر: ۲۸]

﴿اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا﴾ [الفاطر: ۹]

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ ''علم کا سیکھنا ہرمومن پرفرض ہے، اس سے مراد روزہ، نماز، حلال وحرام اور حدود واحکام کی معرفت حاصل کرنا ہے''۔ (الفقیہۃ والمتفقہ ۵۳۲)

حضرت حسن بن الربیعؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ سے پوچھا کہ ارشادمبارک: "طلب العلم فريضة على كل مسلم" (علم کا سیکھنا ہرمسلمان پر فرض ہے) اس کا مطلب کیا ہے؟

تو حضرت عبداللہ بن مبارکؒ نے جواب دیا کہ اس سے وہ دنیوی علوم مرادنہیں ہے، جوتم حاصل کرتے ہو؛ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب کوئی شخص کسی دینی معاملہ میں مبتلا ہوتو اس کے بارے میں پہلے جانکارلوگوں سے علم حاصل کرلے۔ (الفقیہ والمتفقہ ۵۲)

اس کے برخلاف جودنیوی علوم ہیں وہ علوم نہیں؛ بلکہ ذرائع معاش ہیں؛ کیوں کہ ان علوم پرآخرت میں علم ہونے کی حیثیت سے کسی ثواب کا وعدہ نہیں ہے؛ البتہ اگرکوئی ان علوم کے ذریعہ خیرکا کام بجالائے گا تو اسے ان کاموں کا یقیناً ثواب ملے گا۔مثال کے طور پرڈاکٹری کا علم ہے،تو محض ڈاکٹر ہونا آخرت میں نجات کے لئے کافی نہیں ہے؛ البتہ اگرکوئی ڈاکٹر اپنی ڈاکٹری خدمتِ خلق کے لئے استعمال کرے،تو اسے خدمت خلق کا ثواب ملے گا۔

اس کے بالمقابل ایک عالم یا حافظ قرآن ان کے لئے اس علم وحفظ ہی کو آخرت میں رفع درجات کا سبب بتایا گیا ہے،مثلاً عالم کو عزت کا جوڑا پہنایا جانا اور حافظ کو کرامت کا تاج پہنایا جانا

وغیرہ،اس کے متعلق متعدد احادیثِ شریفہ موجود ہیں، ایسی بشارت کسی اور فن کے سیکھنے والے کو نہیں دی گئی ہے، یہ صرف علم نبوت کے ساتھ خاص ہے؛ لہٰذا علوم نبوت اور علوم عصریہ کو ایک درجہ میں ہرگز نہیں رکھا جاسکتا، دونوں کے درمیان زمین وآسمان کا فرق ہے۔

البتہ یہ بات اپنی جگہ درست ہے کہ دنیا چوں کہ دارالاسباب ہے،اس لئے یہاں معاشی یا سماجی ضرورت کے لئے منکرات سے بچتے ہوئے کسی بھی دنیوی علم یا فن کو سیکھنا فی نفسہٖ منع نہیں ہے،اور اگر ان کو سیکھنے میں نیت دین کی سربلندی کی شامل ہوجائے،تو یقیناً وہ ایک امر مستحسن ہوسکتا ہے؛ لیکن ان سب کے باوجود علم دین کی حیثیت اپنی جگہ ممتاز اور مسلم ہے،اس کو دنیوی علوم کے ہم پلہ نہیں قرار دیا جاسکتا۔(مستفاد: امداد الاحکام ۱/۲۲۳، احسن الفتاوی ۱/۳۵۳-۳۵۴، دعوتِ فکروعمل ۳۸۴، لمحاتِ فکریہ ۲۴۴-۲۴۵)

عن عبد اللّٰہ بن عمرو بن العاص رضي اللّٰہ تعالیٰ عنه أن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم قال: "العلمُ ثلاثة، فما وراء ذٰلک فهو فضل؛ آیة محکمة، أوسنة قائمة، أوفریضة عادلة. (سنن ابن ماجة رقم: ٥٤، سنن أبي داؤد رقم: ٢٨٨٥، جامع بیان العلم وفضله لابن عبد البرّ القرطبي ١٩٢، رقم: ١٧٤)

عن أبي هریرة رضي اللّٰہ تعالیٰ عنه أن النبي صلی اللّٰہ علیه وسلم دخل المسجدَ فرأی جمعاً من الناس علی رَجُلٍ، فقال: ما هٰذا؟ قالوا: یا رسول اللّٰہ علاَّمة. قال: وما العلامة؟ قالوا: اعلمُ الناس بأنساب العرب، وأعلمُ الناس بعربیة، وأعلم الناس بشعر، وأعلم الناس بما اختلف فیه العرب، فقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم: "هٰذا علم لا ینفع وجهل لایضره". (جامع بیان العلم وفضله لابن عبد البرّ القرطبي ١٩٢، رقم: ١٧٥)

والمراد بالعلم العلم الشرعي الذي یفید معرفة مایجب علی المکلف من أمر دینه في عباداته ومعاملاته، والعلم باللّٰہ وصفاته، وما یجب له من القیام بأمره، وتنزیهه عن النقائص، ومدار ذٰلک علی التفسیر والحدیث والفقه. (فتح الباری شرح صحیح البخاري ١/١٤١ بیروت)

فيفهم منه أن العلم لايطلق إلا على علم الشريعة. (عمدة القاري شرح صحيح البخاري ۲/۲ ٤ بيروت) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۲۷/ ۱۴۲۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

علم دین کے ساتھ دُنیوی فنون سیکھنا؟

سوال (۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میرے ہمراہ اہل ہنود افسران تھے، دہلی کی طرف دورے پر گئے ہوئے تھے، واپسی میں دیوبند کے دینی ادارہ کو دیکھنے کا شوق پیدا ہوا، جب دیوبند کے قریب پہنچے تو دور سے مدرسہ کی عمارت بہت دلکش لگی، مگر جب مدرسہ کے اندر داخل ہوئے تو دیکھا کہ اساتذہ اور طلبہ سب ہی گرمی میں پریشان تھے، نہ کولر نہ ائیر کنڈیشن کمرے، اس کے برعکس انجینئرنگ کالج یا یونیورسٹی میں لڑکوں کی تعلیم کے سلسلہ میں کمروں میں کولر پنکھے ایر کنڈیشن ہال ہوتے ہیں، جس میں بچے دل لگا کر تعلیم حاصل کرتے ہیں، اور علم کے ساتھ ساتھ ہنر بھی سیکھتے ہیں، فارغ ہوکر اچھی نوکریوں میں جاتے ہیں، اور وہاں پندرہ بیس ہزار تنخواہ لے کر خوش حال زندگی گذارتے ہیں، بیوی بچے آرام سے رہتے ہیں، اس کے برعکس دینی تعلیم حاصل کر کے کوئی حافظ قاری عالم فاضل ہوکر کسی دینی ادارہ میں دوچار ہزار کی ملازمت مل جاتی ہے، جس سے بیوی بچوں کو ساتھ لے کر گذر بسر کرنا مشکل ہے، اس لئے دینی تعلیم کے ساتھ علم وہنر دستکاری کمپیوٹر کارپینٹر بڑھئی وغیرہ کا کام کیوں نہ رائج کیا جائے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: علم دین کا مقصد دنیا کمانا نہیں ہے؛ بلکہ آخرت بنانا ہے، اس لئے دینی تعلیم کے ساتھ دنیوی علوم پڑھانا مدارس کے مقصد کے خلاف ہے، اور عرفاً وعقلاً یہ کوئی قابل اعتراض بات نہیں ہے؛ اس لئے کہ دنیا میں بھی ہر فن کے کالج الگ الگ ہوتے ہیں، اور جو کالج جس فن کے لئے ہوتا ہے اس میں دوسرا فن نہیں پڑھایا جاتا ہے، اور اس پر کوئی اعتراض بھی نہیں کرتا، تاہم شریعت کسی جائز ہنر کے سیکھنے کے خلاف بھی نہیں ہے، جو سیکھنا چاہے، وہ مدرسہ

کی تعلیم سے پہلے یا بعد میں سیکھ لے اس پر کوئی پابندی نہیں۔ (مستفاد: دعوتِ فکر وعمل ۳۸۵) اور مدارس میں اسبابِ راحت نہ ہونے کے باوجود طلبہ کا دل لگا کر پڑھنا پڑھانا یہ کوئی عیب کی بات نہیں بلکہ قابلِ قدر بات ہے؛ اس کی وجہ سے کسی احساسِ کمتری میں مبتلا نہیں ہونا چاہیے۔

عن عبد اللّٰہ بن عمرو بن العاص رضي اللّٰہ تعالیٰ عنہ أن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال: "العلمُ ثلاثة، فما سوی ذٰلک فهو فضل؛ آیة محکمة، وسنة، وفریضة عادلة. (جامع بیان العلم وفضله لابن عبد البرّ القرطبي ۱۹۲، رقم: ۱۷٤)

عن أبي هریرة ﷺ أن النبي ﷺ دخل المسجدَ فرأی جمعاً من الناس علی رَجُلٍ، فقال: ما هٰذا؟ قالوا: یا رسول اللّٰہ علّامة. قال: وما العلامة؟ قالوا: اعلمُ الناس بأنساب العرب، وأعلمُ الناس بعربیة، وأعلم الناس بشعر، وأعلم الناس بما اختلف فیه العرب، فقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم: "هٰذا علم لا ینفع وجهل لا یضره". (جامع بیان العلم وفضله لابن عبد البرّ القرطبي ۱۹۲، رقم: ۱۷۵)

عن أبي هریرة رضي اللّٰہ تعالیٰ عنه قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم: من تعلم علماً مما یبتغي به وجه اللّٰہ، لا یتعلمه إلا لیصیب به عرضا من الدنیا، لم یجد عرف الجنة یوم القیامة یعني ریحها. (سنن أبي داؤد، العلم / باب في طلب العلم لغیر اللّٰہ تعالیٰ رقم: ٣٦٦٤، الأحادیث المنتخبة في الصفات الست ۳٤۱ رقم: ۱۲٤٥) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۴/۵/۱۴۲۸ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

دنیوی علوم مثلاً ڈاکٹری وغیرہ سیکھنا؟

سوال (۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرعِ متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: دنیوی علوم مثلاً ڈاکٹری وغیرہ دیگر علوم حاصل کرنا جائز ہے یا ناجائز؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: منکرات سے بچتے ہوئے ہر طرح کے دنیوی علوم خواہ

ڈاکٹری ہو یا کوئی اور علم ہو حاصل کرنا بلاشبہ جائز ہے، شریعت کسی بھی فن کو سیکھنے یا سکھانے سے منع نہیں کرتی؛ البتہ ایک مسلمان کے لئے ہر مرحلہ پر دینی حدود کی پابندی لازم ہے، آج کل اعلیٰ تعلیمی اداروں میں مخلوط تعلیم کا چلن ہے، یہاں رہتے ہوئے خاص طور پر اپنی پاک دامنی کی حفاظت سخت ضروری ہوتی ہے، اس لئے ایسے کالجوں میں پڑھنے والے طلباء کو پوری احتیاط کے ساتھ رہنا چاہئے، ایسا نہ ہو کہ اعلیٰ دنیاوی تعلیم کے شوق میں منکرات ومعاصی میں ابتلاء ہو جائے – العیاذ باللہ۔ (مستفاد: کفایت المفتی ۲/۴۴، فتاویٰ عثمانی ۱/۱۹۲)

عن أبي هريرة ﷺ أن النبي ﷺ دخل المسجدَ فرأى جمعاً من الناس على رَجُلٍ، فقال: ما هٰذا؟ قالوا: يا رسول اللّٰه علّامة. قال: وما العلامة؟ قالوا: اعلمُ الناس بأنساب العرب، وأعلمُ الناس بعربية، وأعلم الناس بشعر، وأعلم الناس بما اختلف فيه العرب، فقال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: "هٰذا علم لا ينفع وجهل لايضره". (جامع بيان العلم وفضله لابن عبد البرّ القرطبي ١٩٢، رقم: ١٧٥)

وأما فرض الكفاية من العلم: فهو كل علم لايستغنى عنه في قوام أمور الدنيا، كالطب والحساب والنحو واللغة. (شامی کراچی ۱/۴۲) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۲/۷/۱۴۲۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

عصری تعلیم کو دینی تعلیم پر فوقیت دینا؟

سوال (۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: راقم الحروف کا اپنا یہ نظریہ ہے کہ آج اس دنیا میں عزت وآرام کی باوقار زندگی گذارنے کے لئے آدمی کے پاس بقدرِ ضرورت دینی معلومات کے ساتھ کچھ مال ودولت بھی ہونا ضروری ہے، اور اس کے حصول کے لئے صنعت وحرفت کے علاوہ عصری تعلیم بھی بہت ضروری ہے، اگر آدمی کے پاس علم دین بہت ہو؛ لیکن مالی حالت کمزور ہو تو عموماً ایسا شخص معاشی ومعاشرتی اعتبار سے اپنا کوئی مستحکم نظامِ زندگی نہیں بنا پاتا اور نہ ہی عوام الناس کی نگاہوں میں اس کا کوئی مقام ہوتا ہے، خصوصاً ہمارے علاقہ

میں مدارس کے معلمین اور مساجد کے ائمہ کی تنخواہیں بمشکل ڈیڑھ ہزار روپیہ تک ہوتی ہیں۔

ظاہر ہے کہ آج کے اس دورِ مہنگائی میں اتنی کم تنخواہ پر گذر بسر مشکل ہی نہیں ناممکن ہے۔ خصوصاً بچوں کی شادی بیاہ خاندان میں موت، میت کی بیماری و بے آرامی وغیرہ کے اتفاقی مواقع پر آدمی مجبور و بے بس ہوکر دوسروں سے قرض یا مدد مانگنے پر مجبور ہوتا ہے، اور بعض اوقات ان ہی ضرورتوں کے پیش نظر آدمی کوئی ایسا کام کر بیٹھتا ہے جو دین کے لئے باعث عار اور بدنامی کا سبب بن جاتا ہے۔

خلاصۂ کلام یہ کہ ہر آدمی کا اصل مقصد دنیا ہی کمانا ہوتا ہے، اور یہی اصل مقصد ہوا، تو اسے مکمل جائز اور باعزت طریقہ سے حاصل کرنا چاہئے۔ چناں چہ اسی نقطہ نظر سے میں نے اپنے بچوں کو دینی تعلیم کے ساتھ عصری تعلیم بھی دی ہے، میرا بچہ عصری تعلیم کے ساتھ ساتھ حفظ قرآن کریم بھی کر رہا ہے، اور میری بچیاں عالمہ حافظہ تو نہیں؛ لیکن دین کی ضروری معلومات رکھتے ہوئے عصری علوم حاصل کر رہی ہیں، اور حقیقت یہ ہے کہ میں نے عصری علوم کو دینی تعلیم پر بھی فوقیت دی ہے، اور دینی تعلیم ثانوی درجہ میں ہے۔ تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ مذکورہ بالا حالات کے پیش نظر کیا میرا نقطہ نظر صحیح ہے؟ اور دینی تعلیم پر عصری علوم کو ترجیح دینا جائز ہے یا نہیں؟ بعض حضرات کو میرے اس خیال سے اتفاق نہیں، وہ چاہتے ہیں کہ میں اپنے بچوں کو خالص دین کی تعلیم دوں؛ لیکن میں اپنے بچوں کو دوسروں کا محتاج نہیں بننے دینا چاہتا؛ لہٰذا آنجناب سے التماس ہے کہ شریعت کی رو سے اس مسئلہ کا تفصیلی جواب عنایت فرمائیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: معاش کا مدار کسی خاص علم پر نہیں ہے، بہت سے گریجویٹ اور فنکار لوگ فقر وفاقہ میں مبتلا نظر آتے ہیں، اور ان کے مقابلہ میں بہت سے جاہل اور اَن پڑھ لوگ لکھ پتی اور کروڑ پتی دکھائی دیتے ہیں، اس لئے آپ کا یہ سمجھنا کہ عصری تعلیم سے معاش یقیناً مضبوط ہوجائے گا محض خام خیالی ہے، رزق کا نظام اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے وہ اپنی حکمت کے مطابق جس کو چاہتا ہے وسعت سے نوازتا ہے۔ آپ کا یہ کہنا بھی غلط ہے کہ علماء اور مدرسین سب کے سب تنگ دست ہیں؛ اس لئے کہ بہت سے علماء صاحب وسعت بھی ہیں، اور معاشی

اعتبار سے سر برآوردہ بھی ہیں، اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ مال داری کثرتِ مال ودولت کا نام نہیں ؛ بلکہ دل کے سکون کا نام ہے ۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: **ليس الغنى عن كثرة العروض ولكن الغنى غنى النفس.** (ترمذی شریف ٢/ ٦٢)

اور تجربہ سے یہ بات ثابت ہے کہ دینی تعلیم وتعلم کے مشغلہ میں جو قلبی سکون میسر ہے وہ کسی دوسرے مشغلہ میں نہیں ملتا؛ لہٰذا محض ظاہری حالات دیکھ کر علماء کی تنگ دستی کا فیصلہ ہرگز نہیں کرنا چاہئے، اور نہ ان نام نہاد وجوہات کی وجہ سے دینی تعلیم کی فضیلت سے صرف نظر کیا جا سکتا ہے؛ اس لئے کہ شریعت کی نظر میں علم کہلائے جانے کے لائق تو قرآن وسنت کا علم ہے، بقیہ علوم وفنون علم نہیں؛ بلکہ ذرائع معاش ہیں؛ اس لئے علم دین پر عصری علوم کو فوقیت اور فضیلت نہیں دی جا سکتی، تاہم از روئے شریعت ہر مسلمان پر یہ فرض عین نہیں ہے کہ وہ علم دین کا پورا نصاب ضرور حاصل کرے؛ البتہ طہارت ونماز روزہ وغیرہ کے ضروری احکام جاننا اور شریعت کے مطابق زندگی گذارنا شرعی لباس اور وضع قطع اختیار کرنا، ہر مسلمان مرد وعورت پر لازم ہے، ان باتوں کو اختیار کرتے ہوئے شریعت کی مکمل پابندی کے ساتھ اور منکرات ومعاصی سے محفوظ رہ کر کوئی عصری علم بھی حاصل کرنا شرعاً ممنوع نہیں ہے، اصل چیز دین داری ہے جو زندگی کے ہر موڑ پر باقی رہنی چاہئے۔

﴿وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهُ اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهِ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا﴾ [الطلاق: ٣]

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول اللّٰه ﷺ: ليس الغنى عن كثرة العرض ولكن الغنى غنى النفس. (ترمذی شریف، الزهد / باب ما جاء أن الغنى غنى النفس ٢/ ٦٢)

عن عبد اللّٰه بن عمرو بن العاص رضي اللّٰه تعالىٰ عنه أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال: "العلمُ ثلاثة، فما سوى ذٰلک فهو فضل: آية محكمة، وسنة، وفريضة عادلة. (جامع بيان العلم وفضله لابن عبد البرّ القرطبي ١٩٢، رقم: ١٧٤)

عن جابر بن سمرة ﷺ قال: قال رسول اللّٰه ﷺ: لأن يؤدب الرجل ولده خير من أن يتصدق بصاع. (ترمذی شریف، البر والصلة / باب ما جاء في أدب الولد ٢/ ١٦)

فيفهم منه أن العلم لايطلق إلا على علم الشريعة. (عمدة القاري شرح صحيح البخاري ۲/۴۲ بيروت) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ:احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۱/۵/۳۰ھ
الجواب صحیح:شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اللہ تعالیٰ دنیا سے علم کس طرح اٹھائیں گے؟

سوال (۸):-کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ:اللہ تعالیٰ اس دنیا سے علم کس طرح اٹھائیں گے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: دنیا سے علم دین اٹھنے کی صورت یہ ہوگی کہ علماء دین دنیا سے اٹھالئے جائیں گے،اور پھر جاہلوں کو لوگ اپنا مقتدیٰ بنالیں گے۔

قال رسول اللّٰه ﷺ: إن اللّٰه لا يقبض العلم انتزاعاً ينتزعه من العباد ولكن يقبض العلم بقبض العلماء، حتى إذا لم يبق عالماً اتخذ الناس رؤوساً جهالاً.

(صحيح البخاري، العلم / باب كيف يقبض العلم رقم: ۱۰۰، صحيح مسلم، العلم / باب رفع العلم وقبضه رقم: ۱۳-۲۶۷۳، سنن الترمذي، العلم / باب ماجاء في ذاب العلم ۹۳/۲ رقم: ۲۶۵۲) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۴/۴/۱۰ھ
الجواب صحیح:شبیر احمد عفا اللہ عنہ

عالم کو جاہل میں تبدیل کرنے والی کیا چیز ہے؟

سوال (۹):-کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ:عالم کو جاہل میں تبدیل کرنے والی چیز کیا ہے؟ اور اس سے بچنے کا کیا طریقہ ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جو عالم خوف وخشیت خداوندی سے محروم ہو وہ عالم کہلانے کے لائق نہیں۔ارشادِ خداوندی ہے:

﴿اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمَآءُ﴾ [الفاطر: ۲۸]

عن عمران بن حصين رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن أخوف ما أخاف عليكم بعدي كل منافق عليم باللسان. (رواه الطبراني في الكبير والبزار (الكشف: ۱۷۰) الترغيب والترهيب مكمل: ۵۰۷ رقم: ۳۵۵۵)

قال الربيع بن أنس: من لم يخش الله تعالیٰ فليس بعالم. وقال مجاهد: إنما العالِم من خشي الله عزوجل. وعن ابن مسعود كفى بخشية الله تعالیٰ علماً وبالاغترار جهلاً. وقيل لسعد بن إبراهيم: من أفقه أهل المدينة؟ قال: أتقاهم لربه عزوجل. وعن مجاهد قال: إنما الفقيه من يخاف الله عزوجل. (الجامع لأحكام القرآن للقرطبي ۷/۳۰۷) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۰/۴/۱۴۲۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بہشتی زیور پڑھنا کیسا ہے؟

سوال (۱۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: بہشتی زیور کا پڑھنا کیسا ہے؟ کچھ لوگ پڑھنے کو منع کرتے ہیں، کیا نہیں پڑھنا چاہئے؟ مہربانی کرکے تسلی بخش جواب سے نوازیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بہشتی زیور معتبر دینی کتاب ہے، جس میں عبادات، معاملات اور اخلاقیات سے متعلق نہایت مفید احکام ومسائل جمع کردئے گئے ہیں، خاص طور پر مسلمان عورتوں کے لئے۔ اس کتاب کا پڑھنا اور اس کی تعلیم دینا انتہائی نفع بخش اور مفید ہے۔ جو لوگ اس کتاب کو پڑھنے سے منع کرتے ہیں وہ حق پر نہیں ہیں اور بہشتی زیور کتاب ناپاکی کی حالت میں بھی پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ڈابھیل ۴/۱۱۸-۱۲۰) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴/۶/۱۴۳۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اٹھارہ ہزار مخلوقات یا اٹھارہ ہزار عالم؟

سوال (۱۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اللہ رب العزت نے کم وبیش اٹھارہ ہزار مخلوق پیدا کی یا کہ اٹھارہ ہزار عالم بنائے جس میں سب سے چھوٹا یہ عالم ہے ان دونوں میں سے کونسی بات صحیح ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: تعداد عالم کے سلسلہ میں روایات مختلف ملتی ہیں؛ البتہ حضرت وہبؒ کا قول ''روح البیان'' میں مذکور ہے کہ کل عالم اٹھارہ ہزار ہیں، نیز بعض روایات کے مطابق ہر جنس مخلوق کو ایک عالم کہا جاتا ہے، چناں چہ اس قول کے مطابق اگر کہا جائے کہ اللہ نے اٹھارہ ہزار قسم کی مخلوق پیدا کیں یا اٹھارہ ہزار عالم بنائے، دونوں کہنا صحیح اور درست ہے۔

قال وهب: للّٰه ثمانية عشر ألف عالم، الدنيا عالم منها. (روح البيان ١/١٢، تفسير خازن ١/٢١)

قال مقاتل: العالَمون ثمانون ألف عالَم، أربعون ألف عالم في البر، وأربعون ألف عالم في البحر. (الجامع لأحكام القرآن للقرطبي ١/١٣٦)

وقال بعض العلماء: كل صنف من أصناف الخلائق عالم فالإنس عالم، والجن عالم والملائكة عالم والطير عالم والبنات عالم. وهٰكذا على هامش فتح البيان (روح البيان ١/٢٥)

البتہ یہ کہنا کہ مخلوقات کی تعداد کل اٹھارہ ہزار ہے درست نہیں؛ اس لئے کہ مخلوق خداوندی بے شمار ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۵/۱/۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

جنات کی باتوں پر اعتماد کرنا کیسا ہے؟

سوال (۱۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: ایک آدمی کو جن نے پکڑ لیا اور وہ بہت ساری باتیں کرتے ہیں، میرا سوال یہ ہے کہ جن سے کسی چیز کے بارے میں پوچھنا جائز ہے یا نہیں؟ جیسے کہ میرے کیا بیماری ہے اور فلاں آدمی کیسا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جنات سے کوئی بات پوچھنے کسی خاص فائدے کی امید نہیں ہے کیونکہ جنات کی باتوں پر شرعاً اعتماد نہیں کیا جاسکتا؛ اس لیے کہ ان کی صحت پر کوئی کھلی دلیل ہمارے پاس موجود نہیں ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ڈابھیل)

﴿وَحَفِظْنٰهَا مِنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ رَجِيْمٍ. اِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ مُبِيْنٌ﴾ [الحجر: ١٧-١٨]

أي حفظنا السماء من الشياطين أن تسمع شيئاً من الوحي وغيره؛ إلا من استرق السمع فإنا لم نحفظها منه أن نسمع الخبز من أخبار السماء سوى الوحي، فأما الوحي فلا تسمع منه شيئا؛ لقوله: ﴿اِنَّهُمْ عَنِ السَّمْعِ لَمَعْزُوْلُوْنَ﴾ وإذا استمع الشياطين إلى شيء ليس بوحي فإنهم يقذفونه إلى الكهنة في أسرع من طرفة عين، ثم تتبعهم الشهب فتقتلهم أو تخبلهم؛ ذكره الحسن وابن عباس.

(الجامع لأحكام القرآن للقرطبي ١١/٥، سورة الحجر) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۴/۱۰/۱۴۲۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کا علمی مقام؟

سوال (۱۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے تحریر فرمایا ہے کہ: مولانا محمد قاسم صاحب نے کتابیں کچھ بہت نہیں پڑھی تھیں۔ (سوانح قاسمی ۱/۱۹۱) دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ: پڑھنے کے زمانے میں بھی بہت شوق ومشقت سے نہ پڑھا تھا۔ (حوالہ: قصص الاکابر ۲۹ جمادی الثانیہ ۵۷ھ)

حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ”حضرت نانوتویؒ کے استاذ

آپ کوعلم کی بکری کہتے تھے‘‘۔(سوانح قاسمی ۱؍۱۹۲) مذکورہ عبارتوں کا مطلب سمجھائیے!

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اصل میں بات یہ ہے کہ حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کو اللہ تعالیٰ نے بے مثال ذہانت، بیدار مغزی اور علمی گیرائی سے سرفراز فرمایا تھا، جس کے آثار زمانۂ طالب علمی سے نمایاں تھے اور جو آدمی ذہانت کے اعلیٰ درجہ پر ہوتا ہے اس کو بغور مطالعہ کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی؛ بلکہ کتابوں پر اچٹتی ہوئی نگاہ ڈال کر بھی مضمون کی روح سے مطلع ہوجاتا ہے، یہی وہ بات ہے جسے حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے اس انداز میں تعبیر کیا کہ ’’کتابیں تو بہت نہیں پڑھیں یا بہت شوق ومشقت سے نہ پڑھا تھا‘‘ کیوں کہ مشقت تو اس کو ہو جو معنی تک بآسانی رسائی حاصل نہ کرسکے اور ’’علم کی بکری‘‘ ایک تعبیر ہے جو اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ موصوف کا اوڑھنا بچھونا اور مشغلہ اور حال وقال سب علم ہی علم تھا، اور جس طرح بکری ہمیشہ چارے کی تلاش میں رہتی ہے، اسی طرح آپ ہمیشہ علم کی تلاش میں رہتے تھے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱؍۶؍۱۴۲۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

دلائل الخیرات کے بارے میں اکابر دیوبند کا مسلک

سوال (۱۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: دلائل الخیرات (جو درود شریف کے صیغوں پر مشتمل مشہور کتاب ہے) کے سلسلہ میں اکابر دیوبند کا مسلک اور موقف کیا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اکابر دیوبند کے معمولات میں یہ کتاب داخل رہی ہے، اس لئے اس کو پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

سئل الشیخ خلیل أحمد السهارنفوري: ما قولکم في تکثیر الصلوٰة علی النبي صلی اللّٰه علیه وسلم وقراءة دلائل الخیرات والأوراد؟

فأجاب على هٰذا السؤال بقوله: يستحب عندنا تكثير الصلاة على النبي صلى اللّٰه عليه وسلم وهو من أرجى الطاعات وأحب المندوبات، سواء كان ذٰلک بقراءة الدلائل والأوراد الصلوتية المؤلفة في ذٰلک أو بغيرها، وكان شيخنا العلامة الكنكوهي يقرأ الدلائل وكذٰلک المشائخ الأخر من ساداتنا، وقد كتب في إرشاداته مولانا ومرشدنا قطب العالم حضرة الحاج إمداد اللّٰه قدس سره العزيز وأمر أصحابه بأن يجربوه، وكانوا يروون الدلائل رواية وكان يجيز أصحابه بالدلائل مولانا الكنكوهي رحمة اللّٰه عليه. (المهند على المفند ٤١)

وقال الشيخ حسين أحمد المدني: وأما مشايخنا الأجلاء فكانوا يمنحون أتباعهم وثائق لقراءة "دلائل الخيرات" وغيرها، ويأمرونهم بالإكثار من قراءتها ومن الصلاة والسلام على النبي عليه السلام، وقد كان الشيخ الكنكوهي والشيخ النانوتوي رحمة اللّٰه عليهما يقرآن دلائل الخيرات كما أنهما منحا الإجازة لقراءتها لآلاف أتباعهما. (الشهاب الثاقب ٦٦) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۰/۲/۱۴۲۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

دلائل الخیرات کی سببِ تالیف سے متعلق ایک قصہ؟

سوال (۱۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: دلائل الخیرات کے سلسلہ میں مشہور یہ ہے کہ مؤلف دلائل الخیرات اپنے کسی سفر میں ظہر کی نماز کے لئے پانی کی تلاش میں تھے، ایک کنواں ملا مگر ڈول اور رسّی موجود نہ ہونے کی وجہ سے پریشان تھے، ایک مکان قریب میں تھا، مکان کی کھڑکی سے ایک نابالغ لڑکی نے شیخ مؤلف کی حالت دیکھی اور وجہ پوچھ کر لڑکی آئی اور اس نے اپنا تھوک کنویں میں ڈال دیا، کنویں کے پانی میں جوش آیا اور پانی اوپر آ گیا، شیخ مؤلف نے وضو کر کے نماز پڑھی اور نماز کے بعد لڑکی کے گھر گئے، اور دریافت کیا کہ تمام پیغمبروں بالخصوص سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ تمہیں یہ

مقام کیسے حاصل ہوا؟ لڑکی نے جواب دیا کہ فلاں درود شریف پڑھنے کی وجہ سے اللہ نے مجھے یہ مقام عطا فرمایا۔ تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا یہ واقعہ صحیح ہے؟ اگر صحیح ہے تو وہ کونسا درود شریف ہے، جس کو پڑھ کر لڑکی نے تھوک دیا اور غالباً یہی وجہ تالیف دلائل الخیرات کے داعیہ کی ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: یہ قصہ خود مؤلف کی سند سے احقر کی نظر سے نہیں گذرا، اور نہ مؤلف نے کتاب کے مقدمہ میں اس کا ذکر کیا ہے؛ اس لئے اس کی صحت یا عدم صحت کے بارے میں کوئی تحقیقی بات نہیں کہی جاسکتی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۰؍۲؍۱۴۲۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

خدا کس زبان کا لفظ ہے؟

سوال (۱۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: خدا کس زبان کا لفظ ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ''خدا'' فارسی زبان کا لفظ ہے اور اس کے معنی معبود کے آتے ہیں۔ (فیروز اللغات ۳۱۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۴؍۱؍۱۴۱۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

اللہ تعالیٰ کے مشہور نام کتنے ہیں؟

سوال (۱۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اللہ تعالیٰ کا ذاتی نام کیا ہے؟ اور اس کے مشہور صفاتی نام کتنے اور کیا کیا ہیں؟ نیز احادیثِ شریفہ میں ان ناموں کو یاد رکھنے کی کیا فضیلت وارد ہوئی ہے؟ تفصیل کے ساتھ تحریر فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: لفظ ''اللّٰہ'' اللّٰہ تعالیٰ کا ذاتی نام ہے، اس کے علاوہ باقی سب صفاتی نام ہیں، جیسے: سَمِیْعٌ (سننے والا) عَلِیْمٌ (جاننے والا) وغیرہ۔ اللّٰہ تعالیٰ کے ان ناموں میں بھی زبردست طاقت وتاثیر ہے، ان ناموں کو پڑھ کر جو دعا کی جاتی ہے وہ قبول ہوتی ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے: ﴿وَلِلّٰہِ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنیٰ فَادْعُوْہُ بِھَا﴾ [الاعراف: ۱۸۰] (یعنی اللّٰہ کے بہت سے اچھے (صفاتی) نام ہیں؛ لہٰذا انہیں ناموں سے اس کو پکارا کرو)

نیز ترمذی شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سید الکونین حضور اکرم صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: ''اللّٰہ تبارک وتعالیٰ کے ۹۹/ نام ہیں، جس نے ان مبارک اسماءِ حسنیٰ کو یاد کرلیا وہ جنت میں جائے گا''۔

لہٰذا بہتر تو یہی ہے کہ ان کو زبانی یاد کیا جائے؛ لیکن اگر زبانی یاد نہ ہوں تو دیکھ کر پڑھ لیا کریں، آسانی کے لئے ذیل میں ان ناموں کو پیش کیا جاتا ہے:

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: إن للّٰه تعالىٰ تسعة وتسعين اسماً مائة غير واحدةٍ من أحصاها دخل الجنة.

(بخاری شریف ۹۴۹/۲، مسلم شریف ۳۴۲/۲) **وزاد في سنن الترمذي:**

هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ

الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ الْمَلِکُ الْقُدُّوْسُ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُھَیْمِنُ الْعَزِیْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَکَبِّرُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ الْغَفَّارُ الْقَھَّارُ الْوَھَّابُ الرَّزَّاقُ الْفَتَّاحُ الْعَلِیْمُ الْقَابِضُ الْبَاسِطُ الْخَافِضُ الرَّافِعُ الْمُعِزُّ الْمُذِلُّ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ الْحَکَمُ الْعَدْلُ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ الْحَلِیْمُ الْعَظِیْمُ الْغَفُوْرُ الشَّکُوْرُ الْعَلِیُّ الْکَبِیْرُ الْحَفِیْظُ الْمُقِیْتُ الْحَسِیْبُ الْجَلِیْلُ الْکَرِیْمُ الرَّقِیْبُ الْمُجِیْبُ الْوَاسِعُ الْحَکِیْمُ الْوَدُوْدُ الْمَجِیْدُ الْبَاعِثُ الشَّھِیْدُ الْحَقُّ الْوَکِیْلُ الْقَوِیُّ الْمَتِیْنُ الْوَلِیُّ الْحَمِیْدُ الْمُحْصِیُ الْمُبْدِئُ الْمُعِیْدُ الْمُحْيُّ الْمُمِیْتُ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ الْوَاجِدُ الْمَاجِدُ الْوَاحِدُ الْاَحَدُ الصَّمَدُ الْقَادِرُ

الْـمُـقْتَـدِرُ الْـمُقَدِّمُ الْمُؤَخِّرُ الْأَوَّلُ الْاٰخِرُ الظَّاهِرُ الْبَاطِنُ الْوَالِيُ الْمُتَعَالِيُ الْبَرُّ التَّوَّابُ الْـمُـنْتَقِمُ الْعَفُوُّ الرَّؤُفُ مَالِكُ الْمُلْكِ ذُوْالْجَلاَلِ وَالْاِكْرَامِ الْمُقْسِطُ الْجَامِعُ الْغَنِيُّ الْـمُغْنِـيُ الْـمَـانِعُ الضَّارُّ النَّافِعُ النُّوْرُ الْهَادِيُ الْبَدِيْعُ الْبَاقِيُ الْوَارِثُ الرَّشِيْدُ الصَّبُوْرُ.

(ترمذی شریف ۲/۱۸۸، دینی معلومات مع چهل حدیث ۱۹۱ - ۱۹۲) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۴/۱/۱۴۱۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

لفظ ''صلوٰۃ'' اور ''زکوٰۃ'' کی تحقیق

سوال (۱۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مشکوٰۃ المصابیح ۱/۱۱ پر **تقیم الصلاۃ و تؤتی الزکوٰۃ، الصلاۃ والزکوٰۃ** اپنی اصلی حالت پر ہیں یا ان میں کوئی تعلیل ہوچکی ہے، اور اگر ہوئی ہے تو کیسے؟ یہ **فعلة** کے وزن پر اسم مرۃ تو نہیں ہے؟ نیز باب تفعیل سے **صلی یصلی** کا مصدر کیا آئے گا؟ کیا **تصلیة** جو باب تفعیل کا مصدر ہے نماز پڑھنے کے معنی میں لیا جا سکتا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: لفظ صلوٰۃ اور زکوٰۃ دونوں اپنی اصلی حالت پر ہیں، ان میں کوئی تعلیل نہیں ہوئی ہے، صلاۃ، صلی ِ - سے مصدر ہے، اور زکوٰۃ، زکی ِ - سے مصدر ہے، اور تصلیہ نماز کے معنی میں نہیں آتا، اور یہ صلوٰۃ وزکوٰۃ اسم مرہ نہیں بلکہ مصدر ہیں۔

الصلاة، الدعاء يقال صلى ِ - صلاة ولا يقال تصلية، والعبادة المخصوصة مبينة حدود أوقاتها في الشريعة. (المعجم الوسیط ۵۲۲، لغۃ الفقہاء ۲۷۵)

زكى ُ - زُكاء وزُكُوًّا، وزكِيَ ِ - زكيًا، الزرع: بڑھنا۔ **زكّٰى تزكيةً:** بڑھنا، **زكّٰى لهٗ:** زکوٰۃ ادا کرنا۔ **الزكاةُ ج: زكا وزكوات.** (مصباح اللغات ۳۴۲) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۹/۴/۱۴۲۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

لفظ ''رمضان'' جامد ہے یا مشتق ؟

سوال (۱۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: حدیث: ''وتصوم رمضان'' میں لفظ رمضان جامد ہے یا مشتق ؟ اور اگر مشتق ہے تو کونسا؟ اور جامد ہے تو کیا معنی ہیں؟ نیز جملہ میں اس کی اعرابی حالت کیا ہے؟ منصوب ہے یا مجرور؟ اور اگر غیر منصرف ہے تو اس میں کیا دو اسباب ہیں؟ نیز وجہ اعراب بھی بتا دیں تو مہربانی ہوگی؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: رمضان، رمض سے مشتق ہے، اور جملہ میں اس کی اعرابی حالت نصبی ہوگی اور یہ لفظ غیر منصرف ہے، اس میں دو اسباب: علمیت اور الف نون زائدتان غیر منصرف کے موجود ہیں، نیز اس کے منصوب ہونے کی وجہ اس کا غیر منصرف ہونا ہے۔

رمِضَ ـِ رمضاً، النهارُ: دن کا سخت گرم ہونا – الطائرُ: پیاس کی تیزی سے پرندے کے جوف کا گرم ہونا، رمَضَان ج: رمضانات ورماضین وأرمضاء وأرمضةٌ: قمری مہینوں کا نواں مہینہ۔ (مصباح اللغات ۳۱۴-۳۱۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۹/۴/۱۴۲۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

''تحج البیت'' میں ''البیت'' کا الف کیسا ہے؟

سوال (۲۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: حدیث: وتحج البیت، البیت میں الف لام کیسا ہے؟ اگر اسم جنس مانیں تو کعبہ کیسے مراد ہوگا؟ نیز اسم جنس کی کیا تعریف کی جائے گی؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: تحج البیت میں الف لام عہدی ہے، اور جنسی بھی مراد ہوسکتا ہے، اور الف لام جنس کا مراد لینے کی صورت میں البیت سے کعبہ اس طرح مراد ہوگا کہ البیت کا استعمال حقیقۃً کعبہ ہی کے لئے مانا جائے، بایں معنی کہ دنیا میں اگر کوئی البیت ہے تو کعبہ ہی ہے۔

تحج البيت أي الحرام، قال فيه للعهد أو هو إسم جنس غلب على **الكعبة**. (مرقاة المفاتيح ٤٦/١) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۱/۴/۲۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

''ابجد، ہوز'' وغیرہ کلمات کا مطلب؟

سوال (۲۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: یسرنا القرآن میں لکھے ہوئے حروف **ابجد، ہوز، حطی، کلمن، سعفص، قرشت، شخذ** اور **ضظغ**، ان کلمات کے قرآن وحدیث کی روسے کیا معنی ہیں؟ دین اسلام میں ان الفاظ کی تعریف توہین ہے یا نہیں؟ اگر یہ کلمات قرآن وحدیث میں نہیں، فارسی یا عربی اردو کے نہیں، تو قاعدہ میں لکھنے یا پڑھانے میں کیا فائدہ؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ابجد، ہوز وغیرہ کلمات بامعنی نہیں ہیں، اور نہ قرآن وحدیث میں ان کا ذکر ہے؛ بلکہ ان کو حروفِ تہجی کے مقرر کردہ اعداد کے اعتبار سے سہولت کے لئے مرتب کر دیا گیا ہے، مثلاً الف کا عدد ایک، باء کے دو والخ، ان اعداد کے مقرر کرنے کا ایک فائدہ یہ ہے کہ تاریخی نام نیز تعویذات وغیرہ میں عدد نکالنے کے لئے ان کو استعمال کیا جاتا ہے، اس فن کی باقاعدہ ابتداء ہارون رشید کے دور میں ہوئی۔ یسرنا القرآن میں انہیں لکھنے سے صرف یہ فائدہ ہے کہ بچوں کو ان کلمات کے اعداد کا علم ہو جائے۔ (محاسن التواریخ ۷) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۳/۴/۱۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

لفظ ''نُحُو'' صحیح ہے یا ''نَحْو''؟

سوال (۲۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: لفظ نُحُو صحیح ہے یا نَحو اور کس باب کا مصدر ہے؟ اور اس میں کوئی تعلیل ہے یا نہیں؟ اس

میں جو صحیح ہے وہ کس قاعدہ سے ہوا؟ ''نحومیر'' کس قسم کا مرکب ہے؟ مہربانی کرکے مطلع فرمائیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: "نَحُوٌ" نون کے فتحہ کے ساتھ ہے، اس کی جمع "انحاء" آتی ہے، اس کے معنی راستہ، طریقہ، اور جہت وغیرہ کے ہیں، اور ''علم النحو'' ایک فن ہے، جس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ متکلم اہل عرب کے طریقہ پر چلتا ہے۔ (مستفاد: مصباح اللغات ۸۶۱)

''نحومیر'' مرکب اضافی ہے، چونکہ اس کتاب کے مؤلف میر سید شریف جرجانی ہیں، اس لئے ان کے نام کی طرف نسبت کی گئی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۹/۱۱/۱۴۲۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مضاف الیہ سے حال واقع ہونے کی کیا شرائط ہیں؟

سوال (۲۳): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مضاف الیہ سے حال واقع ہونے کی کیا شرائط ہیں؟ یہ تحریر فرما کر ممنون فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مضاف الیہ سے حال واقع ہونے کی چند شرطیں ہیں:

(۱) وہ مضاف الیہ ایسا ہو کہ مضاف اس کا جزء حقیقی ہو، مثال (۱) ﴿اَیُحِبُّ اَحَدُکُمْ اَنْ یَّأْکُلَ لَحْمَ اَخِیْهِ مَیْتًا﴾ الآیة. میں "میتاً" أخ مضاف الیہ سے حال ہے اور ''لحم'' مضاف اس کا جزء حقیقی ہے۔ مثال (۲) ﴿وَنَزَعْنَا مَا فِیْ صُدُوْرِهِمْ مِنْ غِلٍّ اِخْوَانًا﴾ الآیة میں "اِخوانا'' ہم ضمیر مضاف الیہ سے حال ہے اور ''صدور'' مضاف اس کا جزء حقیقی ہے۔

(۲) دوسری شرط یہ ہے کہ وہ مضاف اس کا جزء حقیقی تو نہ ہو البتہ خاص تعلق والا ہو۔ مثال (۱) "تسرني طباع خالد راضياً". ''راضیا" خالد سے حال ہے۔ مثال (۲) ''اتبع ملة إبراهيم حنيفا". ''حنیفا'' ابراہیم سے حال ہے اور ملت مضاف اس کا خاص تعلق والا ہے۔

نوٹ: - مذکورہ دونوں شرطوں میں یہ لحاظ بھی ضروری ہے کہ مضاف کو حذف کرکے

مضاف الیہ کو اس کا قائم مقام بنانا بھی درست ہو، جیسے پہلی مثال میں مضاف کو حذف کر کے "أن يأكل أخاه ميتا" اور "وَنَزَعْنَا مَا فِيهِمْ مِنْ غِلٍّ إِخْوَانًا" کہنا ترکیبی اعتبار سے درست ہے، اسی طرح دوسری مثال میں "ليسرني خالد راضيا" اور "اِتَّبِعَ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا" بھی درست ہے۔

(۳) تیسری شرط یہ ہے کہ وہ مضاف الیہ ایسا ہو کہ اس کا مضاف مصدر عامل ہو اور مضاف الیہ اس کا فاعل ہو۔ مثال (۱) "يسرني قدومك سالما" اس میں "سالما" "ک" ضمیر سے حال ہے اور اس کا مضاف "قدوم" مصدر عامل ہے اور یہ "ک" اس کا فاعل ہے۔ مثال (۲) "إليه مرجعكم جميعا" اس میں "جميعا" کم ضمیر سے حال ہے اور یہ ضمیر "مرجع" مصدر عامل مضاف کا فاعل ہے۔

(۴) چوتھی شرط یہ ہے کہ وہ مضاف الیہ ایسا ہو کہ اس کا مضاف مصدر عامل ہو اور مضاف الیہ اس کا مفعول ہو۔ مثال "يعجبني تهذيب الغلام صغيرا" مثالِ مذکور میں "صغیراً" "غلام" مضاف الیہ حال ہے اور "غلام" تہذیب مصدر مضاف کا مفعول ہے۔

(۵) پانچویں شرط یہ ہے کہ وہ مضاف الیہ ایسا ہو کہ اس کا مضاف صیغۂ صفت ہو اور مضاف الیہ اس کا فاعل ہو۔ مثال "أنت حسن الفرس مُسْرَجًا" مثالِ مذکور میں "مسرجاً" فرس سے حال واقع ہے، اور فرس "حسن" صیغۂ صفت مضاف کا فاعل ہے۔

(۶) اور چھٹی شرط یہ ہے کہ وہ مضاف الیہ ایسا ہو کہ اس کا مضاف صیغۂ صفت ہو اور مضاف الیہ اس کا مفعول ہو۔ مثال (۱) "أنت سهل الأمر صعباً" مثال مذکور میں "صعباً" "الأمر" مضاف الیہ سے حال ہے اور سہل مضاف صیغۂ صفت کا مفعول ہے۔ مثال (۲) "خالد ساري الليل مظلما" مثال مذکور میں "مظلماً" الليل مضاف الیہ سے حال واقع ہے، اور "الليل" ساری مضاف صیغۂ صفت کا مفعول فیہ ہے۔ (جامع الدروس العربیہ لمصطفی العلائنی ۳/۸۰، النحو الوافی ۲/۴/۴۰، شرح شذور الذہب ۲۵۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۹/۱/۱۴۳۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا دعاؤں میں بھی قواعد تجوید کی رعایت ضروری ہے؟

سوال (۲۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مکاتب میں چھوٹے بچوں کو اذکارِ نماز اور ادعیۂ ماثورہ یاد کرانے اور صحیح تلفظ کے ساتھ پڑھانے کا اہتمام کیا جاتا ہے، اتنی بات تو یقینی ہے کہ عربی کلمات وادعیہ کے لئے صحتِ حروف کے ساتھ ادائیگی ضروری ہے، معلوم یہ کرنا ہے کہ قرآن پاک کی تلاوت میں تجوید ووقف کے جو قواعد ہیں، مثلاً: (۱) تفخیم وترقیق را (۲) تنوین ونون ساکن کے قواعد: اخفاء، اظہار، اقلاب، ادغام ناقص وتام وغیرہ (۳) میم ساکن کے قواعد: اخفاء شفوی، ادغام شفوی، اظہار شفوی (۴) طریقہ وقف کی رعایت (۵) مد لازم ومتصل ومنفصل کی ادائیگی، ان کی رعایت اور اہتمام کی طرف بھی طلبہ کرام کو توجہ دلائی جائے اور ٹوکا جائے یا نہیں؟ امید ہے کہ جواب عنایت فرمائیں گے۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حکیم الامت حضرت مولانا شاہ اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ جو فقہ وتفسیر کے ساتھ ساتھ فن تجوید کے بھی امام تھے، انہوں نے صراحت فرمائی ہے کہ تلاوت قرآن پاک میں تصحیح حروف بقدر امکان واجب ہے؛ لیکن ادغام وتفخیم اظہار واخفاء کے قواعد کی رعایت محض مستحب ہے۔ (امداد الفتاوی ۱/۳۰۵)

اس سے معلوم ہوا کہ جب نفس تلاوت میں ان امور کی رعایت مستحب ہے تو اذکار وادعیہ میں بدرجہ اولی ان کی رعایت لازم نہ ہوگی؛ اس لئے بچوں کو ادعیہ مسنونہ اور اذکار میں تصحیح حروف کی طرف تو توجہ دلانی چاہئے؛ لیکن ان میں قواعد تجوید کا اہتمام کرانے کی ضرورت نہیں ہے، اور اکابر امت کا معمول یہی ہے کہ وہ قرآن پاک میں تو ان قواعد کا لحاظ کرتے ہیں؛ لیکن دیگر اذکار وادعیہ میں ان کا اہتمام نہیں کرتے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ ۱۱/۴/۱۴۳۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

متعلقاتِ قرآنِ کریم

قرآنِ کریم کے آسمانی کتاب ہونے میں کوئی شک نہیں

سوال (۲۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: سابقہ کتب آسمانی جو اکٹھی نازل ہوئیں، تو وہ کیا کاغذ پر یا کسی اور چیز پر تحریر کردہ تھیں؟ یا وحی آسمانی کا نزول بذریعہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کے سابقہ انبیاء پر ہوا اور قرآنِ کریم کا نزول ۲۳؍ سال میں حسب ضرورت ہوا، اور جو دو دفتیوں کے درمیان اس وقت قرآنِ کریم اپنے الفاظ اور نقوش کے ساتھ موجود ہے یہ کلام الٰہی ہے یا نہیں؟ بعض مولوی کہتے ہیں کہ یہ جو موجودہ قرآنِ کریم کے الفاظ اور نقوش دو دفتیوں کے درمیان کاغذ پر موجود ہیں یہ کلام الٰہی نہیں ہے، اور یہ حادث ہے۔

قابل دریافت یہ بات ہے کہ حادث غیر حادث سے بحث نہیں ہے؛ بلکہ پوچھنے کا منشاء اور مقصد یہ ہے کہ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر الفاظ اور معنی کا نزول ہوا، انہی کو نبی پاک ﷺ نے تحریر کرایا یا یہ وہی تحریر کردہ نقوش والفاظ کاغذ پر دو دفتیوں کے درمیان ہیں، تو ان میں کیا اشکال ہے؟

معلوم کرنے کا منشا یہی ہے کہ یہ وہی الفاظ اور نقوش ہیں تب یہ کلام الٰہی کیوں نہیں ہے، اور یہ الفاظ ونقوش کاغذ پر والے ان کو بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ الفاظ ونقوش اس کلامِ الٰہی پر دلالت کرتے ہیں تو سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ نقوش والفاظ کیا کلام الٰہی نہیں ہیں؟ جوبات اصل ہو اس سے مطلع فرمائیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: قرآنِ کریم بلاشبہ الفاظ ونقوش اور معانی ہر اعتبار سے کلامِ الٰہی ہے، البتہ کلام الٰہی کی دو حیثیتیں ہیں، ایک کلام نفسی جو اللہ رب العزت کی صفت قدیم ہے، اور وہ ہمیشہ ہمیش سے ہے، اور ہمیشہ رہے گی، دوسرے کلام لفظی جو ہمارے سامنے الفاظ کی شکل میں موجود

ہے، جس کی ہمیشگی ضروری نہیں ہے، مگر یہ فرق محض حیثیت کے اعتبار سے ہے، اس بحث سے قرآن کے کلامِ الٰہی ہونے پر کوئی اثر نہیں پڑتا، قرآن دونوں اعتبار سے اللہ رب العزت ہی کا کلام ہے؛ لہٰذا جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہمارا یہ قرآن جو کتابی شکل میں ہے وہ کلام الٰہی نہیں ہے، ان کی یہ تعبیر صحیح نہیں ہے۔

في البيضاوي: قال محمد بن الحسن الشيباني: ما بين الدفتين كلام الله.

(بیضاوی مع حاشیہ ۳/۱)

إن كلام اللّٰه اسم مشترك بين الكلام النفسي وبين اللفظي الحادث والمؤلف والآيات. (شرح عقائد مع النبراس ۲۳۱)

ولفظنا بالقرآن مخلوق وكتابتنا له مخلوقة وقرأتنا له مخلوقة والقرآن غير مخلوق ...... والحروف مخلوقة لأنها أفعال العباد وكلام الله سبحانه وتعالىٰ غير مخلوق؛ لأن الكتابة والحروف والكلمات والآيات كلها آلة القرآن لحاجة العباد إليها، وكلام اللّٰه تعالىٰ قائم بذاته. (شرح فقه أكبر ۳۸، صفاتِ متشابهات اور سلفى عقائد ۱۵۲)

القرآن كلام اللّٰه تعالىٰ غير مخلوق ولا محدث، والمكتوب في المصاحف دال على كلام اللّٰه تعالىٰ وأنه مخلوق. (الفتاویٰ التاتارخانية ۱۸/۵ رقم: ۲۷۸۵۳ زكريا)

وإن القرآن كلام اللّٰه، منه بدأ بلا كيفية قولاً، وأنزله على رسوله وحياً، وصدَّقه المؤمنون على ذٰلك حقاً، وأيقنوا أنه كلام اللّٰه تعالىٰ بالحقيقة، ليس بمخلوق ككلامة البرية. (شرح العقيدة الطحاوية لابن أبي العز الدمشقي ۱۰۲ بيروت) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۹/۷/۱۴۱۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

قرآنِ کریم کی تفسیر کا آغاز کب سے ہوا؟

سوال (۲۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: قرآنِ کریم کی سب سے پہلی تفسیر کس نے کی؟ اور کس سن ہجری میں شروع ہوئی؟ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں یا ان کی وفات کے بعد؟ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم قرآن پڑھ کر تفسیر

کیا کرتے تھے؟ کیا تفسیر کے ذریعہ ہی سے عوام قرآن کو سمجھ سکتی ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: قرآن کریم کی تفسیر کا سلسلہ آغازِ نبوت ہی سے جاری ہے، چناں چہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو قرآنِ کریم کے الفاظ ہی نہیں سکھاتے تھے؛ بلکہ ان کی پوری تفسیر بھی بیان فرمایا کرتے تھے، اور آپ نے لوگوں کے سامنے اپنے اقوال وافعال دونوں سے یہ فریضہ بحسن وخوبی انجام دیا، اور درحقیقت آپ کی مبارک زندگی قرآن کریم ہی کی عملی تفسیر ہے۔ (مقدمہ معارف القرآن ۱/۴۹-۵۰)

خود قرآنِ کریم میں اللہ نے ارشاد فرمایا: ﴿وَاَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ﴾ [النحل: ٤٤]

اور دوسری آیت میں ہے: ﴿لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ﴾ [آل عمران: ١٦٤]

اور تفسیر کے بغیر قرآنِ کریم کو کما حقہ نہیں سمجھا جاسکتا، اس لئے قرآن فہمی کے لئے تفسیر کا جاننا ضروری ہے، اور انہیں باتوں کو بیان کرنے کے لئے موجودہ زمانہ میں فکرمند علماء ترجمہ وتفسیر کا سلسلہ جاری کرتے ہیں۔

وأما بيان الحاجة إليه، فلان فهم القرآن العظيم المشتمل على الأحكام الشريعة التي هي مدار السعادة الأبدية وهو العروة الوثقى والصراط المستقيم أمر عسير لا يهتدي إليه إلا بتوفيق من اللطيف الخبير. (مقدمه روح المعاني بيروت ۱/۳) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۷/۱۱/۱۴۲۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

تفسیر کون سی پڑھی جائے؟

سوال (۲۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ناچیز کے ذہن میں یہ بات آئی کہ پورے عالم میں خصوصاً ہندوستان میں مسلمانوں کی کوئی

منظّم جماعت ہے تو صرف ایک جماعت ہے، وہ ہے ''تبلیغی جماعت''، مذکورہ جماعت کے تعلق سے ناچیز کے ذہن میں کچھ مشورے ہیں، جس کو آپ ذمہ داران حضرات مستند علماء کرام کا اجتماع لے کر مندرجہ ذیل مشوروں پر عمل کریں یا طے کریں:

روزانہ بعد نماز فجر کسی مستند عالم کی قرآن کی تفسیر پڑھائی جائے، کون سے عالم کی تفسیر سنی جائے یہ علماء کرام طے کریں؟ واضح فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: تفسیر قرآن کا مسئلہ بہت نازک ہے اس لئے ضروری ہے کہ صرف مستند اور باشرع علماء ہی مستند اور معتبر تفاسیر کو سامنے رکھ کر تفسیر کا سلسلہ جاری فرمائیں، عام لوگوں کو اس کی اجازت نہ دی جائے، اردو کی معتبر تفسیروں میں بیان القرآن (حضرت تھانویؒ) تفسیر حقانی (مولانا عبدالحق صاحب حقانیؒ) معارف القرآن (مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ) معارف القرآن ادریسی (مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلویؒ) وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۴۱۴/۵/۷ھ

ہندی یا انگریزی زبان میں قرآن کا تلفظ کرنا؟

سوال (۲۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: قرآنِ کریم کا تلفظ ہندی یا انگریزی زبان میں کرنا کیسا ہے؟ واضح رہے کہ اس سے ترجمہ نہیں؛ بلکہ نفس قرآن کا تلفظ مراد ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: باجماعِ صحابہ وتابعین اور باتفاقِ ائمہ مجتہدین پوری امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے نزدیک قرآنِ مجید کی کتابت میں مصحف عثمانی کی اتباع واجب ہے، اس کے خلاف کرنا تحریفِ قرآن اور زندقہ کے حکم میں ہے، خصوصاً کلمات قرآن کی ترتیب بدلنا یا اس میں کسی حرف کی کمی زیادتی کرنا کھلی ہوئی تحریف ہے، اور انگریزی وہندی رسم الخط

میں حرکات کو بھی بشکل حروف لکھا جاتا ہے، علاوہ ازیں عربی کے بعض حروف ایسے ہیں کہ غیر عربی میں ان میں امتیاز نہیں ہوتا، مثلاً س، ص، ز، ظ، ض، ذ، ط، ت، ق، ک، وغیرہ۔ الحاصل یہ کہ غیر عربی رسم الخط میں اس طرح کی تحریف اور زیادتی لازمی ہوتی ہے؛ لہٰذا مصحف عثمانی کے علاوہ کسی بھی رسم الخط میں قرآنِ کریم کی کتابت ونقل مطلقاً جائز نہیں۔ (مستفاد: جواہر الفقہ ۱/۷۴ تا ۸۰، اتقان فی علوم القرآن ۲/۴۰۸، امداد الاحکام ۱/۲۴۰، فتاویٰ رحیمیہ ۱/۹۸)

قال أشهب: سئل مالک هل یکتب المصحف علی ما أحدثه الناس من الهجاء؟ فقال: لا إلا علی الکتبة الأولیٰ. رواه الداراني في المقنع. ثم قال: ولا مخالف له من علماء الأمة. وقال الإمام أحمد: یحرم مخالفة خط مصحف عثمان رضي اللّٰه تعالیٰ عنه في واو أو یاء أو ألف أو غیر ذٰلک. وقال البیهقي في شعب الإیمان: من یکتب منصحفًا ینبغي أن یحافظ علی الهجاء التي کتبوا به تلک المصاحف، ولا یخالفهم ولا یغیر مما کتبوه شیئاً فإنهم کانوا أکثر علمًا وأصدق قلبًا ولسانًا وأعظم أمانةً منا، فلا ینبغي أن نظن بأنفسنا استدراکاً علیهم.

(الإتقان في علوم القرآن للسیوطي ۲ ۳۲۸۲، فتاویٰ محمودیه ڈابھیل ۳/۵۰۷) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۰/۶/۱۴۲۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بچیوں کا قرآن کے ترجمے پڑھنا؟

سوال (۲۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک بچی اردو فارسی اور قرآنِ پاک پڑھ چکی ہے، اور قرآنِ پاک کا ترجمہ پڑھنا چاہتی ہے، مفتیانِ کرام سے گذارش ہے کہ یہ بچی ترجمہ قرآنِ پاک پڑھ سکتی ہے یا نہیں؟ اس کی کیا کیا صورتیں ہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اکابر کے معتبر تراجم جیسا کہ ترجمہ شیخ الہند، بیان القرآن، معارف القرآن ہیں، پڑھ سکتی ہے؛ البتہ ترجمہ پڑھ کر اپنی طرف سے بیان نہ کرے۔

عن جندب رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من قال في القرآن برأيه فأصاب، فقد أخطأ. (رواه الترمذي رقم: ۲۹۵۲، وأبوداؤد رقم: ۳٦٥۲، مشكاة المصابيح رقم: ۲۳٥)

إن التفسير علم نفيس خطير، لا يليق بكل أحد أن يتكلم فيه ولا أن يخوض فيه. (الفتاویٰ الحديثية ۳۰۱، فتاویٰ محموديه ڈابھیل ۴۷۸/۳)

قال العلامة السيوطي رحمه الله تعالیٰ: اختلف الناس في تفسير القرآن هل يجوز لكل أحد الخوض فيه؟ فقال قوم: لا يجوز لأحد أن يتعاطى تفسير شيء من القرآن وإن كان عالماً أديباً متسعاً في معرفة الأدلة والفقه والنحو والأخبار والآثار، وليس له إلا أن ينتهي إلى ما روي عن النبي صلى الله عليه وسلم في ذٰلک. (الإتقان في علوم القرآن ۳٥۹/۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۵/۶/ ۱۴۱۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

قرآن پڑھنے کے لئے کتنی تجوید سے واقفیت ضروری ہے؟

سوال (۳۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: تجوید کا حکم کیا ہے؟ فن تجوید کا مرتبہ دیگر فنون کے مقابلہ میں کیا ہے؟ تجوید کے خلاف قرآن پڑھنا اور پڑھانا کیسا ہے؟ قرآن کس شخص پر لعنت کرتا ہے، وہ حدیث مع ترجمہ وخلاصہ کے ضرور تحریر فرمائیں، مجہول قرآن پڑھنے والے کی امامت (جب کہ نہ تو لحن جلی کی خبر رکھتا ہو اور نہ لحن خفی کا پتہ ہو) اور مقتدی میں عمدہ تجوید کے ساتھ قرآن پڑھنے والا حاضر ہو، تو ایسی نماز کا کیا حکم ہوگا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: تجوید سے اس قدر واقفیت فرض ہے کہ آدمی قرآن شریف بقدرِ ضرورت صحیح پڑھ سکے، جس سے اس کی نماز میں فساد نہ آئے اور پورا فنِ تجوید مہارت کے ساتھ سیکھنا فرضِ کفایہ ہے، یعنی اگر چند حضرات بھی اس میں مہارت پیدا کرلیں تو دوسروں کے

لئے اس میں محنت کرنا ضروری نہیں ہوتا، قرآنِ کریم مجہول پڑھنا کسی حالت میں درست نہیں، اس لئے امام کو متعین کرتے وقت ان باتوں کا لحاظ رکرنا چاہئے؛ لیکن اگر کسی امام کو متعین کردیا گیا اور وہ بہ قدرِ ضرورت قرأت کرنے پر قادر ہے اور مقتدیوں میں اس سے اچھے پڑھنے والے قاری اور اچھے مجود موجود ہوں، تو ایسی صورت میں امامت کا حق ان مقتدی قاریوں کو نہیں ہے؛ بلکہ متعین امام ہی امامت کا حق دار ہوگا۔

والأخذ بالتجويد حتم لازم، ومن لم يجود القرآن فهو آثم. (مقدمة جزرية ١٠، حاشية فوائد مكيه ٣)

واعلم أن صاحب البيت ومثله إمام المسجد الراتب أولى بالإمامة من غيره مطلقاً. (الدرالمختار مع الرد المحتار ٢٩٧/٢ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۱/۱/۲۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

قرآنِ کریم کے حروف کی تعداد کتنی ہے؟

سوال (۳۱): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: قرآنِ کریم کے حروف کی تعداد کیا ہے؟ بعض مضامین میں حروف کی الگ الگ مقدار جو بیان کی گئی ہے، آیا وہ صحیح ہے یا غلط؟ اگر صحیح ہے تو باحوالہ تحریر فرمادیں کہ فلاں کا قول فلاں کتاب میں ان کے موافق ہے، اور اگر غلط ہوں تو غلط ہونے کی صراحت فرمادیں، امید کہ جواب سے جلد نوازیں گے۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: طبرانی کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآنِ کریم میں کل حروف دس لاکھ ستائیس ہزار ہیں۔ (الاتقان فی علوم القرآن ۱/۱۸۷)

اور علامہ قرطبی نے بعض علماء سے نقل کیا ہے کہ قرآنی حروف کی تعداد تین لاک چالیس ہزار سات سو چالیس ہے۔ (قرطبی ۱/۶۴)

لیکن ہر ہر حرف کی تعداد کیا ہے، اس بارے میں ہمیں کوئی تحقیقی بات نہیں مل سکی؛ اس لئے

اس بارے میں کوئی حتمی بات کہنا مشکل ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۱/۱/۲۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

قرآن میں آیاتِ احکام اور آیاتِ جہاد کتنی ہیں؟

سوال (۳۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک صاحب نے بیان کیا کہ قرآنِ کریم میں ۶۶۶۶/ آیات ہیں، ۵۵۳/ آیات احکام کی ہیں، اور ۶۱۱۳/ آیات دعوت اور اس کا تکملہ جہاد پر مشتمل ہے، یہ کونسی کتاب میں ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: قرآنِ مجید کی آیات کے بارے میں ۶۶۶۶ کا عدد کم وبیش کئی جگہ ملا، نیز یہ بھی وضاحت ملی کہ تقریباً یا کم وبیش ۵۰۰/ آیتیں احکام سے تعلق رکھتی ہیں؛ لیکن یہ وضاحت کہ بقیہ ۶۱۱۳/ آیتیں دعوت یا جہاد پر مشتمل ہیں، یہ صراحت کہیں نہ مل سکی؛ لہٰذا جس نے یہ تفصیل بیان کی ہے اسی سے رجوع کیا جائے۔

قال صاحب الكشاف: جميع آي القرآن ست آلاف وتسع مائة وستة وستون آية، ألف وعد، وألف وعيد، وألف أمر، وألف نهي، وألف قصص، وألف خبر وخمس مائة حلال وحرام ومائة دعاء وتسبيح، وستة وستون ناسخ ومنسوخ. (چلپی علی الزيلعي ۱/ ٤٤٥)

والمراد من الكتاب بعض الكتاب وهو مقدار خمس مائة آية؛ لأنه أصل الشرع والباقي قصص. (نور الأنوار ۷) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۳/۶/۲۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

قرآن میں سات منزلیں کیوں؟

سوال (۳۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: اسی طرح قرآنِ کریم میں سات منزلیں کیوں متعین کی گئیں ہیں کیا مقصد ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: قرآن میں منزلوں کا تعین پڑھنے والوں کی سہولت کے لئے کیا گیا ہے؛ تاکہ ہر دن ایک خاص مقدار مقرر کرنے میں دشواری نہ ہو۔

روى سلام أبو محمد الحماني أن الحجاج بن يوسف جمع القراء والحفاظ والكتاب، فقال:...... أخبروني بأسباعه على الحروف، فإذا أول سبع في النساء: ﴿فَمِنْهُمْ مَنْ آمَنَ بِهٖ وَمِنْهُمْ مَنْ صَدَّ﴾ في الدال، والسبع الثاني في الأعراف: ﴿أُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ﴾ في التاء، والسبع الثالث في الرعد: ﴿أُكُلُهَا دَائِمٌ﴾ في الألف من آخر أكلها، والسبع الرابع في الحج ﴿وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا﴾ في الألف، والسبع الخامس في الأحزاب: ﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ﴾ في الهاء، والسبع السادس في الفتح: ﴿الظَّآنِّيْنَ بِاللّٰهِ ظَنَّ السَّوْءِ﴾ في الواو، والسبع السابع ما بقي من القرآن. (مقدمة الجامع لأحكام القرآن للقرطبي / باب ما جاء في تحزيب القرآن و شكله ١/ ٦٤) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۳۰/۱۱/۱۴۱۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

قرآن کی ہر لائن پر بسم اللہ پڑھنا

سوال (۳۴): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے یہاں کچھ بوڑھی عورتیں جنہوں نے قرآن نہیں سیکھا ہے، وہ ایسا کرتی ہیں کہ قرآن کھول کر ہر لائن پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھتی رہتی ہیں، اس طرح ہر نشست میں ایک پارہ دو پارہ کرلیتی ہیں، رمضان میں بھی اس طرح کرکے ایک قرآن دو قرآن کرلیتی ہیں، معلوم یہ کرنا ہے کہ کیا قرآن نہ پڑھی ہوئی عورتوں کے لئے یہ طریقہ کہ ہر لائن پر بسم اللہ پڑھتی رہیں درست ہے؟ اس طرح کی عورتوں کے لئے جو بہتر طریقہ ہو تحریر فرمائیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ہرلائن پر بسم اللہ پڑھنے سے صرف بسم اللہ کا ثواب ملے گا، پورے قرآنِ کریم پڑھنے کا ثواب نہیں ملے گا، اور اس طرح پڑھنے کو قرآن پڑھنا نہیں کہا جاسکتا، البتہ جو لوگ بڑی عمر کے ہو گئے اور انہیں ابھی تک قرآنِ کریم پڑھنا نہیں آیا، انہیں چاہئے کہ وہ قرآن سیکھنے کی کوشش کریں یا جتنا حصہ قرآن یاد ہو اسی کو دہراتے رہیں؛ اس لئے کہ قرآنِ کریم کے ہر حرف پر دس نیکیوں کا ثواب ملنا طے ہے، یا پھر کوئی تسبیح یا ذکر کا ورد رکھیں۔

عن ابن مسعود رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: من قرأ حرفاً من كتاب اللّٰه فله به حسنة، والحسنة بعشر أمثالها، لا أقول الٓمٓ حرف ألف حرف، ولام حرف، وميم حرف. (رواه الترمذي، أبواب فضائل القرآن / ما جاء في من قرأ حرفاً من القرآن ما له من الأجر ۱۱۹/۲، مشكوة شريف ۱۸۶/۱) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲/۱۱/۱۴۲۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اَن پڑھ عورت کا بسم اللہ پڑھ کر پورے قرآن پر ہاتھ پھیرنا

سوال (۳۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے علاقہ میں عورتوں میں یہ بات بکثرت ہے کہ جس کو قرآنِ کریم پڑھنا نہ آتا ہو، وہ عورت وضو کر کے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھتی رہے، اور انگلی آگے بڑھاتی رہے، اس طرح یہاں کی عورتیں پورا قرآن پڑھ لیتی ہیں، ظاہر بات ہے کہ کہیں پر رحم وکرم کا بیان کہیں پر وعیدوں کا بیان ہے، آپ سے درخواست ہے کہ بتائیں ایسا کرنا کیسا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اس صورت میں جتنی بار بسم اللہ پڑھی جائے گی، بس اسی کے بقدر ثواب ملے گا، پورے قرآن کا ثواب نہ ملے گا، اس طرح پڑھنے سے پورے قرآن کا

ثواب ملنے کا عقیدہ غلط ہے، اس لئے یہ رسم بھی قابلِ ترک ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمود یہ ڈابھیل ۳/۵٦٧)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۴۱۹/۳/۲۵ھ

سورۂ فاتحہ کی چار آیت ایک سانس میں پڑھنا

سوال (۳٦): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک امام صاحب جہری نمازوں کی پہلی رکعت میں الحمد شریف کا پورا حق ادا کرتے ہیں؛ لیکن ہمیشہ دوسری رکعت میں پہلی تین اور اکثر چار آیتیں ایک سانس میں پڑھنا انہوں نے اپنا معمول بنا لیا ہے، جس کی اتباع ان کی غیر حاضری میں ان کا نائب بھی اکثر کرتا ہے، ایک صاحب ترمذی کا حوالہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ خلافِ سنت ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: یہ بات صحیح ہے کہ ایک ہی سانس میں سورۂ فاتحہ کی تین یا چار آیتیں پڑھنا خلاف افضل ہے، افضل یہ ہے کہ ہر آیت پر ٹھہر ٹھہر کر قرأت کرے۔ (احسن الفتاویٰ ۳/۸۳)

عن أم سلمة عن رسول اللّٰہ علیہ الصلوۃ والسلام یقطع قرأتہ یقول: الحمد للّٰہ رب العالمین، ثم یقف ثم یقول: الرحمٰن الرحیم، ثم یقف. (سنن أبي داؤد، کتاب الحروف والقراءۃ رقم: ۴۰۰۱، سنن الترمذي، أبواب القراءۃ / کیف کانت قراءۃ النبي ﷺ ۲/۱۲۰ رقم: ۲۹۲۷، مشکوۃ المصابیح ۱/۱۹۱، شمائل ترمذی ۲۱) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۲۷/۳/۱٦ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ایک سانس میں فاتحہ اور ایک سانس میں سورت پڑھنا

سوال (۳۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: سورۂ فاتحہ ودیگر سورت کو ایک ہی سانس میں ایک آیت بنا کر پڑھنا، جب کہ ایک سورت میں کئی کئی ہدایات ہوتی ہیں، ان کو سانس توڑ کر الگ الگ کرنے کا حکم ہے، کیسا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سورۂ فاتحہ میں ہر آیت الگ الگ سانس میں پڑھنا افضل ہے؛ اس لئے کہ ہر آیت پر اللہ تعالی کی طرف سے پڑھنے والے کو جواب دیا جاتا ہے، جیسا کہ صحیح حدیث سے ثابت ہے، اور دیگر سورتوں میں رموز اوقاف کی رعایت کرتے ہوئے تلاوت کرنی چاہئے؛ کیوں کہ ان رموز کو معانی کے لحاظ سے ہی مقرر کیا گیا ہے اور تلاوت کرتے ہوئے ہمیشہ سکون اور سنجیدگی کا مظاہرہ کرنا چاہئے، ایک سانس میں زیادہ آیتیں پڑھ لینا کوئی خوبی یا تعریف کی بات نہیں ہے۔

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه إني سمعت رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يقول: قال اللّٰه تعالى: قسمت الصلاة بيني وبين عبدي نصفين، ولعبدي ما سأل فإذا قال العبد: الحمد للّٰه رب العالمين، قال اللّٰه تعالى: حمدني عبدي، وإذا قال: الرحمٰن الرحيم، قال اللّٰه تعالى: اثنى علي عبدي، وإذا قال: مٰلک يوم الدين، قال: مجدني عبدي. (مسلم شريف ١٦٩/١)

قال تعالىٰ: ﴿وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا﴾ [مزمل: ٤] **أي أقرأه على تمهل، فإنه يكون عوناً على فهم القرآن وتدبره...... وقد قدمنا في أول التفسير الأحاديث الدالة على استحباب الترتيل وتحسين الصوت بالقراءة.** (تفسير ابن كثير مكمل ١٣٨٧)

عن قتادة رضي اللّٰه تعالىٰ عنه قال: سئل أنسُ بن مالک رضي اللّٰه عنه كيف كانت قراءة النبي صلى اللّٰه عليه وسلم؟ فقال: كانت مَدًّا ثم قرأ: "بسم اللّٰه الرحمٰن الرحيم" يمد ببسم اللّٰه، ويمد بالرحمن، ويمد بالرحيم. (صحيح البخاري، فضائل القرآن / باب مد القراءة رقم: ٥٠٤٦)

عن أم سلمة رضي اللّٰه عنها أنها سئلت عن قراءة رسول اللّٰه صلى اللّٰه

عليه وسلم، فقالت: كان يقطع قراء ته آية آية، بسم الله الرحمن الرحيم ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ. اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ. مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ﴾ (مسند أحمد ٦/٣٠٢، سنن أبي داؤد، كتاب الحروف والقراءة رقم: ٤٠٠١، سنن الترمذي، أبواب القراءات ١٢٠/٢ رقم: ٢٩٢٧، تفسير ابن كثير مكمل ١٣٨٧) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۰/۱/۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

سورۂ توبہ کے شروع میں تعوذ اور تسمیہ پڑھنا ضروری ہے یا نہیں؟

سوال (۳۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: سورۂ انفال کو سورۂ توبہ سے ملا کر پڑھنا یعنی اس طرح کرکے کہ: ﴿اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ. بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ﴾ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ ختم تراویح یا دوسری نماز میں ہر حالت میں یا بعض حالات میں اور سورۂ توبہ کے شروع میں اعوذ باللہ پڑھنا ضروری ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: وقف لازم مطلق اور وہ آیت جس کو اگلی آیت سے تعلق لفظی نہ ہو، ایسی جگہ وقف کرنا ضروری یا مستحسن ہے، اس لئے نماز میں اور نماز سے باہر جس وقت بھی سورۂ انفال ختم کی جائے تو وقف کرنا چاہئے، اس کے بعد سورۂ برأت شروع کرنی چاہئے، دونوں کو ملا کر پڑھنا جیسا کہ سوال میں پوچھا گیا ہے، یہ مناسب نہیں ہے۔ اور قرآنِ کریم کو شروع کرنے سے قبل اعوذ باللہ اور بسم اللہ پڑھنا مطلقاً مسنون ہے؛ لہٰذا اگر قرأت کی ابتداء سورۂ توبہ سے کی جائے تو اعوذ باللہ اور بسم اللہ پڑھنی چاہیے کیونکہ یہ تلاوت کے مطلقاً آداب میں سے ہے، اور اگر قاری اوپر سورۂ انفال سے پڑھتا ہوا آرہا ہے اور آگے سورۂ توبہ پڑھنے کا ارادہ ہے تو اب درمیان میں اعوذ باللہ اور بسم اللہ نہیں پڑھی جائے گی۔ (معارف القرآن ۷۷/۱، امداد الاحکام ۲۵۰/۱)

عن ابن عباس رضي الله عنهما قال: قلت لعثمان بن عفان ما حملكم أن عمدتم إلى الأنفال وهي من المثاني وإلى برأة وهي من المئين فقرنتم بينهما ولم

تکتبوا بیهما سطر، بسم اللّٰه الرحمن الرحیم، ووضعتموها في السبع الطوال، ما حملکم علی ذٰلک؟ فقال عثمان: کان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم مما یأتي علیه الزمان وهو ینزل علیه السور ذوات العدد، فکان إذا نزل علیه الشيء دعا بعض من کان یکتب، فیقول: ضعوا هٰؤلاء الاٰیات في السورة التي یذکر فیها کذا وکذا، فإذا نزلت علیه الاٰیة فیقول: ضعوا هٰذه الاٰیة في السورة التي یذکر فیها کذا وکذا، وکانت الأنفال من أوائل ما نزلت بالمدینة وکانت برأة من اٰخر القراٰن وکانت قصتها شبهة بقصتها، فظننت أنها منها، فقبض رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم ولم یبین لنا أنها منها، فمن أجل ذٰلک قرنت بینهما ولم أکتب بینهما سطر بسم اللّٰه الرحمن الرحیم، ووضعتها في السبع الطول. هٰذا حدیث حسن. (سنن الترمذي، أبواب التفسیر / ومن سورة التوبة ۱۳۹/۲، تفسیر بن کثیر مکمل ۵۹۵، تفسیر سورة التوبة)

وعن محمد بن مقاتل فیمن أراد قراءة سورة أو قراءة اٰیة فعلیه أن یستعیذ باللّٰه من الشیطان الرجیم، ویتبع ذٰلک بسم اللّٰه الرحمن الرحیم، فإن استعاذ بسورة الأنفال وسمی ومر في قراءته إلی سورة التوبة وقرأها کفاه ما تقدم من الاستعاذة والتسمیة ولا ینبغي له أن یخالف الذین اتفقوا وکتبوا المصاحف التي في أیدي الناس، وإن اقتصر علی ختم سورة الأنفال فقطع القراٰئة ثم أراد أن یبتدئ سورة التوبة کان کارادته ابتداءً قراءته من الأنفال فیعیذ ویسمی وکذٰلک سائر السور. (عالمگیری ۳۱٦/۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۵/۱۱/۱۴۲۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

سورۂ فاتحہ کون سے پارے کا جزء ہے؟

سوال (۳۹) :- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: سورۂ فاتحہ کون سے پارہ کا جز ہے پہلے پارہ کا یا تیسویں پارے کا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سورۂ فاتحہ پہلے پارہ کا جزء ہے؛ اس لئے کہ مصحفِ عثمانی میں سب سے پہلے سورۂ فاتحہ ہے، اس کے بعد سورۂ بقرہ ہے۔

سمیت أم الکتاب أنہ یبدأ بکتابتھا في المصاحف. (صحیح البخاري، کتاب التفسیر / باب ما جاء في فاتحۃ الکتاب ۲/ ۶۴۲، فتح الباري ۸/ ۱۹۷)

لأنھا أصل القرآن وأول سورۃ فیہ. (روح المعاني ۱/ ۶۷)

لأن الابتداء کتابۃ أو تلاوۃ أو نزولا علی قول أو صلاۃ بھا. (روح المعاني ۱/ ۶۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۳/ ۳/ ۱۴۳۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

سورۂ فاتحہ بلاشبہ جزوِ قرآن ہے

سوال (۴۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: سورۂ فاتحہ یعنی الحمد شریف قرآن پاک کا حصہ ہے یا الگ ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سورۂ فاتحہ بلاشبہ قرآنِ مجید ہی کا جز اور حصہ ہے، چناں چہ اس سلسلہ میں صحیح حدیث مروی ہے۔

عن أبي سعید بن المعلی رضي اللّٰہ تعالیٰ عنہ قال: کنت أصلي في المسجد فدعاني رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فلم أجبہ، فقلت یارسول اللّٰہ! إني کنت أصلي، فقال: ألم یقل اللّٰہ: استجیبوا للّٰہ وللرسول إذا دعاکم، ثم قال لي: لأعلمنک سورۃ ھي أعظم السور في القرآن قبل أن تخرج من المسجد، ثم أخذ بیدی، فلما أراد أن یخرج قلت لہ: ألم تقل لأعلمنک سورۃ ھي أعظم السورۃ من القرآن، قال: الحمد للّٰہ رب العالمین ھي سبع المثاني. (صحیح

البخاري، كتاب التفسير / باب ما جاء في فاتحة الكتاب ٢/ ٦٤٢، فتح الباري ٨/ ١٩٧) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۵/۱۲/۲۹ھ

”سبعاً من المثاني“ کا مصداق سورۂ فاتحہ ہے

سوال (۴۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: سورۂ فاتحہ قرآن کی اس آیت: ﴿وَلَقَدْ آتَیْنٰکَ سَبْعًا مِنَ الْمَثَانِیْ وَالْقُرْآنَ الْعَظِیْمِ﴾ کی روشنی میں قرآن میں شامل ہے یا سورۂ فاتحہ قرآنِ کریم سے الگ ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: آیتِ مذکورہ میں ”سبعاً من المثانی“ سے مراد سورۂ فاتحہ ہے، اور اسی کی وضاحت کرتے ہوئے سورۂ فاتحہ کو قرآنِ عظیم کہا گیا ہے، یعنی یہ عطف بیان ہے، اس میں اس بات کی جانب اشارہ ہے کہ سورۂ فاتحہ ایک حیثیت سے پورا قرآن ہے؛ کیوں کہ اصول اسلام سب اس میں داخل ہیں، اور اسی عظمت کی وجہ سے سورۂ فاتحہ کا نام ”ام القرآن“ بھی ہے۔ (بیان القرآن ۱/۸۳۹)

السبع المثاني هي الفاتحة أخرجه البخاري وأبوداؤد والترمذي، ورفعوه والقرآن العظيم أخرجه البخاري عن أبي سعيد بن المعلى قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: الحمد للّٰه رب العالمين هي السبع المثاني والقرآن العظيم الذي أوتيته. (بيان القرآن ١/ ٨٣٨)

اختلف العلماء في السبع المثاني، فقيل: الفاتحة قاله علي و أبوهريرة، والربيع بن أنس وأبو العالية والحسن وغيرهم. (تفسير قرطبي بيروت ٥/ ٥٠)

والحديث أخرجه البخاري في التفسير من حديث أبي هريرة قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: أم القرآن هي السبع المثاني والقرآن العظيم.

(صحيح البخاري، سورة الحج ٢/ ٦٣٢ رقم: ٤٧٠٤)

عـن أبـي بـن كـعـب رضـي الـلّـه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسـلـم: مـا أنزل اللّٰه في التوراة والإنجيل مثل أم القرآن وهي السبع المثاني...... الخ. (سنن الترمذي، أبواب التفسير / سورة الحجر ٢/ ١٤٤ رقم: ٣١٢٤) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۶/۸/۱۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

﴿ولا الضالین﴾ کو ’’دالین‘‘ پڑھنا؟

سوال (۴۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: بہت سے لوگ اس بات پر اعتراض کرتے ہیں کہ ’’دالین‘‘ پڑھنا صحیح نہیں ہے، اور بہت سے لوگ کہتے ہیں کہ ’’ضالین‘‘ پڑھنا صحیح نہیں ہے، ہم آپ سے تسلی بخش بات معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ بہتر ان دونوں میں سے کس کا پڑھنا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حرف ضاد کا ایک مستقل مخرج (حافۂ لسان یعنی زبان کی کروٹ) اور ایک خاص آواز ہے، اسی کے مطابق پڑھنا لازم وواجب ہے، اس لئے اگر کوئی شخص جان بوجھ کر ’’ضالین‘‘ کو دالین پڑھے گا، تو اس کی نماز فاسد ہوجائے گی، ہاں اگر کسی سے حرفِ ضاد ادا ہی نہ ہوتا ہو اور کافی کوشش کے باوجود دال نکل جائے، تو بحالت معذوری اس کی نماز ہوجائے گی؛ پس جان بوجھ کر ’’ضالین‘‘ کو ’’دالین‘‘ پڑھنا درست نہیں؛ لہٰذا پوری کوشش کی جائے کہ ضاد کو اس کے مخرج سے ادا کرے۔ (فتاویٰ رشیدیہ ۳۲۱، کمال الفرقان علی ہامش جمال القرآن ۳۰-۳۱)

استـفـتـاء مـن عـلـمـاء الـحـرمين الشريفين................. الجواب من شيخ الـقـراء بـالـمـديـنـة الـمنورة............، أن نهاية القول في الضاد هو أنها أقرب إلى الـظـاء فـقـط كـمـا فـي الـرعـاية، وجُهـد المقل وغيرهما، فقراءة الفرقة الثالثة الـمسـئـولة فـي الاستـفتاء صحيح، وأما كون الضاد شبيهة بالدال أو الغين، فما سـمـعـنـا بـه قـط، ولا وُجـد فـي كتـاب، فـمـن صلى خلف الإمام يعتقد ذٰلک

فصلاتهما باطلة. والله على ما نقول.

والجواب من علماء المكة المكرمة............، فنقول إن الذي استقر عليه رأي جميع أهل الأداء من كتبهم أن الضاد والظاء اتفقتا في الاستعلاء والإطباق والتفخيم والجهر والرخاوة، واختلفتا في المخرج، وانفردت الضاد بالاستطالة، فإذا أعطيت للضاد هٰهنا من مخرجها وصفاتها، فقد أوتيت بالثواب الذي لا محيد عنه عند علماء القراءة، وحينئذ يكون بها أثر شبهه الظاء في التلفظ كما في نهاية القول المفيد، وأما كون الضاد قريبةً من الدال أو الغين في التلفظ فبعيد عن الحق، والله أعلم. (رسالة إعلام العباد بحقيقة النطق بالضاد مع استفتاء علماء الحرمين الشريفين ونظم الضاد ٢٧-٢٨، رفع التضاد في أحكام الضاد للمفتي محمد شفيع العثماني ١١، فتاویٰ محمودیہ ڈابھیل ٣/ ٤٨٨) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۱/۴/۲۲ھ۱۴۲
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

سورۂ کوثر کا شانِ نزول

سوال (۴۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: سورۂ کوثر کے مضمون کا تعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کس فرزند سے ہے اور اس کا پس منظر کیا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جمہور مفسرین کے نزدیک سورۂ کوثر مکی ہے؛ لہٰذا اس کے مضمون کا تعلق آپ کے ان صاحب زادوں سے ہے جن کا حادثہ وفات مکہ مکرمہ میں پیش آیا، یعنی حضرت قاسم یا حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہما۔

اہل عرب کا دستور تھا کہ جس شخص کی اولاد ذکور مرجاتی تھی، اس کو ابتر کہا کرتے تھے، چناں چہ جب آپ کے صاحب زادے حضرت قاسم رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو کفار مکہ آپ کو ابتر کہہ کر طعنہ دینے لگے اور یہ کہنے لگے کہ ان کا ذکر چھوڑو، ان کے انتقال کے بعد تو نام ونشان بھی باقی

نہ رہے گا،اس پر یہ سورت نازل ہوئی۔(معارف القرآن ۸؍۱۸۸)

قال السدي: كانوا إذا مات ذكور الرجل قالوا: بتر ...... فلما مات أبناء رسول الله ﷺ قالوا بتر محمد، فأنزل الله: ﴿إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ﴾ (تفسير ابن كثير بيروت مكمل ١٤٦٦، معارف القرآن ١٨٨/٨، حاشيه جمل ٥٩٣/٤) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۵؍۵؍۱۴۱۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

قرآن کی بعض آیات کا ترجمہ، تحقیق اور تفسیر

سوال (۴۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ تھوڑی بہت عربی دانی کے ساتھ قرآن کریم کا مطالعہ معنوں کے ساتھ جب بھی کیا گیا، یہ بات باعث فکر رہی کہ جہاں اللہ تعالی نے ماضی کا صیغہ استعمال کیا ہے،اس کا ترجمہ فعل ماضی کے بجائے فعل مستقبل کے ساتھ کیا گیا ہے،خصوصاً ان آیات کا ترجمہ جہاں اللہ تعالی گنہگاروں کے مکالمے مرنے کے بعد وغیرہ کا ذکر ہے۔اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ عربی زبان میں فعل ماضی کا ترجمہ فعل مستقبل کے ساتھ بھی کیا جاسکتا ہے،جب کہ قیامت کے واقعات یا مرنے کے بعد کی کیفیت بیان کی گئی ہو۔میرا مقالہ پی ایچ ڈی کے لئے’’قرآنِ کریم میں وارد بلاغت نکات کا مقارنہ امام رازی کی تفسیر’’مفاتیح الغیب‘‘ واستاذ سید قطب کی تفسیر’’فی ظلال القرآن‘‘ رہا ہے۔

(۱) بفضلہٖ تعالی اب یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ قرآنِ کریم میں جہاں دوزخیوں کا ذکر اور ان کے مکالمے تحریر ہیں، اگر وہ’’فی‘‘ کے ساتھ ہوں،تو وہ مکالمے’’فی‘‘ کے ساتھ ہو چکے ہوں گے،اگر یہ سب کاروائی قیامت کے دن ہی نہیں ہوگی۔

سورۃ ہود ۱۱ کی آیات ۱۰۵ سے ۱۰۸ میں اللہ تعالی دو زمروں کا ذکر فرماتے ہیں،ایک سعیدوں کا اور دوسرا اشقیوں کا،اور جو لوگ شقی ہوں گے وہ آگ میں چیختے چلاتے رہیں گے،جب تک آسمانوں وزمین قائم رہیں گے،سوائے اس کے کہ اللہ تعالی جو چاہے،اور سعید جنت میں رہیں گے اس وقت تک سوائے اس کے کہ اللہ تعالی جو چاہے۔

آسمانوں وزمین کا قائم رہنا ایک مدت تک نہ صرف مسلمانوں کا عقیدہ ہے بلکہ کاسمالوجی کے سائنسدان بھی زعیم ہیں کہ ایک دن یہ دونوں فنا ہوجائیں گے۔

سورۃ النمل ۱٦/۱٦، آیت نمبر: ۳۲: اس میں ذکر ہے کہ جو فرشتہ روح قبض کرنے کے لئے آتا ہے، یہاں صرف طیبین کا ذکر ہے، کہ ان کی پہلے سلام کرے گا اور کہے گا "جنت میں داخل ہو جاؤ بسبب اس کے کہ جو تم کیا کرتے تھے (اعمال نیک)

سورۃ المؤمن ۲۲، آیت نمبر: ۹۹-۱۰۰: ان آیات میں بتلایا گیا ہے کہ گنہگار دنیا میں واپس بھیجنے کی التجا کریں گے؛ تا کہ وہ صالح اعمال کر کے واپس آئیں، انہیں انکار کردیا جائے گا کہ سب کہنے کی باتیں ہوں گی۔ (یہ کلمات اسی وقت ممکن ہیں کہ کہنے والے کو یقین ہو کہ دنیا قائم ہے آئندہ اس میں نیکی کر سکے گا)

سورۃ الانعام ٦، آیت نمبر: ۲۸: اس میں بھی گنہگار دنیا میں بھیج دئے جانے کا ذکر ہے۔ اس میں اللہ تعالی کے جواب کی بھی ذکر ہے، اگر بالفرض انہیں دنیا میں بھیج بھی دیا گیا تو پھر وہی کریں گے جواَب کر کے آئے ہیں۔ ان آیات کے اقوال کی صحت کے لئے ضروری ہے کہ ان کے یہ مکالمے اسی وقت ہوں جب کہ دنیا قائم رہے گی ورنہ جب یہ دنیا فنا کردی جائے گی، تب یہ اقوال مہمل ہوں گے۔

سورۃ المؤمن ۴۰، آیت نمبر ۴٦: اس میں ذکر ہے کہ آل فرعون پر صبح وشام آگ پیش کی جاتی ہے۔ اور قیامت کے دن ان پر شدید عذاب ہوگا۔

سورۃ الاعراف ۷، آیت نمبر: ۵۰: اس آیت میں ذکر کہ اصحاب آگ اصحاب جنت کو پکاریں گے جن کو وہ پہچانیں گے، اور ان سے کہیں گے کہ کیا ان کو اللہ تعالی نے اپنے وعدے کو پورا کیا۔ وہ کہیں گے: ہاں، اللہ تعالی نے اپنا وعدہ بہم یہ پورا کیا، وہ کہیں گے کہ اس میں ہمیں بھی کچھ کھانے کو دو، تو وہ انکار کریں گے کہ ان پر وہ حرام ہیں۔ اس کے بعد پانی مانگیں گے۔ اس کو بھی انکار کیا جائے گا، وہ بھی حرام ہے۔

مندرجہ بالا آیات میں اللہ تعالی ماضی کے صیغہ استعمال کیا ہے، تو اس کا ترجمہ جیسا کہ اوپر بیان ہے غلط ہوگا، یہ عمل ہو چکا اور چوں کہ امرات کا سلسلہ جاری ہے اگر یہ عمل بھی جاری ہوتا ہوگا۔

سورۃ الفجر ۸۹، آیات: ۲۷ سے ۳۰: ان آیات میں اللہ تعالی اپنے مطمئن قلب بندے سے مخاطب ہوگا، اور اس سے کہے گا اے نفس مطمئن لوٹ اپنے رب کی طرف راضی مرضی کے ساتھ، داخل ہو میرے بندوں میں اور داخل ہو میری جنت میں، یہ الفاظ اس وقت کہے جائیں گے جب اللہ کے نیک بندے کا قلب مطمئن ہوگا، اور اسے موت کا خوف نہ ہوگا اور اس کی روح قبض کئے جانے ساتھ ہی اسے جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔ ایسا نہیں ہے کہ قیامت کے دن بعد حساب وکتاب کے جنتی بندے سے اللہ تعالی اوپر کے جملہ کہے گا، جیسا کہ اکثر تفاسیر میں لکھا گیا ہے۔

اگر مندرجہ بالا کیفیات کسی کے ذہن میں ہمیشہ رہیں تو اس کے اعمال کس طرح کے ہوں گے، اس کا اندازہ مشکل نہیں ہے، گھر سے نکلا ہے واپس گھر لوٹنے کا یقین نہیں کہ کس وقت حادثہ کا شکار ہوا اور زندہ سے مردہ ہو جائے، اور پھر اپنے اعمال کے اعتبار سے جنت میں داخل ہوگا، اور قیامت کے دن تک آرام و آسائش لوٹتا رہے گا، ورنہ آگ میں اس دن تک جلتا رہے گا۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اشکالات کے حل سے پہلے جاننا چاہئے کہ عالم کی تین قسمیں ہیں:

(۱) عالم عنصری (دنیا) (۲) عالم برزخ (مرنے کے بعد سے لے کر قیامت تک زمانہ)

(۳) عالم آخرت (قیامت کے بعد ہمیشہ ہمیش کا زمانہ)

اللہ تعالی نے اگرچہ جنت اور دوزخ کو پیدا کر دیا ہے؛ لیکن انسان مرتے ہی فوراً جنت یا دوزخ میں داخل نہیں ہوجاتا، ہاں البتہ نیک یا بد جیسا ہو عالم برزخ میں اس کے اثرات مرتب ہوتے ہیں، اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

أما القبر روضة من رياض الجنة، أو حفرة من حفر النار. (سنن الترمذي، أبواب صفة القيامة ۲/ ۷۳، رقم: ۲۵۷۸)

جنت یا دوزخ میں داخل ہونے کا فیصلہ قیامت میں ہوگا اور جن آیات میں مرتے ہی فوراً جنت میں داخل ہونے کی بات کہی گئی ہے، جیسے:

﴿قِيلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ قَالَ يٰلَيْتَ قَوْمِي يَعْلَمُونَ﴾ [یٰسٓ: ۲٦]

﴿فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ﴾ [الفجر: ۲۹-۳۰]

اس میں عالم برزخ میں جنت کے اثرات کا مرتب ہونا مراد ہے، جیسا کہ حدیث صحیح میں وارد ہے۔

عن عبد اللّٰہ بن عمر رضي اللّٰہ عنهما قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم: إذا مات أحدکم فإنه یعرض علیه مقعده بالغداة والعشي، فإن کان من أهل الجنة فمن أهل الجنة، وإن کان من أهل النار فمن أهل النار. وفي روایة: یقال: هذا مقعدک حتی یبعثک اللّٰہ عز وجل یوم القیامة. (سنن النسائي ۱/۲۲۵)

اور جنت تو بند ہے قیامت میں سب سے پہلے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اسے کھولا جائے گا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں داخل ہوں گے، اس سے پہلے کسی انسان کے داخل ہونے کا سوال ہی نہیں ہے، حدیث صحیح میں وارد ہے۔

عن أنس بن مالک رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم: أنا أکثر الأنبیاء تبعًا یوم القیامة، وأنا أول من یقرع باب الجنة. (صحیح مسلم ۱/۱۱۲)

عن أنس بن مالک رضي اللّٰہ عنه قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم: آتي باب الجنة یوم القیامة فأستفتح، فیقول الخازن: من أنت؟ فأقول: محمد، فیقول بک أمرک لا أفتح لأحد قبلک. (صحیح مسلم ۱/۱۱۲)

وفي روایة: أنا أول من یحرک حلق الجنة، فیفتح اللّٰہ لي فیدخلنیها.

(سنن الترمذي ۲/۲۰۲، مشکوۃ ۲/۵۱۳)

لہٰذا جن آیات میں ماضی کے صیغہ سے مکالمہ یا دخول جنت وغیرہ کا ذکر ہے، ان کا دیگر آیات اوران صحیح احادیث کی بناپر مفسرین مستقبل سے ترجمہ کرنے پر مجبور ہیں، ورنہ نصوص میں تطبیق ممکن نہ رہے گی؛ اس لئے کہ سائل نے جو زمانہ ماضی مراد لینے کی بات کہی ہے وہ کم علمی پر مبنی ہے، اس پر اپنی اصلاح لازم ہے، اور اس غلطی کی وجہ یہ ہے کہ موصوف نے ضروری مطالعہ اور معلومات

حاصل کئے بغیر محض اپنی رائے سے ایک نظریہ متعین کرلیا ہے جو بے دلیل ہے، اسی کو تفسیر بالرائے کہتے ہیں جس کی حدیث میں ممانعت وارد ہے۔

عن ابن عباس رضي اللّٰه عنهما قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: من قال في القرآن برأيه فليتبوأ مقعده من النار، وفي رواية: من قال في القرآن بغير علم فليتبوأ مقعده من النار. (سنن الترمذي ۲/ ۱۲۳، مسند أبي يعلى الموصلي ۲/ ۲۷٤، رقم: ۲۳۳٤، مشكوة المصابيح ۱/ ۳۵) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴/۴/ ۱۴۳۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

﴿مَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ﴾ کا ترجمہ اور مطلب

سوال (۴۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: **ما أهل به لغير اللّٰه** کا صحیح ترجمہ کیا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: "**ما أهل لغير اللّٰه بهٖ**" کا ترجمہ: جس جانور پر نام پکارا جائے اللہ کے سوا کسی اور کا۔ (ترجمہ شیخ الہند ۳۲) تفسیر: اس کا مطلب یہ ہے کہ ان جانوروں پر اللہ کے سوا بت یا جن یا کسی روح خبیث یا پیر یا پیغمبر کے نامزد کرکے اور اس کی جان ان کی نذر کرکے ان کے تقرب یا رضاجوئی کی نیت سے ذبح کیا جائے، اور محض ان کی خوشنودی کی غرض سے اس کی جان نکالی جائے تو ان سب جانوروں کا کھانا حرام ہے، گو بر وقت ذبح تکبیر پڑھی گئی ہو اور اللہ کا نام لیا ہو؛ کیوں کہ جان کو جان آفریں کے سوا کسی دوسرے کے نام نذر ونیاز کرنا ہرگز درست نہیں ہے؛ اس لئے جس جانور کی جان غیر اللہ کی نذر کی جائے اس کی خباثت مردار کی خباثت سے بھی بڑھ جاتی ہے۔ (تفسیر عثمانی ۳۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۶/۵/ ۱۴۱۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

﴿إِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِى الْكِتٰبِ لَفِىْ شِقَاقٍ بَعِيْدٍ﴾ کا صحیح مطلب

سوال(۴۶):-کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۷۶ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ: ’’جنہوں نے اختلاف ڈالا کتاب میں وہ بے شک ضد میں دور جا پڑے‘‘۔ مفسرین حضرات نے اس آیت میں کہاں تک غور وخوض کیا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ﴿وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِى الْكِتٰبِ لَفِىْ شِقَاقٍ بَعِيْدٍ﴾ [البقرة: ۱۷۶] اس آیت کا تعلق اہل کتاب کی ان تحریفات سے ہے جو انہوں نے توریت وانجیل میں لفظی یا معنوی اعتبار سے کی تھیں، جن کی بناء پر حکم خداوندی کی اہانت لازم آتی تھی، حضرات مفسرین نے اسی کو پیش نظر رکھ کر آیت کی تفسیر بیان کی ہے، علاوہ ازیں یہ بات بھی اپنی جگہ برحق ہے کہ اس دور میں جو شخص قرآنِ کریم کی تفسیر محض اپنی ذاتی رائے سے بیان کرے گا وہ بھی راہِ حق سے ہٹ جائے گا اور گمراہ قرار پائے گا، اس کے متعلق احادیثِ شریفہ میں سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں۔ (معارف القرآن ۱/۴۲۸، بیان القرآن ۱/۹۸ قدیم)

قوله: ﴿وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِى الْكِتٰبِ﴾ يعني التوراة؛ فادعى النصارىٰ أن فيها صفة عيسىٰ، وأنكر اليهود صفته. وقيل: خالفوا آباء هم وسلفهم في التمسك بها. وقيل: خالفوا ما في التوراة من صفة محمد صلى اللّٰه عليه وسلم واختلفوا فيها. وقيل: المراد القرآن، والذين اختلفوا كفار قريش، يقول بعضهم: هو سحر، وبعضهم يقول: أساطير الأولين. وبعضهم: مفترًى إلى غير ذٰلک. (الجامع لأحكام القرآن للقرطبي ۱/ ۲۲۲)

وقال الإمام ابن الكثير في تفسير هٰذه الآية: يعني اليهود الذين كتموا صفة محمد صلى اللّٰه عليه وسلم في كتبهم التي بأيديهم مما تشهد له بالرسالة والنبوة، فكتموا ذٰلک لئلا تذهب رياستهم وما كانوا يأخذونه من العرب من الهدايا والتحف على تعظيمهم [إياهم]، فخشوا – لعنهم اللّٰه – إن أظهروا ذٰلک أن يتبعه

الناس ويتركوهم، فكتموا ذٰلک إبقاء علی ما کان یحصل لهم من ذٰلک وهو نزر یسیر. (تفسیر ابن کثیر ۱۴۱ للشیخ عماد الدین أبي الفداء إسماعیل بن عمر بن کثیر الدمشقي)

عن ابن عباس عن النبي ﷺ من قال في القراٰن برأیه فلیتبوأ مقعده من النار. وعن جندب رضي الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ قال في القراٰن برأیه فأصاب فقد أخطأ. (سنن الترمذي ۱۲۳/۲، مشکوٰة المصابیح ۳۵) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۷/۱۱/۱۴۲۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

﴿وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ﴾ کا ترجمہ ومطلب

سوال (۴۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ﴿وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ﴾ کا ترجمہ لفافہ میں محفوظ پیپر میں ہے، ہمارے یہاں موضع بحث بنا ہوا ہے کہ یہ غلط ہے، اور اگر حقیقت میں غلط ہے تو اس کی تلافی کی کیا صورت ہوسکتی ہے؟ نیز شرعی نقطہ نظر سے وضاحت فرمانے کی درخواست ہے۔

نوٹ: - ترجمہ اس طرح ہے: ''تم سب متحد ہوجاؤ اور فرقوں میں مت بٹو۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: آیت: ﴿وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَلَا تَفَرَّقُوْا﴾ کا لفظی ترجمہ درج ذیل ہے: ''اور اللہ کی رسی مضبوطی سے پکڑے رہو اور جدا جدا نہ ہو'' اور ہم رشتہ پرچہ میں جو ترجمہ لکھا گیا ہے وہ لفظی ترجمہ نہیں؛ بلکہ مفہوم ہے، اور مفہوم بھی ناقص ہے؛ کیوں کہ اس سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مطلق اتحاد کی دعوت دیتا ہے، حالاں کہ یہ بات صحیح نہیں، قرآن جس اتحاد کا داعی ہے، اس کا مطلب سب انسانوں کا حق پر متحد ہونا ہے، اسی کو ''حبل اللہ'' سے تعبیر کیا گیا ہے؛ لہٰذا جو فرقے ناحق ہوں، یعنی سنت متواترہ مشہورہ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عمل کے خلاف عقائد واعمال اپنانے والے ہوں، ان سے اتحاد کرنے کا قرآن داعی نہیں ہے۔

قال القرطبي: هم المبتدعة من هذه الأمة. (تفسیر قرطبی ۴/ ۱۶۶)

﴿وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنٰتِ وَأُولَئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ﴾ [آل عمران: ١٠٥]

قوله: ﴿بحبل من اللّٰه﴾ يعني القرآن كما في حديث الحارث الأعور عن علي مرفوعاً في صفة القرآن هو حبل اللّٰه المتين وصراطه المستقيم.

وقد أخرج الإمام الطبري في تفسير هٰذه الآية حديثاً خاصاً بسنده عن أبي سعيد رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: كتاب اللّٰه هو حبل اللّٰه الممدود من السماء إلى الأرض.

وفي رواية لابن مردوية بسنده عن عبد اللّٰه رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: إن هٰذا القرآن هو حبل اللّٰه المتين، وهو النور المبين، وهو الشفاء النافع، عصمة لمن تمسك به، ونجاة لمن اتبعه.

وقوله: ولا تفرقوا: أمرهم بالجماعة ونهاهم عن التفرقة، وقد وردت الأحاديث المتعددة بالنهي عن التفرق، والأمر بالاجتماع والائتلاف، كما في صحيح مسلم من حديث سهيل بنأبي صالح، عن أبيه عن أبي هريرة أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال: إن اللّٰه يرضى لكم ثلاثاً يرضى لكم أن تعبدوه ولاتشركوا به شيئاً، وأن تعتصموا بحبل اللّٰه جميعاً ولا تفرقوا. (تفسير ابن كثير مكمل ٢٥٥ بيروت، تفسير الفخر الرازي للإمام محمد الرازي فخر الدين ٤/١٧٨-١٧٩ بيروت، الجامع لأحكام القرآن الكريم ٢ جزء ٤ ص: ١٥٠-١٥١ المكتبة التجارية)

عن زيد بن أرقم رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: ألا وإني تارك فيكم ثقلين: أحدهما: كتاب اللّٰه عزوجل هو حبل اللّٰه من اتبعه كان على الهدى، ومن تركه كان على ضلالة. (صحيح مسلم، فضائل الصحابة / باب من فضائل علي بن أبي طالب رضي اللّٰه عنه رقم: ٢٤٠٨) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاه: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴؍۲؍۱۴۳۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

﴿وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ﴾ کے بارے میں الٹرا ساؤنڈ کی رپورٹ پر یقین کرنا؟

سوال (۴۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: قرآن پاک میں ہے: ﴿وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ﴾ (اور وہی جانتا ہے جو کچھ رحم میں ہے) مذکورہ بالا آیت سے اگر لڑکا یا لڑکی مراد ہے، تو آج سائنس نے اتنی ترقی کرلی ہے کہ الٹرا ساؤنڈ کے ذریعہ سے اس بات کا پتہ لگایا جاسکتا ہے کہ رحم مادر میں لڑکا ہے یا لڑکی، اور اس میں کوئی نقص ہے یا نہیں خوبصورت ہے یا بدصورت، حتی کہ جس طرح ہم آمنے سامنے تصویر کھینچوا سکتے ہیں، اسی طرح ماں کے پیٹ کے اندر کے بچہ کی تصویر بھی الٹرا ساؤنڈ کے ذریعہ کھینچی جاسکتی ہے، اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص الٹرا ساؤنڈ کی رپورٹ پر یقین کرتا ہے، تو کیا اس کا ایمان تو خطرہ میں نہیں ہے، اس آیت کی تفسیر اور اس سوال کا جواب عنایت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: پیدائش سے پہلے الٹرا ساؤنڈ کے ذریعہ لڑکا یا لڑکی کی تصاویر کا علم ہوجانا آیت: ﴿وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ﴾ کے منافی نہیں ہے، اس لئے کہ الٹرا ساؤنڈ کے ذریعہ تشخیص ماں کے پیٹ میں اعضاء کی مکمل تخلیق کے بعد ہی ہوسکتی ہے اس سے پہلے نہیں، جب کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کو استقرار حمل کے اولین مرحلہ ہی سے بلا کسی واسطہ کے اس بات کا علم ہوتا ہے کہ یہ لڑکا ہے یا لڑکی؟ خوبصورت ہے یا بدصورت؟ کامل ہے یا ناقص؟ علاوہ ازیں الٹرا ساؤنڈ سے اس قدر تو پتہ چل سکتا ہے کہ وہ لڑکا ہے یا لڑکی، لیکن اس جنین کے متعلق دیگر معلومات مثلاً اس کی عمر کتنی ہوگی؟ کافر ہوگا یا ایمان والا؟ امیر ہوگا یا فقیر؟ بادشاہ ہوگا یا رعایا؟ اس بارے میں کوئی انسانی ذریعہ پہلے سے حتمی اور یقینی علم عطا نہیں کرسکتا، جب کہ یہ سب باتیں اللہ تعالیٰ کے علم میں بلا کسی واسطہ کے پہلے ہی سے ہیں، اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ الٹرا ساؤنڈ کی رپورٹ پر یقین کرنے سے ایمان میں کوئی نقص نہیں آتا۔ (معارف القرآن ۱۷۶/۵)

عـن ابـن عـمـر رضي الله عنهما أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: مـفـاتيـح الـغيـب خمس لا يعلمها إلا الله، لا يعلم ما في غد إلا الله، ولا يعلم ما تغيض الأرحام إلا الله. (صحيح البخاري، كتاب التفسير / باب الله يعلم ما تحمل كل انثى رقم: ٤٦٩٧، كتاب الاستسقاء / باب لا يدري من يجيء المطر إلا الله رقم: ١٠٣٩)

عن أبي بردة رضي الله عنه يقول سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: خمس لا يعلمهن إلا الله: ﴿إِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ......الخ﴾ (تفسير ابن كثير مكمل، لقمان ٣٤ ص: ١٠٣٤)

قـولـه تـعـالى: ﴿وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ﴾ أي أ ذكر أم أنثى، أ تام أم ناقص، وكذلك ماسوى ذلك من الأحوال. (روح المعاني ١٦٤/١٢)

قوله تعالى: ﴿اَللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى﴾ أي الذي تحمله في بطنها من حين العلوق إلى زمن الولادة لا بعد تكامل الخلق فقط. (روح المعاني ١٥٥/٨)

قوله تعالى: ﴿اَللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى﴾ أي ذكر وأنثى صحيح وقبيح صالح وطالح. (الجامع لأحكام القرآن للقرطبي ٢٨٥/٥) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۸/۱۱/۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

﴿فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ﴾ کا تعلق کونسی رات سے ہے؟

سوال (۴۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ﴿فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ﴾ [الدخان: ٢٥] اس رات میں امر حکیم کے فیصلے کئے جاتے ہیں، تو کیا یہ رات شب برأت ہی کی رات مراد ہے، جیسا کہ حدیث میں آتا ہے، کہ اس رات میں جتنے قبیلہ کلب کی بکریوں کے بدن پر بال ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ اس رات میں اتنے گنہگار لوگوں کی مغفرت فرماتا ہے، نیز حدیث میں آتا ہے کہ شعبان کی شب برأت میں ایک صحیفہ ملک الموت کے حوالہ کیا جاتا ہے، اور ارشاد ہوتا ہے، کہ اس صحیفہ میں جن کے نام درج ہیں: ان کی روحیں قبض کرنا

اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ایک روایت ابن ماجہ میں مروی ہے جس میں ارشاد ہے: ''**فقوموا لیلها وصوموا نهارها**'' یعنی اس شعبان کی پندرھویں رات میں خدا کی عبادت کرو، اور اس کی پندرھویں تاریخ کا روزہ رکھو، تو کیا اس طرح کی روایتیں شب قدر والی احادیث میں بھی اس کا تذکرہ موجود ہے یا نہیں؟ مفصل مدلل جواب سے نوازیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ﴿فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيمٍ﴾ کا تعلق اکثر مفسرین کے نزدیک شبِ قدر سے ہے، اور شبِ برأت میں ملک الموت کو صحیفہ دئے جانے سے متعلق روایات سب ضعیف ہیں، اور اگر انہیں صحیح مان لیا جائے تو تطبیق کی شکل یہ ہوگی کہ یہ فیصلے شب برأت میں لکھے جاتے ہیں؛ لیکن انہیں شبِ قدر میں فرشتوں کے حوالے کیا جاتا ہے۔ (مستفاد: معارف القرآن ۷/۷۸۵) اور آپ نے سوال میں ابن ماجہ کی جس روایت کا حوالہ دیا ہے وہ روایت معتبر نہیں ہے۔

قوله: ﴿فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيمٍ﴾

وقال الإمام أبو الفداء في تفسير هٰذه الآية: أي في ليلة القدر يفصل من اللوح المحفوظ إلى الكتبة أمر السنة، وما يكون فيها من الآجال والأرزاق وما يكون فيها إلى آخرها. وهٰكذا روي عن ابن عمر ومجاهد وأبي مالك والضحاك وغير واحد من السلف. (تفسير ابن كثير مكمل ١٢٠٥ بيروت، بيان القرآن للشيخ الإمام التهانوي ٩٩/٢ الدخان، التفسير الكبير للإمام محمد الرازي فخر الدين ٢٤١/١٤ المكتبة التجارية، تفسير أبي السعود ٥٨/٨ بيروت، الجامع لأحكام القرآن الكريم للقرطبي ٨/جزء: ١٦ ص: ١١٨) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہٗ ۱/۴/۱۴۲۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

﴿فَلَا تَهِنُوْا وَتَدْعُوْا اِلَى السَّلْمِ﴾ کا ترجمہ

سوال (۵۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: زاد المعاد اردو جلد نمبر ا، قسط نمبر ا، کے صفحہ ۲۶ / پر آیت: ﴿فَلَا تَهِنُوْا وَتَدْعُوْا اِلَى السَّلْمِ وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ وَاللّٰهُ مَعَكُمْ﴾ [سورۃ محمد : ۳۵] کا ترجمہ یوں لکھا ہے کہ: ”سست نہ رہو اور اسلام کی طرف دعوت دیتے رہو اور تم ہی سر بلند رہو گے اور اللہ تمہارے ساتھ ہے“، کیا یہ ترجمہ صحیح ہے؟ اثبات یا نفی دونوں میں سے جو جواب ہو اسے اس کی تشریح بھی فرما دی جائے؛ تا کہ اطمینان ہو سکے۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اس آیت کا صحیح ترجمہ یہ ہے: ”تو تم ہمت مت ہارو اور صلح کی طرف مت بلاؤ اور تم ہی غالب رہو گے اور اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہے“۔ (حضرت تھانویؒ)

سوال میں ذکر کئے گئے ترجمہ میں ﴿وَتَدْعُوْا اِلَى السَّلْمِ﴾ کا ترجمہ: ”اور اسلام کی طرف دعوت دیتے رہو“، کرنا معتبر مفسرین کی تفسیر کے خلاف ہے۔ (روح المعانی ۲۶/۸۰) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۴/۲/۱۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

﴿فَمَنْ نَكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ﴾ کا مصداق کون ہیں؟

سوال (۵۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا قرآنِ کریم کی آیت مبارکہ: ﴿فَمَنْ نَكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ، وَمَنْ اَوْفٰى بِمَا عٰهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا﴾ (پھر جو شخص عہد شکنی کرے وہ اپنے نفس پر ہی عہد شکنی کرتا ہے اور جو شخص اس اقرار کو پورا کرے جو اس نے خدا کے ساتھ کیا ہے، تو اسے عنقریب اللہ تعالیٰ بہت بڑا اجر دے گا) کا اطلاق صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر ہی ہوتا ہے یا دورِ صحابہ رضی اللہ عنہم کے بعد بیعت ہونے والے افراد پر بھی ہوتا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: آیتِ مبارکہ: ﴿فَمَنْ نَكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ الخ﴾ کا تعلق صرف صحابہ رضی اللہ عنہم ہی سے نہیں ہے؛ بلکہ قیامت تک آنے والے تمام اہل ایمان سے ہے، پس جو شخص بھی اللہ سے کئے ہوئے عہد کو توڑے گا وہ نقصان اٹھائے گا، اور جو عہد کی پاس

داری کرے گا، اس کو اجرعظیم عطا ہوگا۔

﴿يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ﴾ [سورہ ختم:] أن المراد بها ما يعم جميع ما ألزمه اللّٰه تعالىٰ عباده وعقد عليهم من التكاليف والأحكام الدينية وما يعقدونه فيما بينهم من عقود الأمانات والمعاملات ونحوهما مما يجب الوفاء به أن يحسن دينا ويحمل الأمر على مطلق الطلب ندباً أو وجوباً ويدخل في ذٰلك اجتناب المحرمات والمكروهات؛ لأنه أوفق بعموم اللفظ. (روح المعاني زكريا ٧٣/٤)

وقال علي بن أبي طلحة عن ابن عباس رضي اللّٰه عنهم: العهود: يعني ما أحل اللّٰه وما حرم وما فرض وماحد في القرآن كله ولا تعذروا ولا تنكثوا. (تفسير ابن كثير ٤٧٥/١) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۳۳/۴/۲۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

﴿اِنَّا اَنْزَلْنَا فِي لَيْلَةٍ مُبَارَكَةٍ﴾ میں ”لیلة مباركة“ سے کون سی رات مراد ہے؟

سوال (۵۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ﴿حٰمٓ. وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ. اِنَّآ اَنْزَلْنَاهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُبَارَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ. فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ﴾ [الدخان: ۱-٤] کیا ”لیلہ مبارکہ“ سے شعبان کی پندرھویں رات (شبِ برأت) یا شبِ قدر مراد ہے، یا تمام ہی مفسرین کے نزدیک بالاتفاق شبِ قدر ہی کی رات مراد ہے؟ یا اس میں کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اختلاف بھی ہے، اگر اختلاف ہے تو کن صحابہ کرام کا ہے؟ مفصل مدلل جوابات مطلوب ہیں، نیز اگر ”لیلہ مبارکہ“ میں قرآنِ پاک کا نزول مانتے ہیں، تو دوسری جگہ: ﴿اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ﴾ صراحۃً یہ بھی موجود ہے، تو دونوں کا تعارض کس طرح ختم ہوگا، اس کو بھی مفصل جوابات نوازیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: سورہ دخان کی آیت: ﴿اِنَّآ اَنۡزَلۡنَاهُ فِیۡ لَیۡلَةٍ مُّبَارَكَةٍ﴾ سے شبِ قدر مراد ہے، اور اس میں اور سورۂ قدر کی آیت: ﴿اِنَّآ اَنۡزَلۡنَاهُ فِیۡ لَیۡلَةِ الۡقَدۡرِ﴾ میں کوئی تعارض نہیں، کیوں کہ دونوں کا مصداق ایک ہی ہے؛ البتہ بعض حضرات مفسرین نے سورہ دخان کی آیت سے شب برأت مراد لی ہے، جن میں مشہور تابعی حضرت عکرمہ بھی شامل ہیں، تو اس تفسیر کے اعتبار سے سورۂ قدر کی آیت سے تعارض کا جواب یہ ہوگا کہ اصلاً لوح محفوظ سے مقام بیت العزت میں نزولِ قرآن شب قدر میں ہوا اور پھر بیت العزت سے آسمان دنیا پر منتقلی شبِ برأت میں ہوئی، یہی تطبیق حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے تفسیر عزیزی میں لکھی ہے۔

(تفسیر عزیزی سورہ قدر ۲۶۰ بحوالہ: فتاوی شیخ الاسلام ۴۷)

وأما القرآن فإنما نزل جملة واحدة إلى بيت العزة من السماء الدنيا وكان ذٰلک في شهر رمضان في ليلة القدر منه، كما قال تعالىٰ: ﴿انا انزلناه فی لیلة القدر﴾ وقال: ﴿انا انزلناه فی لیلة مبارکة﴾ ثم نزل بعده مفرقاً بحسب الوقائع على رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم، هٰكذا روي من غير وجه عن ابن عباس. ......

عن مقسم عن ابن عباس رضي اللّٰه عنهما أنه سأل عطية بن الأسود فقال: وقع في قلبي الشک قول اللّٰه تعالىٰ: ﴿شهر رمضان الذی فیه القراٰن﴾ وقوله تعالىٰ: ﴿انا انزلناه فی لیلة مبارکة﴾ وقوله: ﴿انا انزلناه فی لیلة القدر﴾ وقد أنزل في الشوال، وفي ذي القعدة، وفي ذی الحجة، وفي محرم، وفي صفر، وشهر ربيع، فقال ابن عباس رضي اللّٰه عنهما إنه أنزل في رمضان في ليلة القدر، وفي ليلة مباركة جملة واحدة، ثم أنزل على مواقع النجوم ترتيلاً في الشهور والأيام. (رواه ابن أبي حاتم)

وفي رواية سعيد بن جبير عن ابن عباس رضي اللّٰه عنهما قال: أنزل القرآن في النصف من شهر رمضان إلى سماء الدنيا، فجعل في بيت العزة، ثم أنزل على رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم في عشرين سنة لجواب كلام الناس.

(تفسير ابن كثير مكمل ١٤٦-١٤٧ بيروت، بيان القرآن ٩٩/٢، تفسير الفخر الرازي المشتهر بالتفسير الكبير ومفاتيح الغيب ١٤ جزء ٣٩ ص: ٢٣٨ المكتبة التجارية، تفسير أبي السعود ٥٨/٨ بيروت، الجامع لأحكام القرآن للقرطبي ٨ جزء ١٦ ص: ١١٧ المكتبة التجارية) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۷/۴/۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا ﴿فَبِاَیِّ آلاءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰانِ﴾ کے مخاطب جنگلی انسان بھی ہیں؟

سوال (۵۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اللہ تعالیٰ نے جو سورۂ رحمٰن میں ﴿فَبِاَیِّ آلاءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰانِ﴾ (پس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے) تو اللہ تعالیٰ کا ارشاد جنگل میں رہنے والوں سے بھی ہے کہ جن کو ستر ڈھکنے کا ہوش نہ ہو اور زبان جنگلی ہو، تو کیا یہ خطاب اللہ تعالیٰ کا ان لوگوں سے بھی ہوا یا وہ اس سے مبرا ہیں، جواب مرحمت فرمائیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ﴿فَبِاَیِّ آلاءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰانِ﴾ میں تمام انسان وجنات کو خطاب ہے، خواہ وہ جنگل کے رہنے والے ہوں یا آبادیوں، اور شہروں کے؛ اس لئے کہ کوئی بھی شخص اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے مستغنی اور بے نیاز نہیں ہے، جنگلوں میں رہنے والے بھی اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتوں سے ہر وقت فیض یاب ہو رہے ہیں؛ اس لئے ان سے خطاب ہونے میں کوئی اشکال نہ ہونا چاہئے۔

عن جابر رضي اللّٰه عنه قال: خرج رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم على أصحابه فقرأ عليهم سورة الرحمن من أولها إلى اٰخرها فسكتوا، فقال: لقد قرأتها على الجن ليلة الجن فكانوا أحسن مردوداً منكم كنت كلما أتيت على

قولـه: ﴿فَبِاَيِّ آلاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰانِ﴾ قالوا: لا بشيء من نعمتك ربنا نكذب فلك الحمد. (تفسير ابن كثير مكمل، سورة الرحمن ١٢٨٥ دار السلام رياض)

﴿فَبِاَيِّ آلاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰانِ﴾ الخطاب للثقلين لأنهما داخلان في الأنام على مااخترناه. (تفسير روح المعاني ١٥٩/١٥، تفسير ابن كثير مكمل، سورة الرحمن ١٢٨٦)

والأرض وضعها للأنام، قال ابن عباس وقتادة وغيرهما: الحيوان كله، وقال الحسن: الإنس والجن. (تفسير روح المعاني زكريا ١٥٧/١٥، معارف القرآن ديو بند ٢٤٦/٨) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۵/۴/۱۴۲۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

’’مِنْ مَّنِيٍّ يُّمْنٰى‘‘ میں تجوید کا کون سا قاعدہ ہے؟

سوال (۵۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: آیت کریمہ ﴿مِنْ مَنِيٍّ يُمْنٰى﴾ میں قرأت کا کون سا قاعدہ جاری ہوگا، صرف ادغام ہوگا یا ادغام مع الغنہ ہوگا، صحیح قرأت کیا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ﴿مِنْ مَنِيٍّ يُمْنٰى﴾ میں ادغام مع الغنہ ہوگا، اسے ادغام ناقص کہا جاتا ہے؛ کیوں کہ نون ساکن کا کچھ اثر بصورتِ غنہ یہاں پایا جارہا ہے، قاعدہ تجوید یہ ہے کہ نون ساکن اور تنوین کے بعد اگر مجموعہ حروف ’’ینمو‘‘ میں سے کوئی حرف آئے تو ادغام مع الغنہ ہوتا ہے۔ (مستفاد: جمال القرآن ۳، قواعد التجوید عربی ۸۶-۸۷، فوائد مکیہ ۱۵، خلاصۃ البیان ۱۸ وغیرہ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۷/۱/۱۴۱۵ھ

﴿وَسَقَاهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا﴾ کو پانی پینے کی دعا کے طور پر پڑھنا

سوال (۵۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ﴿وَسَقَاهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا﴾ [سورۃ دھر:] اس آیت کو پانی پینے کی دعا کہہ سکتے ہیں اور پڑھ بھی سکتے ہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: پانی پیتے وقت پیغمبر علیہ السلام سے درج ذیل دعا ثابت ہے: "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ أَطْعَمَنَا وَ سَقَانَا وَ جَعَلَنَا مُسْلِمِیْنَ". (سنن الترمذي ۲/ ۱۸٤)

اور جو آیت: ﴿وَسَقَاهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا﴾ آپ نے پیش کی ہے، اس کو خاص طور پر پانی پینے کے وقت پڑھنے کا ثبوت کہیں نظر سے نہیں گذرا؛ لہٰذا اس کا التزام نہ کیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۹/۱۱/۱۴۳۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

رَبَّنَا آتِنَا، اور رَبَّنَا ظَلَمْنَا سے پہلے اللّٰھم لگا کر دعا کرنا

سوال (۵۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: دعا کرتے وقت رَبَّنَا اٰتِنَا اور رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا سے پہلے اللّٰھم ملا کر پڑھنا یعنی اس طرح: اللّٰھم ربنا اٰتنا الخ، اللّٰھم ربنا ظلمنا انفسنا الخ، اس طرح کر کے پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ربنا ظلمنا انفسنا سے پہلے اللّٰھم ملانے میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے؛ کیوں کہ اللّٰھم بھی دعائیہ کلمہ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۵/۳/۱۴۲۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

''اِذْ'' کے مفعول کے متعلق تفسیری وضاحت

سوال (۵۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: علامہ صاویؒ نے صاوی ۲۴/۴ مطبوعہ اشرفی بکڈپو میں ﴿وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ﴾ [الکہف: فرماتے ہیں: قوله منصوب باذكر أي فإذا ظرف لذلك المقدر والمعنى اذكر يا محمد لقولك وقت قولنا للملائكة الخ، اوراسی طرح ﴿واذ قال ربك﴾ سورۂ بقرہ کے تحت جلد اول ص: ۵۸ میں بتغیر یسیر اسی بات کو ذکر کیا ہے، تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ جب ''إذ'' کو اذكر کا مفعول فیہ اور ظرف قرار دیں گے تو مطلب (جوفہم ناقص نے سمجھا) یہ ہوگا اس واقعہ کو اس وقت (زمانِ ذکر) یاد کیجئے جب ہم نے کہا فرشتوں سے۔(الآیۃ) اس وقت واقعہ کیسے یاد کیا جاسکتا ہے جب اللہ نے فرشتوں کو سجدہ کرنے کا حکم دیا تھا، اسلئے کہ یہ وقت تو ازمن ماضیہ میں ہے، اور امر ذکر کا مستقبل سے متعلق ہے، تو علامہ صاوی کا ظرف قرار دینا کیسے صحیح ہوگا، اور بعض مفسرین نے جیسے ابو البقاء نے ''اذ'' کو مفعول بہ مانا ہے، (حاشیہ ۳ تفسیر جلالین ص: ۷) اور حضرت تھانویؒ کے ترجمہ سے بھی و إذ قال موسى لفتٰه (الآیۃ سورۃ کہف) اور وہ وقت یاد کرو الخ سے یہی سمجھ میں آتا ہے، تو معلوم یہ کرنا ہے کہ دونوں میں سے کس قول کو ترجیح دی جائے گی دراں حالانکہ اعتراض بھی باقی نہ رہے، واضح فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: آیت مبارکہ میں ''إِذْ'' کو مفعول فیہ یا مفعول بہ دونوں قرار دینا نحوی اعتبار سے درست ہے، لیکن زیادہ تر مفسرین نے اسے مفعول فیہ قرار دینے کو راجح کہا ہے، اور اس صورت میں ترجمہ اس طرح ہوگا کہ زمانہ ماضی کے واقعہ کو موجودہ زمانہ میں یاد فرمایئے، اس ترجمہ کے بعد اور مفعول فیہ ماننے کے بعد کوئی اشکال باقی نہیں رہے گا، چنانچہ بیضاوی ص: ۵۸ حاشیہ ۶ میں ہے:

ومحلها النصب وفي المغني أن لها أربع استعمالات أحدها أن تكون

ظرفا وهو الغالب والثاني أن تكون مفعولا به. (حاشيه بيضاوي ۵۸) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ ۱۴۲۴/۵/۸ھ

الجواب صحیح شبیر احمد عفا اللہ عنہ

الف ساکن اور متحرک کو پڑھنے کا طریقہ

سوال (۵۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: الف کو حرکت وعدم حرکت کی صورت میں کیا پڑھا جائے؟ یسرنا القرآن ۱۲/ پر قاعدہ نمبر ۶ پر لکھا ہے کہ حرکت کی صورت میں الف ہمزہ بن جاتا ہے، بغیر حرکات کے اول میں الف پڑھا جاتا ہے، اور حرکات میں وہ ہمزہ بن جاتا ہے، یہ قاعدہ صحیح ہے یا غلط؟ نیز الف اور ہمزہ مخرج کے اعتبار سے متحد ہیں یا جدا جدا ہیں؟ اگر حرکت کی صورت میں کوئی الف پڑھنے پر مجبور کرے تو کیا پڑھا جاسکتا ہے، جب کہ قاعدہ کلیہ کے خلاف ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: یہ کوئی زیادہ اختلاف کی بات نہیں ہے، قواعد تجوید کے اعتبار سے الف متحرک اور ہمزہ میں کوئی فرق نہیں ہے۔ الف متحرک؛ ہمزہ ہی کا دوسرا نام ہے؛ البتہ الف ساکن اور ہمزہ الگ الگ ہیں؛ اس لئے چاہے ہمزہ زبراَ پڑھیں یا الف زبراَ پڑھیں، شرعاً یا عرفاً اس میں کوئی اشکال نہیں، اس کو خواہ مخواہ اختلاف کا موضوع نہ بنایا جائے۔ (کمال الفرقان علی ہامش جمال القرآن ۲۱-۲۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ ۱۴۱۹/۴/۲۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

قرآن میں ’’أنا‘‘ کے الف کا قاعدہ

سوال (۵۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: قرآنِ کریم میں جہاں جہاں حرف ’’انا‘‘ ہے اس پر مد کرنے کا کیا حکم ہے، تفصیل کے ساتھ

جواب دینا، اور جہاں جہاں الف لکھا جاتا ہے، مگر پڑھا نہیں جاتا، اس کی کیا وجہ ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: قرآن کریم میں ''انا'' کا الف پڑھا نہیں جاتا، مثلاً آیت: ﴿قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِیْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِیْ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ﴾ [یوسف:۱۰۸]

اسی طرح بہت سی دیگر جگہوں پر بھی الف نہیں پڑھا جاتا: ﴿لٰكِنَّا هُوَ اللّٰهُ رَبِّیْ وَلَآ اُشْرِكُ بِرَبِّیْٓ اَحَدًا﴾ [الکہف: ۳۸] میں ''لکنا'' کا الف نہیں پڑھا جاتا، اس کا تعلق قواعد تجوید اور قرآنی رسم الخط سے ہے، اس میں عقل کا دخل نہیں ہے کہ اس کی وجہ لکھی جائے۔ (کمال الفرقان علی ہامش جمال القرآن ۱۷۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۹/۵/۱۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

صحیح باتوں کا انکار

سوال (۶۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نے ایک مدرسہ کے جلسہ دستار بندی میں قرآن وحافظ قرآن کی فضیلت بیان کرتے ہوئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث بیان فرمائی: کہ حافظ قرآن کی شفاعت سے اس کے گھر کے ایسے دس افراد بخش دیئے جائیں گے جو جہنم کے حقدار ہو چکے ہوں گے، اس پر عمر نے بر سر منبر دوران خطاب اپنا ردعمل ظاہر کرتے ہوئے کہا کہ ''یہ صحیح ہے کہ حافظ قرآن بخشا جائے گا؛ لیکن کیا پورا خاندان اس کا بخش دیا جائے گا؟ میرے خیال سے ایسا نہیں ہوگا؛ بلکہ عمل سے بخشا جائے گا، حافظ قرآن کی اولاد بھی اگر فاسق وفاجر ہوگی مجھے معاف کریں گے وہ بھی نہیں بخشی جائے گی''۔

نیز زید نے قرآن کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ قرآن پاک ایسی مقدس کتاب ہے کہ اسے بے وضو چھونا بھی جائز نہیں، چنانچہ ربِ کریم نے فرمایا ہے: ﴿لَا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ﴾

(اسے پاک ہی لوگ چھو سکتے ہیں) اس پر عمر نے اپنا ردعمل ظاہر کرتے ہوئے کہا کہ "قرآن کا حکم ہمارے لئے ظاہری سی بات ہے، آخری کتاب اور پہلی کتاب ہے، اس کا جتنا بھی احترام کریں وہ کم ہے؛ لیکن اس میں اتنی سختی بھی نہ ہو کہ لوگ اسے ہاتھ لگانے سے ڈریں؛ کیوں کہ قرآن کا حکم صرف ہمارے لئے نہیں آیا ہے، عالم انسانیت کے لئے آیا ہے، اللہ کے تمام بندوں کے لئے "**الحمد اللّٰہ رب العالمین**" ہے، "**رب المسلمین**" نہیں ہے، ایک غیر مسلم جب کلام پاک کو دیکھے گا اب اگر وہ باوضو نہیں بھی ہے تو اسے مطالعہ کرنے کا حق ہے، میرے خیال سے اس میں ہم جیسے گنہگاروں کے لئے تھوڑی سی نرمی کرنی چاہئے، ورنہ ہم تو کلام پاک کو ہاتھ نہ لگا پائیں گے"۔

مذکورہ بیان کی روشنی میں اس بات کی وضاحت مطلوب ہے کہ:

(۱) آیتِ قرآنیہ میں تبدیلی چاہنے والے کا کیا حکم ہے؟

(۲) اور جو علماء عمر کے اس بیان کو سن کر خاموش رہے، ان کا کیا حکم ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: (۱) حافظِ قرآن کا اللہ کی اجازت سے اپنے خاندان کے افراد کی بخشش کے لیے سفارش کرنا احادیث سے ثابت ہے، اسی طرح قرآن کریم کو بے وضو چھونا جائز نہیں ہے، ان دونوں باتوں کے بارے میں عمر کا اپنی عقل سے گفتگو کرنا مسلمان کے شایانِ شان نہیں ہے۔ لہٰذا عمر مذکور پر توبہ واستغفار لازم ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ رحیمیہ ۱۱۹/۴)

عن علي رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه ﷺ: من قرأ القرآن فاستظهره و أحل حلاله و حرم حرامه أدخله اللّٰه به الجنة وشفَّعه في عشرة من أهل بيته كلهم قد وجبت لهم النار. (سنن الترمذي، أبواب فضائل القرآن / باب ما جاء في فضل قارئ القرآن ۱۱۸/۲ رقم: ۲۹۰۵، سنن ابن ماجة، كتاب السنة / باب فضل من تعلم القرآن وعلمه رقم: ۲۱٦)

وقال تعالیٰ: ﴿لَا يَمَسُّهٗ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ﴾ [الواقعة: ۷۹]

(۲) عمر کی غلط بیانی سن کر مجلس میں موجود علماء کو نکیر کرنی چاہئے، اگر انہوں نے ایسا نہیں

کیاتو وہ گنہگار ہوئے۔

عن أبي سعيد الخدري رضي اللّٰه عنه قال: سمعت رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يقول: من رأى منكم منكراً فليغيره بيده، فإن لم يستطع فبلسانه، فإن لم يستطع فبقلبه، وذلك أضعف الإيمان. (رواه مسلم رقم: ٤٩، ترمذي رقم: ٢١٧٢، ابن ماجة رقم: ١٢٧٥-٤٠١٣، الترغيب والترهيب مكمل ٥٠٢ رقم: ٣٥١٨)

ما من رجل يكون في قوم يعمل فيهم بالمعاصي يقدرون أن يغيّروا عليه، ولا يغيّرون إلا أصابهم اللّٰه بعقاب قبل أن يموتوا. (المعجم الكبير للطبراني ٣٣٢/٢، حديث: ٢٣٨٢) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۶/۵/۱۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

قرآنِ کریم بھول جانے پر وعید سے مراد کتنا قرآن بھولنا ہے؟

سوال (۶۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: قرآنِ کریم بھول جانے پر احادیث میں جو وعیدیں وارد ہوئی ہیں، اس بھولنے کی حد کیا ہے؟ ناظرہ خواں، حافظ، قاری حفص اور قاری سبعہ عشرہ یہ سب حضرات کتنی مقدار بھولنے پر اس وعید میں داخل ہوں گے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: قرآنِ کریم حفظ یاد کرنے کے بعد جو شخص غفلت اور لاابالی پن کی وجہ سے ناظرہ تک پڑھنا بھول جائے، وہ احادیث کی وعید کا اولین مستحق ہے؛ تاہم جو شخص ناظرہ تو پڑھ سکتا ہو؛ لیکن حفظ بھول جائے، تو اس کی محرومی میں بھی کوئی شبہ نہیں ہے؛ البتہ تجوید وغیرہ کے قواعد کا بھول جانا اس وعید میں داخل نہیں ہے۔

عن أنس بن مالك رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه

وسلم: عرضت على أجور أمتي حتى القذأة يخرجها الرجل من المسجد وعرضت على ذنوب أمتي فلم أر ذنباً أعظم من سورة من القرآن أو آية أوتيها رجل ثم نسيها. (سنن أبي داؤد، الصلاة / باب في كنس المسجد رقم: ٤٦١، سنن الرمذي / أبواب فضائل القرآن رقم: ٢٩١٦، فيض القدير ٤/ ٤٠٠)

عن سعد بن عبادة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ما من امرئٍ يقرأ القرآن ثم ينساه إلا لقي الله عزوجل يوم القيامة أجذم. (سنن أبي داؤد، الصلاة / التشديد فيمن حفظ القرآن ثم نسيه رقم: ١٤٧٤)

قال العلامة المناوي: قوله: "ما من امرئ يقرأ القرآن" يحتمل بحفظه عن ظهر قلب ويحتمل يتعود قرأته نظراً في المصحف أو تلقينا ويدل للأول بل لعينه، قوله: ثم ينساه إلا لقي الله يوم القيامة وهو أجزم. (فيض القدير ٥/٢/٥٧)

والنسيان عندنا أن لايقدر بالنظر. (بذل المجهود ملتان ١/٢٦٦)

إذا حفظ القرآن ثم نسيه فإنه يأثم، وتفسير النسيان أن لايمكنه القراءة من المصحف. (هندية ٥/٣١٧) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۸/۱/۱۴۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

عورت کا قرآن حفظ کر کے بھول جانا؟

سوال (۶۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: عورتوں کے لئے حافظہ کرنے کی اجازت ہے یا نہیں؟ لیکن اگر کوئی عورت یا لڑکی حفظ کر کے بھول گئی، تو کیا اس بھولنے کا گناہ اس پر لازم آئے گا یا نہیں؟ اور جب کہ وہ دوبارہ سے یاد کرنے کی بہت کوشش کرتی ہے؛ لیکن اب یاد نہیں ہوتا، تو اب جو پہلے یاد کر کے بھول گئی تو اب کیا بھولنے پر گناہ ہوگا یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عورتوں کے لئے بھی قرآن کا حفظ کرنا اسی طرح درست ہے جس طرح مردوں کے لئے، اور جب حفظ کرلیا تو یاد رکھنے کی کوشش کرنی چاہئے؛ لیکن اگر کوئی لڑکی کوشش کے باوجود یاد نہ کرسکے، تو اس پر کوئی گناہ نہیں، اور احادیث میں قرآن کو یاد کرکے بھولنے پر جو وعیدیں آئی ہیں، ان کا تعلق اس صورت سے ہے جب کہ آدمی غفلت اور کوتاہی کی بناء پر ناظرہ پڑھنے پر بھی قادر نہ رہے۔

عن أنس بن مالک رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: عرضت علي ذنوب أمتي فلم أر ذنبا أعظم من سورة القرآن أو آية أوتيها رجل ثم نسيها. (سنن أبي داؤد ٦٦/١ رقم: ٤٦١، سنن الترمذي ١١٩/٢ رقم: ٢٩١٦)

والنسيان عندنا أن لايقدر بالنظر. (بذل المجهود ملتان ٢٦٦/١)

إذا حفظ القرآن ثم نسيه فإنه يأثم، وتفسير النسيان أن لايمكنه القراءة من المصحف. (هندية ٣١٧/٥) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۴/۱۰/۱۴۳۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسلمانوں کی سیاسی زندگی میں قرآن کی کیا رہنمائی ہے؟

سوال (۶۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہندوستان کے مخصوص حالات میں مسلمانوں کو ان کی سیاسی زندگی میں قرآن وحدیث کیا رہنمائی کرتے ہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: محققین علماء کے نزدیک ہندوستان کی حیثیت دارالجمہوریہ اور دارالامن کی ہے، اور یہاں کے رہنے والے مسلمانوں کی حیثیت معاہد کی سی ہے، یعنی وہ ان معاملات میں جو شریعت کے خلاف نہ ہوں، دستورِ ہند کے پابند ہیں، اور انہیں حکمتِ عملی

کے ساتھ ہر وہ راستہ اپنانا ضروری ہے جس سے اس ملک میں امن وامان اور مکمل مذہبی آزادی حاصل رہے۔ (مستفاد: تالیفاتِ رشیدیہ ۶۵۹، ملفوظاتِ محدث کشمیری ۳۰۷، کفایت المفتی ۹/۲۷۵-۲۷۶، ایضاح النوادر ۱/۹۳)

أما أن يغلب أهل الحرب على دار من دورنا وارتد أهل مصر وغلبوا وأجروا أحكام الكفر ونقض أهل الذمة العهد، وتغلبوا على دارهم، ففي كل من هذه الصور لا تصير دار حرب. (هندية ٢/٢٣٢، شامي كراچي ٤/١٧٤)

لو أجريت أحكام المسلمين وأحكام أهل الشرك لا تكون دار حرب. (شامي كراچي ٤/١٧٥) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ ۱/۲۵/ ۱۴۳۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ٹیپ ریکارڈ پر قرآن سننے کا اجر

سوال (۶۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ٹیپ ریکارڈ میں قرأت بج رہی ہو تو اس کو غور سے سننا واجب ہوگا؟ اور سننے والے کو ہر حرف پر ایک نیکی بھی ملے گی جیسے عام قرآن سننے والے کو ملتی ہے؟ اس کی وضاحت فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: قرآن سننے کے آداب کا تعلق ان تمام صورتوں سے ہے جن میں کسی مسلمان کے کان میں کلام الٰہی کے الفاظ پہنچ جائیں، خواہ خود تلاوت کرنے والے کی زبان سے ہو یا کسی اور ذریعہ سے، اس لئے سماعت کے آداب یعنی خاموشی اختیار کرنا اور قرآنِ مجید کی طرف متوجہ رہنا، ٹیپ ریکارڈ سے قرآن سنتے وقت بھی ضروری ہے، اور سننے والے کو چوں کہ اسی بنیاد پر اجر ملتا ہے، اس لئے انشاء اللہ اجر بھی ملے گا۔ (جدید فقہی مسائل ۱/۱۰۷) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ ۱/۱۹/ ۱۴۲۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

لاؤڈ اسپیکر پر قرآن کی تفسیر کرنا

سوال(۶۵):-کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مسجد میں قرآنِ کریم کی تفسیر بیان کی جاتی ہے اور اوپر والے لاؤڈ اسپیکر بھی کھول دیئے جاتے ہیں، تاکہ آواز پورے محلّہ میں پہنچے اور گھر والوں اور دوکانوں پر موجود حضرات بھی تفسیر کو سن لیں، اتنی بلند آواز کر دینا اور اوپر لاؤڈ اسپیکر کھول دینا درست ہے یا نہیں؟ بندہ کو ایسا لگتا کہ یہ زبان کے ذریعہ دوسرے لوگوں کو تکلیف پہنچانا ہے، اور اس کی حدیث شریف میں ممانعت وارد ہوئی ہے، جو بھی جواب ہو، وضاحت فرمادیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسجد میں قرآنِ کریم کی تفسیر بیان کرنا اور سارے محلّہ والوں کو سنانے کے لئے لاؤڈ اسپیکر کھول دینا اس میں اگرچہ عام لوگوں کا فائدہ ہے؛ لیکن اس کی وجہ سے لوگوں کے شوق میں کمی آسکتی ہے، اور ہوسکتا ہے کہ بعض اوقات تفسیر بیان ہورہی ہو اور لوگ اپنے کاموں میں مشغول ہوں، اور تفسیر کی طرف توجہ نہ دیں، اس لئے بہتر یہی ہے کہ اوپر والا لاؤڈ اسپیکر نہ کھولا جائے، ہاں البتہ اگر کبھی کبھی لوگ تفسیر سننے کے لئے جمع ہوں اور تمام لوگوں تک آواز نہ پہنچنے کی وجہ سے لاؤڈ اسپیکر کھول دیا جائے، تو شرعاً اس کی اجازت ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ میرٹھ ۳۹۲/۲۲)

﴿وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهُ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ﴾ [الأعراف: ۲۰۴]

يجب على القاري احترامه بأن لا يقرأ في الأسواق ومواضع الاشتغال، فإذا قرأه كان هو المُضيع لحرمته، فيكون الإثم عليه دون أهل الاشتغال، دفعاً للحرج. (شامی کراچی ۵٤٦/۱، هندية ۳۱٦/۵، مجموعة الفتاویٰ علی هامش خلاصة الفتاویٰ ۳۳۰/٤ لاهور)

أجمع العلماء سلفاً وخلفاً على استحباب ذكر الجماعة في المساجد

وغيـرهـا إلا أن يشـوش جهرهم على نائم أو مصل أو قارئ. (شامی کراچی ۱/ ٦٦٠، الأشباه والنظائر ٤/ ٦١ کراچی) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۸/۵/۲۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

عورتوں کے درمیان تفسیر کرنا

سوال (٦٦): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: چند عورتیں ایک مولوی مرد کی تفسیر قرآن اس طرح سنتی ہیں کہ ہر عورت کے آگے معتبر تفسیر کی جلد ہوتی ہے، اور وہی جلد اس مولوی مرد کے سامنے ہوتی ہے، جگہ متحد ہے؛ لیکن خوب گاڑھا پردہ سامنے پڑا ہے یا ایک کمرہ میں وہ مولانا مرد صاحب تفسیر کررہے ہیں، دوسرے کمرہ میں مستورات اپنے سامنے اس معتبر تفسیر کی جلد رکھے ہوئے ہیں، مائک سے مولانا تفسیر کررہے ہیں، ہاں کچھ عورتیں ایسی بھی شریک تفسیر ہیں، جو پڑھی لکھی نہیں ہیں، تو ایسا تفسیری نظام چلانا جائز ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عورتوں کی اصلاح اور ان میں دینی شعور بیدار کرنے کی غرض سے کوئی معتبر عالم دین اگر تفسیر کا سلسلہ جاری کرے، اور پردہ کا خوب اہتمام ہو، عورتوں کے بیٹھنے کی جگہ الگ ہو، اور مفسر صاحب کی جگہ الگ ہو، اور بظاہر کسی فتنہ کا اندیشہ نہ ہو، تو ان شرائط کے ساتھ عورتوں میں وعظ ونصیحت اور تفسیر کا سلسلہ جاری کرنا درست ہے۔

عـن أبـي سـعيد الخدري رضي اللّٰه عنه قال: قالت النساء للنبي صلى اللّٰه عليـه وسـلـم: غـلبـنـا عليک الرجال فاجعل لنا يوماً من نفسک فوعدهن يوماً لقيتهن فيه فوعظهن وأمرهن. (صحيح البخاري ١/ ٢٠) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۲/۱۰/۱۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بالغین کے لئے تصحیح قرآن کا اہتمام کرنا

سوال (٦٧):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: روزانہ بعد نماز اشراق بچوں، جوانوں اور بوڑھوں موجودہ حاضرین کو آدھا گھنٹہ مرکز میں چالیس روز رکھ کر قرآن تصحیح کروا کران سے کام لینادرست ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صحت وتجوید قرآن کا اہتمام بہت مبارک ہے اور وقت کی اہم ضرورت ہے اور کوئی بھی قرآن صحیح پڑھنے والا دوسرے کو اس کی تلقین کرسکتا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

عن عثمان بن عفان رضي اللّٰہ تعالیٰ عنه أن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم قال: خیرکم من تعلم القرآن وعلمه. (سنن الترمذي، أبواب فضائل القرآن / باب ما جاء في فضل القرآن ۲/۱۱۸، مشکوٰۃ المصابیح ۱/۱۸۳) یعنی تم میں بہتر ہے وہ شخص جو قرآنِ کریم سیکھے اور سکھائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱۴۱۴/۵/۷ھ

متعلقاتِ اَحادیث

حدیث کی قسمیں

سوال (٦٨):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: حدیث کی کتنی اقسام ہیں اور اقسام حدیث میں کس کو مانا جائے گا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بنیادی طور پر حدیث کی تین قسمیں ہیں: (۱) صحیح (۲) حسن (۳) ضعیف۔

پھر صحیح کی دو قسمیں ہیں:

(۱) صحیح لذاتہ: صحیح لذاتہ اس خبر واحد کو کہتے ہیں جو ایسے عادل راویوں سے مروی ہو جن کا ضبط تام ہو اور اس حدیث کی سند متصل ہو، اور وہ حدیث معلل وشاذ نہ ہو۔

(۲) صحیح لغیرہ: وہ روایت جس کے راوی عادل ہوں مگر ان کا حافظہ کا معیار کم ہو یہ روایت اگر چہ اصطلاحاً ''حسن لذاتہٖ'' کہلاتی ہے مگر تعدد طرق کی بنیاد پر وہ صحیح لغیرہ کے درجہ میں آجاتی ہے۔

اور حسن کی بھی دو قسمیں ہیں:

(۱) حسن لذاتہ: حسن لذاتہ وہ حدیث کہلاتی ہے جس کے راوی عادل، خفیف الضبط ہوں، سند متصل ہو، معلل اور شاذ نہ ہو۔

(۲) حسن لغیرہٖ: وہ حدیث کہلاتی ہے جو اصل کے اعتبار سے ضعیف ہو؛ لیکن خارجی قرائن کی بنیاد پر اس کو تقویت حاصل ہونے کی وجہ سے اس کا ضعف ختم ہوگیا ہو۔

اور حدیث ضعیف ہر وہ حدیث کہلاتی ہے جس میں صحیح اور حسن کی تمام یا بعض شرائط مفقود

ہوں۔(مستفاد: تحفۃ القمر شرح نزہۃ النظر ۹۶-۱۳۲)

أقسام الحديث ثلاثة: صحيح، وحسن، وضعيف. فالصحيح أعلى مرتبة، والضعيف أدنى، والحسن متوسط. (مقدمه مشكوٰة المصابيح ٥)

وخبر الآحاد بنقل عدل، تام الضبط، متصل السند، غير معلل ولا شاذ، هو الصحيح لذاته، وهٰذا أول تقسيم المقبول إلى أربعة أنواع؛ لأنه إما أن يشتمل من صفات القبول على أعلاها، أولا. فالأول: الصحيح لذاته، والثاني: إن وُجد ما يجبر ذٰلك القصور، ككثرة الطرق فهو الصحيح أيضاً؛ لكن لا لذاته، وحيث لا جُبران فهو الحسن لذاته، وإن قامت قرينة ترجّحُ جانب قبول ما يتوقف فيه فهو الحسن أيضا؛ لكن لا لذاته. (نزهة النظر في توضيح نخبة الفكر ٩١)

والمقبول من الآحاد على أنواع منها:

الصحيح لذاته، وهو: خبر الواحد المتصل السند بنقل عدل تام الضبط، غير معلل بقادح ولا شاذ.

فإن خف الضبط والصفات الأخرىٰ فيه فهو: الحسن لذاته.

فإن تعدد طرق الحسن لذاته بمجيئه من طريق آخر أقوى أو مساويه أو طرق أخرى ولو منحطة فهو: الصحيح لغيره.

وخبر الواحد الذي يرويه من يكون سيء الحفظ ولو مختلطاً لم يتميز ما حدث به قبل الاختلاط، أو يكون مستوراً أو مرسلاً لحديثه أو مدلساً في روايته من غير معرفة المحذوف فيهما، فيتابع أيا كان منهم من هو مثله أو فوقه في الدرجة من السند فهو: الحسن لغيره. (مقدمة إعلاء السنن ١٤/١٠-١١)

والضعيف: ما لم يجمع صفة الحسن، يتفاوت ضعفه شدة وخفة كصحة الصحيح، فمنه (أوهى) كما أن الصحيح (أصح). (مقدمة إعلاء السنن ١٤/١٢)

احادیث کا حکم: ان میں سے حدیثِ صحیح اور حدیثِ حسن حجت ہیں اور حدیثِ ضعیف اگر متعدد طرق اور قرائن سے حسن کے درجہ تک پہنچ جائے تو حجت بن سکتی ہے؛ لیکن اگر اس درجہ تک نہ پہنچے تو احکام میں حجت نہ ہوگی؛ البتہ فضائل میں اسے قبول کیا جاسکتا ہے، اور جو روایت موضوع ہو وہ کہیں بھی قبول نہیں، مزید تفصیلات کے لئے اصولِ حدیث کی کتابوں کا مطالعہ کریں۔

والاحتجاج في الأحكام بالخبر الصحيح مجمع عليه، وكذلك بالحسن لذاته عند عامة العلماء، وهو ملحق بالصحيح في باب الاحتجاج، وإن كان دونه في المرتبة، والحديث الضعيف الذى بلغ بتعدد الطرق مرتبة الحسن لغيره أيضا مجمع، وما اشتهر أن الحديث الضعيف معتبر في فضائل الأعمال لا في غيرها، المراد مفرداته لا مجموعها؛ لأنه داخل في الحسن لا في الضعيف.

(مقدمة مشكوٰة المصابيح ٦) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۶/۳/ ۱۴۲۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

حدیث کی صحیح حسن ضعیف متواتر مشہور کے اعتبار سے تعریف وتقسیم کا ثبوت

سوال (٦٩):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: حدیثِ قوی، ضعیف، حسن لغیرہ، حسن لذاتہ، حدیث متواتر، مرفوع، موضوع کی تعریفات کہاں سے ثابت ہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: احادیثِ شریفہ کی مذکورہ تعریفات حضراتِ محدثین نے متعین فرمائی ہیں، اور اس کی ضرورت اس لئے پیش آئی؛ تاکہ احادیثِ شریفہ کی سندی حیثیت کا اندازہ لگا کر عمل کرنا آسان ہو، اور صحیح اور غلط احادیث میں تمیز ہوسکے۔

عن عبد اللّٰہ بن المبارکؒ یقول: لو لا الأسناد لقال من شاء ماشاء. (مقدمہ مسلم ۱۲)

وعن ابن سیرین رحمہ اللّٰہ قال: لم یکونوا یسئلون عن الإسناد، فلما وقعت الفتنة، قالوا: سموا لنا رجالکم فینظر إلی أھل السنة فیؤ خذ حدیثھم، وینظر إلی أھل البدع فلا یؤخذ حدیثھم. (مقدمہ مسلم ۱۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۲؍۷؍۱۴۲۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

فقہ اور حدیث میں قابلِ ترجیح کون؟

سوال (۷۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: فقہ اور حدیث میں کس کو ترجیح دی جائے گی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: فقہ؛ حدیث سے کوئی الگ چیز نہیں؛ بلکہ فقہاء احادیث کے مفہوم کو زیادہ سمجھنے والے ہیں؛ لہٰذا فقہ کی ترجیح اصلاً حدیث ہی کی ترجیح ہے، ان میں کوئی تعارض ہے ہی نہیں، پس یہ سوال کہ فقہ اور حدیث میں کس کو ترجیح ہوگی؟ بے معنی ہے۔

الفقھاء وھم أعلم بمعاني الحدیث. (سنن الترمذي، أبواب الجنائز / تحت باب في غسل المیت ۱؍۱۹۳)

قال الإمام أحمد في روایة ابنه صالح: ینبغي للرجل إذا حمل نفسه علی الفتیا أن یکون عالماً بوجوه القرآن عالماً بالأسانید الصحیحة عالماً بالسنن.

وقال في روایة أبي الحارث: لا تجوز الفتیا إلا لرجل عالم بالکتاب والسنة. (قواعد في علوم الحدیث الملحقة بإعلاء السنن للشیخ ظفر أحمد التهانوي ۲۰؍۸ بیروت)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۳؍۶؍۱۴۲۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

۶ کلموں کا ثبوت احادیثِ مبارکہ سے؟

سوال (۱۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: تعلیم الاسلام وغیرہ میں درج ذیل چھ کلمات لکھے ہوئے ہیں:

اول کلمہ طیب: لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ۔

دوم کلمہ شہادت: اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔

سوم کلمہ تمجید: سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ۔

چہارم کلمہ توحید: لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، يُحْيِ وَيُمِيْتُ وَهُوَ حَيٌّ لَّا يَمُوْتُ اَبَداً اَبَداً، ذُوْ الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ، بِيَدِهِ الْخَيْرُ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔

پنجم کلمہ اِستغفار: اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّيْ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ اَذْنَبْتُهٗ عَمَداً اَوْ خَطَأً سِرًّا اَوْ عَلَانِيَةً وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ مِنَ الذَّنْبِ الَّذِيْ اَعْلَمُ وَمِنَ الذَّنْبِ الَّذِيْ لَا اَعْلَمُ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ وَسَتَّارُ الْعُيُوْبِ وَغَفَّارُ الذُّنُوْبِ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ۔

ششم کلمہ رَدِّ کُفر: اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ اَنْ اُشْرِكَ بِكَ شَيْئاً وَّاَنَا اَعْلَمُ بِهٖ وَاَسْتَغْفِرُكَ لِمَا لَآ اَعْلَمُ بِهٖ تُبْتُ عَنْهُ وَتَبَرَّأْتُ مِنَ الْكُفْرِ وَالشِّرْكِ وَالْكِذْبِ وَالْغِيْبَةِ وَالْبِدْعَةِ وَالنَّمِيْمَةِ وَالْفَوَاحِشِ وَالْبُهْتَانِ وَالْمَعَاصِيْ كُلِّهَا اَسْلَمْتُ وَاَقُوْلُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ (ﷺ)۔

ان کلماتِ طیبہ کا ماخذ کیا ہے؟ کیا یہ کلمات بچوں کو یاد کرانا صحیح ہے یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی تحریر فرمائیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بچوں کو بنیادی عقائد یاد کرانے کے لئے سوال میں ذکر کردہ کلمات کو منتخب کیا گیا ہے، اِن کلمات کو پڑھنا اور خود یاد رکھنا نیز بچوں کو یاد کرانا نہ صرف جائز؛ بلکہ بہتر اور پسندیدہ ہے۔ ذیل میں ہر ایک کلمہ کے ماٰخذ درج کئے جا رہے ہیں:

اول کلمۂ طیب: (کسی آیت یا حدیث میں الگ سے ''لاالٰہ الااللہ محمد رسول اللہ'' مکمل کلمہ یکجا دستیاب نہیں ہوا؛ البتہ قرآنِ کریم کی ایک آیت میں اور متعدد احادیث میں ''لاالٰہ الا اللہ'' کا کلمہ موجود ہے، اور ''محمد رسول اللہ'' قرآنِ کریم میں سورۂ فتح میں مذکور ہے، نیز احادیث میں کلمہ شہادت کے ضمن میں بھی یہ دونوں کلمات یکجا ذکر کئے گئے ہیں)

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿فَاعْلَمْ اَنَّهُ **لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ** وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِکَ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ مُتَقَلَّبَکُمْ وَمَثْوَاکُمْ﴾ [محمد: ۱۹]

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿**مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ** وَالَّذِیْنَ مَعَهُ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ﴾ [الفتح: ۲۹]

عن جابر رضي اللّٰه عنه يقول سمعت رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يقول: أفضل الذكر لا إله إلا اللّٰه. (رواه الترمذي، أبواب الدعوات/ باب ما جاء أن دعوة المسلم مستجابة ۱۷۵/۲، رقم ۳۳۸۳)

عن أبي قتادة عن أبيه رضي اللّٰه عنهما قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: من شهد أن لا إله إلا اللّٰه وأن محمداً رسول اللّٰه فذلّ بها لسانه واطمأن بها قلبه لم تطعمه النار. (رواه البيهقي في شعب الإيمان ۴۱/۱، الأحاديث المنتخبة في الصفات الست للدعوة إلى اللّٰه تعالىٰ للشيخ محمد يوسف الكاندهلوى ۱۳)

دوم کلمۂ شہادت:

في حديث ضماد: اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْکَ لَهٗ وَاَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ الخ. (صحيح مسلم، كتاب الجمعة ۲۸۵/۱)

سوم کلمۂ تمجید:

عن عبادة بن صامت رضي الله عنه عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: من تقار من الليل فقال: سبحان الله والحمد لله وأن لا إله إلا الله والله أكبر ولا حول ولا قوة إلا بالله. (رواه الترمذي أبواب الدعوات/ باب الدعاء إذا تنبه من الليل ١٧٨/٢)

چهارم کلمۂ توحید:

عن أبي صالح السمان أن أبا العياش كان يقول: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من قال حين يصبح: لا إلا الله وحده لا شريک له له الملک وله الحمد يحيى ويميت وهو حي لايموت بيده الخير وهو على كل شيء قدير ......الخ. (عمل اليوم والليلة لابن السني باب ما يقول: إذا أصبح و أمسى: ٥٢، رقم ٦٤ دار الزمان رواه الترمذي، أبواب الدعوات/ باب ما يقول إذا دخل السوق ٢ /١٨١)

پنجم کلمہ اِسْتِغفار: (استغفار کے بعینہٖ مذکورہ الفاظ کسی روایت میں دست یاب نہیں ہوئے؛ البتہ درج ذیل روایت سے اس کے مضمون کی تائید ہوتی ہے، اور بہرحال اس کے پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے)

عن أبي موسىٰ الأشعري رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه كان يدعو بهذا الدعاء: ...... اللّٰهم اغفر لي ما قدمت وما أخرت وما أسررت وما أعلنت وما أنت أعلم به مني، أنت المقدم وأنت المؤخر وأنت على كل شيء قدير. (صحيح البخاري رقم: ٦٣٩٨، الأذكار من كلام سيد الأبرار ٤٧١/٢ رقم: ١٠١٤)

ششم کلمۂ رَدّ کُفر: (بظاہر اس کلمے کے مذکورہ الفاظ اپنی طرف سے بنا کر لکھے گئے ہیں، ان میں سے بعض الفاظ کی تائید درج ذیل روایت سے ہوتی ہے، اور مضمون سب درست ہے)

عن أبي على رجل بن بني كاهل قال: خطبنا أبو موسى الأشعري رضي الله عنه فقال: ...... خطبنا رسول الله صلى الله عليه وسلم ذات يوم فقال: ...... وفيه: قولوا: اللّٰهم إنا نعوذ بک من أن نشرک بک شيئا نعلمه ونستغفرک لما لا نعلمه.

(مسند أحمد بن حنبل ٤٠٣/٤، رقم: ١٩٤٩٦، الترغيب والترهيب مكمل: ٣٦، رقم ٥٧) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۸/۷/۲۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

''اِخْتِلَافُ الْعُلَمَاءِ رَحْمَةٌ'' حدیث ہے یا نہیں؟

سوال (۷۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مندرجہ کلمات: ''**اختلاف العلماء رحمة**'' حدیث میں سے ہیں یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: کسی حدیث میں یہ الفاظ نہیں ملے؛ البتہ اس کے ہم معنی دوسری حدیث ''اختلاف أمتي رحمة'' ہے، جو کنز العمال ۵۹/۱۰ رقم: ۲۸۵۸۲ پر موجود ہے۔ مگر اس کی سند کمزور ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۳/۴/۳۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

''اِخْتِلَافُ أُمَّتِيْ رَحْمَةٌ'' کس درجہ کی حدیث ہے؟

سوال (۷۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ''**اختلاف أمتي**'' والی حدیث شریف کے راوی کیسے ہیں اور یہ حدیث موضوع تو نہیں ہے، اور یہ حدیث صحیحین میں ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ''**اختلاف أمتي رحمة**'' کی حدیث اگرچہ زبان زد ہے، مگر اس کی سند نہایت کمزور ہے؛ بلکہ بعض لوگوں نے اسے بے اصل قرار دیا ہے۔

قال في المقاصد رواه البيهقي في المداخل بسند منقطع عن ابن عباس بلفظ قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: ...... واختلاف أصحابي لكم رحمة، ومن هٰذا الوجه أخرجه الطبراني والديلمي بلفظه وفيه ضعف. (كشف الخفاء ومزيل

الإلباس عما اشتهر من الأحاديث على ألسنة الناس للإمام الشيخ إسماعيل بن محمد بن عبد الهادي الجراحي العجلوني الشافعي ١/٥٦)

وقال العلامة السخاوي: وقد قرأت بخط شيخنا: إنه يعني هٰذا الحديث حديث مشهور على الألسنة، وقد أورده ابن الحاجب في المختصر في مباحث القياس بلفظ: اختلاف أمتي رحمة للناس، وكثر السؤال عنه، وزعم كثير من الأئمة أنه لا أصل له. (المقاصد الحسنة ٤٧)

قال الخطابي: الاختلاف في الدين ثلاثة أقسام: الأول في إثبات الصانع ووحدانيته، وإنكاره كفر، والثاني في صفاته ومشيئته، وإنكارهما بدعة، والثالث: في أحكام الفروع المحتملة وجوهاً، فهٰذا جعله اللّٰه رحمة وكرامة للعلماء، وهو المراد بحديث اختلاف أمتي رحمة، انتهى. (كشف الخفاء ١/٥٧) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱۰/۵/۱۴۱۴ھ

''حُبُّ الْوَطَنِ مِنَ الإِيْمَانِ'' حدیث ہے یا نہیں؟

سوال (۴۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ''حب الوطن من الإيمان'' یہ حدیث کس درجہ کی ہے اور کیسی ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ''حب الوطن من الإيمان'' کے الفاظ کی روایت موضوع ہے، تاہم بعض محققین محدثین کے نزدیک اس کے معنی صحیح ہو سکتے ہیں، بشرطیکہ وطن سے محبت کا سبب وہاں رہنے والے اعزہ اور فقراء وغیرہ کے ساتھ حسن سلوک کا جذبہ ہو۔

قال الصغاني: موضوع، وقال في المقاصد: لم أقف عليه، ومعناه صحيح ......، ولا يخفى أن معنى الحديث حب الوطن من علامة الإيمان، وهي لا

تـكـون إلا إذا كـان الحب مختصا بالمؤمن، فإذا وجد فيه وفي غيره لا يصلح أن يكون علامة، قوله: ''ومعناه صحيح'' نظرا إلى قوله تعالىٰ حكاية عن المؤمنين ﴿وَمَا لَنَا اَنْ لَّا نُقَاتِلَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَقَدْ اُخْرِجْنَا مِنْ دِيَارِنَا﴾ [البقرة: ٢٤٦] فصحت معارضته بقوله تعالىٰ: ﴿وَلَوْ اَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ اَنِ اقْتُلُوْا﴾ [النساء: ٦٦] الآية الأظهر في معني الحديث إن صح معناه أن يحمل على أن المراد بـالـوطن الجنة، أو المراد به مكة، أو الرجوع إلى اللّٰه تعالىٰ، أو المراد به الوطن الـمتـعـارف، ولـكـن بشـرط أن يكون سبب حبه صلة أرحامه أوإحسانه إلى أهل بلده من فقراءه وايتامه. (كشف الخفاء ومزيل الإلباس للعجلونى ١/ ٣٠٨) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۶/۵/ ۱۴۲۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

''تبرک بالقرآن'' الخ، کیا یہ حدیث ہے؟

سوال (۷۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ''تبرک بالقرآن لأنه كلام اللّٰه وخرج منه''، اس حدیث کا حوالہ درج فرمائیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: جو الفاظ حدیث آپ نے لکھے ہیں بعینہٖ ان الفاظ کے ساتھ کوئی روایت یکجا نہیں مل سکی؛ البتہ اس کے قریب قریب الفاظ ملے ہیں، وہ بھی دو روایتوں میں۔ ملاحظہ فرمائیں:

''تبرک بالقرآن فهو كلام اللّٰه تعالى''. (طبرانی بحواله جامع الأحاديث الكبير ٤/ ٦٠)

عـن أبي ذر رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه ﷺ: ''إنكم لاترجعون إلى اللّٰه بشيء أفضل مما خرج منه يعني القرآن''. (مستدرك حاكم ١/ ٧٤١) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۱/۱/ ۱۴۲۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کپڑے تہہ کرنے سے متعلق ایک حدیث کی تحقیق

سوال (۷۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک روایت ہے: **عن جابر رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: اطوو ثيابكم ترجع إليها أرواحها، فإن الشيطان إذا وجد الثوب مطويا لم يلبسه وإذا وجده منشورا لبسه.** (كنز العمال مكة المكرمة ۱۵/ ۱۳۰، حديث: ۴۱۰۹۱)

یعنی شیطان تمہارے کپڑے استعمال کرتا ہے، جب تم میں سے کوئی کپڑا اتارے تو اسے چاہئے کہ لپیٹ کر تہہ لگا کر رکھے، اس حدیث کے بارے میں تحقیق مطلوب ہے کہ یہ صحیح ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: مذکورہ روایت "المعجم الأوسط للطبراني" مکتبہ ریاض ۶/ ۳۲۸، حدیث نمبر ۵۶۹۸ پر موجود ہے، اس کی سند میں ایک راوی عمر بن موسیٰ بن وجیہ نہایت ضعیف، وضاع اور غیر معتبر ہے، ابوحاتم نے اس کے بارے میں "متروک الحدیث وذاہب الحدیث" کے الفاظ استعمال کئے ہیں اور کہا یہ حدیثیں گڑھا کرتا تھا، لہٰذا یہ روایت ناقابل اعتبار ہے۔

هذا الحديث في إسناده عمر بن موسى بن وجيه وهو وضاع فقد ترجم له ابن أبي حاتم، وقال: سألت أبي عن عمر بن موسى، فقال: متروك الحديث، ذاهب الحديث كان يضع الحديث. (هامش المعجم الاوسط ۶/ ۳۲۸) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۲۵/۶/۱۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

"أَصْحَابِيْ كَالنُّجُوْمِ" اور "فاطمة سيدة نساء أهل الجنة" اور "سيدا شباب أهل الجنة الحسن والحسين" احادیث کی تحقیق

سوال (۷۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ:حدیث ’’أصحابي کالنجوم فبأیهم اقتدیتم اهتدیتم، وفاطمة سیدة نساء أهل الجنة، سیدا شباب أهل الجنة الحسن والحسین‘‘ مذکورہ روایتوں کے بارے میں زید کا کہنا ہے کہ یہ ضعیف حدیث ہیں، ان سے استدلال درست ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حدیث:’’أصحابي کالنجوم‘‘ سنداً ضعیف ہے، لیکن معنیً درست ہے، مسلم شریف کی روایت النجوم أمنة للسماء إلی آخره سے اس کے معنی کی تائید ہوتی ہے۔

وقد ذکره ابن حجر العسقلاني عن البیهقي أنه قال: أن حدیث مسلم یؤدي بعض معناه، یعني قوله صلی اللّٰه علیه وسلم: النجوم أمنة للسماء الحدیث، قال ابن حجر صدق البیهقي هو یؤدي صحة التشبه نساء أهل الجنة.

اور حدیث: ’’فاطمة سیدة نساء أهل الجنة‘‘ اور’’سیدا شباب أهل الجنة الحسن والحسین‘‘ معمولی ردوبدل کے ساتھ ثابت ہیں۔ فضائل میں ان روایات سے استدلال کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

عن حذیفة رضی اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: نزل ملک من السماء فاستأذن اللّٰه أن یسلم علي لم ینزل قبلها، فبشرني أن فاطمة سیدة نساء أهل الجنة، قال حاکم: هذا حدیث صحیح الإسناد ولم یخرجاه. (المستدرك علی الصحیحین ۱٦٤/۳، رقم: ٤۷۲۱)

ومثله قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: استأذن ربه أن یسلم علی ویبشرني بأن فاطمة سیدة نساء أهل الجنة، وأن الحسن والحسین سیدا شباب أهل الجنة، وقال الترمذی: هذا حدیث حسن غریب. (سنن الترمذي ۲۱۸/۲، مشکوة ۵۷۱)

وعن أبي سعید الخدري رضي اللّٰه عنه عن النبي صلی اللّٰه علیه وسلم أنه قال: الحسن والحسین سیدا شباب أهل الجنة إلا ابنی الخالة، وقال الحاکم:

هذا حديث قد صح من أوجه كثيرة، و أنا أتعجب أنهما لم يخر جاه. (المستدرك على الصحيحين ۱۸۲/۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۱/۲/۱۴۲۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

"اُطْلُبُوْا الْعِلْمَ وَلَوْ كَانَ بِالصِّيْنِ" کی تحقیق

سوال (۷۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: "أطلبوا العلم ولو كان بالصين" اس حدیث کی حیثیت کیا ہے، صحیح یا موضوع؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: اس حدیث کا متن مشہور ہے؛ لیکن سند ضعیف ہے، یہ حدیث بیہقی، عقیلی، ابن عدی اور ابن عبدالبرؒ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی سند سے نقل کی ہے، اور "صاحب السراج المنیر" نے اسے حسن لغیرہ قرار دیا ہے؛ لہٰذا اسے بے اصل نہیں کہا جاسکتا۔ پوری حدیث ملاحظہ فرمائیں:

عن أنس بن مالك رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أطلبوا العلم ولو بالصين؛ فإن طلب العلم فريضة على كل مسلم، هٰذا الحديث شبه مشهور وإسناده ضعيف. (شعب الإيمان بيهقي ۲۵٤/۲ رقم: ۱٦٦۳، كنز العمال ٦۰/۱۰ رقم: ۲۸٦۹٤، جامع بيان العلم وفضله لابن عبد البر القرطبي ۸)

اطلبوا العلم الشرعي ولو بالصين مبالغة في البعد فإن العلم فريضة على كل مسلم أي فرض عين أو فرض كفاية عق، عد، هب، وابن عبد البر ابو عمر وفي كتاب فضل العلم كلهم عن انس بن مالك وهو حديث حسن لغيره.

(السراج المنير مطبوعه مدينه منوره ۲۲۸/۱، احسن الفتاویٰ ۵۳/۲٤)

قال الإمام العجلوني: رواه البيهقي والخطيب وابن عبد البر والديلمي

وغيرهم عن أنس، وهو ضعيف؛ بل قال ابن حبان باطل، وذكره ابن الجوزي في الموضوعات ونوزع بقول الحافظ المزي له طرق ربما يصل بمجموعها إلى الحسن، ويقول الذهبي في تلخيص الواهيات: روي من عدة طرق واهية وبعضها صالح. (كشف الخفاء ومزيل الإلباس ١٢٤/١، المقاصد الحسنة في بيان كثير من الأحاديث المشتهرة على الألسنة للشيخ عبد الرحمن السخاوي ٨٥ بيروت) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۳/۷/۲۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

''تَخَلَّقُوْا بِأَخْلاَقِ اللّٰهِ'' کا مطلب؟

سوال (۷۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: یہ حکم ہے کہ ''تَخَلَّقُوْا بِأَخْلاَقِ اللّٰهِ'' یعنی اللہ کے اخلاق پیدا کرو تو اس پر اشکال یہ ہے کہ پھر تو انسان کو کبر بھی اختیار کرنا چاہئے؛ کیوں کہ ''المتکبر'' بھی اللہ کی صفت ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اللہ کے اخلاق پیدا کرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اخلاق جن سے انسان متصف ہوسکتا ہے، مثلاً: حلم ومروت، رحم دلی وغیرہ، ان میں اللہ رب العالمین کے اخلاق اختیار کرو، رہ گئے وہ اخلاق جو صرف اللہ تعالیٰ ہی کو زیب دیتے ہیں اور ان میں اللہ کے ساتھ کوئی مخلوق شریک نہیں ہوسکتی انہیں اختیار کرنے کا حکم نہیں ہے۔ یہی حال صفت کبر کا بھی ہے کہ حقیقت میں کبریائی اللہ تعالیٰ ہی کی شان ہے، کوئی آدمی اس صفت میں اللہ تعالیٰ کی کسی بھی درجہ میں برابری نہیں کرسکتا۔

ارشاد ربانی ہے: ﴿وَلَهُ الْكِبْرِيَآءُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ [الحدید:] اور اسی کے لئے ہے بڑائی آسمانوں اور زمین میں اور وہ زبردست ہے حکمت والا ہے۔ اور حدیث نبوی ہے: يقول اللّٰه تبارك وتعالىٰ: الكبرياء ردائي والعظمة إزاري فمن نازعني واحداً منها أدخلته النار. (مشکوٰۃ المصابیح ۴۳۳/۲)

وقـد أخـرج مثلـه مسـلم في صحيحه بسنده عن أبي هريرة مرفوعاً. (رقم: ٢٦٢٠، سنن ابن ماجة رقم: ٤١٧٤، مسند أحمد ٢/٤١٤)

یعنی اللہ تعالیٰ ارشادفرماتا ہے کہ کبریائی میری چادراورعظمت میری ازار ہے ان میں سے جس کے بارے میں کوئی مجھ سے جھگڑا کرے تو میں اسے جہنم میں داخل کروں گا۔ حاصل یہ ہے کہ حقیقی کبرصرف اللہ کوزیب دیتا ہے کوئی انسان اگر تکبر کرے تو وہ جھوٹ ہی ہوگا، حقیقت ہو ہی نہیں سکتی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۳/۱۲/۲ھ

”خَيْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِيْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ“ کی تحقیق

سوال (۸۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے یہاں عامۃً خطبہ ثانیہ میں یہ حدیث پڑھی جاتی ہے: ”خَيْـرُ الْـقُـرُوْنِ قَـرْنِـيْ ثُـمَّ الَّـذِيْـنَ يَـلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ“ مگر حدیث کی مشہور کتابوں میں روایت مذکورہ الفاظ سے مجھے باوجود بسیار تلاش کے نہیں ملے، کتبِ احادیث میں مختلف الفاظ سے یہ حدیث مروی ہے، کچھ روایات مع حوالہ نقل کرتا ہوں۔

قـال الـنبـي صلى الله عليه وسلم: خيركم قرني ثم الذين يلونهم ثم الذين يلونهم. (صحيح البخاري ١/٣٦٢)

دوسری جگہ بخاری ہی میں **خيـر أمتي قرني** اور **خيـر الـناس قرني** کے الفاظ ہیں۔ (بخاری شریف ۱/۵۱۵)

امام مسلم نے بھی صحیح مسلم میں مختلف الفاظ سے اس حدیث کو نقل کیا ہے: **سـئـل رسـول الله صلى الله عليه وسلم أي الناس خير؟ قال قرني ثم الذين يلونهم.**

(٢) خير الناس قرني.

(٣) خير أمتي قرني الذي بعثت فيهم.

(٤) إن خير كم قرني.

(٥) خير هٰذه الأمة القرن الذي بعثت فيهم.

(٦) أي الناس خير؟ قال القرن الذين أنا فيه. (صحيح مسلم ٢/ ٣٠٩)

مشکوٰۃ میں بھی یہ حدیث آئی ہے: **خير الناس قرني.** (مشكوٰة المصابيح ٣٢٧)

خير أمتي قرني. (٥٥٣)

أكرموا أصحابي فإنهم خيار كم. (٥٥٤)

شارح مشکوٰۃ ملا علی قاریؒ رقم طراز ہیں: **ورواه أحمد والترمذي ورواه الطبراني عند بلفظ خير الناس. وروى الطبراني والحاكم في مستدركه عن جعدة بن هبيرة ولفظه: خير الناس قرني.** (مرقاة المفاتيح ٧/ ٢٥٦)

دوسری جگہ تحریر فرماتے ہیں: **وروى أحمد والشيخان والترمذي عن ابن مسعود ولفظه خير الناس.** (١١/ ٢٧٧)

ملا علی قاریؒ مرقاۃ میں ان الفاظ سے یہ حدیث لائے ہیں، مگر شرح فقہ اکبر میں ایک جگہ **خير القرون قرني** کے الفاظ ذکر کئے گئے ہیں، اور کوئی حوالہ نہیں دیا۔ (۱۰۲)

ترمذی شریف کی روایت **خير الناس** کا لفظ ہے۔ (٢/ ٢٢٥)

جامع صغیر (۲/۹) اور اس کی شرح فیض القدیر (۳/۴۷۸-۴۸۳) میں **خير الناس** اور **خير أمتي** کے الفاظ ہیں۔

شیخ علی متقی ہندی نے بھی کنز العمال (۱۱/۵۲۶) میں **خير الناس خير أمتي** اور **خير كم قرني** کے الفاظ سے چند روایات نقل کی ہیں۔

ان مذکورہ روایات میں کوئی ایک روایت بھی **خير القرون قرني** کے الفاظ سے مجھے نہیں ملی۔ حکیم الامت حضرت تھانویؒ نے اپنے خطبہ میں **خير أمتي قرني** کے لفظ سے یہ حدیث ذکر فرمائی ہے، (خطبات الاحکام ۸۰)

اگر آنجناب کی نظر سے اس لفظ کی کوئی روایت گذری ہوتو مع حوالہ تحریر فرمائیں؟ اور اگر نہ ہوتو ہمارے یہاں خیر القرون خطبہ میں پڑھنا کیسا ہے؟ روایت بالمعنی کا کیا مطلب ہے اور کہاں اس کا استعمال ہوسکتا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: یہاں بھی کافی تلاش وجستجو کی گئی، مگر کسی روایت میں "خیر القرون قرني" کے الفاظ نہیں ملے، گوکہ مفہوم کے لحاظ سے یہ الفاظ صحیح ہیں، مگر بہتر یہ ہے کہ حدیث میں وارد بعینہٖ الفاظ ہی کا اہتمام رکھا جائے اور کامل معرفت رکھنے والے شخص کے لئے روایت بالمعنی کی گوکہ اجازت ہے، مگر اسے بھی اخیر میں او کما قال جیسے الفاظ کہہ دینے چاہئیں۔

وقد قدمناه في الفصول السابعة الخلاف في جواز الرواية بالمعنى لمن هو كامل المعرفة، قال العلماء: ويستحب لمن روى بالمعنى أن يقول بعده "أو كما قال'' أو نحو هٰذا كما فعلته الصحابة فمن بعدهم. واللّٰه اعلم (نووي على مسلم ۱/ ۸) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱/ ۷/ ۱۴۱۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

''مسجد مؤمن کے لئے ایسی ہے جیسے مچھلی کے لئے پانی'' حدیث کی تحقیق

سوال (۸۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک دوسری حدیث بیان کی کہ مؤمن کے لئے مسجدیں ایسی ہیں جیسے مچھلی کے لئے پانی، مسجد کے باہر ایسا لگتا ہے جیسا کہ خشکی پر مچھلی کو اور منافق اور فاسق کو مسجد میں ایسا لگتا ہے جیسے کہ طوطا کو قفس میں اور دیگر چڑیوں کو قفس میں۔ اس حدیث کی مع الفاظ وسند کے جواب مطلوب ہے۔

باسمہٖ سبحانہ وتعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مؤمن کے لئے مسجد کا ایسا ہونا جیسا مچھلی کے لئے پانی

ہوتا ہے الخ۔ اس مضمون کی حدیث ہمیں نہیں ملی؛ البتہ ملا علی قاریؒ نے حدیث: ''**رجل قلبه معلق بالمساجد**'' کی شرح کرتے ہوئے اس بات کا ذکر کیا ہے، مگر اس کے حدیث ہونے کی صراحت نہیں ہے۔

قال في المرقاة: لأن المؤمن في المسجد كالسمك في الماء والمنافق في المسجد كالطير في القفص. (مرقاة المفاتيح ۲/ ۳۷۹ رقم: ۷۰۱ بیروت) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۹/۷/۱۴۱۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

''خير القرون قرني'' اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے والی حدیث میں مطابقت

سوال (۸۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: حدیث میں ہے: ''**خير القرون قرني ثم الذين يلونهم ثم الذين يلونهم**'' اور یہ بھی ہے کہ ایک زمانہ ایسا آوے گا جب کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لاویں گے کہ ساری دنیا کے لوگ ایمان لے آویں گے، بظاہر ان روایات میں جو تعارض محسوس ہو رہا ہے، اس کا دفاع کیسے ہو؟ بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود مسعود ہونے کے سبب وہ زمانہ سب سے بہتر ہے؛ لیکن بعد کے زمانوں میں بھی ہر گزرا ہوا زمانہ آنے والے سے بہتر ہے اور ہر آنے والا زمانہ گزرے ہوئے زمانے سے بدتر ہے، جیسا کہ وارد ہوا تو سمجھ میں نہیں آتا کہ جب آنے والا مذکورہ زمانے میں ایمان ہی ایمان ہوگا تو آج جیسے پرفتن دور سے وہ بدتر کیسے ہوسکتا ہے، برائے کرم تفصیل ملحوظ رکھیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: آپ کے اشکال کے محدثین نے دو جواب دئے ہیں:

(۱) حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا کہ یہ بات کہ ہر آنے والا زمانہ گذرے ہوئے کے مقابلہ میں بدتر ہوتا ہے، یہ مطلق نہیں ہے؛ بلکہ اکثر اور اغلب کے اعتبار سے ہے، لہٰذا اگر اتفاقاً کبھی آنے والا وقت پہلے سے بہتر ہوجائے تو وہ اس کے معارض نہیں۔

(۲) علامہ کرمانیؒ اور حافظ ابن حجرؒ وغیرہ نے یہ جواب دیا ہے کہ ”ہر آنے والے زمانہ کا پہلے سے بدتر ہونے“ کا ضابطہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری سے پہلے تک ہے، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بعد جو حالت پیش آئے گی اس کا حکم الگ اور مستقل ہے، لہٰذا کوئی تعارض نہ رہا۔

قال أتينا أنس بن مالك فشكونا مايلقون من الحجاج، فقال: اصبروا فإنه يأتي عليكم زمان إلا والذي بعده أشر منه حتى تلقوا ربكم، سمعته من نبيكم صلى الله عليه وسلم، وقد استشكل هذا الإطلاق مع أن بعض الأزمنة تكون في الشر دون التي قبلها، وقد حمله الحسن البصرى على الأكثر الأغلب...... وأجاب الكرماني إلى أن يكون المراد بالأزمنة ما قبل وجود العلامات العظام كالدجال وما بعده، ويكون المراد بالأزمنة المتفاضلة في الشر من زمن الحجاج، فما بعده إلى زمن الدجال، وأما زمن عيسى عليه السلام فله حكم مستأنف. (فتح الباري، كتاب الفتن ۱۳/ ۲۱) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ ۱۸/۶/ ۱۴۲۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ساتوں آسمانوں پر عمل کے پرکھے جانے والی حدیث

سوال (۸۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیمیائے سعادت میں ایک حدیث ہے، کہ اللہ تعالیٰ نے جب ساتوں آسمان بنائے تو اس کے ساتھ ہی سات فرشتے پیدا کئے، اور ہر آسمان پر ایک ایک فرشتہ متعین فرمایا، جب بندہ کے اعمال اوپر جاتے ہیں تو پہلے آسمان کا فرشتہ عامل کو دیکھتا ہے، مثلاً اگر وہ متکبر ہو تو اس کا عمل واپس کر دیتا ہے، اور اگر متکبر نہ ہو تو پہلے آسمان سے اوپر عمل جاتا ہے، اور دوسرے آسمان کا فرشتہ پرکھتا ہے کہ عالم اگر حاسد ہو تو اس کا عمل وہاں سے واپس کر دیتا ہے۔ اسی طرح اخلاص وغیرہ چیزوں کا ہر آسمان پر پرکھا جاتا ہے، ان تمام آسمانوں میں چیک ہونے کے بعد وہ عمل قبولیت کے لئے ادھر

جاتا ہے،تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہ حدیث کس درجہ کی ہے،اوراس کی سند وحوالہ مطلوب ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جس مضمون کی حدیث آپ نے ذکر کی ہے، اسے محدثین نے موضوع قرار دیا ہے۔

هذا الحديث موضوع والأول – مشهور بأحمد بن عبد اللّٰه الجويباري رواه عن يحيى بن سلام الأفريقي عن ثور بن يزيد وسرقة من الجويباري عبد اللّٰه بن وهب النسوي – نسبه ابن وهبان إلى وضع الحديث. (اللآلي المصنوعة ٥١٦)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۴؍۷؍۱۴۲۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

درج ذیل حدیثوں کی تخریج

سوال (۸۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میری ایک کتاب ''استاذ ایک عظیم شخصیت'' ہے اس کتاب میں ذیل کی دو حدیثوں کو شامل کرنا چاہتا ہوں، مگر ان دونوں حدیثوں کی صحت وحوالہ کا علم نہیں، از راہ کرم دونوں حدیثوں کی صحت اور حوالہ اور عربی متن تحریر فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

حدیث نمبر۱:- حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے تین باپ ہیں: ایک وہ جو تمہیں عدم سے وجود میں لایا، دوسرا وہ جس نے تمہیں اپنی بیٹی دی، اور تیسرا وہ جس نے تمہیں علم سکھایا، اور میرے نزدیک تیسرا پہلے دونوں سے افضل ہے۔

حدیث نمبر۲:- حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنے استاذ کو حقیر سمجھتا ہے اسے اللہ بارہ بلاؤں میں مبتلا کر دیتا ہے: (۱) وہ شخص جو کچھ حاصل کرے گا بھول جائے گا (۲) اس کی عمر کم ہوگی (۳) اس کا رزق جاتا رہے گا (۴) اس کے چہرہ سے نیکی اور سعادت کی رونق دور

ہو جائے گی (۵) عبادت الٰہی کی اس کو توفیق نہ ہوگی (٦) شیطان کے مکروفریب میں ہمیشہ مبتلا رہے گا (۷) معرفت الٰہی کے لئے اس کا دل حاضر نہ ہوگا (۸) دنیا سے بغیر ایمان کے اٹھے گا (۹) جانکنی کے وقت اس کی زبان کلمہ شہادت کے لئے گونگی ہوجائے گی (۱۰) اس کی قبر اتنی تنگی کردی جائے گی کہ اس کی ہڈیاں چکنا چور ہوجائیں گی (۱۱) فاسق اور بدکاروں کے زمرے میں اس کا حشر ہوگا (۱۲) ہمیشہ دوزخ میں رہے گا، ایک مرتبہ پھر آپ سے گذارش ہے کہ جواب عنایت فرمائیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جن دو روایات کے بارے میں آپ نے تحقیق طلب کی ہے تلاش بسیار کے باوجود اس طرح کی کوئی صحیح یا ضعیف روایت نظر سے نہیں گذری، اغلب یہ ہے کہ یہ بعض علماء کے اقوال ہیں، جن پر حدیث کا لیبل لگادیا گیا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۹/۳/۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ایک حدیث کی تحقیق

سوال (۸۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: داعی الی اللہ مولانا شمیم صاحب دیوریاوی تبلیغی اجتماع عام سے کہ ۲۰۰٦ء میں وعظ کے دوران فرمایا کہ ایک روز حضور علیہ السلام نے حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ جاؤ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو بلا لاؤ، وہ گئے تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کھانا تناول فرمارہے تھے، حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ نے آکر فرمایا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کھانا تناول فرما رہے ہیں، اس طرح سے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ سہ بارہ حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ کو بھیجا، تو حضرت امیر معاویہ تب بھی کھانا تناول فرمارہے تھے، آکر جواب دیا کہ اب بھی کھانا تناول فرمارہے ہیں، یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''جا امیر معاویہ کا پیٹ کبھی نہیں بھرے گا'' یہاں تک کہ امیر معاویہ کے دسترخوان پر دس دس ہزار آدمی کھانا خوب سیراب ہوکر

فارغ ہوجاتے اور امیر معاویہ کھاتے ہی رہتے کہ جبڑوں کی نسیں تن جاتی، جبڑے درد کرنے لگتے، مگر پیٹ نہیں بھرتا، تو کیا یہ واقعہ صحیح ہے، اگر صحیح ہے تو اس طرح سے نبی علیہ السلام نے بددعا کیوں فرمائی؟ آپ رؤف ورحیم وکریم تھے؟ مع حوالہ حدیث وکتب ارشاد فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مذکورہ واقعہ صحیح روایات میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے مروی ہے، اور یہ بات بھی صحیح ہے کہ پیغمبر علیہ السلام نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ فرمایا کہ ’’ان کو کبھی بھوک سے سیری نہ ہو‘‘ لیکن اس سے آگے جو بات کہی گئی کہ ’’حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دسترخوان پر دس دس ہزار آدمی کھانا کھالیتے، اور آپ کھاتے ہی رہتے؛ تا آنکہ جباڑے کی نسیں تن جاتیں‘‘ وغیرہ یہ بات ہماری نظر سے کہیں نہیں گزری ہے، بظاہر یہ خلافِ واقعہ اور مبالغہ پر مبنی ہے، اور ایک صحابی رسول کی تنقیص ہے، جس کو بیان کرنے سے احتراز لازم ہے، اور رہ گئی پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ بات کہ ’’ان کو بھوک سے کبھی سیری نہ ہو‘‘ تو اس بارے میں یہ یاد رکھنا چاہئے کہ جس مؤمن کے متعلق بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی ایسا کلمہ اچانک کسی تاثیر کی وجہ سے فرمایا ہے، تو بعد میں خود اس کے حق میں یہ بھی فرمایا کہ ’’اے اللہ! میں ایک انسان ہوں، مجھے بھی اسی طرح غصہ آتا ہے، جیسا کہ عام انسانوں کو آتا ہے، اس لئے غصہ میں اگر میں نے کسی مؤمن کو کوئی نازیبا کلمہ کہہ دیا ہو، یا کوڑا مار دیا ہو، تو میرے اس قول وعمل کو اس کے حق میں کفارۂ سیئات اور ذریعہ رحمت اور تقربِ خداوندی کا موجب بنادے‘‘، اس دعا کے اعتبار سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد فرمودہ جملہ انجام کے اعتبار سے ان کے حق میں رحمت کا باعث ہے، اس لئے اس جملہ کو بنیاد بنا کر حضرت معاویہؓ کی شان میں تنقیص ہرگز جائز نہیں ہے۔

عن ابن عباس رضي اللّٰه عنه قال: كنت ألعب مع الصبيان، فجاء رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم، فتواريت خلف باب، قال: فجاء فخطاني خطأة،

وقـال: إذهـب أدع لـي مـعـاوية، قـال: فجئت فقلت: هو يأكل، قال: ثم قال لي: إذهـب، فـادع لي معاوية، قال: فجئت فقلت: هو يأكل فقال: لا أشبع اللّٰه بطنه. (صحيح مسلم، كتاب البر والصلة / باب من لعنه النبي ﷺ وليس هو أهلاً لذلك ۳۲٤/۲-۳۲۵ رقم: ۲٦۰٤)

عن أبي هريرة رضـي الـلّٰـه عـنه يقول: سمعت رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسـلـم يـقـول: إنـمـا مـحـمـد بشر يغضب كما يغضب البشر، وإني قد اتخذت عـنـدک عـهـداً لـم تـخـلـفنيه، فأيما مؤمن آذيته، أو سببته، أو جدلته، فجعلها له كفارة وقربة، تقربه بها إليک يوم القيامة. (صحيح مسلم، كتاب البر والصلة / باب من لعنه النبي ﷺ وليس هو أهلاً لذلك ۳۲٤/۲ رقم: ۲٦۰٤) **فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۱/۶/۱۴۲۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

"طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ" کا ترجمہ ومطلب

سوال (۸۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک عالم دین نے حدیث: "طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ وَمُسْلِمَةٍ" کا ترجمہ ''ہر مسلمان مرد وعورت پر اتنا علم سیکھنا فرض ہے جس کے ذریعہ وہ حلال وحرام کو پہچان سکے'' کیا ہے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس کو صرف ترجمہ کہیں گے یا صرف مفہوم کہیں گے، یا دونوں (ترجمہ ومفہوم) کہیں گے؟ وضاحت فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: "طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ" کا ترجمہ کرتے ہوئے مذکورہ عالم دین صاحب کا یہ فرمانا کہ ''ہر مسلمان مرد وعورت پر اتنا علم سیکھنا فرض ہے جس کے ذریعہ وہ حلال وحرام کو پہچان سکے'' بالکل درست ہے۔ اور یہ حدیث بالا کا مطلب خیز ترجمہ کہلائے جانے کے لائق ہے؛ کیوں کہ شریعت کی نظر میں محض جان لینے کا نام علم نہیں ہے؛ بلکہ

علم سے وہی علم شرعی مراد ہے جو قرآن وسنت سے ماخوذ ہو، اس سلسلہ کی ضروری معلومات کو جاننا ہر مسلمان پر فرض ہے، واضح رہے کہ الفاظ حدیث میں ''ومسلمة'' کی زیادتی ثابت نہیں ہے؛ لیکن مسلم کے مفہوم میں مسلمہ بھی داخل ہے۔

عن أنس رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: طلب العلم فریضة علی کل مسلم. (سنن بن ماجة رقم: ٢٢٤، مشكوة المصابيح ٣٤/١، رقم: ٢١٨)

قال الشراح: المراد بالعلم مالا مندوحة للعبد من تعلمه كمعرفة الصانع، والعلم بوحدانية ونبوة ورسالة وكيفية الصلاة، فإن تعلمه فرض عين. (مرقاة المفاتيح أشرفيه ٢٨٤/١، بيروت ٤٣٤/١)

وقد ألحق بعض المصنفين بأخر الحديث و"مسلمة" وليس لها ذكر في شيء من طرقه. (مرقاة المفاتيح ٢٨٥/١)

وفرض على كل مكلف ومكلفة بعد تعلمه علم الدين والهداية تعلم علم الوضوء والغسل والصلاة والصوم، وعلم الزكوة لمن له نصاب والحج لمن وجب عليه، والبيوع على التجار، ليتحرزوا عن الشبهات والمكروهات في سائر المعاملات. (شامی زکریا ١٢٥/١-١٢٦) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۲/۶/۲۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

''مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ'' کی تخریج

سوال (۸۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: یہ کلمات: ''مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ'' حدیث میں سے ہیں یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: یہ حدیث موضوع ہے۔

''مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ''. قال ابن تيمية: موضوع، وقال النووي ليس بثابت. (كشف الخفاء ٢/٢٣٤)

قال أبو المظفر بن السمعاني في الكلام على التحسين والتقبيح العقلي من القواطع: إنه لا يعرف مرفوعاً، وإنما يحكى عن يحيى بن معاذ الرازي يعني من قوله، وكذا قال النووي: إنه ليس بثابت. (المقاصد الحسنة ٤٨١، رقم: ١١٤٧)

وقال السيوطي: هٰذا الحديث ليس بصحيح. (الموضوعات: ٢٠٣، الحاوي للفتاوي ٢/٢٦٢)

وقال الإمام ابن الجوزي: والصغاني والسيوطي والشيخ طاهر الفتني وعلي القاري والشيخ العجلوني: إنه موضوع. (كشف الخفاء ٢/٢٦٢، موضوعات الصغاني ٢/١، الدرر المنتشرة ١٨/١، تذكرة الموضوعات، موضوعات الصغرىٰ رقم: ١٨٩، موضوعات كبرىٰ ٢٣٨، أسنى المطالب ٢٣٤، مستفاد: عمدة الأقاويل في تحقيق الأباطيل ٣٥٦-٣٥٨) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۳۰/۴/۱۴۳۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

''تَعَلَّمْنَا الإِيْمَانَ قَبْلَ تَعَلُّمِنَا الْقُرْآنِ'' کی تخریج

سوال (۸۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مندرجہ کلمات: ''تَعَلَّمْنَا الإِيْمَانَ قَبْلَ تَعَلُّمِنَا الْقُرْآنِ'' حدیث میں سے ہیں یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بعض صحابہ کا مقولہ ہے اور روایت صحیح ہے، جو ذیل میں صحیح الفاظ کی ترتیب کے ساتھ نقل کی جاتی ہے۔

عن جندب البجلي رضي اللّٰه عنه قال: كنا فتيانا خزاورة مع نبينا صلى اللّٰه عليه وسلم فتعلمنا الإيمان قبل أن نتعلم القرآن ثم تعلمنا القرآن فازددنا به إيماناً

وإنكم اليوم تعلمون القرآن قبل الإيمان. (شعب الإيمان بيهقي ٧٦/١ رقم: ٥١، ابن ماجة ٦١)

وقال في الزوائد: إسناد هٰذا الحديث صحيح ورجاله ثقات. (مصباح الزجاجة في زوائد ابن ماجة لأبي بكر البوصيري على هامش سنن ابن ماجة ٣٤ رقم: ٣١ بيروت)

اورحدیث کا مطلب یہ ہے کہ قرآنِ کریم کی تلاوت محض رسماً نہیں ہونی چاہئے؛ بلکہ کامل ایمان ویقین کے ساتھ قرآن کریم کی تلاوت کرنی چاہئے، یعنی جبھی تلاوت کا صحیح نفع ظاہر ہوگا اور ایمان کی کیفیت میں اضافہ ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۳۰/۴/۱۴۳۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

’’أُطْلُبُوْا الْعِلْمَ مِنَ الْمَهْدِ إِلَى اللَّحْدِ‘‘ کی تخریج

سوال (۸۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: یہ کلمات: ’’أُطْلُبُوْا الْعِلْمَ مِنَ الْمَهْدِ إِلَى اللَّحْدِ‘‘ حدیث میں سے ہیں یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حدیث کے یہ الفاظ کہیں نظر سے نہیں گذرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۳۰/۴/۱۴۳۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

ایک حدیث کی تحقیق

سوال (۹۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ’’تیری وجہ سے ایک آدمی کو ہدایت مل جائے، تیری نجات کے لئے کافی ہے‘‘ یہ حدیث کس کتاب میں موجود ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صحیح احادیث میں ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کسی شخص کو ایک

آدمی کی بھی ہدایت کا ذریعہ بنادے تو یہ اس کے لئے دنیا وجہان کی دولت سے بڑھ کر ہے، اور بعض روایات میں ہے کہ سرخ اونٹوں (جسے عرب میں بہت قیمتی مال خیال کیا جاتا تھا) سے بڑھ کر ہے، اور آپ نے سوال میں جو الفاظ لکھے ہیں کہ ''تیری وجہ سے ایک آدمی کو ہدایت مل جائے، تیری نجات کے لئے کافی ہے'' بعینہٖ اسی الفاظ کے ساتھ یہ روایت نظر سے نہیں گذری۔

وفي حديث طويل: وأخبرهم بما يجب عليهم من حق الله فيه، فو الله لأن يهدي الله بك رجلاً واحداً خيرٌ لك من أن يكون لك حمر النعم.

(صحيح البخاري ٦٠٦/٢، صحيح مسلم ٢٧٩/٢)

يا معاذ! أن يهدي الله على يديك رجلاً من أهل الشرك خير لك من أن يكون لك حمر النعم. (مسند أحمد بن حنبل ٢٣٨/٥)

وفي حديث طويل: يا علي! لأن يهدي الله على يديك رجلاً خير لك مما طلعت عليه الشمس. (المعجم الكبير ٣٣٢/١ رقم: ٩٩٤)

عن أبي رافع قال: قال النبي صلى الله عليه وسلم: لأن يهدي الله عز وجل على يديك رجلاً خير لك مما طلعت عليه الشمس وغربت. (المعجم الكبير ٣١٥/١ رقم: ٩٣٠) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۳/۶/۲۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

''مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ'' کس کے حق میں فرمایا گیا؟

سوال (۹۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ''مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ'' کس نے کس کے لئے کس موقع پر کہاں کہا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع سے قبل ماہ رمضان ۱۰ھ میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تین سو آدمیوں پر سردار مقرر فرماکر یمن کی جانب

روانہ فرمایا تھا، قیام یمن کے دوران کچھ ساتھیوں کو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے شکایت ہوگئی، اس میں حضرت بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے، تو حضرت بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ نے واپسی کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شکایت کی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع سے واپس ہوتے ہوئے ''غدیر خم'' کے مقام پر خطبہ دیا، جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نسبت فرمایا: ''مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ'' (جس کا میں دوست ہوں علی بھی اس کے دوست ہیں) یعنی کوئی سچا مسلمان حضرت علی سے دشمنی نہیں کرسکتا، اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ اپنی محبت اور تعلق کا اظہار فرمایا؛ لیکن شیعہ حضرات اس حدیث سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے خلافت بلافصل پر استدلال کرتے ہیں، مگر ان کا یہ مبہم استدلال کسی طرح بھی درست نہیں ہے۔

أن بريدة بن الحصيب الأسلمي رضي اللّٰه عنه: روى صلى اللّٰه عليه وسلم نزل بغدير خم حين مراجعة حجة الوداع – وهو موضع بين مكة ومدينة – أخذ بيد علي رضي اللّٰه عنه وخاطب جماعة المسلمين الحاضرين فقال: يا معشر المسلمين! ألست أولى بكم من أنفسكم؟ قالوا: بلى! قال: من كنت مولاه فعلي مولاه. اللّٰهم وال من مولاه، وعاد من عاداه، قال الشيعة في تقرير الاستدلال بهذا الحديث: أن المولى بمعنى الأولى بالتصرف، وكونه أولى بالتصرف عين الإمامة. (تحفۂ اثنا عشريه ١٥٩، والحديث بتمامه أخرجه الإمام أحمد في مسنده ١١٩/١ رقم: ٩٦١) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۹/۶/۲۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

حدیث میں قرآن اور اہل بیت کو مضبوط پکڑنے کا مطلب؟

سوال (۹۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: کیا رسول اللہ ﷺ نے قرآن اور اہلِ بیت کو مضبوطی سے پکڑے رہنے کو کہا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کریم اور اہل بیت کے اتباع کی تاکید کی تھی، اور اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرات اہل بیت رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین سب کے سب اعلیٰ درجہ کے متبع سنت تھے، اس اعتبار سے ان کی اتباع بھی سنت ہی کی اتباع تھی، اس سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ اہل بیت کی طرف اگر کوئی ایسی بات منسوب ہو جو قرآن وسنت کے واضح حکم کے خلاف ہو، تو اس کا قطعاً اعتبار نہیں کیا جائے گا، پیغمبر علیہ السلام کے اہلِ بیت کے اتباع کے حکم کو آڑ بنا کر شیعوں نے حضرات اہل بیت کی طرف بہت سی ایسی باتیں منسوب کی ہیں جو قطعاً خلافِ واقعہ ہیں۔ حضرات اہل بیت اس طرح کی جھوٹی اور من گھڑت باتوں سے بالکل بری ہیں، اور امت کے لئے ایسی باتوں پر اعتماد کرنا جائز نہیں۔

عن زيد بن أرقم رضي الله عنه قال: قام رسول الله صلى الله عليه وسلم يوماً فينا خطيباً......، فقال: وأنا تارك فيكم ثقلين: أولهما كتاب الله فيه الهدى والنور، فخذوا بكتاب الله، واستمسكوا به، فحث على كتاب الله ورغّب فيه، ثم قال: وأهل بيتي، أذكركم الله أهل بيتي، أذكركم الله أهل بيتي، أذكركم الله أهل بيتي......الخ. (صحيح مسلم، فضائل الصحابة / باب فضائل عثمان رقم: ٦١٨١)

وحاصل هٰذا الحديث أن رسول الله صلى الله عليه وسلم ذكر ثقلين كتاب الله وأهل بيته، أما الأول: فقد أمر بالأخذ والاستمساك وأما الثاني: فقد أمر بمعرفة قدرهم وفضلهم وأداء حقوقهم. (تكملة فتح الملهم، فضائل الصحابة / باب فضائل عثمان رضي الله عنه ٥/ ١١٠ كراچی)

ولو ثبت هذا الحديث، فإنما يدل على كون إجماع أهل البيت حجة بشرط أن يثبت إجماعهم بطريق صحيح موثوق به، وقال الإمام ابن تيمية رحمه

اللّٰه في منهاج السنة ١٠٥/٤: وقد أجاب عنه طائفة بما يدل على أن أهل بيته كلهم لايجتمعون على الضلالة، قالوا: لكن أهل البيت لم يتفقوا – والله الحمد – على شيء من خصائص مذهب الرافضة، بل هم المبرؤون المنزهون عن التدنس بشيء منه، وقال بعد أسطر: أن النبي صلى الله عليه وسلم قال عن عترته: أنها والكتاب لن يفترقا حتى يردا عليه الحوض، وهو الصادق المصدوق، فيدل على أن إجماع العترة حجة، وهذا قول طائفة من أصحابنا.

(تکمله فتح الملهم، فضائل الصحابة / باب فضائل عثمان ﷺ ١١٣/٥) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۹/۶/۲۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

’’اِتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُوْمِ‘‘ کی دال کا اعراب

سوال (۹۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ’’اِتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُوْمِ الخ‘‘ اس حدیث میں لفظ ’’دَعوۃ‘‘ میں دال پر زبر ہے یا زیر ہے؟ ہم نے جہاں بھی پڑھا ہے دَعوۃ المظلوم پڑھا ہے، حضرت مفتی شبیر احمد صاحب کی کتاب میں اور آپ کی کتاب میں جہاں یہ حدیث لکھی ہے، دال کے زبر کے ساتھ لکھی ہے، مگر ایک علامہ جو مدرسہ شاہی کے افتاء سے فارغ ہیں، اور حضرت مفتی عبدالرحمٰن صاحب کے خاص شاگردوں میں ہیں، حضرت کی ہی نگرانی میں افتاء کی مشق کی ہے، فرماتے ہیں کہ یہ لفظ ’’دِعوة المظلوم‘‘ ہے دال کے زیر کے ساتھ بددعا کے معنی میں، آں محترم سے اس سلسلہ میں وضاحت مطلوب ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ’’اتّق دَعوة المظلوم میں دال پر زبر ہی صحیح ہے ’’دِعوة المظلوم‘‘ دال کے زیر کے ساتھ کا دعویٰ بلا دلیل ہے؛ اس لئے کہ لغت میں ’’دِعوۃٌ‘‘ دال کے زیر کے ساتھ دعویٰ نسب کے ساتھ خاص ہے، یہ بددعا کے معنی میں نہیں ہے، اگر مذکورہ عالم

صاحب کی تحقیق اس کے علاوہ ہو تو وہ ثبوت پیش فرمائیں۔

الدعوة: بكسر الدال وسكون العين ادعاء النسب الإقرار بالنسب. (لغة الفقهاء ۲۰۷) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۸/۶/۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

قیامت کے دن حافظ کے والدین کے سروں پر تاج رکھے جانے سے متعلق حدیث کی تحقیق

سوال (۹۴): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: لوگ اپنے وعظ وتقریر میں بڑے ذوق وشوق کے ساتھ یہ بیان کرتے ہیں، کہ کل قیامت کے دن اللہ تعالیٰ حافظ قرآن کے والدین کے سر پر ایک تاج رکھیں گے جس کی روشنی کی وجہ سے سورج کی روشنی ماند پڑجائے گی، کیا قرآن وحدیث یا دیگر معتبر کتابوں میں اس کا ثبوت ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: حدیث صحیح سے یہ بات ثابت ہے کہ قرآن پاک حفظ کرنے اس کے پڑھنے اور اس پر عمل کرنے کی برکت یہ ہے کہ حافظ باعمل کے والدین کو قیامت میں ایسا تاج پہنایا جائیگا، جس کی روشنی آفتاب کی روشنی سے بہت زیادہ ہوگی، حدیث ملاحظہ فرمائیں:

عن معاذ الجهني رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من قرأ القرآن وعمل بما فيه، ألبس والداه تاجاً يوم القيامة، ضوءه أحسن من ضوء الشمس في بيوت الدنيا، لو كانت فيكم، فما ظنكم بالذي عمل بهذا. (سنن أبي داؤد ۲۰۵/۱، مسند امام أحمد بن حنبل ۴۴۰/۳، مستدرك حاكم ۷۵۶/۱، حديث: ۲۰۸۵، وقال الحاكم هذا حديث صحيح الإسناد) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۰/۶/۲۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

''اِسۡتَحۡيُوۡا مِنَ اللّٰهِ حَقَّ الۡحَيَاءِ'' کی تخریج

سوال (۹۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: آنجناب نے ایک مرتبہ ٹانڈہ کی جامع مسجد میں بیان فرمایا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ: ''اللہ سے شرماؤ''، صحابہ تعجب سے سن رہے تھے، پھر حضور نے فرمایا سر کی حفاظت کرو، اور اس کے متعلقین کی حفاظت کرو، ان میں آنکھ ناک کان زبان شرع کے مطابق استعمال کرو، یہ اللہ سے شرمانا ہوا، اور ان کی حفاظت ہوئی، اور اس کے خلاف استعمال کرنا یہ اللہ سے شرمانا نہیں ہوا، حضرت والا کو یاددہانی کے لئے اتنا اشارہ کافی ہے، اس حدیث کی عبارت مع حرکت (اعراب) اور ترجمہ کے تحریر فرمائیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: آپ کی مطلوبہ روایت یہ ہے کہ: **عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ: اِسْتَحْيُوْا مِنَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ حَقَّ الْحَيَاءِ، قَالَ: قُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنَّا نَسْتَحْيِيْ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ قَالَ لَيْسَ ذٰلِكَ وَلٰكِنْ مَنِ اسْتَحْيٰ مِنَ اللّٰهِ حَقَّ الْحَيَاءِ، فَلْيَحْفَظِ الرَّأْسَ وَمَا حَوٰى وَلْيَحْفَظِ الْبَطْنَ وَمَا وَعٰى، وَلْيَذْكُرِ الْمَوْتَ وَالْبِلٰى، وَمَنْ أَرَادَ الآخِرَةَ تَرَكَ زِيْنَةَ الدُّنْيَا، فَمَنْ فَعَلَ ذٰلِكَ فَقَدْ اسْتَحْيَا مِنَ اللّٰهِ حَقَّ الْحَيَاءِ.** (مسند أحمد بن حنبل ۳۶۷۱ ومثله في سنن الترمذي، أبواب صفة القيامة ۲/ ۷۲ رقم: ۲۴۵۸: **وقال هٰذا حديث غريب**. (المستدرك للحاكم ۴/ ۳۲۳، المعجم الكبير للإمام الطبراني ۳/ ۲۴۶، والمعجم الصغير له ۱/ ۱۸۷، مجمع الزوائد ۱۰/ ۳۸۴، مشكوٰة شريف كتاب الجنائز ۱/ ۱۴۰ رقم: ۱۶۰۸) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۲۳/ ۱۱/ ۱۴۲۰ھ

کیا پیغمبر علیہ السلام دنیا کو ہتھیلی کی طرح دیکھتے ہیں؟

سوال (۹۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کو ایسے دیکھتے ہیں جیسے ہتھیلی، یہ حدیث کون سی کتاب میں ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ایک ضعیف حدیث سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ پیغمبر علیہ السلام کے سامنے اللہ تعالی نے دنیا کو مجلّٰی فرمادیا اور قیامت تک آنے والے واقعات سے آپ کو اجمالاً باخبر کردیا گیا، اوراس میں کوئی استبعاد نہیں؛ اس لئے کہ اللہ تعالی نے نبی اکرم ﷺ کو بطور معجزہ بذریعہ وحی بہت سی مغیبات کا علم فرمادیا تھا، اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ کو خودبخود علم غیب حاصل ہوگیا۔ مذکورہ روایت ''**کنز العمال، الفصل الرابع في معجزاته صلی اللّٰه علیه وسلم**'' علی ہامش مسند امام احمد ۴/۲۷۴ پر موجود ہے، اس کے الفاظ یہ ہیں:

عن ابن عساکر عن عبد اللّٰه بن معتب بن أبي بردة الظفري عن أبیه عن جده عن ربیعة بن عبد الرحمن مرسلا أن اللّٰه عزوجل رفع لي الدنیا، فأنا أنظر إلیها وإلی ما هو کائن فیها إلی یوم القیامة کما أنظر إلی کفي هذه جلیان من اللّٰه جلاه لنبیه کما جلاه للنبیین من قبله، عن نعیم بن حماد في الفتن عن ابن عمر وسنده ضعیف. (کنز العمال علی هامش مسند إمام أحمد ٤/ ٢٧٤) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۲۴/۶/۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نفاقِ عملی کی علامات

سوال (۹۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: فروری ۲۰۰۴ء کے ندائے شاہی ص: ۹ پر نفاق کی چار علامتیں بیان کی گئی ہیں، ان چاروں یا کسی ایک کے پائے جانے کی وجہ سے وہ شخص مسلمان رہتا ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مذکورہ حدیث میں نفاق سے مراد ''نفاق عملی'' ہے یعنی

اگر کوئی شخص مؤمن ہومگر ان عادات رذیلہ کا مرتکب ہوجائے تو وہ عمل میں منافقین کے مشابہ ہوگا، یہ مطلب نہیں کہ وہ بالکل اسلام ہی سے خارج ہوجائے گا۔

عن عبد اللّٰه بن عمرو رضي اللّٰه عنه عن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال: أربع من كن فيه كان منافقاً، ومن كانت فيه خصلة منهن كانت فيه خصلة من النفاق حتى يدعها، إذا حدّث كذب، وإذا وعد أخلف، وإذا خاصم فجر، وإذا عاهد غدر. (صحيح البخاري رقم: ٣٤، صحيح مسلم رقم: ١٠٧، سنن أبي داؤد رقم: ٤٦٨٨، سنن النسائي رقم: ٥٠٢٠، سنن الترمذي رقم: ٢٦٣٢، مسند أحمد ١٨٩/٢)

أو المراد بالنفاق النفاق العملي لا الإيماني. (حاشيه صحيح البخارى ١٠/١، فتح الباري بيروت ٩٠/١)

قال التوربشتي: من اجتمعت فيه هٰذه الخصال واستمرت فبالحري أن يكون منافقاً، وأما المؤمن المفتون بها فإنه لا يصر عليها، وإن وجدت فيه خصلة منها عدم الأخرى، قيل: ويحتمل أن يكون المراد كالمنافق بحذف أداة التشبيه مثل زيد أسد، ويحتمل أن يكون هٰذا مختصاً بأهل زمانه فإنه عليه الصلاة والسلام عرف بنور الوحي بواطن أحوالهم. (مرقاة المفاتيح ١٤١/١ بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۷/۶/۱۴۲۵ھ

فضائلِ اعمال میں ذکر کردہ چند واقعات کی تحقیق

سوال (۹۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: درج ذیل واقعات اور ان واقعات کو جھوٹا کہنے والے شخص کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

(۱) تبلیغی نصاب حکایاتِ صحابہ ۱۰۸/۹ پر حضرت عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کا ایک نوعمر بھتیجہ خذف کھیل رہا تھا، انہوں نے دیکھ کر فرمایا کہ برادر زادہ ایسا نہ کرو، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

نے ارشاد فرمایا کہ اس سے فائدہ کچھ نہیں نہ شکار ہوسکتا ہے نہ دشمن کو نقصان پہنچایا جاسکتا ہے، اور اتفاقاً کسی کے لگ جائے تو آنکھ پھوٹ جائے، دانت ٹوٹ جائے، بھتیجہ کم عمر تھا، اس نے جب چچا کو غافل دیکھا تو پھر کھیلنے لگا، انہوں نے پھر دیکھ لیا اور فرمایا کہ میں تجھے حضور ﷺ کا ارشاد سناتا ہوں تو پھر اسی کام کو کرتا ہے، خدا کی قسم تجھ سے کبھی بات نہیں کروں گا۔

(۲) فضائل صدقات ۲/۴۰۱ پر حضرت شقیق بلخی اپنے ایک استاذ ابوہاشم رمانی کی خدمت میں حاضر ہوئے، ان کی چادر کے کونہ میں کچھ بندھا ہوا تھا، ابوہاشم نے پوچھا یہ کیا ہے؟ عرض کیا کہ میرے ایک دوست نے چند بوز دئے تھے، میرا دل چاہتا ہے کہ آج شام کو آپ ان سے افطار کرلیں، ابو ہاشم نے کہا: شقیق تمہیں یہ امید ہے کہ آج رات تک زندہ رہوگے، میں تم کو ایسا نہیں سمجھتا تھا، اب میں تم سے کبھی نہ بولوں گا، یہ کہہ کر اندر چلے گئے اور کواڑ بند کر لئے۔

ایک شخص یہ کہتا ہے کہ مسلمان کو تین دن تک بول چال بند رکھنا منع ہے، اور یہاں ان واقعات میں معمولی بات پر بول چال بالکل بند کررہے ہیں، تو یہ واقعات سو فیصد میرے نزدیک جھوٹے ہیں، حالاں کہ ان صاحب کو مولانا صاحب نے سمجھایا؛ بلکہ وہ شخص یہ کہتا ہے کہ ان کتابوں میں ضعیف اور ناقابل اعتبار احادیث شریفہ ہیں، آپ یہ فرمائیں کہ یہ دونوں واقعات سچے ہیں یا جھوٹے، اور اگر یہ واقعات سچے ہیں تو پھر جھوٹا کہنے والا شخص اسلام کی رو سے کیسا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: یہ دونوں واقعات سچے ہیں اور معتبر کتابوں سے نقل کئے گئے ہیں، پہلا واقعہ مشکوٰۃ شریف ۱/۹۷ سے منقول ہے، اور دوسرا واقعہ احیاء العلوم سے نقل کیا گیا، اور یہ دونوں واقعات سلف صالحین کے دین کے بارے میں حد درجہ متصلب ہونے کی دلیل ہیں، یہ واقعے ''تین دن بول چال بند رکھنے'' والی حدیث کے خلاف نہیں ہیں، اس لئے کہ ممانعت کی حدیث کا محمل وہ صورت ہے جب کہ دنیوی وجہ سے بول چال بند ہو اور یہاں دینی وجہ سے بول چال بند کی گئی ہے، جو ممنوع نہیں؛ بلکہ پسندیدہ ہے۔ نیز بطور سزا اور برائے تنبیہ والد کا بچہ سے یا

استاذ کا شاگرد سے بول چال بند رکھنے کو بعض علماء نے ممانعت کی حدیث سے مستثنیٰ قرار دیا ہے۔ چناں چہ ملا علی قاریؒ ارشاد فرماتے ہیں:

قلت الأظهر أن يحمل نحو هٰذا الحديث على المتواضيين أو المستاويين بخلاف الوالد مع الولد والأستاذ مع تلميذه وعليه يحمل ما وقع من السلف والخلف لبعض الخلف. (مرقاة المفاتيح ٤/٧١٦)

لہٰذا جو صاحب فضائلِ اعمال کے ان واقعات پر شک کرتے ہیں وہ حق پر نہیں ہیں، بلا دلیل کسی حدیث یا واقعہ کو جھٹلانا نہایت نامناسب بات ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۴۱۳/۱۱/۳ھ

دین کے دسویں حصہ پر عمل والی حدیث

سوال (۹۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک حدیث احقر نے سنی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ سے ارشاد فرمایا کہ: تم اگر دین کے دسوں حصوں پر عمل کروگے اور اگر تم سے دین کا ایک حصہ بھی چھوٹ جائے گا، تو تم سے مؤاخذہ ہوگا، اور میرے بھائی جو بعد میں ہوں گے وہ اگر دین کی دس باتوں میں سے اگر ایک بات پر بھی عمل کرلیں گے تو نجات پا جائیں گے، اس حدیث کو عجوبہ کہتے ہیں ایک صاحب نے بیان کیا۔ اس حدیث کی مع الفاظ وسند کے جواب مطلوب ہے۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: دسویں حصہ پر عمل والی حدیث کو امام ترمذیؒ نے ''غریب'' کہہ کر نقل فرمایا ہے، اس کے الفاظ مع سند یہ ہیں:

حدثنا إبراهيم بن يعقوب الجوزجاني حدثنا نعيم بن حماد حدثنا سفيان بن عيينة عن أبي الزناد عن الأعرج عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه عن النبي صلى

الله عليه وسلم قال: إنكم في زمان من ترك منكم عشر ما أمر به هلك ثم يأتي زمان من عمل منهم بعشر ما أمر به نجا. (سنن الترمذي ۲/۵۲ رقم الحديث: ۲۲٦۷، مشکوٰة المصابيح ۳۱ رقم الحديث: ۱۷۰) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۹/۷/۱۴۱۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

حدیث جبرئیل میں "ثُمَّ وَضَعَ كَفَّيْهِ عَلٰى فَخِذَيْهِ" میں فَخِذَيْهِ کی ضمیر کا مرجع؟

سوال (۱۰۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مشکوٰۃ المصابیح کتاب الایمان حدیث جبرئیل علیہ السلام صفحہ ۱۱، "ثم وضع کفیه علی فخذیه"۔ فخذیه کی ضمیر کا مرجع کیا ہے؟ نیز علامہ عینی نے ضمیر کا مرجع نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ماننے پر زور دیا ہے، اور جبرئیل علیہ السلام کو معلم وشیخ مانا ہے، اور استدلال میں قرآن کی آیت: ﴿عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى﴾ اور حدیث: أتاکم یعلمکم دینکم پیش کی ہے، ان کا یہ استدلال کہاں تک صحیح ہے؟ اور اگر ان کی بات مان لی جائے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے احترام میں تو کوئی کمی نہیں آ رہی ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ثم وضع کفیه علی فخذیه، فخذیه کی ضمیر کے مرجع کے متعلق محدثین کی مختلف روایتیں ہیں، بعض حضرات مثلاً علامہ نووی اور علامہ تورپشتی وغیرہ نے خود حضرت جبرئیل علیہ السلام کو مرجع قرار دیا ہے، اور دیگر حضرات مثلاً علامہ عینی وغیرہ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ضمیر کا مرجع قرار دیا ہے، اور نسائی شریف کی حدیث: حتی وضع یدہ علی رکبتي النبي صلی الله علیه وسلم الخ ۲/۲٦۵ سے بھی دوسرے قول کی تائید ہوتی ہے۔ نیز علامہ عینیؒ کی طرح علامہ حافظ ابن حجرؒ نے بھی فتح الباری میں اسی روایت کو راجح

قرار دیا ہے، اور حضرت جبرئیل علیہ السلام کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فخذ ین پر ہاتھ رکھنا حاضرین کو اپنے اعرابی ہونے کے اظہار میں مبالغہ کے طور پر تھا؛ لہٰذا علامہ عینی کی بات مان لینے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے احترام میں کوئی کمی نہیں آتی۔

لکن وضع يديه على فخذ النبي صلى الله عليه وسلم صنيع منبه للأصغاء إليه وفيه إشارة لما ينبغي للمسئول من التواضع والصفح عما يبدو من جفاء السائل، والظاهر أنه أراد بذٰلك المبالغة في تعمية أمره ليقوى الظن بأنه من جفاة الأعراب. (فتح الباري ١٦٦/١ بيروت، عمدة القاري ٢٨٧/١) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۹/۴/۱۴۲۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

حدیثِ جبرئیل میں حضرت جبرئیل کے حضور ﷺ کو سلام نہ کرنے کی کیا وجہ ہے؟

سوال (۱۰۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: علامہ طیبیؒ نے حدیث جبرئیل علیہ السلام میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کے سلام نہ کرنے کی وجہ بیان کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے: **لم يسلم على النبي صلى الله عليه وسلم مبالغة في التعمية** اس کا کیا مطلب ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: علامہ طیبیؒ کی مذکورہ عبارت کا مطلب یہ ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس لئے سلام نہیں کیا؛ تاکہ حاضرین مجلس کے سامنے آپ کی اصل حیثیت مخفی رہے، اور لوگ آپ کو ایک آداب سے ناواقف دیہاتی سے زیادہ کچھ نہ سمجھیں۔

قيل: ولم يسلم مبالغة في التعمية، أو بياناً أنه غير واجب، أوسلم ولم

ينـقـله الراوي وهو الصحيح لما سبق من رواية الإمام؛ ومن حفظ حجة على من لـم يحفظ، ومن ذكره مقدم على من سكت عنه لأن معه زيادة علم، نعم في رواية قـال: السـلام عـليک يـا محمد، والجمع بأنه جمع بين اللفظين، فقال: السلام عـليک يـا مـحـمـد السـلام عـليک يا رسول اللّٰه، ووقع عند القرطبي أنه قال: السـلام عـليـكـم يـا مـحمد. وأخذ منه أنه يسن للداخل أن يسن للداخل أن يعم بـالسـلام ثـم يـخـص من شاء بالكلام، قال شيخ الإسلام في فتح الباري: والذي وقـفـت عـليـه فـي الرواية إنما فيه الإفراد وهو السلام عليک يا محمد . أقول: وعـلـى تـقدير ثبوته الظاهر من إيراد الجمع إرادة التعظيم لا قصد التعميم فكأن الـقرطبي جعله نظيراً لقوله تعالىٰ: ﴿يٰۤاَيُّهَا النَّبِىُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ﴾ [الطلاق: ١] في كون الخطاب خاصاً والحكم عاماً. (مرقاة المفاتيح ١٠٩/١ بيروت) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۹/۴/۱۴۲۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

”باب ندب من أراد نكاح امرأة......الخ“ سے علامہ نوویؒ کیا کہنا چاہتے ہیں؟

سوال (۱۰۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: صحیح مسلم ۴۵۶/۱ باب ندب من أراد نكاح امرأة الى أن ينظر إلى وجهها و كفيها قبل خطبتها ۔اس عنوان کو قائم کرکے امام مسلم کیا کہنا چاہتے ہیں؟ اور لفظ ”ندب“ کی لغوی تحقیق کے ساتھ یہ بھی بتادیں کہ ”إلى أن ينظر إلى وجهها“ میں إلى کس فعل یا شبہ فعل سے متعلق ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: بـاب ندب من أراد النكاح امرأة ،علامہ نوویؒ کے اس باب کو قائم کرنے کا مقصد نکاح سے پہلے مخطوبہ کو دیکھنے کا استحباب بیان کرنا ہے، جیسا کہ

باب کی حدیث سے ظاہر ہے، اور مسلم شریف میں ابواب امام مسلم کے نہیں؛ بلکہ علامہ نوویؒ کے لگائے ہوئے ہیں اور ندب ندباً (نصر) بصلة إلی برانگیختہ کرنے، ابھارنے اور کسی کام کی ترغیب دلانے کے معنی میں آتا ہے، اور خط کشیدہ إلی ندب سے متعلق ہے۔

وفيه استحباب النظر إلى وجه من يريد تزوجها وهو مذهبنا ومذهب مالك وأبي حنيفة وسائر الكوفيين وأحمد وجماهير العلماء.

ثم إنما يباح له النظر إلى وجهها وكفيها فقط لأنهما ليسا بعورة ولأنه يستدل بالوجه على الجمال أو ضده بالكفين على خصوبة البدن أو عدمها هٰذا مذهبنا ومذهب الأكثرين. (نووي على مسلم ٤٥٦/١) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۹/۴/۱۴۲۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

''استمرار تجددی'' کا کیا مطلب ہے؟

سوال (۱۰۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح ۱۱۴/۴ پر ''**لإفادة الاستمرار التجددي لكل من الأركان الإسلامية**'' میں ''**استمرار تجددي**'' میں کا کیا مطلب ہے، اور عبارت مذکورہ کا ترجمہ کیا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: استمرار تجددی کے معنی کسی کام کے دوام اور ہمیشہ جاری رہنے کے ہیں، اور کیوں کہ عبادات نماز وغیرہ کے اسباب پے در پے پائے جاتے ہیں، اور ان کا وجوب اسی اعتبار سے دائمی اور مستمرہ ہے، اسی تسلسل کو ''استمرار تجددی'' سے تعبیر کیا گیا ہے، استمراری معنی فعل مضارع میں زیادہ پائے جاتے ہیں، یہی حکمت بیان کرتے ہوئے ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے مذکورہ عبارت تحریر فرمائی ہے۔

وإيراد الأفعال المضارعية لإفادة الاستمرار التجددي لكل من الأركان الإسلامية، ففي التوحيد المطلوب الاستمرار الدائم مدة الحياة، وفي الصلاة دونه، ثم في الصوم والزكاة دونها. (مرقاة المفاتيح كتاب الإيمان ۱۱۲/۱ تحت حديث جبرئيل، بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۹/۴/۱۴۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا قرآن میں پل صراط کا ذکر نہیں؟

سوال (۱۰۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: قرآن پاک میں پل صراط کا ذکر نہیں، تو پل صراط کے بارے میں معلومات کس کتاب سے فراہم کریں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: پل صراط کا ذکر صاف طور پر قرآن کریم میں نہیں ہے؛ لیکن صحیح احادیث میں اس کا تذکرہ موجود ہے، بخاری شریف مسلم شریف اور دیگر کتب حدیث میں تفصیلی روایات اس بارے میں درج ہیں۔

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال ناس يا رسول الله! هل نرٰى ربنا يوم القيامة؟ قال هل تضارون في الشمس ليس دونها سحاب، قالوا: لا يا رسول الله! قال: هل تضارون في القمر ليلة البدر ليس دونه سحاب، قالوا: لا يا رسول الله! قال: فإنكم ترونه يوم القيامة...... وفي آخره: ويضرب جِسر جهنم، قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: فأكون أول من يجيزُ ودعاء الرسل يومئذ، اللّٰهم سلم سلم وبه كلاليب مثل شوك السعدان، أما رأيتم شوك السعدان، قالوا: نعم يا رسول الله! قال: فإنها مثل شوك السعدان غير أنها لا يعلم قدر عظمها إلا الله.

(صحیح البخاري ٢/ ٩٧٢-٩٧٣ رقم: ٦٥٧٣، صحیح مسلم رقم: ١٨٢) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۲/۵/۱۴۲۸ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

''ترنج'' کسے کہتے ہیں؟

سوال (۱۰۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمہ اللہ کی کتاب ''فضائلِ قرآن'' حدیث: ٦ کے تحت پڑھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ جو مسلمان قرآن شریف پڑھتا ہے، اس کی مثال ''ترنج'' کی سی ہے کہ اس کی خوشبو بھی عمدہ ہوتی ہے، اور مزہ بھی لذیذ، عرض یہ ہے کہ اس حدیث میں ''ترنج'' کا جو ذکر ہے وہ کیا چیز ہے؟ اردو میں یا محاورہ میں اس کو کیا کہتے ہیں؛ تاکہ سمجھ میں آجائے، مجھے امید ہے کہ رہنمائی فرمائیں گے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ''ترنج'' سے مراد بڑی نارنگی، سنترہ یا چکوترہ ہے۔ (لغات کشوری ۹۹، فیروز اللغات ۳۵۷، ۵۳۲)

الأترجة: ثمر تسمیه العاة الکبّاد، والأترجة من أفضل الثمار، وفیه تشبیه الإیمان بالطعم الطیب لکونه خیراً باطنیاً لا یظهر لکل أحد. (حاشیة السندي علی سنن ابن ماجة ٧١ رقم: ٢١٤)

وجرمها کبیر ومنظرها حسن إذ هي صفراء فاقع لونها تسر الناظرین، وملمسها لین تشرف إلیها النفس قبل أکلها ویفید أکلها بعد الالتذاذ بمذاقها طیب نکهة ودباغ معدة وقوة هضم فاشترکت فیها الحواس الأربعة البصر والذوق والشم واللمس في الاحتظاء بها. (فیض القدیر ٥/ ٦٢٢) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۸/۳/۱۴۲۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

”کُلُّکُمْ رَاعٍ“ حدیث کا ترجمہ

سوال(۱۰۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: حدیث: ”کلّکم راعٍ و کلّکم مسئول عن رعیته“ والی پوری حدیث مع ترجمہ تحریر فرماکر ممنون ومشکور فرمائیں عین نوازش ہوگی۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سوال میں مذکور حدیث یہ ہے: عن عبد اللّٰه بن عمر أنه سمع رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یقول: کلکم راع ومسئول عن رعیته، فالإمام راع وهو مسئول عن رعیته، والرجل في أهله راع وهو مسئول عن رعیته، والمرأة في بیت زوجها راعیة وهي مسئول عن رعیتها، والخادم في مال سیده راع وهو مسئول عن رعیته، فکلکم راع وکلکم مسئول عن رعیته.

(صحیح البخاري ۱/۱۲۲، سنن الترمذي ۱/۲۹۹)

ترجمہ:- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہتے ہوئے سنا، کہ تم میں سے ہر ایک اپنے ماتحت کا نگراں ہے، اوراس سے اپنے ماتحوں کے بارے میں سوال کیا جائے گا، پس حاکم اپنی رعایا کا نگراں ہے، اس سے اپنی رعایا کے بارے میں سوال ہوگا، اور آدمی اپنی بیوی، بچوں کا نگراں ہے، اس سے ان کے بارے میں سوال ہوگا، اور عورت اپنے شوہر کے گھر (مال واسباب) کی محافظ ہے، اس سے اس کے بارے میں سوال ہوگا، اور خادم اپنے مخدوم کے مال واسباب کا محافظ ہے، اس سے اس کے بارے میں سوال ہوگا، غرضیکہ تم میں سے ہر ایک محافظ اور نگراں ہے، اس سے اس کے بارے میں سوال ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۲/۱/۱۴۳۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

”صلی اللّٰہ علی النبي الأمي“ کس حدیث سے ثابت ہے؟

سوال (۱۰۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: ''و صلی اللّٰہ علی النبي الأمي'' لوگ اس درودشریف کا نسائی شریف کا حوالہ دیتے ہیں، حالاں کہ نسائی شریف میں یہ درودشریف ان الفاظ میں لکھا ہے: ''و صلی اللّٰــہ علی النبي محمد'' تو مذکورہ درودشریف کسی حدیث کی معتبر کتاب سے ثابت ہے یا نہیں؟ نیز ایک مسجد میں بعد العشاء یہ درودشریف اور ''استغفر اللّٰہ من کل ذنب و أتوب إلیہ'' ایک بچہ پڑھاتا ہے، اور لوگ اجتماعی طور پر جہراً پڑھتے ہیں، کیا یہ جائز ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: کافی تلاش کے باوجود نسائی شریف یا اور کسی کتاب میں ''وصلی اللّٰــہ علی النبي الأمي'' کے بعینہٖ الفاظ دستیاب نہیں ہوسکے، اور بہرحال اس طرح کے درودشریف کو معمول بنا کر مجمع میں جہراً پڑھوانا ثابت نہیں ہے؛ اس لئے یہ معمول قابل ترک ہے؛ البتہ اگر بچوں کو یاد کرانے کے لئے کبھی کبھار جہراً پڑھوادیا جائے تو اس میں حرج معلوم نہیں ہوتا۔ (مستفاد کفایت المفتی مطبوعہ ملتان ۲/۷۱، احسن الفتاوی ۱/۳۸۰)

﴿وَاذْكُرْ رَبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيْفَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ﴾ [الأعراف: ۲۰۵]

عن سعد بن مالک رضي اللّٰہ عنہ قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: خیر الذکر الخفي. (مسند الإمام أحمد ۱/۱۷۲ رقم: ۱۴۷۷ قاهرة)

والمراد بالجهر رفع الصوت المفرط، وبما دونه نوع آخر من الجهل. (روح المعاني ۹/۱۵٤ بیروت، الدرالمختار مع الشامي ٦/۳۹۸ کراچی، فیض القدیر ٦/۳۱۲۵ رقم: ٤۰۰۹)

عن عائشة رضي اللّٰــہ تعالیٰ عنها قالت: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: من أحدث في أمرنا هٰذا ما لیس منه فهو رد. (صحیح البخاري رقم: ۲٦۹۷، صحیح مسلم رقم: ۱۷۱۸، سنن أبي داؤد رقم: ٤٦۰٦)

قوله: أحدث: أي أنشأ واخترع وأتی بأمر حدیث من قبل نفسه...... (ما لیس منه): أي رأیاً لیس له في الکتاب أو السنة عاضد ظاهر أو خفي، ملفوظ أو

مستنبط (فهو رد) : أي مردو د على فاعله لبطلانه. (فيض القدير ١١/٤ ٥٥٩٩ رقم: ٨٣٣٣ رياض، فتاوىٰ محمودیه ڈابھیل ۱۰۵/۳) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۲/۵/۱۴۳۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا ''فَلِيُبَلِّغَ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ'' سن کر صحابہ ؓ مناسکِ حج چھوڑ کر چلے گئے تھے؟

سوال (۱۰۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: جب حجۃ الوداع میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ''فَلِيُبَلِّغَ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ'' فرمایا، تو صحابہ حج کو چھوڑ کر چلے گئے، سنا ہے کہ یہ ڈاکٹر حمید اللہؒ کی تحقیق ہے، یہ ان کی کسی کتاب میں ہے؟ بعض علماء کہتے ہیں کہ اگر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کسی بات کا حکم کریں، تو امتی کے لئے نماز توڑ کر اس حکم کی تعمیل کرنا فرض ہے، اور یہ ایمان کے لئے ضروری ہے، ورنہ کفر لازم آئے گا۔ چناں چہ حج میں جب حکم دیا تو حج چھوڑ کر جانا ضروری ہوگیا؛ لہٰذا حج چھوڑ کر چلے گئے، بعض علماء کہتے ہیں کہ حج کی تکمیل کے بعد روانہ ہوئے، کونسا قول معتبر ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: احادیث میں تفصیلی روایات میں موجود ہیں کہ حجۃ الوداع میں شریک صحابہ تمام ارکان ومناسک سے فارغ ہوکر طوافِ وداع کے بعد ہی مکہ مکرمہ سے روانہ ہوئے، الا یہ کہ کوئی عذر ہو؛ لہٰذا یہ کہنا کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حکم ''**فَلِيُبَلِّغَ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ**'' کہتے ہی سب صحابہ حج کو چھوڑ کر چلے گئے، یہ بات بے دلیل ہے، اور اگر ڈاکٹر حمید اللہ صاحب نے یہ بات لکھی ہے تو اس کا ہمیں علم نہیں۔ اور سوال میں بعض علماء کی طرف سے جو بات کہی گئی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل ہر امتی پر فرض ہے، تو یہ اس وقت ہے جب کہ کسی حکم کی صراحت کردی جائے، اس مطلق بات سے یہ دلیل پکڑنا کہ ''**فَلِيُبَلِّغَ الشَّاهِدُ**

الْغَائِبَ" کہتے ہی حج کو چھوڑ کر جانا ضروری تھا، یہ محض غلط ہے۔

عن العلاء بن الحضرمي عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: مكث المهاجر بمكة بعد قضاء نسكه ثلاثاً. (صحيح مسلم ۱/۴۳۷ رقم: ۱۳۵۲)

عن ابن عباس رضي الله عنهما قال: أمر الناس أن يكون اٰخر عهدهم بالبيت إلا أنه خفف عن الحائض. (صحيح البخاري ۱/۲۳۶)

عن عائشة رضي الله عنها – إلى قوله – قلت: يا رسول الله! إني لم أكن حللت، قال: فاعتمري من التنعيم فخرج معها أخوها، فلقيناه مدلجًا، فقال: موعدک مكان كذا وكذا. (صحيح البخاري ۱/۲۳۸) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۳/۶/۲۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

صحابی کی دعا پر چکی چلنے کا واقعہ کس کتاب میں ہے؟

سوال (۱۰۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک صحابی کو بھوک لگی، وہ صحابی نماز پڑھنے کے لئے مسجد میں تشریف لے گئے، نماز پڑھ کر گھر آئے، اور اپنی بیوی سے پوچھا کہ کچھ آیا، تو اس کی بیوی کہتی ہے کہ یہ چکی اپنے آپ چل گئی، اور میں نے پورے برتن میں آٹا بھرلیا ہے، ان صحابی نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر عرض کیا کہ یارسول اللہ! ایسی بات ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر اس چکی کو تم نہ روکتے تو قیامت تک وہ چکی چلتی رہتی، کیا یہ حدیث ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: یہ واقعہ صحیح ہے، اور کرامات میں سے ہے، روایت درج ذیل ہے:

عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: دخل رجل على أهله فلما راٰى ما

بهم من الحاجة خرج إلى البريّة، فلما رأت امرأته قامت إلى الرحىٰ فوضعتها وإلى التنور فسجّرته ثم قالت: اللّٰهم ارزقنا فنظرت فإذا الجفنةُ قد امتلأت. قال: وذهبت إلى التنور، فوجدته ممتلئاً. قال: فرجع الزوج، قال: أصبتم بعدي شيئاً؟ قالت امرأته: نعم، من ربنا، وقام إلى الرحى فذُكر ذٰلک للنبي صلى اللّٰه عليه وسلم، فقال: "أما إنه لو لم يرفعها لم تزل تدور إلى يوم القيامة".

(مشكوٰة المصابيح ۲/۴۵۴ رقم: ۵۳۱۱، مسند أحمد ۲/۵۱۳-۲/۴۲۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۷/۶/۲۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

جنت میں عورتوں کو کیا ملے گا؟

سوال (۱۱۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: نیک بندہ دنیا سے رخصت ہوکر جائے گا تو جنت میں اس کو حوریں ملیں گی، اور بہت ساری غذائی اور رہائش کی بہترین سہولتیں میسر ہوں گی، مگر نیک بندی متقی پرہیز گار اور مرد کی تابع فرماں بردار ہوکر جب جنت میں داخل ہوگی، تو اس کو جنت میں کیا ملے گا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اہلِ جنت مردوں کو حوریں ملیں گی، اور جنتی عورتیں اپنے شوہروں کے پاس رہیں گی، اور جس طرح دنیا میں بیک وقت ایک عورت کا کئی مردوں سے تعلق ناپسندیدہ اور عیب سمجھا جاتا ہے، اسی طرح جنت میں بھی کسی عورت کا غیر مرد سے تعلق قابل قبول نہ ہوگا، اور جو بے نکاحی عورت وفات پاگئی ہو اس کے لئے بے نکاح جوان مردوں سے شوہروں کا انتخاب کیا جائے گا۔

أخرج الترمذي حديث سوق الجنة بسنده عن سعيد بن المسيب عن أبي هريرة مرفوعاً...... فيه: ثم ننصرف إلى منازلنا فيتلقانا أزواجنا، فيقلن: مرحباً وأهلاً لقد جئت وإن بک من الجمال أفضل مما رزقتنا عليه. (سنن الترمذي ۲/۸۱ رقم:

۲۵۴۹، سنن ابن ماجة رقم: ۱ ۳۳۱ ٤مشکوٰة المصابیح ٤٩٩ رقم: ٥٦٤٧، فتاویٰ محمودیه ٦٨٨/١ ڈابھیل) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۴ /۵/ ۱۴۲۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا حضور ﷺ سے ٹوپی اوڑھنا ثابت ہے؟

سوال (۱۱۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سر پر ٹوپی اوڑھی ہے یا نہیں؟ ٹوپی اوڑھنا کیسا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اور حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم سے ٹوپی پہننا اور سر ڈھانکنا صحیح سندوں سے ثابت ہے، اس لئے ٹوپی پہننے کو مسنون اور مستحب قرار دیا جائے گا، اور بلا عذر اور بلا ضرورت ننگے سر رہنا ناپسندیدہ اور مکروہ ہے۔

عن ابن عباس رضي الله عنهما أن النبي صلى الله عليه وسلم كان يلبس القلانس تحت العمائم، ويلبس القلانس بغير العمائم. (الجامع الصغير ٢/ ١٢٠)

سمعت أبا كبشة الأنماري يقول: كانت كمام أصحاب رسول صلى الله عليه وسلم بطحا. (سنن الترمذي ١/ ٣٠٨)

قال ركانة: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: إن فرق مابيننا وبين المشركين العمائم القلانس. (سنن الترمذي ١/ ٣٠٨)

عن أن عمر رضي الله عنه أنه كان إذا مسح رأسه رفع القلنسوة، ومسح مقدم رأسه. (سنن الدار قطني مع تعليق المغني ١/ ١٠٧)

وكان يلبس تحتها القلنسوة وكان يلبس القلنسوة بغير عمامة، ويلبس العمامة بغير قلنسوة. (زاد المعاد ١/ ١٣٥)

وقال الحسن البصري: كان القوم يسجدون على العمامة والقلنسوة، ويداه في كمهم. الحديث (صحيح البخاري ٥٦/١) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۸/۶/۲۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

واقعۂ معراج میں پچاس نمازوں کا قصہ

سوال (۱۱۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: حدیث معراج میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس امتِ مسلمہ پر پچاس نمازیں فرض کیں، پھر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے توجہ دلانے پر اللہ تعالیٰ سے تخفیف کی درخواست کی، اور اس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کے توجہ دلانے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم بار بار حضرت حق تعالیٰ کی جناب میں حاضر ہوتے رہے یہاں تک پچاس کی پانچ رہ گئیں۔

ایک سائل پوچھتا ہے کہ یہ روایت قرآن کریم کے خلاف معلوم ہوتی ہے، اور قوی دلیلیں جو اس روایت کو ضعیف ثابت کرتی ہیں حسب ذیل ہیں:

(۱) پہلی دلیل یہ ہے کہ قرآن کہتا ہے: ﴿لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا﴾ [البقرة: ٢٨٦] اللہ تعالیٰ کسی بندہ پر اس کی فطری طاقت سے زیادہ احکام کا بوجھ نہیں ڈالتا۔ ﴿يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ﴾ [البقرة: ١٨٥] خدا تعالیٰ اپنے بندوں پر تمہاری ساتھ آسانی چاہتا ہے، اور تمہیں تنگی میں ڈالنا نہیں چاہتا۔ پچاس نمازیں بندوں پر ان کی طاقت سے زیادہ تھیں، اسی وجہ سے حق تعالیٰ نے انہیں ہلکا کیا، قرآن کریم کے عام اصول سے یہ حدیث ٹکراتی ہے۔

(۲) دوسری دلیل یہ ہے کہ رسول پاک علیہ السلام کے مرتبہ علم اور مقام بصیرت وحکمت کی اس روایت سے تنقیص ہوتی ہے، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے علم کی فوقیت ثابت ہوتی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان کیا۔ ﴿قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ﴾ [يوسف: ١٠٨] اے رسول اللہ، اعلان کردیں کہ میں اور میرے متبعین اس راستہ

اور اس دین وشریعت پر پوری بصیرت کے ساتھ قائم ہیں، اندھیرے میں نہیں ہیں، اسی طرح قرآن نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معلم حکمت ﴿یُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ﴾ [البقرة: ۱۲۹] فرمایا تو کیا معراج میں آپ کی بصیرت اور حکمت حضرت موسی علیہ السلام کی دانش مندی اور علم کے مقابلہ میں اپنے شان کمال سے خالی ہو گیا تھا، حالانکہ سرور عالم کا علم وحکمت وبصیرت میں تمام رسولوں سے فائق وافضل ہونا ایک مسلمہ حقیقت ہے۔ اسی طرح روایت معراج میں جرائیل امین کو شامل کیا گیا ہے، اور جبرئیل امین اس قصہ میں بے علم و بے خبر ثابت ہو رہے ہیں، دراصل یہ حصہ روایت کا یہودی علماء کا بنایا ہوا ہے، شہرت کی وجہ سے کسی راوی نے اسے معراج کے واقعات میں شامل کردیا، حضرت موسی علیہ السلام اور حضرت خضر کا واقعہ مشہور ہے، جس میں موسی علیہ السلام کو علم تکوین حاصل کرنے میں خضر کی شاگردی کرنی پڑی تھی۔

اس واقعہ سے حضرت موسی علیہ السلام کے علمی مقام پر جو نشان نقص پڑ گیا تھا، اسے یہود یوں نے دور کرنے کی وجہ معراج کا مذکورہ واقعہ وضع کیا اور کسی راوی نے اسے معراج میں شامل کردیا، یہودی علماء مسلمانوں کو یہ بتانا چاہتے تھے، کہ دیکھو یہ ہمارا تم پر احسان ہے کہ پچاس کی جگہ تم پانچ نمازیں ادا کرتے ہو۔ معراج کی روایت میں یہ بھی کہ ﴿فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِهٖ مَا اَوْحٰی﴾ [النجم:] میں وحی سے مراد پچاس نمازوں کی وحی ہے، حالاں کہ مفسرین نے اس وحی سے سورہ مدثر کی وحی مراد لی ہے، علماء کرام اس پر غور کریں اور اس کی توجیہ وتشریح سے اس خاکسار کو مطلع کریں، تاکہ سائل کو جواب دیا جائے، حقیقت حال یہ معلوم ہوتی ہے، کہ حق تعالیٰ نے اپنے اصول ﴿لا یُکَلِّفُ اللّٰهُ﴾ کے مطابق پانچ نمازیں فرض کیں اور رسولِ پاک نے پوری بصیرت وشرح صدر کے ساتھ حکم الہی کو قبول کیا، اور معراج سے واپس آ کر امت کو اس فریضہ سے آگاہ فرمایا، بعض علماء کہتے ہیں کہ خدا نے اپنے محبوب کے ساتھ بار بار ملاقات کرنے کے شوق میں ایسا کیا؛ لیکن یہ توجیہ قابلِ تسلیم نہیں کمزور ہے۔

مشہور محقق مفسر علامہ ابن کثیر دمشقی نے معراج کی احادیث پر ۲۲/صفحات میں کلام کیا ہے، کہ کمزور روایات کے بارے میں "فیه غرابة و فیه نکارة" کہا ہے، یعنی بعض احادیث کو کمزور

قرار دیا ہے، فرصت ملی تو علامہ ابن کثیر کی محدثانہ بحث پر روشنی ڈالی جائے گی، فقہی اعتبار سے اگر دیکھا جائے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ فقہاء کرام کے نزدیک معراج کے موقعہ پر وحی قرآن وحی کے درجہ کی نہیں ہے، اسی وجہ سے پچاس نمازوں کا مسئلہ ناسخ ومنسوخ میں شامل نہیں کیا گیا۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سفر معراج میں اولاً آپ صلی اللہ علیہ کو پچاس نمازیں دیا جانا پھر سیدنا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مشورہ سے اس میں اللہ رب العزت سے تخفیف کا مطالبہ کرکے پانچ نمازیں کرالینا، یہ واقعہ بخاری مسلم اور دیگر کتبِ احادیث میں متعدد صحابہ سے مختلف سندوں سے مروی ہے، اسناد کی کثرت، رواۃ کی عدالت اور صحت کا التزام کرنے والے محدثین کی روایت کی وجہ سے یہ حدیث اس درجہ کو پہنچ چکی ہے کہ علم حدیث سے ادنی سی واقفیت رکھنے والا شخص بھی اس کے انکار کی جرأت نہیں کرسکتا، جو لوگ دین کی ہر بات کو اپنی ناقص عقل کی کسوٹی پر پرکھنا چاہتے ہیں، انہیں جو بات بھی اپنی عقل کے خلاف نظر آتی ہے، اس کا انکار کردیتے ہیں، کبھی تو صاف اور کھلے لفظوں میں انکار کرتے ہیں، اور کبھی اسلوب اور پیرایہ بدل کر، قرآن فہمی اور محبت رسول کے غلاف میں حدیث کا انکار کرتے ہیں، جس کی مثال سوال میں موجود ہے، بھلا حدیث صحیح ثابت قرآن کے خلاف کیسے ہوسکتی ہے؟ اگر کہیں تعارض ومخالفت نظر آئے تو یہ ہماری عقل کی کوتاہی ہے، نہ کہ قرآن وحدیث کا تعارض۔

اب رہی یہ بات کہ پچاس نمازیں زائد از طاقت ہیں، اور اس کا حکم تکلیف مالا یطاق ہے تو اس کا سیدھا جواب یہ ہے کہ یہ بات اس وقت درست ہوسکتی تھی، جب کہ مکمل پچاس نمازیں بندوں پر فرض کردی جاتیں۔ حالانکہ علامہ طیبیؒ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تخفیف کے لئے آمدورفت سے یہ بات واضح ہوگئی کہ امر اول پچاس نمازوں کا حتمی نہیں تھا، اور اگر اسے حتمی مان بھی لیا جائے تو یہ کہا جائے گا کہ اولاً پچاس نمازیں فرض کی گئی تھیں، (اور یہ تکلیف ما لایطاق نہیں ہے، اس لئے کہ جو اللہ رب العزت پچاس نمازیں فرض کرسکتا ہے وہ ان کی ادائیگی کی قوت بھی

اپنے بندوں میں پیدا کرسکتا ہے، جیسے اس نے پانچ نمازیں فرض کیں تو ان کی ادائیگی کی قوت بھی بخشی، ایک مہینہ کے روزے فرض کئے تو ان کی ادائیگی کی قوت بھی بخشیا ور پھر بندوں کی سہولت کی خاطر منسوخ کر کے پانچ کا حکم دیا گیا، اور یہ کوئی بعید نہیں کیونکہ شریعت میں اس کی بہت سی مثالیں موجود ہیں، مثلاً قیام لیل کی فرضیت، مناجاتِ نبی سے پہلے صدقہ کا وجوب وغیرہ۔

اور دوسرے اعتراض کے جواب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری میں فرماتے ہیں جسے علامہ شبیر عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی فتح الملہم شرح مسلم میں نقل کیا ہے، کہ ''بعض دفعہ ایسا ہوجاتا ہے کہ معرفت کثیرہ کے مقابلہ میں تجربہ مقصود تک پہنچنے کا قوی ذریعہ بن جاتا ہے، جیسا کہ واقعہ معراج میں ہوا''

اور اس واقعہ کو یہود کی سازش قرار دینا محض ذہنی اختراع اور عقل کی بندگی ہے، اس کا کوئی ثبوت نہیں، اور یہ تو کس قدر ظلم ہے کہ دین کی ایک ثابت شدہ اور مسلّم بات کا محض اس لئے انکار کردیا جائے کہ وہ عقل کے خلاف معلوم ہوتی ہے، اگرچہ اس کے ثبوت کے لئے ناقابل انکار شواہد ودلائل موجود ہوں، اور ایک خلاف دین بات کو محض اس لئے قبول کرلیا جائے کہ وہ ہمارے عقل میں آرہی ہے، اگرچہ اس کے ثبوت کے لئے ناقابل انکار دلائل تو کجا؟ دلیل کے نام پر کوئی چیز نہ ہو اور آپ نے محدث ابن کثیر کے حوالہ سے معراج کی روایت میں جو غرابت ونکارت کا دعوی کیا ہے، اس میں مبحوث عنہا روایت داخل نہیں؛ بلکہ دیگر بعض ایسی چیزیں ہیں جن پر سند کی کمزوری کی وجہ سے نکارت کا حکم لگایا ہے۔

نیز اخیر میں فقہی اصول کی روشنی میں مذکورہ وحی کے ناسخ ومنسوخ کے دائرہ میں شامل نہ ہونے کی جو بات کہی گئی ہے، اس سے معترض کا سارا اعتراض خود بخود ختم ہوجاتا ہے، اور یہ بات واضح طور پر سامنے آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اصل منشاء صرف پنجوقتہ نمازوں کی فرضیت ہے، اور اس سے پہلے جو پچاس نماز کی بات کہی گئی ہے وہ دراصل احسان مزید کو بتلانے کے لئے ہے، کہ اللہ کی نظر میں ہر عمل کا ثواب دس گنا ضرور ہوتا ہے، گویا نمازیں اگرچہ پانچ پڑھی جائیں گی، مگر ثواب پچاس کا ملے گا اور اس احسان شناسی کے لئے سیدنا حضرت موسی علیہ السلام کو ذریعہ بنانا عین تقاضائے مصلحت تھا

کیونکہ امت محمدیہ اپنے اعمال وکردار میں بنی اسرائیل کے سب سے زیادہ مشابہ ہے؛ لہٰذا پیغمبر بنی اسرائیل کے توسط سے تخفیف کی درخواست حکمت کے عین مطابق ہے، اس پر خواہ مخواہ کے اعتراض کی کوئی گنجائش نہیں، اور بہتر یہ ہے کہ ایسی لغو اور بے فائدہ موشگافیوں سے اجتناب کیا جائے، اور وہ امت جو پہلے ہی سے مختلف فتنوں میں مبتلا ہے اسے مزید آزمائش میں نہ ڈالا جائے۔

وقال الطيبي: ومراجعة النبي صلى الله عليه وسلم في باب الصلاة إنما جازت من رسولنا محمد وموسى عليهما السلام؛ لأنهما عرفا أن الأمر الأول غير واجب قطعاً وقيل: في الأول فرض خمسين ثم رحم عباده ونسخها بخمس، كأية الرضاع وعدة المتوفى عنها زوجها. (عمدة القاري ۱۷/ ۲۹، فتح الملهم ۱/ ۳۲۱)

وفيه أن التجربة أقوى في تحصيل المطلوب من المعرفة الكثيرة يستفاد ذلک من قول موسى عليه السلام للنبي صلى الله عليه وسلم أنه عالج الناس قبله وجربهم. (فتح الباري ۲/ ۲۱۸، فتح الملهم ۱/ ۳۲۱) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۴/ ۸/ ۱۴۲۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

سفرِ معراج میں ''رفرف'' کے ذکر سے کیا مراد ہے؟

سوال (۱۱۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نے جلسہ سیرت غوث الوری کے موقع پر فضیلت غوث اعظم بیان کرتے ہوئے سفرِ معراج کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ جبرئیل امین سدرۃ المنتہی تک گئے، بعد کا مرحلہ سفر بذریعہ رفرف طے کیا، سامعین سے کہا ایک نکتہ بیان کرتا ہوں جو تم نے آج تک نہیں سنا ہوگا کہ رفرف سے مراد روح غوث اعظم ہے، بکر نے اعتراض کیا کہ رفرف سے روح غوث اعظم مراد نہیں ہوسکتی کہ اس میں ایک امتی کی شان اپنے نبی سے بڑھنے کا احتمال ہے کہ یہ نکتہ شرعی نقطۂ نظر سے قابلِ گرفت ہے، آیا اس کا قول درست ہے؟ نیز زید کا غیر معتبر روایت بیان کرنا اور علماء کا خاموش رہنا شرعی طور پر کیسا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سفرِ معراج میں جس رفرف کا ذکر آتا ہے اس سے کسی خاص قسم کا قالین یا سواری یا فرشتہ مراد ہے، اس سے حضرت غوث اعظم کی روح مراد لینا بے دلیل اور سراسر جہالت ہے، ایسی باتیں یقیناً قابل گرفت ہیں، ان کو بیان کرنے والا قابل نکیر ہے، ذمہ دار علماء کو چاہئے کہ ایسی باتوں کی تردید فرمائیں۔

عن عبد اللّٰه قال: لقد رأى من آيات ربه الكبرى قال: رأى رفرفاً أخضر قد سد الأفق. (صحيح البخاري ٢/ ٧٢٠، رقم: ٤٦٧٠)

قال البيهقي: فالرفرف جبرئيل عليه السلام على صورته على رفرف، والرفرف البساط. (صحيح البخاري رقم الهامش: ١١، ٢/ ٧٢٠)

ويقال: رفرف الطائر بجناحيه إذا بسطهما، وقال بعض الشراح: يحتمل أن يكون جبرئيل بسط أجنحته، فصارت تشبه الرفرف. (فتح الباری ٨/ ٦١١) **فقط** واللّٰہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۱/۷/۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ

مسلم کو مسلم کیوں کہتے ہیں؟

سوال (۱۱۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مسلم کو مسلم کیوں کہتے ہیں؟ سب سے پہلے مسلم کس کو کہا گیا؟ کیا قرآن وحدیث سے ہمارا مسلمان نام ثابت ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسلم کے معنی تابع دار کے آتے ہیں، مسلمان کو ہر حالت میں شریعت کا تابع دار رہنا چاہئے، اس لئے اس کا نام مسلم رکھا گیا ہے، اور قرآن کی آیت ﴿هُوَ سَمَّاكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ﴾ سے معلوم ہوتا ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ کی طرف سے امتِ مسلمہ کو خصوصی

طور پر مسلم کا لقب عطا کیا گیا ہے، اور یہی دعائے ابراہیمی: ﴿رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُسْلِمَةً لَّكَ﴾ کا مصداق ہے۔

عن مجاهد في قوله تعالىٰ: ﴿هُوَ سَمَّاكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ﴾ قال الله عز وجل سماكم (من قبل) قال: الكتب كلها وفي الذكر (الدر المنثور ٤/ ٦٧٢)

عن ابن عباس قال سماكم الله عز وجل المسلمين من قبل أي في الكتب المتقدمة. (الجامع لأحكام القرآن الكريم للقرطبي ٦/ ١٠١) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

املاہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۳۳/۱۱/۲۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

۵/ نمازوں کے ترک پر الگ الگ سزا کا بیان

سوال (۱۱۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا یہ صحیح ہے کہ جس نے فجر کی نماز ترک کی اس کے چہرہ سے نور ختم کردیا جاتا ہے؟ جس نے ظہر کی نماز ترک کی اس کی روزی سے برکت ختم کردی جاتی ہے؟ جس نے عصر کی نماز ترک کی اس کے بدن سے طاقت ختم کردی جاتی ہے اور جس نے مغرب کی نماز ترک کی اس کو اولاد سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا، جس نے عشاء کی نماز ترک کی اس کی نیند سے راحت ختم کردی جاتی ہے؟ کیا اس بارے میں بخاری شریف یا ترمذی شریف میں کوئی روایت ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ہمیں تلاش کے باوجود یہ روایت کسی کتاب میں دستیاب نہیں ہوئی، بخاری اور ترمذی کا حوالہ بھی صحیح نہیں ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۴۲۴/۲/۴ھ

متعلقاتِ فقہ وفتاویٰ

اجتہاد کی کتنی شرطیں ہیں؟

سوال (۱۱۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اجتہاد کی کتنی شرطیں ہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: علامہ بغوی نے فرمایا کہ: ''مجتہد وہ عالم ہے جو پانچ علم کا حامل ہو''۔(۱) کتاب اللہ یعنی قرآن مجید (۲) علم حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (۳) علماء سلف کے افعال کا علم ہو کہ اتفاق کس قول پر ہے اور اختلاف کس قول میں ہے (۴) علم لغت کا ماہر ہو (۵) علم قیاس کا اہل ہو۔ جس شخص میں یہ شرائط موجود نہیں اس کو ہرگز مسائل دینیہ میں اجتہاد کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔

قال محمد بن الحسن: من كان عالماً بالكتاب والسنة وبقول أصحاب رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم وبما استحسن فقهاءُ المسلمين وَسِعَهُ ن يجتهدَ رأيَه فيما ابتُليَ به، ويقضي به ويُمضيَه في صلاته وصيامه وحجِّه وجميعِ ما أمر اللّٰهُ به، ونهى عنه، فإذا اجتهد ونظرَ وقاسَ على ما أشبه، ولم يألُ وسِعَه العملُ بذٰلک وإن أخطأ الذي ينبغي أن يقول به. (مختصر جامع بيان العلم وفضله ۲۲۹)

وقال الإمام الشافعي: ولا يكونُ لأحدٍ أن يقيس حتى يكون عالماً بما مضى قبله من السنن وأقاويل السلف، وإجماع الناس واختلافهم، ولسان العرب. (مختصر جامع بيان العلم وفضله ۲۳۰)

أما شرطه فإنه يحوى علم الكتاب بمعانيه وعلم السنة بطرقها ومتونها

ووجوه معانيها وأن يعرف وجوه القياس (كنز الوصول إلى معرفة الأصول ۲۷۸ بحواله: الكلام المفيد ٦٥/ عقائد أهل السنة والجماعة ۲۱۲) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہٗ ۱۴۲۹/۸/۱۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ضرورت کی کتنی قسمیں ہیں؟

سوال (۱۱۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ضرورت کی کتنی قسمیں ہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حضرات فقہاء نے ضرورت کی پانچ اقسام بیان فرمائی ہیں:

(۱) ضرورت بمعنی اضطرار:- اس سے ایسی صورت اور پریشانی مراد ہے کہ اگر حرام کا ارتکاب نہ کیا جائے، تو ہلاکت اور جان کا سخت خطرہ ہے، تو ایسی اضطرار کی حالت میں قطعی حرام کو بقدر ضرورت استعمال کرنے کی اجازت ہوتی ہے۔

(۲) ضرورت بمعنی حاجت:- اس سے ایسی پریشانی اور ضرورت مراد ہے جس میں انسان کو تکلیف ومشقت لاحق ہو؛ لیکن ہلاکت کا اندیشہ نہ ہو، جیسے انسان کا بھوک کی حالت میں کھانے کا محتاج ہونا اس درجہ کی ضرورت میں قطعی حرام کے ارتکاب کی اجازت نہیں ہے، البتہ ظنی حرمت والے کام اختیار کرنے کی گنجائش ہوتی ہے۔

(۳) ضرورت بمعنی منفعت:- یہ ایسی ضرورت کو کہا جاتا ہے جس میں نہ تو انسان کی ہلاکت کا اندیشہ ہو اور نہ اس کو تکلیف ومشقت لاحق ہو؛ البتہ کسی چیز سے لذت اور نفع حاصل کرنے کی خواہش ہو، جیسے لذیذ کھانے اور مرغوب اشیاء کے کھانے کی چاہت، ویسی منفعت کا جائز ذرائع سے حصول مباح ہے۔

(۴) ضرورت بمعنی زینت:- محض انسان زینت اور خوبصورتی اختیار کرنے کے لئے کسی چیز کی خواہش کرے، یہ بھی جائز حدود میں رہ کر مباح ہے۔

(۵) ضرورت بمعنی فضول:- یعنی جس چیز کی کسی بھی درجہ میں حاجت نہ ہو اور نہ اس کا

دل چاہے، پھر بھی ضرورت سے زائد اس کو اختیار کرنا، جیسے ایک قسم کا بہت سا کھانا اپنے لئے تیار کرانا جس کے کھانے کی ہمت نہ ہو، ایسی فضولیات کی اسلام میں اجازت نہیں ہے۔

قال الحموي رحمه اللّٰه في حاشية أشباه: الثانية: ما أبيح للضرورة، في فتح المدبر ههنا خمسة مراتب: ضرورة، وحاجة، ومنفعة، وزينة، وفضول. فالضرورة بلوغه حدا إن لم يتناول الممنوع هلك أو قارب، وهذا يبيح تناول الحرام، والحاجة كالجائع لو لم يجد يأكله لم يهلك غير أنه يكون في جهد ومشقة، وهذا لايبيح الحرام، ويبيح الفطر في الصوم والمنفعة كالذي يشتهي خبزاً لم ولحم الغنم والطعام الدسم، والزينة كالمشتهي بحاوى والسكر والفضول التوسع بأكل الحرام والشبهة. (حاشية حموي على الأشباه ١٤٠، فتح المدبر للفاجر المقصر للعلامة محمد بن إبراهيم السديسي بحواله: إيضاح المسالك ٨٥) **فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۹/۸/۱۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

استفتاء کا جواب کون لکھے؟

سوال (۱۱۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا صدر مدرس کو جو کہ شرح جامی پڑھ کر دورۂ حدیث کئے ہوئے ہو، کسی استفتاء کا جواب لکھنا درست ہے؟ جواب لکھنے کے لئے کیا شرائط ہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: استفتاء کا جواب لکھنے والے کے لئے لازم ہے کہ وہ باصلاحیت، صاحبِ بصیرت، کثیر المطالعہ وسیع النظر، دیانت دار ہونے کے ساتھ منصبِ افتاء پر فائز کسی استاذ کا شاگرد بھی ہو اور اس سے باقاعدہ فتویٰ نویسی کی مشق حاصل کی ہو؛ لہٰذا اگر مذکورہ صدر مدرس صاحب درج بالا شرائط سے متصف ہیں، تو ان کے لئے فتویٰ لکھنا درست ہے، اور اگر یہ شرائط ان میں نہ پائی جائیں تو ان کے لئے فتویٰ نویسی درست نہ ہوگی۔

في فتاویٰ علامة ابن حجر: سئل في شخص ويفتي ويعتمد على المطالعة

في الكتب فهل يجوز له ذٰلک أم لا، فأجاب لا يجوز له الإفتاء بوجه من الوجوه.

(رسالہ ابن عابدین ۱۶/۱، کفایة المفتي ۲۳۶/۲، آدابِ فتاویٰ نویسی ۹۶) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۷/۵/۳۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

ناقلِ فتاویٰ کی ذمہ داری

سوال (۱۱۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ناقل فتاویٰ کو جو من جانب مدرسہ متعین ہو، مفتی مجیب جو مدرسہ کی طرف سے متعین ہو کچھ تنقیص کرنے کا حق حاصل ہے یا ناقل کے ذمہ صرف نقل کرنے کا حق ادا کرنا لازم ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: فتاویٰ میں غور وفکر کرنا اور اس کے نقائص سے مطلع ہونا ہر کس وناکس کا کام نہیں ہے، اس کے لئے بڑی قابلیت اور صلاحیت درکار رہے، جو شخص صلاحیت نہ رکھتا ہو اس کو ہرگز اس بارے میں جسارت نہیں کرنی چاہئے؛ لہٰذا ناقل فتاویٰ کو بلاوجہ فتاویٰ کے معاملہ میں مداخلت کرنا درست نہیں، اس کو صرف فتویٰ نقل کرنے کی ذمہ داری ادا کرتے رہنا چاہئے؛ لیکن اگر کوئی واقعی اشکال ہو تو اسے علمی انداز میں سنجیدگی سے حل کرنا چاہئے یا محاکمہ کے لئے کسی بڑے مفتی سے رجوع کرنا چاہئے۔

ويحرم التساهل في الفتویٰ ومن عرف به حرم استفتاءه فمن التساهل أن لا يتثبت ويسرع في الفتویٰ قبل استيفاء حقها من النظر والفكر. (شرح عقود رسم المفتی ۹) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۷/۵/۳۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

فقہ میں لفظ مکروہ سے کونسا مراد ہے؟

سوال (۱۲۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: فقہاء علیہم الرحمہ جن جگہوں میں مطلق لفظ مکروہ استعمال کرتے ہیں اس سے کونسا مکروہ مراد ہوتا

ہے، برتقدیر تحریمی قائل تنزیہی خاطی ہے یا مصیب؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: فقہاء جب مطلق لفظ مکروہ استعمال کرتے ہیں تو عموماً اس سے کراہت تحریمی مراد ہوتی ہے، جو حرام سے بالکل قریب ہے۔

واعلم أن المکروہ إذا أطلق في کلامهم فالمراد منه التحریم إلا أن ینص علی کراهة التنزیهیة. (شامي، کتاب الطهارة ۲۷۵/۱ زکریا، ۱۲۴/۱ کراچی)

والمکروہ عند الفقهاء نوعان: مکروہ تحریماً، وهو المحمل عند إطلاقهم. (شامي، کتاب الطهارة / مطلب في تعریف المکروہ ۲۷۵/۱ زکریا، طحطاوي علی مراقي الفلاح، کتاب الطهارة / فصل في المکروهات ٦٣) **فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۳/۳/۱۴۱۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

مفتی کے فتویٰ کو نہ ماننے والے کا شرعی حکم

سوال (۱۲۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: جو شخص مفتی کے فتویٰ کو نہ مانے تو اس کے لئے شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: فتویٰ صحیح ہونے کے باوجود تسلیم نہ کرنا شرعاً جرم ہے؛ البتہ اگر کسی اہل علم کے نزدیک اس کے علم کی روشنی میں فتویٰ صحیح نہ ہو یا اس کے نزدیک سوال غلط قائم کر کے فتویٰ حاصل کیا گیا ہو، تو پھر تسلیم نہ کرنا جرم نہیں۔

وإذا قال الرجل لغیره: حکم الشرع في هٰذه الحادثة کذا، فقال ذٰلک الغیر: ''من برسم کارکنم، نہ بشرع'' یکفر عند بعض المشائخ. رجل عرض علیه خصمه فتویٰ الأئمة، فردها وقال: ''چہ بار نامہ فتویٰ آوردہ'' قیل: یکفر؛ لأنه رد حکم الشرع، وکذا لو لم یقل شیئاً لکن ألقی الفتویٰ علی الأرض، وقال: ''ایں چہ شرع است'' کفر. إذا جاء أحد الخصمین إلی صاحبه بفتویٰ الأئمة، فقال

صاحبه: ليس كما أفتوا، أو قال: لا نعمل بهٰذا، كان عليه التعزير. (هندية ۲/ ۲۷۲، الفتاویٰ التاتارخانية ٥/ ٤٥٨ إدارة القرآن کراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۹/۱/ ۱۴۲۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

غلط مسئلہ بتانا

سوال (۱۲۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: غلط مسئلہ اپنی طرف سے بتانا کیسا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: مسئلہ بتانے والے کے لئے ضروری ہے کہ تحقیق کر کے مسئلہ کا جواب دے جان بوجھ کر غلط مسئلہ بتانا ناجائز نہیں ہے، اگر غلط مسئلہ بتائے گا تو مستفتی کے عمل کے گناہ کا وبال مفتی پر آئے گا۔

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه قال قال: رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم من أفتىٰ بفتيا غير ثبت فإنما إثمه على من أفتاه. (سنن ابن ماجة ٦ رقم: ٥٣)

عن أبي هريرة رضي اللّٰه تعالىٰ عنه، عن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال: من قال على مالم أقل، فليتبوأ مقعده من النار، ومن أفتى بفتيا بغير علم كان إثم ذلك على من أفتاه. (مسند أحمد: ٢/ ٣٦٥ رقم: ٨٥٥٨ بيروت)

قال ابن عابدين رحمه اللّٰه تعالىٰ: وقد رأيت في فتاوى العلامة ابن حجر: سئل في شخص يقرأ، ويطالع في الكتب الفقهية بنفسه، ولم يكن له شيخ، يفتي، ويعتمد على مطالعته في الكتب، فهل يجوز له ذلك أم لا؟ فأجاب بقوله: "لايجوز له الإفتاء". (شرح عقود رسم المفتي ١/ ١٥-١٦) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲/ ۶/ ۱۴۱۴ھ

فاضل بریلوی کا خلاف شریعت فتوی ماننا لازم نہیں

سوال (۱۲۳): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: بریلوی فاضل امام احمد رضا کے فتوی کو جو شخص نہ مانے اس کے بارے میں کیا جواب ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: شریعت اسلامیہ کا مدار فاضل بریلوی کے فتوی پر نہیں ہے؛ لہٰذا اگر فاضل بریلوی کا کوئی فتوی قرآن وسنت اور فقہ حنفی کے خلاف ہو اور انہوں نے خواہ مخواہ کسی مسلمان کی تکفیر وغیرہ کی ہو تو ایسے فتوی کو ماننا کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں ہے۔

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: من أفتىٰ بفتيا غير ثبت فإنما إثمه على من أفتاه. (سنن ابن ماجة ٦ رقم: ٥٣)

عن أبي هريرة رضي اللّٰه تعالىٰ عنه عن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال: من قال على مالم أقل، فليتبوأ مقعده من النار، ومن أفتى بفتيا بغير علم كان إثم ذلك على من أفتاه. (مسند أحمد: ٣٦٥/٢ رقم: ٨٥٥٨ بيروت)

قال ابن عابدين رحمه اللّٰه تعالىٰ: وقد رأيت في فتاوى العلامة ابن حجر: سئل في شخص يقرأ، ويطالع في الكتب الفقهية بنفسه، ولم يكن له شيخ يفتي، ويعتمد على مطالعته في الكتب، فهل يجوز له ذلك أم لا؟ فأجاب بقوله: "لايجوز له الإفتاء". (شرح عقود رسم المفتي ١٥/١-١٦) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۵/ ۲/ ۱۴۲۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

امت اور ملت میں کیا فرق ہے؟

سوال (۱۲۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: امت اور ملت میں کیا فرق ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: امت کا اطلاق ہر ایسی جماعت پر ہوسکتا ہے جو مذہب وطن یا زمانہ کے اعتبار سے متحد ہوں۔

الأمة: جمع لهم جامع من دين أو زمان أو مكان أو غير ذلك. (قواعد الفقه ١٩١)

اور ملت اصل میں مذہب حق کو کہا جاتا ہے؛ لیکن مجازاً ادیانِ باطلہ پر بھی اس کا استعمال ہونے لگا ہے۔

والدين والملة متحدان بالذات مختلفان بالاعتبار؛ فإن الشريعة من حيث أنها تطاع تسمى دينا، ومن حيث أنها تجمع تسمى ملة، ومن حيث أنها يرجع إليها تسمى مذهبا وقيل: الدين منسوب إلى الله، والملة منسوبة إلى الرسول، والمذهب منسوب إلى المجتهد. (قواعد الفقه ٢٩٥، مرقات ٢٠٤/١) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴/۶/۱۴۱۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

غیر عالم امام کو کتاب کی تشریح کرنا اور مسئلہ بتانا

سوال (۱۲۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: امام صاحب موصوف کو جو کہ عالم نہیں ہیں، کتاب کی تشریح کرنا اور مسئلہ بیان کرنا کیسا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: مسائلِ شرعیہ میں غیر عالم کو رائے زنی کا حق نہیں ہے۔

عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: ''من قال علي ما لم أقل، فليتبوأ مقعده من النار، ومن أفتى بفتيا بغير علم كان إثم ذلك على من أفتاه. (مسند أحمد: ٣٦٥/٢ رقم: ٨٥٥٨ بيروت)

قال ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: وقد رأيت في فتاوى العلامة ابن حجر: سئل في شخص يقرأ، ويطالع في الكتب الفقهية بنفسه، ولم يكن له شيخ، يفتي، ويعتمد على مطالعته في الكتب، فهل يجوز له ذلك أم لا؟ فأجاب بقوله: "لايجوز له الإفتاء''. (شرح عقود رسم المفتی ١٥/١-١٦) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۴/۱۰/۱۴۲۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

دعوت وتبلیغ اور اصلاح معاشرہ

○

تبلیغی جماعت

سوال (۱) :- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے یہاں کچھ سنجیدہ حضرات جوصاحبِ نسبت بزرگ علماء سے بیعت بھی ہیں وہ کہتے ہیں کہ تبلیغی کام ٹھیک نہیں ہے، جو پوری دنیا میں دعوت وتبلیغ کے نام سے چل رہا ہے، جب ان سے معلوم کرتے ہیں کہ اس میں بہت سے علماء کی سرپرستی بھی ہے اور بڑے بڑے مشائخ اور مفتیانِ کرام کی تائیدات بھی شامل ہیں، آپ کیوں غلط بتارہے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمارے پیر ومرشد شیخ حضرت .... تبلیغی کام سے متفق نہیں تھے، اس لئے یہ غلط ہے، معلوم کرنا ہے کہ کیا واقعی مذکورہ بزرگ اس کام سے متفق نہیں تھے؟ یا ان کو شرحِ صدر نہیں تھا؟ کیا کسی بزرگ کے کہنے سے تبلیغی جماعت کا کام غلط کہنا ٹھیک ہے، ہمارے یہاں یہ مسئلہ کافی شہرت پا رہا ہے، دارالافتاء کے فیصلہ پر سب اتفاق کرنے کو تیار ہیں، آپ حضرات اس کو واضح فرما کر فیصلہ فرمادیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: دعوت الی الخیر کی محنت جو ''تبلیغی جماعت'' کے نام سے سارے عالم میں جاری ہے، اس کے اصول وضوابط اور طریقۂ کار پر شرعی اعتبار سے کوئی اشکال نہیں ہے، اس لئے اس کی محنتوں کو مطلقاً غلط قرار نہیں دیا جاسکتا۔ یہ ممکن ہے کہ اس جماعت سے وابستہ کوئی شخص اپنی حدود سے تجاوز کرکے بے اعتدالی میں مبتلا ہوجائے؛ لیکن بعض افراد کی غلطی سے پورے نظام کو غلط قرار دینا بجائے خود غلط اور انصاف کے خلاف ہے۔ سوال میں ذکر کردہ بزرگ اس جماعت سے متفق تھے یا نہیں؟ اس بارے میں ہمیں تحقیق نہیں

ہے، اگر موصوف واقعۃً اس سے متفق نہ بھی ہوں، پھر بھی ان کی یہ انفرادی رائے اس جماعت کے غلط ہونے کی دلیل نہیں بن سکتی؛ اس لئے کہ بڑے بڑے اکابر اہل اللہ کی سرپرستی اسے پہلے بھی حاصل تھی اور اب بھی حاصل ہے۔ (مستفاد: فتاوی محمودیہ ۴/۲۱۳-۲۱۴ ڈابھیل) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۶/۱۱/۱۴۲۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا تبلیغ علم سیکھنے سے زیادہ ضروری ہے؟

سوال (۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا تبلیغ میں جانا فرض ہے؟ پھر کونسا فرض ہے، بعض دیہاتی کہتے ہیں کہ بغیر تبلیغ کے ایمان مکمل نہیں ہوتا؟ کیا تبلیغ علم سیکھنے سے زیادہ ضروری ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ہر مسلمان پر اپنے دائرۂ اثر میں دین کی محنت ضروری ہے؛ لیکن اس کے لئے مروجہ تبلیغی جماعت میں شرکت ضروری نہیں، اور تبلیغ اور تعلیم میں کوئی تضاد نہیں ہے، دونوں کام ایک ساتھ کئے جاسکتے ہیں، اور ایمان کا مدار تبلیغ میں جانے پر نہیں ہے، تعلیم کا کام بھی اپنی جگہ نہایت اہم ہے۔ (مستفاد: احسن الفتاویٰ ۱/۴۰۱)

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ﴾ [آل عمران: ۱۱۰]

عن عبد اللّٰه بن عمرو أن النبي صلی اللّٰه علیه وسلم قال: بلغوا عني ولو آية. (صحیح البخاري، الأنبیاء / باب ما ذکر عن بني إسرائیل ۱/۴۹۱)

عن أنس بن مالک رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: طلب العلم فریضة علی کل مسلم. (سنن بن ماجة، کتاب السنة / فصل العلماء والحث علی طلب العلم رقم: ۲۲۴)

واعلم أن تعلم العلم يكون فرض عين، وهو بقدر مايحتاج إليه، وفرض كفاية، وهو مازاد عليه لنفع غير. (الدر المختار) وفي رد المحتار: قال العلامة في فصوله: من فرائض الإسلام تعلم ما يحتاج إليه العبد في إقامة دينه وإخلاص عمله للّٰه تعالىٰ ومعاشرة عباده، وفرض على كل مكلف ومكلفة بعد تعلمه علم الدين والهداية تعلم علم الوضوء والغسل والصلوة والصوم الخ ...... وفي تبيين المحارم: لاشک في فرضية علم الفرائض الخمس، وعلم الإخلاص.

(مقدمة ردالمحتار ۴۲/۱ کراچی)

”تزکیه الأخلاق من أهم الأمور عند القوم، ومن أمعن النظر في الكتاب والسنة، عرف موضع الأخلاق من الدين كموضع الآس من البناء، ولا يتيسر ذٰلک إلا بالمجاهدة على يد شيخ كامل قد جاهد نفسه وخالفه هواه، وتخلى عن الأخلاق الذميمة، وتحلى بالأخلاق الحميده. (إعلاء السنن، كتاب الأدب والتصوف والإحسان، باب الترهيب عن مساوى الأخلاق: ۴۴۲/۱۸ -۴۴۳، اداراة القرآن کراچی)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱/۱۱/۶ ۱۴۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

جماعت میں جانا فرض ہے یا واجب یا سنت؟

سوال (۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: دعوت وتبلیغ کے لئے جماعت میں جانا سنت ہے یا واجب؟ فرض عین ہے یا فرض کفایہ؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: دین سیکھنے اور سکھانے کے مختلف طریقے اس دور میں

رائج ہیں، ان میں ایک طریقہ دعوت وتبلیغ بھی ہے، بریں بناء یہ طریقہ فرضِ کفایہ کے من جملہ طریقوں میں شامل ہے۔

عن أنس بن مالک رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: طلب العلم فریضة علی کل مسلم. (سنن بن ماجة، کتاب السنة / فصل العلماء والحث علی طلب العلم رقم: ٢٢٤)

طلب العلم فریضة بقدر الشرائع ومایحتاج إلیه لأمر لابد منه، من أحکام الوضوء والصلوة. (عالمگیری ٣٧٧/٥)

واعلم أن تعلم العلم یکون فرض عین، وهو بقدر مایحتاج إلیه، وفرض کفایة، وهو مازاد علیه لنفع غیر. (الدر المختار)

وفي رد المحتار: قال العلامة في فصوله: من فرائض الإسلام تعلم ما یحتاج إلیه العبد في إقامة دینه وإخلاص عمله للّٰه تعالیٰ ومعاشرة عباده، وفرض علی کل مکلف ومکلفة بعد تعلمه علم الدین والهدایة تعلم علم الوضوء والغسل والصلوة والصوم الخ ...... وفي تبیین المحارم: لاشک في فرضیة علم الفرائض الخمس، وعلم الإخلاص. (مقدمة ردالمحتار ٤٢/١ کراچی، کفایت المفتی ٧/٢)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۶/۳/ ۱۴۲۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا تبلیغ میں جانے کا ثواب ۷/لاکھ گنا ہے؟

سوال (۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: تبلیغی جماعت کے مقررین کا کہنا ہے کہ جماعت میں نکلنے کے بعد ایک نماز کا ثواب ۷/لاکھ

نمازوں کے برابر ملتا ہے، دوسرے یہ کہ جماعت میں نکلنا یہ جہاد فی سبیل اللہ بالسیف کے برابر ہے یانہیں؟ اور یہ کہنا کہ جماعت میں نکلنا یہ انبیاء کرام والا کام ہے، یہ صحیح ہے یانہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ایک عمل پر ۷/لاکھ گنا کا ثواب کا وعدہ دراصل مجاہد فی سبیل اللہ کے لئے ہے، تبلیغی جماعت میں جانے والے لوگ اس میں داخل نہیں ہیں۔ (مستفاد: تحفۃ الالمعی ۴/۶۴۵)

باقی اگر اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے عطا فرمادے تو کوئی بعید بھی نہیں ہے۔ (فتاوی محمودیہ ۴/۳۰۰ ڈابھیل)

اور جماعت جو کام کرتی ہے وہ انبیاء علیہم السلام کے کئے ہوئے کاموں میں سے ایک ہے، اس حد تک یہ بات صحیح ہے؛ لیکن اگر کوئی جاہل یہ کہے کہ انبیاء والا کام تو صرف تبلیغی جماعت ہی ہے تو یہ بات بلاشبہ غلط ہوگی۔

عن علي وأبي الدرداء وأبي هريرة وأبي أمامة وعبد اللّٰه بن عمر وعبد اللّٰه بن عمرو وجابر بن عبد اللّٰه وعمران بن حصين رضي اللّٰه تعالىٰ عنهم كلهم يحدث عن رسول اللّٰه صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وآله وسلم أنه قال: من أرسل نفقة في سبيل اللّٰه، وأقام في بيته فله بكل درهم سبع مائة درهم، ومن غزا بنفسه في سبيل اللّٰه وأنفق في وجهه ذلك فله بكل درهم سبع مائة ألف درهم، ثم تلا هذه الآية: واللّٰه يضاعف لمن يشاء. (سنن ابن ماجة، كتاب الجهاد / باب فضل النفقة في سبيل الله رقم: ٢٧٦١، مشكوة شريف ٣٣٥/٢، الترغيب والترهيب مكمل ٢٩٠ رقم: ١٩٩٠ بيروت) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۴/۱/۸ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا تبلیغی جماعت میں شرکت تفرقہ اور فتنہ کا باعث ہے؟

سوال (۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: مدرسہ کے طلبہ کو خارجی ٹائم میں مثلاً جمعرات کی شام کو جمعہ تک تبلیغ میں جانا یا لے جانا جس سے تبلیغ کی طرف انہماک ہو جائے، اور بہت خطرہ ہے اس میں شرکت کرنے میں ان کا ذہن ادھر چلے جانے کا، بایں صورت طلبہ کو لے جانا شرعاً کیا حکم رکھتا ہے؟ جس صورت میں طلبہ اور اساتذہ اورعوام میں تفرقہ پھیلنے کا قوی اندیشہ ہو، ایسی صورت میں ذمہ دارانِ مدرسہ کو روک دینے کا حق ہے یانہیں؟ اور جو استاذ طلبہ کو اکسا کر ایسی صورت بنادے، جس سے مجلس شوریٰ اور متعلقین مدرسہ کے حق میں تفرقہ پیدا ہو کر مدرسہ کا پورا نقصان ہونے کا اندیشہ ہے، ایسے استاذ کو صدر مدرس اور مجلس شوریٰ مصلحت سمجھ کر برخواست کردے اور مدرسہ کو اس عظیم فتنہ سے بچانے کا مجاز ہو سکتے ہیں یانہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: تبلیغی جماعت اہل حق کی جماعت ہے، اس کے بانی اکابر علماء رہے ہیں، جنہوں نے اپنی زندگیاں اسلام اور مسلمانوں کی خدمت میں وقف کردی ہیں، اور اس جماعت کی محنت سے اسلام اور اہل اسلام کو مسلسل فائدہ پہنچ رہا ہے؛ لہٰذا تعلیم سے فارغ اوقات میں اگر مدارس کے طلبہ اس محنت میں لگیں، تو یہ کوئی قابل اعتراض بات نہیں ہے، اور جو لوگ اس میں شرکت کو تفرقہ کا باعث سمجھتے ہیں یا تفرقہ کو ہوا دیتے ہیں، وہ حق پر نہیں ہیں، تبلیغی جماعت میں شرکت کو فتنہ سے تعبیر کرنا بجائے خود فتنہ میں مبتلا ہونے کی دلیل ہے، اس شرکت کو کسی ملازم کی برخواستگی کی وجہ بنانا بے بنیاد ہے، یہ صحیح ہے کہ کسی جانب بھی غلو اور تشدد نہ ہونا چاہئے؛ لیکن اس کی وجہ سے کسی دینی کام ہی کو موجب عناد بنالینا صحیح نہیں ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ میرٹھ ۱۰۲/۵)

لہٰذا صورتِ مسئولہ میں ٹھنڈے دل سے غیر جانب دار ہو کر مسئلہ کو سلجھانے کی کوشش کرنی چاہئے۔

﴿وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَلَا تَفَرَّقُوْا﴾ [آل عمران: ۱۰۳] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۶/۲/۱۴۱۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

رمضان میں تبلیغ میں جانا بہتر ہے یا ترتیب سے قرآن سننا؟

سوال (۶) :-کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: جماعت والے (تبلیغی حضرات) اکثر رمضان میں بھی اپنا تبلیغی سفر کرتے ہیں، عموماً ان کو تراویح میں قرآن کی ترتیب نہیں مل پاتی، تو رمضان میں اس کام (تبلیغ) کی اہمیت زیادہ ہے کہ قرآن کی ترتیب چاہے چھوٹ جائے، مگر جماعت میں جانا ضروری ہے، یا قرآن کی ترتیب کی اہمیت زیاہ ہے؟ اگر قرآن کی ترتیب کی اہمیت اوراس سنت کی اہمیت اس ماہ میں تبلیغی سفر سے اولیٰ ہے، تو ایسے طور پر جماعت میں جانا جس میں یہ یقین ہوکہ ترتیبِ قرآن فوت ہوجائے گی، جماعت میں جانا مکروہ ہوگا یاباعث ثواب؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: تبلیغ بھی اہم ہے اورقرآن سننا بھی اہم ہے، اس لئے بہتر یہ ہے کہ تبلیغ والے اپنے ساتھ ایک حافظ کورکھیں جو ہرجگہ ان کی ترتیب کے اعتبار سے انہیں تراویح پڑھائے، یا پھرایک جگہ پورا قرآنِ کریم سن کرتبلیغ میں جائیں۔

عن عبد اللّٰہ بن عمرو رضي اللّٰہ عنہ أن النبي صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال: بلغوا عني ولو آیۃ. (صحیح البخاري، کاب الأنبیاء / باب ما ذکر عن بني إسرائیل ۱/۴۹۱ رقم: ۳٤٦۱)

عن أبي موسیٰ الأشعري رضي اللّٰہ عنہ عن النبي صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال: تعاهدوا القرآن فوالذي نفس محمد بیدہٖ لهو أشد تفلتاً من الإبل في عقولها. (صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرها / باب الأمر بتعهد القرآن رقم: ۷۹۱)

عن ابن عباس رضي اللّٰہ عنهما قال: کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم أجود الناس، وکان أجود مایکون في رمضان حین یلقاہ جبریل وکان یلقاہ في کل لیلۃ من رمضان فیدارسه القرآن. (صحیح البخاري رقم: ٦)

عـن سعـد بـن عبـادة رضي اللّٰه تعالیٰ عنه قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه عـليـه وسلـم: ما من امرئٍ يقرء القرآن ثم ينساه إلا لقي اللّٰه يوم القيامة أجذم.

سنن أبي داؤد رقم: ١٤٧٤ الأحاديث المنتخبة رقم: ٥٦٢)

التراويح سنة مؤكدة للرجال والنساء. (قاضی خاں ۲۳۲/۱)

السنة في التراويح إنما هو الختم مرة، والختم مرتين فضيلة، والختم ثلاث مرات أفضل. (هندية ١١٧/١) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۲/۱۱/۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

علماء اور ائمہ کرام پر جماعت میں جانے کے لئے زور ڈالنا؟

سوال (۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا سال میں چالیس دن، ہر ماہ تین دن، زندگی میں چار ماہ تبلیغی جماعت میں جانا فرض ہے؟ میں امامت کرتا ہوں، مجھے جماعت کے لوگ کہتے ہیں کہ جماعت میں ہر ماہ تین دن جانا، اور ہر ہفتہ ایک دن گشت کرنا اور روزانہ فضائل اعمال کی تعلیم کرنا ضروری ہے؟ اس لئے آپ بھی ہر ماہ تین دن کے لئے جماعت میں چلو اگر نہیں جاؤ گے، تو قیامت میں کیا منہ دکھاؤ گے حضرات صحابہ کو، انہوں نے تو پوری زندگی اللہ کی راہ میں گذار دیا، اور تم عالم ہوکر جماعت میں نہیں جاتے ہو، تو میں کہتا ہوں کہ بھائی مجھے تو مکتب میں بچوں کو پڑھانا ہے، چلا جاؤں گا تو پھر مکتب میں جو ستّر اسّی بچے پڑھ رہے ہیں ان کا کیا ہوگا؟ اور نماز کون پڑھائے گا؟ آخر مقتدی کیا کہیں گے؟ تو وہ کہتے ہیں کہ امام صاحب جب آپ کے گھر میں شادی ہوگی، تو کیا آپ ایک دو ہفتہ کی چھٹی نہیں لیں گے؟ جب مسجد کا اور بچوں کا کیا ہوگا؟ اور آپ تو صرف بچوں کو قرآن پڑھاتے ہیں، جماعت میں جاکر دعوت دینا تو نبیوں والا عمل ہے، اور یہی افضل ہے، اس لئے آپ جماعت میں چلیں، مفتی صاحب میں ان کو کیا جواب دوں؟ کیا جماعت میں ہر ماہ تین دن، سال میں چالیس دن اور زندگی میں چار ماہ،

ہفتہ میں ایک دن گشت کرنا فرضِ عین ہے، اور یہ بھی بتائیں کہ عالم وحافظ کا مقام زیادہ ہے یا جماعت میں کام کرنے والے کا؟

جماعت کے ساتھی کہتے ہیں کہ عام آدمی کو چار ماہ زندگی میں ایک دفعہ تبلیغی جماعت میں لگانا کافی ہے، اور عالموں کو ایک سال جانا چاہئے، کیا یہ از حد ضروری ہے؟ کیا علماء درس وتدریس کو چھوڑ کر یا علم سے فراغت ہوتے ہی ایک سال جماعت میں لگائیں، آخر دعوت فرض ہے؟ اس کا کیا مطلب ہے؟ کب فرض کب واجب وسنت ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: تبلیغی جماعت میں اس کے ضابطہ کے مطابق وقت لگانے کی کوئی خاص ایسی صورت ایسا فرض نہیں ہے کہ اس کے ترک پر آخرت میں مؤاخذہ ہو؛ بلکہ مجموعی طور پر دین کی تمام صحیح محنتیں خواہ امامت کی شکل میں ہوں یا تعلیم وتدریس اور تصنیف وتالیف کی شکل میں ہوں، یہ سب دین کے واجبی شعبوں میں داخل ہیں، اور ان میں مشغول حضرات عند اللہ عظیم اجر وثواب کے مستحق ہیں؛ لہٰذا جن حضرات کے جماعت میں وقت لگانے سے دین کے کسی دوسرے شعبہ کا نقصان ہوتا ہو، ان کو جماعت میں نکلنے پر مجبور کرنا درست نہیں ہے؛ البتہ امام اور معلم وغیرہ کے لئے مناسب ہے کہ وہ تعطیل کے ایام میں حسبِ سہولت تبلیغی جماعت میں کچھ وقت لگادیا کریں؛ تاکہ ان کی اصلاح ہو اور دینی فکرمندی میں اضافہ ہو۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۲۴۱/۴ ڈابھیل، فتاوی رحیمیہ ۲۱۸/۳)

﴿وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ اُمَّةٌ يَدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ [آل عمران: ١٠٤]

﴿وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَافَّةً فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ﴾ [التوبة: ١٢٢]

عن أنس بن مالك رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه

وسلم: **طلب العلم فريضة على كل مسلم.** (سنن بن ماجة، كتاب السنة / فصل العلماء والحث على طلب العلم رقم: ٢٢٤)

طلب العلم فريضة بقدر الشرائع ومايحتاج إليه لأمر لابد منه، من أحكام الوضوء والصلوة. (عالمگیری ٥/ ٣٧٧)

واعلم أن تعلم العلم يكون فرض عين، وهو بقدر مايحتاج إليه، وفرض كفاية، وهو مازاد عليه لنفع غير. (الدر المختار)

وفي رد المحتار: قال العلامة في فصوله: من فرائض الإسلام تعلم ما يحتاج إليه العبد في إقامة دينه وإخلاص عمله للّٰه تعالىٰ ومعاشرة عباده، وفرض على كل مكلف ومكلفة بعد تعلمه علم الدين والهداية تعلم علم الوضوء والغسل والصلوة والصوم الخ ...... وفي تبيين المحارم: لاشک في فرضية علم الفرائض الخمس، وعلم الإخلاص. (مقدمة ردالمحتار ١/ ٤٢ کراچی، کفایت المفتی ٢/ ٧)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۸/ ۳/ ۱۴۲۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

روحانی بیماری اور علاج کو بہانہ بنا کر تبلیغی جماعت میں چھٹی سے زائد وقت لگانا؟

سوال (۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص ایک پرائیویٹ کمپنی کا ملازم ہے اور وہ کمپنی سے کچھ چھٹیاں لے کر تبلیغی جماعت میں چلہ کے لئے گیا، لیکن اس نے جو چھٹی لی تھی اس سے زائد وقت لگا کر آیا، اور زائد دنوں کا میڈیکل سرٹیفکٹ داخل کردیا کہ میں بیمار تھا، اور علاج کرارہا تھا، اور اس شخص نے اس بیماری اور علاج کو روحانی بیماری اور روحانی علاج مرادلیا، تو اس شخص کا یہ عمل شرعاً کیسا ہے؟ اور ان دنوں کی تنخواہ لینا کیسا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: تبلیغی جماعت میں جانا ایک کارِ خیر ہے اس کو انجام دینے کے لئے جھوٹی بہانہ بازی جائز نہیں ہے، بیماری کی رخصت ایسی جسمانی بیماریوں کے ساتھ خاص ہے، جس کی وجہ سے گورنمنٹ کی ڈیوٹی ادا نہ کی جاسکے، روحانی بیماریاں اس میں داخل نہیں ہیں: لہٰذا رخصت لیتے وقت روحانی بیماری مراد لینا استحقاقِ رخصت کا موجب نہ ہوگا؛ بلکہ دھوکہ دہی کی ایک شکل ہوگی، اس سے بہرحال احتراز لازم ہے۔ (مستفاد: امداد الفتاوی ۳/۳۸)

عن ابن مسعود رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وآله وسلم: من غشنا فليس منا، والمكر، والخداع في النار. (رواه الطبراني في الكبير والصغير ۱/۲۶۱، وابن حبان في صحيحه رقم: ۵۵۳۳، الترغيب والترهيب ٤٠٠ رقم ٢٧٤٢ بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۲/۷/۱۴۲۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

دعوت وتبلیغ کے ساتھ تزکیۂ نفس اور تعلیم وتعلّم کو حقیر جاننا؟

سوال (۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: آج پوری دنیا میں دعوت وتبلیغ کی جو عالمی اصلاحی محنت جاری ہے، جس کے فوائدِ کثیرہ عوام وخواص سے مخفی نہیں، الحمد للہ! آج اس محنت سے ہزاروں گمراہ اور بے عمل افراد اعمال سے منسلک ہوکر ہدایت کی راہ پر گامزن ہیں، اللہ تعالیٰ اسے قبول عام وتام فرمائے آمین۔

دعوت وتبلیغ کی اس محنت میں دیگر امور کے ساتھ ساتھ مسجد اور گھر میں فضائلِ اعمال، مرتبہ: حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ کی تعلیم پر زور دیا جاتا ہے، اس کتاب میں حکایاتِ صحابہ، فضائلِ نماز، فضائلِ رمضان، فضائلِ زکوۃ، فضائلِ حج، فضائلِ درود شریف، فضائلِ صدقات، فضائلِ قرآن اور فضائلِ ذکر وغیرہ کے علیحدہ علیحدہ رسالوں کے ساتھ فضائلِ تبلیغ بھی ہے، جس میں تبلیغ کی

اہمیت وضرورت، ترغیب وترہیب کے علاوہ کام کرنے کے آداب بھی بیان کئے گئے ہیں، من جملہ ان کو تزکیۂ نفس صحبتِ مشائخ، معرفتِ الٰہی کے حصول کے متعلق انتہائی مفید باتیں مذکور ہیں، مثلاً:

(۱) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے دریافت کیا کہ بہترین ہم نشین ہم لوگوں کے واسطے کون ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کے دیکھنے سے اللہ کی یاد پیدا ہو، جس کی بات سے علم میں ترقی ہو، جس کے عمل سے آخرت یاد آئے۔ (ترغیب) بحوالہ فضائل تبلیغ۔

(۲) خود حق سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا اتَّقُوْا اللّٰہَ وَکُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ﴾ ترجمہ: اے ایمان والوں اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ رہو، تفسیر مفسرین نے لکھا ہے کہ سچوں سے مراد اس جگہ، مشائخ صوفیہ ہیں، جب کوئی شخص ان کی چوکھٹ کے خدام میں داخل ہو جاتا ہے، تو ان کی تربیت اور قوت ولایت کے بدولت بڑے بڑے مراتب تک ترقی کر جاتا ہے۔ (فضائل تبلیغ، فصل ہفتم)

(۳) شیخ البحر تحریر فرماتے ہیں کہ تیرے کام اگر دوسروں کی مرضی کے تابع نہیں ہوئے تو، تو کبھی بھی اپنے نفس کی خواہشات سے انتقال نہیں کر سکتا گو عمر بھر مجاہدہ کرتا رہے؛ لہٰذا جب بھی تجھے کوئی ایسا شخص ملے جس کا احترام تیرے دل میں ہو اس کی خدمت گذاری کر اور اس کے سامنے مردہ بن کر رہ کہ وہ تجھ میں جس طرح چاہے تصرف کرے، اور تیری اپنی کوئی بھی خواہش نہ رہے اس کے حکم کی تعمیل میں جلدی کر، اور جس چیز سے روکے اس سے احتراز کر، اگر پیشہ کرنے کا حکم کرے پیشہ کر، مگر اس کے حکم سے نہ کہ اپنی رائے سے بیٹھ جانے کا حکم کرے تو بیٹھ جا؛ لہٰذا ضروری ہے کہ شیخ کامل کی تلاش میں سعی کر، تاکہ تیری ذات کو اللہ سے ملا دے۔ (فضائل تبلیغ فصل ہفتم)

(۴) امام غزالیؒ نے لکھا ہے کہ غور فکر محو افضل عبادت اس لئے کہا گیا ہے کہ اس میں معنی ذکر کے تو ہوتے ہی ہیں، دو چیزوں کا اضافہ اور ہوتا ہے، ایک اللہ کی معرفت، اس لئے کہ غور فکر معرفت کی کنجی ہے، دوسرا اللہ کی محبت، کیوں کہ فکر پر یہ مرتب ہوئی ہے، یہی غور فکر ہے جس کو صوفیاء مراقبہ سے تعبیر فرماتے ہیں، ذکر جہری اتنا کثیر کہ لوگ مجنوں کہنے لگیں، اور ذکر خفی ایسا کہ فرشتے بھی

سن نہ سکیں، دونوں مستقل چیزیں ہیں، جو حالات کے اعتبار سے مختلف ہیں، اس کو شیخ تجویز کرتا ہے کہ کس شخص کے لئے کس وقت کیا مناسب ہے۔ (فضائلِ ذکر، احادیثِ ذکر، حدیث: ۱۷)

(۵) اس میں شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے پاک نام میں وزن اخلاص سے آتا ہے، جس قدر اخلاص ہوگا اتنا ہی وزنی یہ پاک نام ہوسکتا ہے، اسی اخلاص کے پیدا کرنے کے واسطے مشائخِ صوفیہ کی جوتیاں سیدھی کرنا پڑتی ہیں۔ (فضائل ذکر، فصل سوم حدیث: ۵ کے ضمن میں) اسی طرح قرآن کریم کی درج ذیل آیات میں تزکیہ نفس اور صحبت صادقین کی اہمیت وتاکید بیان کی گئی ہے۔

(۱) پارہ: ۱ آیت: ۱۲۹ سے کارِ نبوت تین چیزیں معلوم ہوئی ہیں، جس کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے دعا کی (۱) تلاوت آیات (۲) تعلیم کتاب وحکمت (۳) تزکیہ نفس۔

(۲) پارہ: ۲ آیت: ۱۵۱ اللہ رب العزت نے کار نبوت اور مقصد بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس ترتیب سے فرمایا (۱) تلاوت آیات (۲) تزکیۂ نفس (۳) کتاب وحکمت کی تعلیم، اسی میں اللہ رب العزت نے کتاب وحکمت کی تعلیم پر تزکیۂ نفس کو مقدم فرمایا ہے۔

(۳) سورۃ الشمس میں اللہ رب العزت نے تزکیۂ نفس کی اہمیت کو واضح کرنے کے لئے تاکید کے طور پر ۱۱ رچیزوں کی قسم کھائی ہے، اتنی قسم اللہ رب العزت نے کسی اور چیز کے لئے نہیں کھائی، اس کے علاوہ کلام پاک میں متعدد جگہ ﴿قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا﴾ سے تزکیہ کی ضرورت کو واضح کیا۔

ان آیات قرآنیہ اور عبارات مذکورہ کی روشنی میں زید جو کہ برسہا برس سے دعوت وتبلیغ کی عالمی اصلاحی محنت سے وابستہ ہے، اور اکثر وبیشتر اس محنت کے لئے اپنے اوقات کو فارغ کر کے سہ روزہ چلے، چار مہینوں کی جماعتوں میں وقت لگاتا رہتا ہے، اس کو اپنے تزکیۂ نفس کی فکر ہوئی؛ کیوں کہ زید نے یہ بھی دیکھا ہے کہ ان دونوں کاموں تبلیغ اور تزکیۂ نفس کی بنیادوں میں کوئی تضاد وتعارض نہیں ہے، مرکز کے تمام ہی اکابر از بانی تبلیغ حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ تا موجودہ اکابر تمام لوگ بزرگوں سے اصلاحی تعلق رکھتے ہیں، چنانچہ زید نے بھی ایک صاحب نسبت بزرگ عالم حقانی سے اصلاحی تعلق قائم کیا، اور اپنے اوراد ووظائف کی تکمیل کے ساتھ دعوت کے بابرکت کام

سے حسبِ سابق لگا ہوا ہے، لیکن مقامی طور پر کچھ کام کرنے والے کچھ احباب تزکیۂ نفس اور اصلاحی تعلق رکھنے کو ناپسند کرتے ہیں، چنانچہ وہ احباب زید کو صحبت مشائخ اور تعلق رکھنے سے منع کرتے ہیں، دریافت طلب امر یہ ہے کہ:

(۱) جس شخص کو کسی شیخ کامل نے تزکیۂ نفس کے لئے مامور کیا ہو، اب دوسروں کا اس شخص کو امر مذکور و تزکیہ و تصوف سے روکنا، اس امر کو حقیر سمجھنا، اور شخص مذکور کے متعلق اپنے دل میں تحقیر رکھنا شرعاً کیسا ہے؟ نیز ان لوگوں کے متعلق حکم شرعی کیا ہوگا؟

(۲) کسی شخص کو تزکیہ نفس، مشائخ سے تعلق و صحبت سے روکنا، اور خود بھی اپنے تزکیۂ نفس کی فکر نہ کرنا کیسا ہے؟ اور اس امر کے مرتکب لوگوں کی شریعت میں کیا حیثیت ہے؟

(۳) زید کی مذکورہ محنت دعوت و تبلیغ اور تزکیۂ نفس کے متعلق بعض لوگوں نے دعوت کے مقامی ذمہ دار بکر کے پاس بہت ساری صحیح غلط کیں، اور بکر نے زید سے اس معاملے کی تصدیق و حقیقت جانے بغیر محض ان شکایت کرنے والوں کی شکایتوں کو سن کر اور انہیں صحیح تسلیم کر کے زید کو ذلیل و رسوا کرنا چاہا، اور بعض لوگوں کے اصرار کے باوجود معاملہ کی تحقیق نہیں کی، تو اس مسئلہ میں شریعت کا حکم کیا ہے؟ آیا زید سے معاملہ کی تحقیق ضروری ہے، یا صرف لوگوں کی بات سن کر زید سے بدگمان، نفرت کا اظہار کرنا، اور اس کو ذلیل و رسوا کرنے کی کوشش جائز ہے؟

(۴) دعوت و تبلیغ کے بانی مرحوم، اور مرکز نظام الدین کے موجودہ ذمہ دار حضرات کا کہنا ہے کہ یہ محنت **ماجاء به النبي صلى الله عليه وسلم**، اور سنت و شریعت کو زندہ کرنا ہے؛ لیکن اس کام کے کرنے والے مختلف علاقوں کے ذمہ دار اور غیر ذمہ دار حضرات حسبِ ذیل طریقہ اختیار کئے ہوئے ہیں؟

الف: - اگر کوئی کام کرنے والا ساتھی دعوت کے سارے اعمال کو پورا کرتے ہوئے ذکر بالجہر کی مجلس میں شریک ہوتا ہے تو اس کو منع کرتے ہیں، نہ ماننے پر اس سے نفرت کرتے ہیں، تو شرعاً ان کا ذکر سے روکنا اور نفرت کا اظہار کرنا کیسا ہے؟

ب: - ہمارے یہاں اکثر مساجد میں ہفتہ واری درس قرآن کا سلسلہ جاری ہے، جن میں

اکثر دیوبندی خیال کے علماء وکرام درس قرآن دیتے ہیں، لیکن جماعت کے اکثر ذمہ دار اور فعال ساتھی خود بھی اس میں شریک نہیں ہوتے اور دوسروں کو بھی شرکت سے منع کرتے ہیں، بلکہ اکثر ایسا بھی ہوتا ہے کہ مسجد کے اندرونی حصہ میں درس قرآن ہوتا ہے اور جماعت کے ساتھ صحن میں بیٹھے مشورہ کرتے رہتے ہیں، شرعاً ان کا یہ عمل جو سراسر درس قرآن کی مخالفت پر غمازی کرتا ہے، درست اور جائز ہے یا نہیں؟

ج:- ایک عالم صاحب کے پاس جماعت کے کام کرنے والے ایک ساتھی نے تفسیر معارف القرآن دیکھ کر پوچھا یہ کیا ہے؟ عالم نے کہا یہ تفسیر ہے، کہنے لگے دیکھئے یہ بھی ایک لعنت ہے، جو وہاں (فلاں شہر) میں مسجد میں گھسی ہوئی اور کہتے ہیں بس یہی پڑھو فضائل اعمال مت پڑھو، فضائل اعمال کی اہمیت وافادیت اپنی جگہ، مگر کیا اس کی وجہ سے تفسیر کے بارے میں ایسے نازیبا الفاظ کہنا درست ہے؟ اور کہنے والے کے متعلق حکم شرعی کیا ہے؟

د:- نئے افراد جب جماعت میں جاتے ہیں، اور وہاں تعلیم کے حلقوں میں قرآن نہ پڑھنے یا قرآن پڑھنے کے علم سے بے بہرہ ہونے کے احساس شدید کے سبب مقام پر واپس آ کر قرآن مجید سیکھنے اور پڑھنے کا داعیہ اور جذبہ پیدا ہوتا ہے چونکہ عموماً سیکھنے اور سکھانے والے کا وقت اکثر ایسا ہوتا ہے جو بستی والوں سے ملاقات کا وقت ہوتا ہے (عشاء بعد) ایسے وقت میں ذمہ دار اور فعال ساتھی ملاقات کو ترجیح دیتے ہیں، اور قرآن مجید پڑھنے اور تجوید سیکھنے سے روک دیتے ہیں، اور تا زندگی اس سے محروم رہتے ہیں، ایسی حالت میں تعلیم قرآن سے روکنے والے اس فعل قبیح اور فاعل کی شرعی حیثیت کیا ہوگی، کیا یہ لوگ دین پھیلانے والوں کے زمرہ میں شمار ہوں گے، یا دین برباد کرنے والے؟

ہ:- اگر کوئی شخص اعمال دعوت کے ساتھ میں کسی شیخ کامل سے اپنا اصلاحی تعلق قائم رکھتا ہے، ذکر کرتا ہے یا ناظرہ قرآن یا تجوید سیکھنے میں وقت لگاتا ہے یا درس قرآن میں بیٹھتا ہے، یا کسی حقانی عالم یا مشائخ کی قرآن کی مجلس میں شرکت کرتا ہے، تو جماعت کے ذمہ دار فعال ساتھی

ان اعمال سے روکتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ اس سے دعوت کے کام میں سستی آتی ہے، حالاں کہ جو ۹۰ر فیصد ساتھی بیٹھ چکے ہیں ان کی کوئی فکر نہیں ہوتی، ایسی حالت میں بدگمانی کرنا، ان اعمال سے روکنا کیسا ہے؟ اور بدگمانی کرنے والے اور ان اعمال سے روکنے والوں کی شریعتِ مطہرہ میں کیا حیثیت اور مقام ہے، اور ان اعمال سے یہ امت کو دین داری پر آنے کی دعوت میں جھوٹے سمجھے جائیں گے یا سچے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: تعلیم وتعلم، تزکیۂ نفس، دعوت وتبلیغ اور درسِ قرآن وغیرہ اعمال سب اپنی اپنی جگہ ضروری ہیں، ان میں سے کسی ایک کام کو اہم سمجھ کر دوسری کی تحقیر کرنا اور اس میں حصہ لینے سے منع کرنا محض جہالت اور غلو پر مبنی ہے، سوال میں جن باتوں کا ذکر گیا ہے وہ قابل تشویش اور لائق اصلاح ہیں، ایسے لوگوں سے محاذ آرائی کے بجائے حکمت عملی کے ساتھ مثبت انداز میں افہام وتفہیم اور اصلاح کی کوشش کرنی چاہئے، اور ایسا ماحول بنانا چاہئے کہ دین کے سبھی شعبوں کی قدر وقیمت عوام وخواص کے دلوں میں قائم ہو، اور ایک دوسرے کی تحقیر کا سلسلہ بند ہوجائے۔ (مستفاد: فتاوی محمودیہ ۴؍۲۴۲ ڈابھیل، دعوت فکر وعمل ۲۱۹، تبلیغی جماعت؛ حقائق اور غلط فہمیاں ۱۳۸)

﴿وَاعۡتَصِمُوۡا بِحَبۡلِ اللّٰهِ جَمِيۡعًا وَلَا تَفَرَّقُوۡا﴾ [آل عمران: ۱۰۳]

قال تعالیٰ: ﴿وَلَا تَكُوۡنُوۡا كَالَّذِيۡنَ تَفَرَّقُوۡا وَاخۡتَلَفُوۡا مِنۡ بَعۡدِ مَا جَآءَهُمُ الۡبَيِّنٰتُ﴾ [آل عمران: ۱۰۵]

عن عبد اللّٰه بن مسعود رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: إن هٰذا القرآن هو حبل اللّٰه المتین. (تفسیر ابن کثیر مکمل ۲۵۵ بیروت)

قال تعالیٰ: ﴿لَقَدۡ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الۡمُؤۡمِنِيۡنَ اِذۡ بَعَثَ فِيۡهِمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡهُمۡ يَتۡلُوۡا عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيۡهِمۡ وَيُعَلِّمُهُمُ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ﴾ [آل عمران: ۱۶۴]

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه أن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم قال:

المسلم أخو المسلم لايظلمه، ولا يخذله، ولا يحقره، ...... بحسب امرئ، من الشر أن يحقر أخاه المسلم ، كل المسلم على المسلم حرام: دمه وعرضه وماله. (صحيح مسلم رقم ٢٥٦٤) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۲۷/۶/۳۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

تبلیغی جماعت میں جانے کے بجائے مقام پر رہ کر کام کرنا؟

سوال (۱۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: تبلیغی جماعت میں جانا ہر مسلمان پر فرض ہے یا یہ کام سنت کا درجہ رکھتا ہے؟

تبلیغی جماعت والے کہتے ہیں کہ اللہ کے واسطے (جماعت) میں نکل کر لوگوں کو دعوت دینا اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے؛ لہٰذا ہمیں چالیس دن اور تین دن وغیرہ ترتیب کے ساتھ لگانے چاہئیں۔ سوال یہ ہے کہ کیا یہ ذمہ داری مقام پر رہتے ہوئے پوری نہیں کی جاسکتی؟

ایک چیز یہ کہ اگر کوئی شخص اپنے وقت کو فارغ کرکے ہر ماہ تین دن اور روزانہ ڈھائی تین گھنٹہ اس کام میں لگاتا ہے تو بھی اس کی تعلیم فضائلِ اعمال تک محدود رہتی ہے، تو کیا فضائلِ اعمال نام کی جو کتاب ہے وہ تمام احادیث کا خلاصہ ہے؟ اور کیا کوئی شخص فضائلِ اعمال پڑھ کر اس مشہور حدیث پر عمل کرنے کا شرف حاصل کرسکتا ہے کہ ''علم کا طلب کرنا ہر مسلمان مرد عورت پر فرض ہے''۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اپنے مسلمان بھائیوں کو اچھی باتوں کی دعوت دینا اور برائیوں سے روکنا ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے، اور جو شخص بھی تقریراً تحریراً انفرادی یا اجتماعی طور پر کام انجام دے وہ اپنی ذمہ داری کرنے والا کہلائے گا، اس کے لئے کسی خاص جماعت میں شرکت

کر کے ہی کام کرنا شرعاً واجب یا فرض نہیں ہے، اور نہ ہی چالیس دن وغیرہ کی ترتیب لازم ہے، اور سفر کر کے جانا بھی ضروری نہیں ہے؛ بلکہ اپنے مقام پر رہتے ہوئے بھی یہ کام کیا جا سکتا ہے۔

قال تعالیٰ: ﴿كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ﴾ [آل عمران: ۱۱۰]

عن ابن عمر رضي الله عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: يا أيها الناس! مروا بالمعروف وانهوا عن المنكر قبل أن تدعوا الله فلا يستجيب لكم وقبل أن تستغفروه فلا يغفر لكم. (الترغيب والترهيب للأصبهاني رقم: ۲۹۹، الترغيب والترهيب للمنذري مكمل ۵۰۰ رقم: ۳۵۳۹ بيروت)

لیکن تجربہ سے یہ بات ثابت ہے کہ جب تک آدمی اپنے دنیوی مشاغل کو چھوڑ کر دین کی فکر کرنے کے لئے اپنے کو فارغ نہ کرے، اس وقت تک اس میں اصلاح کا حقیقی جذبہ پیدا نہیں ہوتا، اور تبلیغی جماعت میں چالیس دن یا تین دن وغیرہ کی جو ترتیب ہے، وہ دوسروں کو سکھانے کے لئے نہیں؛ بلکہ خود سیکھنے کے لئے ہے، اور اس مقدار کی تعیین شریعت کے کسی حکم کے طور پر نہیں کی گئی؛ بلکہ تجربہ کی روشنی میں اسے متعین کیا گیا ہے، اس لئے اس پر نکیر نہیں کی جا سکتی۔ (مستفاد: فتاوی محمودیہ ۲۳۶/۴-۲۴۰ ڈابھیل)

فضائل اعمال تو ایک ترغیبی کتاب ہے جس کو پڑھنے اور سیکھنے سے عبادات کی طرف رغبت اور دین سیکھنے کا شوق پیدا ہوتا ہے، وہ تمام احادیث کا خلاصہ نہیں ہے، لیکن اس میں آسان اور موثر انداز میں دین کی بنیادی اصلاحی معلومات جمع کر دی گئی ہیں، البتہ مسائل سے اس میں زیادہ تعرض نہیں کیا گیا ہے، اس لئے جب مسئلہ کی بات آئے تو دیگر معتبر کتابوں یا علماء ومفتیان کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔ (مستفاد: فتاوی محمودیہ ۲۷۵/۲ ڈابھیل) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۸/۱/۳۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مدرسہ کا تعلیمی سلسلہ موقوف کر کے اساتذہ وطلبہ کو ہر ماہ تین دن جماعت میں جانا

سوال (۱۱) :- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: (۱) دارالاقامہ والے مدارس عربیہ میں تعلیمی سلسلہ کو موقوف کر کے ہر ماہ تین روز جماعت میں جانا بہتر ہے، یا تعلیمی سلسلہ کو جاری رکھنا؟

(۲) دوران تعلیم معلمین ومتعلمین کی تشکیل کر کے مدرسہ کی تعلیم کو موقوف کرنا، اور جماعت میں نکلنے کی ترغیب دینا کیسا ہے؟

(۳) ہمارے بعض ساتھیوں کا نظریہ ہے کہ علماء کرام اپنی صلاحیت قوم کے ان معصوم بچوں پر صرف کرتے ہیں، جن پر نماز روزہ بھی فرض نہیں ہے، جب کہ امت کے بے شمار افراد بغیر نماز روزہ کے دنیا سے رخصت ہورہے ہیں، اس وجہ سے دعوت وتبلیغ کا کام درس وتدریس سے افضل ہے، دوسرے بعض حضرات کا کہنا ہے کہ قوم وملت کے یہ معصوم بچے محتاج بن کر حصول علم کے خاطر علماء کرام کے پاس جائیں، اور علماء کرام ان کو چھوڑ کر دعوت وتبلیغ میں جائیں یہ درست نہیں ہے؛ کیوں کہ یہ دو چار ہوتے ہیں جو ایمان واخلاق کی دعوت دینے جاتے ہیں، جب کہ ان کے پیچھے طلبہ کی ایک بڑی جمعیت دنیاوی لغویات وخرافات مثلاً کھیل کود، سیر وتفریح، ٹی وی، سنیما سے اپنے ایمان واخلاق کو بگاڑ لیتی ہے، لہٰذا ایسی صورت میں درس وتدریس سے متعلق علماء کرام کو تعلیم موقوف کر کے تبلیغ میں جانا درست نہیں ہے۔

(۴) سہ روزہ جماعت میں جانے پر مسجد اور مدرسہ کے ملازم کی حیثیت سے تنخواہ لینا اور دینا کیسا ہے؟ اللہ کے واسطے قرآن وسنت کی روشنی میں واضح اور صاف رہنمائی فرمائیں؛ تاکہ بحیثیت صدر مدرسہ خدائی باز پرس سے محفوظ ہوں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: دعوت وتبلیغ اور تعلیم وتدریس دونوں کام اپنی اپنی جگہ

مستقل حیثیت رکھتے ہیں، اور امت کو دونوں کی یکساں ضرورت ہے؛ اس لئے دونوں کاموں کو ایک دوسرے کے مقابل رکھنے کے بجائے ایسی حکمتِ عملی اپنانے کی ضرورت ہے کہ دعوت وتبلیغ کا کام بھی ہوتا رہے، اور تعلیم وتعلم پر بھی اثر نہ پڑے، اس کی شکل یہ ہوسکتی ہے کہ تعلیم موقوف نہ کی جائے؛ بلکہ اساتذہ وطلبہ کی باری مقرر کردی جائے، ہر ماہ کچھ اساتذہ اور طلبہ مدرسہ میں رہیں اور کچھ اساتذہ وطلبہ تبلیغ میں چلے جائیں، اور جماعت میں جانے والے اساتذہ کا مدرسہ کے نظام کے تحت تبلیغ میں جانا مدرسہ ہی کا کام سمجھا جائے گا، اور ان اوقات کی تنخواہ مدرسہ سے لینا درست ہوگا۔

قال النبي عليه السلام: ...... المسلمون على شروطهم إلا شرطا حرم حلالاً، أو أحل حراماً. (سنن الترمذي ١/ ٢٥١)

قال تعالىٰ: ﴿لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ﴾ [ال عمران: ١٦٤]

قال تعالىٰ: ﴿يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ﴾ يعني القرآن ﴿وَيُزَكِّيْهِمْ﴾ أي يأمرهم بالمعروف وينهاهم عن المنكر لتزكوا نفوسهم وتطهر من الدنس والخبث الذي كانوا متلبسين به في حال شركهم وجاهليتهم ﴿وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ﴾ يعني القرآن والسنة. (تفسير ابن كثير مكمل ٢٧٧، ال عمران: ١٦٤] **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۲۹/۶/۲۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

عورتوں کا گھر میں عبادت کرنا زیادہ بہتر ہے یا مستورات کی جماعت سے ملاقات کرنا

سوال (۱۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: عورتوں کا گھر میں عبادت کرنا زیادہ بہتر ہے یا جماعت کی عورتوں سے ملنے جانا زیادہ بہتر ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب سے نوازیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عورتوں کے لئے گھر میں عبادت کی اہمیت اپنی جگہ ہے؛ لیکن جماعت کی نسبت پر جو عورتیں جمع ہوتی ہیں، ان کی گفتگو سے دین کی اہمیت اور دین کے لئے قربانی کا جذبہ ابھر کر آتا ہے؛ اس لئے اگر کوئی ضروری مصروفیت نہ ہو تو وقت نکال کر ان عورتوں کی مجلس سے فیض یاب ہونا زیادہ بہتر ہوگا۔

قال اللّٰہ تعالی: ﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ﴾ [التوبة: ۱۱۹]

﴿وَذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِیْنَ﴾ [الذریٰت: ۵۵]

عن أبي سعيد الخدري رضي اللّٰه عنه قال: قالت النساء النبي صلى اللّٰه عليه وسلم: غلبنا عليک الرجال فاجعل لنا يوما من نفسک فوعدهن يوما لقيهن فيه فوعظهن وامرهن فكان فيما قال لهن ما منكن امرأة تقدم ثلاثة من ولدها إلا كان لها حجابًا من النار، فقالت امرأة واثنين فقال واثنين. (صحيح البخاري ۱۰۲، آپ کے مسائل اور ان کا حل ۱۸۷/۸) **فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ ۱۴۳۵/۶/۱۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

صرف جماعتِ تبلیغ کو دین کا کام سمجھنا اور مدارس میں دین کے کام کی نفی کرنا؟

سوال (۱۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک تبلیغی شخص یہ کہتا ہے کہ دین کا کام صرف تبلیغی جماعت کررہی ہے، مدارس کا کام دین کا کام نہیں ہے حتی کہ اس کہنا ہے کہ جب تک علماء جماعت میں جاکر چالیس دن نہیں لگائیں گے اس وقت تک ان کا ایمان مکمل نہیں ہوگا، اسی طرح وہ تبلیغی نصاب پڑھنے کو لازم سمجھتا ہے، اور جو لوگ

نہیں پڑھتے انہیں حق سے منحرف گردانتا ہے، تو آیا اس کا یہ عقائد رکھنا اور خیر کو صرف تبلیغی جماعت کے لئے خاص کرنا کیسا ہے؟ کیا مولانا الیاس کی تحریک یہی ہے جو یہ شخص سمجھ رہا ہے؟ اور کیا مدارس میں دین کا کام نہیں ہوتا، اسی طرح علماء کا ایمان کی تکمیل کے لئے جماعت میں نکلنا لازم ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: تبلیغ، تعلیم وتدریس اور تصنیف وتالیف، اسی طرح ملی خدمات وغیرہ سب دین کے مختلف شعبے ہیں، اور ان سب شعبوں کا احیاء دینی ضرورت ہے، ان میں سے کسی ایک شعبہ کو اس طرح اہمیت دینا کہ دوسرے شعبوں کی تنقیص لازم آئے ہرگز درست نہیں؛ لہٰذا سوال میں جس تبلیغی شخص کے خیالات کا ذکر کیا گیا ہے وہ خیالات درست نہیں ہیں، بلکہ خودغرضی اور خواہشات پر مبنی ہیں، اور خود اکابر تبلیغ کی صراحتوں کے خلاف ہیں؛ اس لئے اس شخص پر اپنے خیالات کی تصحیح لازم ہے۔ (مستفاد: کفایت المفتی ۲۹۴/۹، فتاوی محمودیہ ڈابھیل ۲۴۱/۴-۲۴۲)

قال تعالیٰ: ﴿لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ﴾ [ال عمران: ١٦٤]

قال تعالیٰ: ﴿يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ﴾ يعني القرآن ﴿وَيُزَكِّيْهِمْ﴾ أي يأمرهم بالمعروف وينهاهم عن المنكر لتزكوا نفوسهم وتطهر من الدنس والخبث الذي كانوا متلبسين به في حال شركهم وجاهليتهم ﴿وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ﴾ يعني القرآن والسنة. (تفسير ابن كثير مكمل ٢٧٧، ال عمران: ١٦٤] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۲۹/۷/۱۴۲۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

دعوت وتبلیغ کی محنت میں والدین کی اجازت

سوال (۱۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میرا لڑکا تسلیم احمد نئی بستی نوگاواں ۲۸؍ مئی کے جوڑ سے چلہ کی جماعت میں گیا ہے اور گھر والوں

کے مشورہ سے ہی گیا ہے، اب وہاں جا کر گھر والوں کو یہ خبر دے رہا ہے کہ میں چار مہینے لگا کر آؤنگا؛ لیکن میری مرضی نہیں ہے؛ کیونکہ حالات گھر کے ایسے نہیں ہیں کہ میں چار مہینہ کی اجازت دیدوں، ایسے حالات میں اس کو چار مہینہ لگا نا درست ہے یا نہیں ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں آپ کے لڑکے پر لازم تھا کہ وہ چلہ پورا کر کے گھر واپس آجاتا اور پھر آپ سے اجازت لے کر آگے وقت لگاتا، اس نے بالا بالا آپ کی اجازت کے بغیر چار مہینہ کا پروگرام بنا کر اچھا نہیں کیا، اسے بہرحال آپ سے اجازت لے کر جماعت میں وقت لگانا چاہئے، ورنہ ثواب سے محروم رہے گا۔

إذا أراد الرجل أن یسافر إلی غیر الجهاد لتجارة أو حج أو عمرة، وکره ذٰلک أبواه، فإن کان یخاف الضیعة علیهما بأن کانا معسرین ونفقتهما علیه، وماله لایفي بالزاد والراحلة ونفقتهما، فإنه لایخرج بغیر إذنهما. (الفتاویٰ الهندیة ٥/٣٦٥) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۲۴/۶/۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

تنگ دست والدین کی اجازت اور مرضی کے بغیر بیٹے کو جماعت میں بھیجنا؟

سوال (۱۵): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص عسر کی زندگی گذار رہا ہے اور اس کے بچے اس کا سہارا ہیں، ایک بچے کو کچھ احباب نے چالیس دن کے لئے جماعت میں جانے کے لئے آمادہ کرلیا اور بغیر میری اجازت کے چالیس دن کی جماعت میں بھیج دیا، میں نے جماعت کے ذمہ داروں سے کہا آپ حضرات کسی کی پریشانیوں کو نہیں دیکھتے اور بغیر میری اجازت اس کو سفر میں بھیج دیا، تو ذمہ داروں نے کہا اس کام

میں والدین کی اجازت ضروری نہیں، تو کیا ذمہ داروں کا یہ کہنا درست ہے یا نہیں؟ اور وہ کون سے شرعی امور ہیں جن میں والدین کی اجازت ضروری ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں جب کہ والد تنگ دست ہے اور بچوں کی آمدنی پر گذارہ کرتا ہے، اس کے کسی بچے کو اس کی اجازت کے بغیر جماعت میں بھیجنا شرعاً درست نہیں ہے، اسی طرح تمام ہی نفلی اسفار میں والدین کی اجازت اور رضا مندی کا لحاظ کرنا چاہیے۔

قال محمد رحمه الله في السير الكبير: إذا أراد الرجل أن يسافر إلى غير الجهاد لتجارة أو حج، أو عمرة، وكره ذلك أبواه، فإن كان يخاف الضيعة عليهما بأن كانا معسرين ونفقتهما عليه، وماله لايفي بالزاد والراحلة ونفقتهما، فإنه لايخرج بغير إذنهما، وكذلك الجواب فيما إذا خرج للنفقة إلى بلدة أخرى. (هندية ٥/٣٦٦، الدر المختار مع الشامي ٦/٤٠٨ كراچی) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۲۹/۱/۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بیٹا جماعت میں جانا چاہتا ہے اور باپ اجازت نہیں دیتا

سوال (۱۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر بیٹا دین کی خدمت کرنا چاہتا ہے (جماعتوں میں نکلنا) اور باپ اس کو اجازت نہیں دیتا ہے تو بیٹے پر کیا فرض ہے؟ کیا وہ باپ کی بات کو ٹال دے، حتی کہ گھر کی مالی حالت اللہ کے فضل وکرم سے ٹھیک ہے، بیٹا بہت چاہتا ہے کہ دین کی خدمت خوب کرے؛ لیکن اسے محروم ہونا پڑتا ہے۔ آپ بتائیں کہ اسے کیا کرنا چاہئے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر باپ مذکورہ بالغ بیٹے کی خدمت وغیرہ کا محتاج نہ ہو

اور بلا وجہ تبلیغی جماعت میں جانے سے روکے تو اس کی اطاعت لازم نہیں، جیسا کہ علم دین حاصل کرنے سے روکنے میں اس کی اطاعت لازم نہیں ہے؛ لیکن حقوقِ واجبہ کو تلف کر کے تبلیغ میں جانے کی ہرگز اجازت نہیں ہوگی۔ اسی طرح اگر ماں باپ ضعیف یا بیمار ہوں یا جسمانی خدمت کے محتاج ہوں تو ان کی خدمت لازم ہے، اس کو چھوڑ کر بھی تبلیغ میں جانے کی ہرگز اجازت نہیں ہوگی۔ اگر حقوقِ واجبہ کا بھی انتظام ہو اور والدین کو جسمانی خدمت کی بھی حاجت نہ ہو اور سفر پُر خطر نہ ہو، تو پھر ان کی اجازت کے بغیر تبلیغ میں جانے سے گناہ نہیں ہوگا۔ (فتاویٰ محمودیہ ڈابھیل ۴/۲۵۵)

وله الخروج لطلب العلم الشرعي بلا إذن والديه لو ملتحياً. (الدر المختار) وفي رد المحتار: أي إن لم يخف على والديه الضيعة إن كانا مؤسّرين، ولم تكن نفقتهما عليه، وفي الخانية: لو أراد الخروج إلى الحج، وكره ذٰلک، قالوا: إن استغنى الأب عن خدمته فلا بأس، وإلا فلا يسعه الخروج، وفي بعض الروايات: لا يخرج إلى الجهاد إلا بإذنهما، ولو أذن أحدهما فقط، لا ينبغي له الخروج؛ لأن مراعاة حقهما فرض عين والجهاد فرض كفاية''. (الدرالمختار مع الشامي ٦/٨٠٤ کراچی)

الإبن البالغ يعمل عملاً لاضرر فيه ديناً ولا دنيا بوالديه، وهما يكرهانه فلا بد من الاستئذان فيه إذا كان له منه بدّ. (عالمگیری ٥/٣٦٥) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۵/۳/۱۴۱۲ھ

مرد اپنے گھر کی ضروریات کا اور استاذ اپنی تعلیم کا مکمل انتظام کر کے تبلیغ میں جائے؟

سوال (۱۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: تبلیغی جماعت والے یہ کہتے ہیں کہ سال میں چلہ، مہینہ میں تین دن جماعت میں جانا ضروری ہے، تو کیا یہ ایسا ضروری امر ہے کہ اپنی بیوی بچوں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے جماعت میں جایا جائے اور اپنے اہل خانہ کو توکل علی اللہ پر چھوڑ دیا جائے، یا اگر ایک عالم قرآن وغیرہ پڑھاتا ہے یا امامت کرتا ہے، تو کیا اس کو قرآن کی تعلیم چھوڑ کر امامت جیسے عظیم کام کو چھوڑ کر جماعت میں جانا ضروری ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: فی نفسہٖ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اور نیک کاموں کی طرف بلانا ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے؛ لیکن چوں کہ ان کاموں کے لئے پہلے خود اپنی اصلاح اور مشق کی ضرورت پڑتی ہے، اس لئے تبلیغی جماعت والے اپنے تجربہ کی بنیاد پر سال میں ۴۰، اور مہینہ میں کم از کم ۳ ؍دن اس کام میں لگانے کو کہتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ دنوں کی اس تعیین کی حیثیت فرض اور واجب کی نہیں ہے؛ لیکن موجودہ احوال اور تجربہ پر نظر کرتے ہوئے اسے مستحب کہا جاسکتا ہے۔

لہٰذا اگر کوئی شخص اتنی استطاعت رکھتا ہے کہ وہ تبلیغ کے سفر میں جائے اور غیر حاضری کی حالت میں اہل خانہ کی ضروریات پوری ہونے کا انتظام ہو، تو اسے اس کار خیر میں حصہ لینا چاہئے۔

اسی طرح اگر کوئی مدرس یا امام طلبہ کی تعلیم اور امامت کا معقول انتظام کرکے تبلیغ کے لئے جائے تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں ہے، ہاں اگر اہل خانہ کے نفقہ کا انتظام نہ ہو اور تدریس وامامت کا نظم نہ ہو، تو پھر ایسے شخص کو تبلیغ کے لئے باہر نہ جانا چاہئے، اپنے شہر میں رہتے ہوئے یہ فریضہ انجام دے اور اہل حقوق کی رعایت بھی رکھے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمود یہ ڈابھیل ۴/ ۲۶۲)

ونفقة الغير تجب على الغير بأسباب ثلاثة: زوجية، وقرابة، وملك ……

فتجب للزوجة على زوجها؛ لأنها جزاء الاحتباس، وكل محبوس لمنفعة غيره يلزمه نفقته ". (الدر المختار، كتاب النكاح / باب النفقة، ۳/ ۵۷۲ کراچی)

وتجب النفقة بأنواعها على الحر لطفله الفقير الحر''. (الدر المختار مع الشامي كراچی ۶۱۲/۳، وكذا في البحر الرائق، كتاب الطلاق / باب النفقة: ۲۹۳/٤-۲۹٤-۳۳۲، رشیدیه) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱۴۱۱/۵/۳۰ھ

نہی عن المنکر کے لئے ایک دوسرے کا بائیکاٹ کرنا

سوال (۱۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا شریعت مطہرہ میں افعال قبیحہ کے ارتکاب پر باہمی مسلم بائیکاٹ جائز ہے یا ناجائز؟ اگر جائز ہے تو صرف جائز ہی ہے یا لازمی یعنی فرض اور اگر لازمی ہے تو فعل قبیح کے اچانک ایک دوبار صادر ہونے پر یا مداومت وہمیشگی پر، اگر افعال قبیحہ کے ارتکاب پر بائیکاٹ لازمی اور ضروری ہے تو ان افعال کی اقسام بھی تحریر فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: مسلمانوں کا آپس میں بائیکاٹ من جملہ نہی عن المنکر کی تدابیر کے ایک ہے؛ لہٰذا صرف اسی مقصد کے لئے افعال قبیحہ غیر شرعیہ کے ارتکاب پر مقاطعہ کی گنجائش ہے بشرطیکہ مفید ہو، چناں چہ غزوہ تبوک میں باوجود قدرت کے شرکت نہ فرمانے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین صحابہ کا بائیکاٹ فرمایا تھا۔ (بخاری شریف ۶۳۴/۲) نیز بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کسی دینی وجہ سے ترک تعلق کا بھی ثبوت روایات میں ملتا ہے۔

عن عبد اللّٰه بن مغفل رضي اللّٰه عنه أنه كان جالسا إلى جنبه ابن أخ له، فخذف. فنهاه، وقال: إن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم نهىٰ عنها وقال: ''إنها لا تصيد صيدا ولا تنكى عدوا، وإنها تكسر السن وتفقأ العين''. قال: فعاد ابن أخيه يخذف. فقال: أحدثك أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم نهى عنها، ثم

عدت تخذف؟ لا أكلمك أبدا . (سنن ابن ماجه رقم: ۱۷) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۱/۶/۱ھ

خلافِ شرع کام کرنے والے سے سلام کلام بند کرنا؟

سوال (۱۹) :-کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: جوآدمی خلافِ شرع کام کرے تو اس سے سلام، کلام بند کرنا درست ہے، جب کہ اس سے اور گمراہ ہونے کا اندیشہ ہو، یا آہستہ آہستہ پہلے مانوس کرکے شرعی باتوں کا پابند کرے، سلام کلام جاری رکھتے ہوئے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بہتر تو یہی ہے کہ ایسے شخص کو اپنے سے مانوس کرکے اس کی اصلاح کی کوشش کی جائے؛ لیکن اگر دینی مصلحت اس سے میل جول بند کرنے میں زیادہ ہو، تو اس کی بھی گنجائش ہے۔

عن عبد اللّٰہ بن مغفل رضي اللّٰہ عنہ أنہ کان جالسا إلی جنبہ ابن أخ لہ، فخذف. فنہاہ، وقال: إن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم نہیٰ عنہا وقال: ''إنہا لا تصید صیدا ولا تنکی عدوا، وإنہا تکسر السن وتفقأ العین''. قال: فعاد ابن أخیہ یخذف. فقال: أحدثک أن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم نہی عنہا، ثم عدت تخذف؟ لا أکلمک أبدا . (سنن ابن ماجۃ رقم: ۱۷)

أجمع العلماء علی أن من خاف من مکالمۃ أحد، وصلتہ ما یفسد علیہ دینہ، أو یدخل مضرۃ في دنیاہ، یجوز لہ مجازنبتہ وبعدہ، ”ورب صرم جمیل خیر من مخالطۃ. تؤذیہ‘ ...... فإن ہجرۃ أہل الأہواء والبدع واجبۃ علی مر الأوقات مالم یظہر منہ التوبۃ والرجوع إلی الحق. (مرقاۃ المفاتیح ۹/۰-۳-۲۲۹) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۹/۷/۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

چلہ میں جانے کے لئے پیسے دے کر بعد میں قرض بتلا کر مطالبہ کرنا؟

سوال (۲۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کچھ اللہ والے لوگ دین اسلام کے فدائی گمراہ لوگوں کو راہ راست پر لانے کی تڑپ رکھنے والے ایک شخص کے پاس جاتے ہیں، متعدد مرتبہ صرف اسی غرض سے جاتے ہیں کہ وہ کسی نہ کسی طرح چِلّے میں جانے کے لئے تیار ہوجائے، یہ شخص کہتا ہے کہ میرے پاس اتنی گنجائش نہیں ہے کہ اہل وعیال پر صرفہ بھی کروں اور چلّہ کے لئے بھی نکل جاؤں، تو ان حضرات کا کہنا ہے کہ پیسے بطور قرض ہم سے لے لو، یہ شخص کہتا ہے کہ میں قرض کو بار سمجھتا ہوں اس لئے قرض لینے کا عادی نہیں ہوں، اس لئے کہ اگر لے لیا تو اس کی ادائیگی کی کیا شکل ہوگی، اس پر ان حضرات کا کہنا ہے کہ آپ فکر نہ کریں آپ تو چلے جائیں، ہم آپ کے لئے ہر طرح کی قربانی دینے کے لئے تیار ہیں، چناں چہ ان لوگوں نے معلوم کیا کہ گھر پر کتنا خرچ ہوتا ہے؟ مہینہ میں اور ایک چلہ میں کتنے پیسوں کی ضرورت پڑے گی اس طرح انہوں نے ۲۲۰۰ / سو روپیہ دے دئے کہ ہم آپ کے گھر کی خبر گیری بھی کریں گے، آپ کی ڈیوٹی بھی ہم لوگ انجام دیں گے، اس طرح ان لوگوں نے بھیج دیا، اور باقاعدہ چھوڑنے کے لئے دہلی تک بھی گئے، اب واپسی پر ان لوگوں کا تقاضہ شروع ہوگیا کہ میاں چلہ کے لئے تو اپنا جان و مال لگتا ہے، یہ پیسے بطور قرض تھے، آپ ان کو ادا کریں۔

شخص مذکور کہتا ہے کہ وہ قرض کے لئے تو پہلے ہی صاف طور پر کہہ چکا ہے کہ میں قرض لینے کا عادی نہیں ہوں، اگر میں قرض لیتا تو سب سے پہلے والدین کے لئے قرض لیتا، صورتِ مسئولہ یہ ہے کہ اس رقم کو بطور قرض محمول کیا جائے گا یا بطور ہدیہ، اس لئے کہ رقم لینے والے کے وہم وگمان میں بھی نہیں تھا کہ اس کی ادائیگی بھی کرنی پڑے گی، جب کہ قرض کی بابت وہ بتلا ہی چکا تھا کہ قرض لینے کی میری عادت نہیں ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سوال میں ذکر کردہ واقعہ اگر صحیح ہے تو جو رقم (قرض

لینے سے انکار کے باوجود) چلہ پر جانے والے شخص کو دی گئی ہے وہ قرض نہیں؛ بلکہ ہبہ ہے، اور چوں کہ یہ رقم خرچ ہوچکی ہے اور موہوب لہ کی ملکیت سے نکل گئی ہے، اس لئے دینے والوں کو اس ہبہ کی واپسی کا بھی حق نہیں ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ڈابھیل ۲۶۲/۴)

أو يخرج الهبة عن ملك الموهوب له لأنه حصل بتسليطه فلا ينقضه.

(هداية ۳/ ۲۷۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۵/۳/۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

جماعت میں نکلنے والوں کا مسجد میں سونا؟

سوال (۲۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نامی ایک شخص کہتا ہے کہ جماعت والے حضرات مسجد میں کیوں سوتے ہیں، جب کہ مسجد میں سونا ناجائز ہے اور کہتا ہے کہ مسجد میں سونے کے کئی نقصانات ہیں، مثلاً احتلام اور ریح خارج ہوسکتی ہے وغیرہ؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: مسجد میں سونا عام لوگوں کے لئے تو جائز نہیں ہے؛ لیکن ضرورت کی بناء پر مسافر اور معتکف کے لئے مسجد میں سونے کی اجازت دی گئی ہے، اور جماعت والے چوں کہ مسافر ہوتے ہیں، یا اعتکاف کی نیت سے مسجد میں ٹھہرتے ہیں؛ لہٰذا اس نیت سے ان کا مسجد میں قیام درست ہے؛ البتہ مسجد کے آداب کا خیال رکھنا لازم ہے، پاک بستر پر سویا جائے اور اس کا لحاظ رکھا جائے کہ مسجد کسی بھی نجاست سے ملوث نہ ہو۔

عن نافع قال: أخبرني عبد اللّٰه بن عمر أنه كان ينام وهو شاب أعزب لا أهل له في مسجد النبي صلى اللّٰه عليه وسلم. (صحيح البخاري، الصلاة / باب نوم الرجال في المسجد ۶۳/۱ رقم: ٤٤٠)

و(كره) **نوم إلا لمعتكف أو غريب**. (درمختار كراچی ١/ ٦٦١، شامی زکریا ٢/ ٤٣٥)

ويكره النوم والأكل فيه لغير المعتكف وإذا أراد أن يفعل ذٰلک أن ينوي الاعتكاف فيدخل فيه. (هندية ٥/ ٣٢١، حلبی کبیر لاهور ٦١٢، شامی زکریا ٢/ ٤٣٥) **فقط** واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۵/۷/۲۹ھ

تبلیغی جماعت کا مسجد میں قیام کرنا؟

سوال (۲۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: تبلیغی جماعت کا مسجد میں قیام کرنا درست ہے یا نہیں؟ جب کہ وہ دین کی محنت کے سلسلہ میں اور اپنی اصلاح کے بارے میں نکلے ہوں اور مسجد میں اعتکاف کی نیت سے قیام کرتے ہیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: آدابِ مسجد کی رعایت رکھتے ہوئے اعتکاف کی نیت سے تبلیغی جماعت کا مساجد میں قیام درست ہے۔

عن نافع قال: أخبرني عبد اللّٰه بن عمر أنه كان ينام وهو شاب أعزب لا أهل له في مسجد النبي صلى اللّٰه عليه وسلم. (صحيح البخاري، الصلاة / باب نوم الرجال في المسجد ١/ ٦٣ رقم: ٤٤٠)

و(يكره) **أكل ونوم إلا لمعتكف وغريب**. (درمختار كراچی ١/ ٦٦١)

ويكره النوم والأكل فيه لغير المعتكف وإذا أراد أن يفعل ذٰلک أن ينوي الاعتكاف فيدخل فيه. (هندية ٥/ ٣٢١، حلبی کبیر لاهور ٦١٢، شامی زکریا ٢/ ٤٣٥) **فقط** واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۲/۱/۷ ۱۴۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسلک دیو بند سے وابستہ لوگوں کا اپنی مسجد میں تبلیغی جماعت کو ٹھہرانے سے انکار کرنا

سوال (٢٣):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے شہر کامٹی میں چند ایسے غیر متعصب احباب جو گروہ بندی سے اٹھ کر ایک ایسی مسجد جس میں کسی خاص گروہ یا جماعت کا بورڈ نہ لگا ہو۔ مسلک احناف ودار العلوم کی رہنمائی کے مطابق نماز ودینی امور انجام دیئے جائیں جو قرآن وسنت کے عین مطابق ہے؛ تاکہ ہر گروہ وجماعت سنجیدہ میل محبت کے ساتھ نماز ادا کریں، اور دین اسلام پر عمل پیرا ہوں۔ انہوں نے مسجد تعمیر کرنے کا پروگرام بنایا اور اسی مذکورہ تعارف کے ساتھ مسجد کا چندہ ہر طبقہ کے لوگوں سے کیا، زمین بھی خریدی گئی، مگر بدقسمتی سے اپنے ہی کچھ لوگوں نے جو تبلیغی جماعت سے منسلک ہیں، مسجد میں جماعت کے قیام اور کام (بنگلہ والی مسجد نظام الدین مرکز کے مطابق ہو) کو لے کر اختلاف پیدا کیا، جب کہ ان سے کہا گیا کہ جماعت کا کام ہو، مگر مسجد میں قیام نہ ہو، بنگلہ والی مسجد کے بجائے دار العلوم دیو بند میں قیام ہو؛ لیکن وہ بضد رہے اور کمیٹی میں کچھ ایسے ہی متعصب افراد کا اضافہ کر دیا اور محض اپنی اکثریت کی بنا پر مزید اختلاف وانتشار بڑھا کر اس پر قابض ہوگئے، اور پہلی کمیٹی کو بالکل ختم کر کے دوسری کمیٹی بنالی، مسجد کے لئے جس زمین کو خریدنے کا پروگرام تھا اس زمین کو ایک صاحب کی زمین سے بدل کر لیا گیا، اور وہ زمین اس شخص کے نام کر دی گئی تھی اور یہ متبادل زمین مسجد کے نام رجسٹری کرانی تھی، جو اَب تک نہ کرائی جاسکی تھی اور یہ معاملہ سب کو بتا دیا گیا تھا کہ مسجد کی زمین یہ ہے، پھر موجودہ کمیٹی نے زمین کو مسجد کمیٹی کے نام نہ کرا کے دوسرے دو افراد کے نام رجسٹری کرالی۔ اور اب وہ دو لوگ اس زمین کو وقف کر کے مسجد کی کمیٹی کے حوالے کریں گے اور مسجد کا تعمیری کام شروع کریں گے، حالانکہ مسجد کی پہلی والی کمیٹی نے رجسٹری مسجد ہی کے نام پر کرانے کی باتیں لوگوں کو بتائیں تھی اور اس موجودہ کمیٹی کو بھی۔ اور یہ درست بھی تھا کہ کمیٹی کے نام رجسٹری کی

جائے، پھر بھی انھوں نے اپنی ہی من مانی کی۔ نیز ایک مخیر شخص نے مسجد کی جگہ پر مسجد کے لئے اس شرط پر کنواں کھدوایا تھا کہ اس پر کسی کی جاگیر نہ رہے، یعنی کسی ایک گروہ کی نہ رہے، امام عالم ہو، شریعت کے احکام بیان کرے، مگر اب ان کا بورڈ لگ جانے سے وہ بھی سخت ناراض ہیں:

(۱) اب سوال یہ ہے کہ موجودہ کمیٹی کا یہ تصرف اور دوسرے کے نام زمین رجسٹری کرا کر وقف کرانا اور پہلی کمیٹی پر یہ دباؤ اور اس کے مقصد کو بدل کر اپنا بنانا کہاں تک درست ہے؟ جب کہ چندہ اسی شرط کے ساتھ ہوا تھا کہ یہ مسجد گروہ بندی کا شکار نہ ہو۔ اب ایسی صورت میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

(۲) وقف کردہ زمین اور عوام الناس سے چندہ کر کے خریدی گئی زمین پر مسجد کی تعمیر سے متعلق اور مسجد کے آداب سے متعلق شرعی احکام کیا ہیں؟

(۳) جس غیر جانب دار شخص نے کنواں کھدوایا تھا، حالاں کہ اب ناراض ہے، تو اس کنویں اور اس خرچ کا کیا حکم ہوگا؟ اور جن لوگوں نے غیر جانب دار مسجد بنانے کے لئے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تھا، ان کے چندوں کی رقم میں اجازت کے بغیر یہ تصرف کہاں تک درست ہے؟

(۴) موجودہ کمیٹی پر کیا حکم لاگو ہوتا ہے؟ برائے کرم ایسا جواب مرحمت فرمائیں جس سے امتِ مسلمہ شریعت کے احکام پر گامزن ہو۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: یہ بات سمجھ سے بالاتر ہے کہ مسجد مذکور کے بارے میں تبلیغی جماعت اور دارالعلوم کے نظام کو ایک دوسرے کے مدمقابل مان لیا گیا ہے، حالانکہ دونوں کا تعلق ایک ہی مکتبِ فکر سے ہے۔ اور جب دیوبند سے وابستہ حضرات کے لئے مسجد بنائی گئی، تو اس میں جماعت ٹھہرنے کی ممانعت کی شرط کس مصلحت سے لگائی گئی؟ جب کہ خود دارالعلوم دیوبند کی مسجد چھتہ میں جماعت کی آمد و رفت اور قیام کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ اس لئے سوال سے بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اختلاف کی اصل وجہ مسجد پر اقتدار ہے۔ اس کے لئے ایک فریق دارالعلوم کا اور

دوسرا فریق تبلیغی جماعت کا نام استعمال کرر ہاہے جو کسی طرح مناسب نہیں ہے؛ لہٰذا دونوں فریقوں پر لازم ہے کہ وہ دونوں مسجد کو اپنی اَنا کا موضوع نہ بنائیں؛ بلکہ اخلاص کے ساتھ مل جل کر میل محبت سے دین کی خدمت انجام دیں اور ایسا کوئی اقدام نہ کریں جس سے کسی کو اعتراض کا موقع ہو۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَلَا تَنَازَعُوْ فَتَفْشَلُوْ وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ وَاصْبِرُوْا﴾ [الانفال: ٤٦]

عن ثوبان رضي اللّٰه عنه قال: سمعت رسول اللّٰه ﷺ يقول: طوبى للمخلصين أولئك مصابيح الدجى تتجلى عنهم كل فتنة ظلماء. (رواه البيهقي في شعب الإيمان ٣٤٣/٥)

فاستفيد منه أنه إذا تصرف بما لا يجوز كان خائنا يستحق العزل. (البحر الرائق كراچی ٣٩٢/٥)

في الإسعاف: لايؤلى إلا أمين قادر بنفسه أو بنائبه؛ لأن التولية مقيدة بشرط النظر وليس من النظر تولية الخائن. (البحر الرائق ٣٧٨/٥) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۲/۹/۲۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

غیر عالم کا وعظ کہنا؟

سوال (۲۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: جو شخص صرف حافظ قرآن ہو، مستقل امام ہونے کی وجہ سے ہر جمعہ میں بیان کرتا ہو، حالاں کہ حدیث وفقہ وتفاسیر کا علم نہیں، ایسے شخص کا بیان سننا جائز ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ایسے شخص کے لئے بہتر یہ ہے کہ معتبر علماء کی کتابیں پڑھ کر سنایا کرے، اپنی طرف سے کچھ نہ کہے؛ لیکن اگر وہ صحیح کتابوں کا مطالعہ کرے اور مضمون اچھی طرح یاد کر کے لوگوں کے سامنے بیان کرتا ہو تو اس کی بھی گنجائش ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ

ڈابھیل ۳۳۳/۴) البتہ غیر عالم کے لئے درسِ قرآن یا درسِ حدیث دینا جائز نہیں۔ (احسن الفتاویٰ ۱۳۸/۸ کراچی)

عن عبد اللّٰه بن عمرو رضي اللّٰه عنه أن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال: بلغوا عني ولو آية. (صحيح البخاري، كاب الأنبياء / باب ما ذكر عن بني إسرائيل ٤٩١/١ رقم: ٣٤٦١)

عن جندب رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: من قال في القرآن برأيه فأصاب، فقد أخطأ. (رواه الترمذي رقم: ٢٩٥٢، وأبوداؤد رقم: ٣٦٥٢، مشكاة المصابيح رقم: ٢٣٥)

إن التفسير علم نفيس خطير، لا يليق بكل أحد أن يتكلم فيه ولا أن يخوض فيه. (الفتاوىٰ الحديثية ٣٠١) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۶/۵/۱۴۱۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ہفتہ واری اجتماع میں غیر عالم کا بیان کرنا؟

سوال (۲۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: دیوبندی خیالات سے تعلق رکھنے والے جو کہ دین اسلام کا کام تبلیغی جماعت کی شکل میں چار مہینے، چالیس دن، یا تین دن لگانا، مسجدوں میں ہی قیام کرنا، بنا پڑھے لکھے (یعنی عالم نہ ہو) کا گھنٹوں گھنٹوں ہفتہ واری اجتماع میں بات کرنا اور ایسے لوگوں کا جماعت کی شکل بنا کر کام کرنا کیسا ہے؟ مفتی رشید احمد صاحب نے اپنی تصنیف میں لکھا ہے ''جاہل کو نہ تقریر کرنے کا حق ہے اور نہ جاہل کی تقریر سننے کا کسی کو حق ہے، کیوں کہ بغیر سند کے جو بیان کرے گا اس کے لئے وعید شدید ہے، جو شخص میرے اوپر جان بوجھ کر جھوٹ بولے گا وہ اپنا ٹھکانہ جہنم کرلے۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: وعظ گوئی اور تذکیر دین کا عظیم الشان رکن ہے، جو شخص

قرآن وحدیث کا عالم نہ ہو وہ اس منصب کا اہل نہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: **إذا وسّد الأمر إلی غیر أهله فانتظر الساعة.** (بخاری ۱٤/۱)

درمختار میں ہے: **التذکیر علی المنابر للوعظ والاتعاظ سنة الأنبیاء والمرسلین.** اور ان کے بعد ان کے وارثین علماء امت کا منصب ہے، حاصل یہ ہے کہ غیر عالم کا وعظ کہنا ممنوع ہے؛ لیکن تبلیغ جس کا دائرہ کار چھ نمبر کے اندر محدود ہے اسی کے اندر رہ کر اور اپنی طرف سے اضافہ نہ کرتے ہوئے یہ کام ہر واقف مسلمان کرسکتا ہے، اس کے لئے عالم ہونا ضروری نہیں۔ (فتاوی رحیمیہ ۳۸۲/۶) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱۴۲۵/۱۱/۲۸ھ

تبلیغی جماعت میں غیر عالم کا ممبر پر بیٹھ کر بیان کرنا؟

سوال (۲۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: تبلیغی جماعت کے غیر عالم جس میں کبھی اندرونِ ملک کبھی بیرونِ ملک کے مہمان ہوتے ہیں، کبھی مقامی کارکن مسجد کے ممبر یا ممبر کے بغل میں کرسی پر بیٹھ کر بیان کرسکتے ہیں یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بہتر تو یہی ہے کہ صرف علماء ہی بیان کریا کریں؛ لیکن اگر کوئی غیر عالم بیان کرے تو اسے صرف جماعت تبلیغ کے مقرر کردہ چھ نمبروں کے اندر ہی گفتگو کرنی چاہئے؛ تاکہ غیر معتبر بات اس کی زبان سے نہ نکلے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ڈابھیل ۳۳۳/۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۱۹/۳/۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

غیر عالم کا بیان کرنا؟

سوال (۲۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: غیر عالم وعظ اور بیان منبر پر بیٹھ کر کرسکتا ہے، علامہ علاء الدین حصکفی درمختار میں لکھتے ہیں:
التذكير على المنابر للوعظ والاتعاظ سنة الانبياء والمرسلين منبر پر بیٹھ کر نصیحت کرنا متأثر کرنے کے لئے اور متأثر ہونے کے لئے انبیاء ومرسلین کا طریقہ ہے، اور ان کے بعد وارثین علماء امت کا منصب ہے۔ (درمختار مع الشامی ۳۷۷/۵ قبیل باب احیاء الموات فتاویٰ رحیمیہ ۳۷۶/۶)

درمختار اور فتاویٰ رحیمیہ کی اس عبارت سے تو یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ جب وعظ منبر پر بیٹھ کر کرنا انبیاء اور علماء کے لئے خاص ہے تو پھر غیر واعظ بیان جو چھ نمبروں کے اندر محدود ہو غیر عالم کے لئے منبر پر بیٹھ کر کرنا بدرجۂ اولیٰ ممنوع ہونا چاہئے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: باقاعدہ وعظ تو واقعی غیر عالم نہیں کرسکتا؛ لیکن تبلیغ یعنی دین کی کچھ معتبر اور صحیح باتیں عوام تک پہنچانے میں عالم ہی کی تخصیص نہیں ہے، غیر عالم بھی پہنچا سکتا ہے، بشرطیکہ وہ تبلیغ ہی کے دائرہ میں رہے اور ضرورت ہو تو منبر پر بھی بیٹھ سکتا ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ۳۸۱/۶-۳۸۲)

عن عبد الله بن عمرو رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: بلغوا عني ولو آية. (ترمذی شریف ۹۵/۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱۴۱۹/۳/۲۵ھ

جاہل آدمی کا ممبر کے اوپر قرآن وحدیث کے حوالہ سے بات کرنا؟

سوال (۲۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک جاہل آدمی جس کو قرآن وحدیث کا کچھ علم نہ ہو وہ ممبر کے اوپر کھڑے ہوکر بیان کرے۔ اور قرآن وحدیث کا حوالہ دے، تو اس کا اس طرح کرنا کیسا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جاہل آدمی کا اپنی طرف سے وعظ ونصیحت کرنا اور بے سند باتیں کرنا درست نہیں، البتہ اگر وہ اپنی طرف سے کوئی بات نہ کہے؛ بلکہ کسی معتبر کتاب یا عالم کے حوالہ سے صحیح اور مستند باتیں نقل کرے تو اس کی اجازت ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ میرٹھ ۱۱۴/۶، فتاوی رحیمیہ ۳۷۶/۶)

قال رسول اللّٰہ ﷺ إذا وسد الأمر إلى غير أهله فانتظر الساعة. (بخاری شریف ۱۴/۱)

الأمر بالمعروف يحتاج إلى خمسة أشياء: أولها العلم؛ لأن الجاهل لايحسن الأمر بالمعروف. (فتاوی عالمگیری ۳۵۳/۵)

التذكير على المنابر للوعظ والا تعاظ سنة الأنبياء والمرسلين. (درمختار زکریا ۶۰۴/۹) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۹/۱۱/۱۴۲۶ھ

تبلیغ والوں کا فضائلِ اعمال پر اصرار؟

سوال (۲۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: بہت سے حضرات جو تبلیغی جماعت سے منسلک ہیں، ان کا یہ مزاج بن گیا ہے کہ وہ فضائل اعمال کے علاوہ دیگر کتابوں کا سننا یا سنوانا پسند نہیں کرتے، چاہے وہ قرآن کی تفسیر ہی کیوں نہ ہو، ان لوگوں کا یہ عمل کیسا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: فضائلِ اعمال بھی اچھی کتاب ہے، اسے بار بار پڑھنا اور سننا نفع بخش ہے؛ لیکن اسی ایک کتاب پر اس قدر اصرار کرنا کہ اس کے مقابلہ میں تفسیر یا دیگر معتبر

کتابوں کی تحقیر لازم آئے یہ درست نہیں ہے۔ (مستفاد: فتاوی محمودیہ ڈابھیل ۴؍۲۸۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۴/۱/۸ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد میں فضائلِ اعمال کی تعلیم کے ساتھ قرآن سکھانے کا حلقہ لگانا؟

سوال (۳۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میں ایک مسجد میں امامت کی خدمت انجام دیتا ہوں، دن میں بستی سے آنے والے چھوٹے بچوں کو قرآنی تعلیم دینے کے ساتھ وقت نکال کر عشاء کی نماز کے بعد ان لوگوں کو قرآنی تعلیم دینے کا ارادہ کیا جو قرآن پڑھنا نہیں جانتے، اسی دوران ہماری اس مسجد میں عشاء کی نماز کے بعد فضائل اعمال کی آدھا گھنٹہ تعلیم ہوتی ہے، اب یہ کہہ کر قرآن کی تعلیم کو منع کرنا کہ اس وقت فضائل اعمال کی تعلیم ہوتی ہے، اور پہلے سے ہو رہی ہے، اس لئے ایک وقت میں دو اعمال کا ٹکرانا درست نہیں، جب کہ آپس میں آواز کے ٹکرانے کا بھی کوئی مسئلہ نہیں ہے، الگ الگ منزل ہیں، یا یہ کہہ کر منع کرنا کہ جن کا معمول تعلیم میں بیٹھنے کا چلا آرہا ہے ان کا معمول چھوٹے گا، اس لئے اپنا کوئی اور وقت نکالیں المختصر فضائل اعمال کی تعلیم کو لے کر قرآنی تعلیم کا اس طرح منع کرنا درست ہے؟

(۲) میرا فضائل اعمال کی تعلیم میں بیٹھنے والوں کا معمول چھڑانے کا ارادہ نہ تھا، اور نہ ہوا صرف ارادہ یہ تھا کہ نئے افراد کی تشکیل کروں؛ تاکہ قرآن کریم کی تعلیم اور اس کے سیکھنے سکھلانے کے ذریعہ دینی تعلیم سے مانوس ہو جائیں، اب قرآن کریم کی تعلیم کے مقابلہ میں یہ کہنا کہ اس وقت فضائل اعمال کی تعلیم ہوتی ہے، اور یہ تعلیم سب کے لئے ہے آپ بھی جڑیں اور آنے والوں کو بھی جوڑیں، اور خوشامد کر کے کہیں کہ بھائی فضائلِ اعمال کی تعلیم ہو رہی ہے آؤ میں بھی اور آپ بھی جڑیں، اور اس کے بعد قرآن کی تعلیم ہوگی گویا کہ قرآن کی تعلیم کے بالمقابل فضائلِ اعمال کی تعلیم کو اتنی ترجیح دینا درست ہے؟

(۳) فضائلِ اعمال کی تعلیم کا پابند ایک ہی فرد تھا اور باقی غیر پابند، اب غیر پابندی کرنے

والے لوگوں نے عشاء کی نماز کے بعد فضائلِ اعمال کی آدھا گھنٹہ تعلیم کا وقت اپنے آپ پر گراں سمجھ کر قرآن کی تعلیم کو چھوڑ دیا اب اس کا ضامن کون ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بڑی عمر کے لوگوں کے لئے قرآن پاک پڑھنا اہم دینی ضرورت ہے، اسی طرح فضائلِ اعمال کی تعلیم میں شرکت بھی عوام وخواص کے لئے بہت مفید ہے، اس لئے باہم مشورے سے ایسی ترتیب بنائی جائے کہ دونوں کام بھی ہوجائیں، اور کسی کو اعتراض کا موقع نہ ملے۔

سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ اشکال کی سب سے بڑی وجہ دونوں کاموں کا ایک وقت میں انجام دینا ہے، اس کا حل یہ ہے کہ دونوں کاموں کا وقت الگ الگ کردیا جائے، اور ایک تدبیر یہ بھی ہوسکتی ہے کہ فضائلِ اعمال کی تعلیم کا وقت آدھا گھنٹہ کے بجائے ۱۵ ؍منٹ کردیا جائے؛ تاکہ بیک وقت دونوں کام ہونا آسان ہو۔ (فتاوی رحیمیہ ۶؍۱۰۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۳؍۶؍۱۴۲۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

تبلیغی گشت فرض ہے یا واجب؟

سوال (۳۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک صاحب نے بیان کے دوران گشت کو فرض عین سے بھی شدید بتایا، اور نہ کرنے والے کو گنہگار بتایا، احقر بہت کشمکش میں ہے کہ فرض ہے یا واجب یا مستحب؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: تبلیغ دین فرض علی الکفایہ ہے، مگر تبلیغ کی کوئی معین ومشخص صورت علی الاطلاق لازم نہیں ہے کہ سب کو اس کا مکلّف قرار دیا جائے؛ لہٰذا مروجہ گشت کو فرض یا واجب نہیں کہا جاسکتا، اور اس کا تارک ہرگز گنہ گار نہیں ہے۔

واعلم أن تعلم العلم يكون فرض عين، وهو بقدر ما يحتاج إليه، وفرض كفاية وهو ما زاد عليه لنفع غير. (درمختار مع الشامي ٤٢/١ کراچی)

قال العلامة الآلوسي هٰذا الآية: ﴿وَلْتَكُنْ مِنكُمْ اُمَّةٌ يَدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ [آل عمران: ١٠٤]: ''إن العلماء اتفقوا على أن الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر من فروض الكفايات''. (روح المعاني ٢١/٤ بيروت، فتاویٰ محمودیہ ڈابھیل ٢٠٨/٤) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۷/۵/۳۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

گشت سے پہلے دعا کی شرعی حیثیت

سوال (۳۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: تبلیغی جماعت میں جب بھی گشت کیا جاتا ہے تو گشت سے پہلے ہاتھ اٹھا کر دعاء مانگتے ہیں، اس کی شرعی حیثیت کیا ہے، اور اس کا التزام کرنا کیسا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: گشت کا مقصد لوگوں کو دین کی دعوت دینا ہے، اور دعوت دینے سے پہلے دعا کرنا روایات سے ثابت ہے۔

چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو دعوت دینے سے پہلے یہ دعا مانگی تھی: ﴿رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ وَيَسِّرْ لِيْ اَمْرِيْ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِنْ لِسَانِيْ يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ﴾ [طٰہٰ: ٢٥-٢٦-٢٧-٢٨]

اور ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا آدابِ دعا میں سے ہے؛ لہٰذا گشت سے پہلے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے میں کوئی حرج نہیں ہے؛ لیکن یہ ایسا لازم نہیں کہ نہ کرنے والے پر نکیر کی جائے۔

والمستحب أن يرفع يديه عند الدعاء بحذاء صوره، كذا في القنية.

(عالمگیری ۳۱۸/۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۱/۶/۱۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مشورہ کے وقت کون سی دعا پڑھیں؟

سوال (۳۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: حضرت رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو مشورہ کے وقت کونسی دعاء پڑھاتے تھے، اور ہم مشورہ کرتے وقت کونسی دعاء پڑھیں یا پڑھائیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مشورہ کے وقت عام طور پر یہ دعا پڑھی جاتی ہے:

اللّٰهم ألهمني رشدی وأعذني من شر نفسي. (ترمذی شریف ۱۸۶/۲) (ترجمہ: اے اللہ! بھلائی کی بات میرے دل میں ڈال دے اور مجھے میرے نفس کے شر سے پناہ عطا فرما)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حصین رضی اللہ عنہ کو یہ دعا تعلیم فرمائی تھی؛ لیکن وہاں ایسی کوئی صراحت نہیں ہے کہ یہ دعا مشورہ کے ساتھ مخصوص ہے؛ البتہ اس دعا کو مشورے کے وقت پڑھنا معنی کے اعتبار سے صحیح ہے؛ اس لئے کہ اس میں اللہ تعالیٰ سے اصابت رائے کو طلب کیا گیا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۰/۸/۲۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بے نمازی کو نماز کی دعوت دیں یا چلہ چار مہینہ کی؟

سوال (۳۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: بے نمازی کسے کہتے ہیں؟ بے نمازی کو پہلے چلہ چار مہینے کی دعوت دی جائے یا پہلے نماز پڑھنے کی دعوت دیں؟ اس بارے میں کیا حکم ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بے نمازی اسے کہتے ہیں جو جان بوجھ کر بلا عذر شرعی نماز چھوڑ دے، بے نمازی کو نماز اور چلہ چار مہینہ دونوں کی دعوت دی جائے، ایک کی دعوت دوسرے کی دعوت کے معارض اور مخالف نہیں ہے؛ بلکہ چلہ چار مہینہ کی دعوت نماز کی دعوت کو بھی شامل ہے؛ کیوں کہ جب کوئی شخص اپنی گھریلو الجھنوں کو چھوڑ کر چلہ وغیرہ کے لئے جماعت میں نکلتا ہے تو نماز وغیرہ دینی امور کا بجالانا اس کے لئے آسان ہوجاتا ہے، اور نماز پڑھنے کا طریقہ بھی آجاتا ہے، اور چالیس دن مسلسل جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے سے طبعیت نماز کی عادی ہوجاتی ہے؛ کیوں کہ چالیس دن کو طبعیت اور عادت کے بدلنے میں بڑا دخل ہے، جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے:

عن أنس بن مالک رضي اللّٰہ عنہ قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: من صلی للّٰہ أربعین یوماً في جماعۃ یدرک التکبیرۃ الأولیٰ کتب لہ براء تان: برأۃ من النار وبرأۃ من النفاق. (سنن الترمذي، الصلاۃ / باب في فضل التکبیر الأولیٰ ۱/۵٦ رقم: ۲٤۱، مشکوٰۃ المصابیح ۱۰۲)

عن عبد اللّٰہ رضي اللّٰہ عنہ قال: حدثنا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم وھو الصادق المصدق، إن أحدکم یجمع في بطن أمہ أربعین یوماً، ثم یکون علقۃً مثل ذٰلک، ثم یکون مضغۃً مثل ذٰلک، ثم یبعث اللّٰہ ملکاً فیؤمر بأربع: برزقہ وأجلہ وشقي أو سعید. (صحیح البخاري ۱/۹۷٦) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۰/۸/۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مستورات کا جماعت میں نکلنا؟

سوال (۳۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: (۱) اس دور میں عورتوں کے اجتماعات اور عورتوں کا جماعتوں میں نکلنا خوب ہو رہا ہے، شرعاً

بتلایا جائے کہ یقیناً اجتماعات کی جگہیں محفوظ ہوتی ہیں؛ لیکن دوران سفر بھی یہ عورتیں محفوظ رہ سکتی ہیں، عورتوں کو بلانا اور جانا کس حد تک درست ہوسکتا ہے؟

(۲) اسی طرح عورتوں کا جماعت میں جانا کس حد تک درست ہے؟

(۳) اگر کوئی شخص مرد وعورت جماعت میں نہ جانے کے باوجود نماز باجماعت کا پابند ہو، اور پھر اس کو جماعت میں نکلنے پر مجبور کرنا اور نہ جانے پر حقیر سمجھنا کیسا ہے؟ شرعاً واضح فرمادیا جائے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: (۱-۲) قرآن وسنت کی روشنی میں تبلیغی مرکز نظام الدین سے مستورات کی جماعت کے لئے جو سخت اصول وضوابط طے کئے گئے ہیں، اگر ان کی پوری طرح رعایت کرتے ہوئے دینی دعوت کے جذبہ سے مستورات کی جماعت نکالی جائے، تو اس کی گنجائش ہے، لیکن اگر ضابطہ کی خلاف ورزی کی جائے تو اجازت نہ ہوگی۔ (مستفاد: فتاوی محمودیہ ڈابھیل ۴/۲۶۷)

(۳) جماعت میں نکلنے کی ترغیب تو دی جاسکتی ہے، لیکن مجبور کرنا درست نہیں ہے، اور جماعت میں نہ جانے والے کی تحقیر کی بھی اجازت نہیں ہے۔

قال تعالیٰ: ﴿وَقُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ [النور: ۳۱]

عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا يحل لامرأة تؤمن بالله واليوم الآخر أن تسافر سفراً يكون ثلاثة أيام فصاعداً إلا ومعها أبوها أو أخوها، أو زوجها، أو ابنها، أو ذو محرم منها. (صحيح البخاري، أبواب تقصير الصلاة / باب كم يقصر الصلاة ۱۴۷/۱ رقم: ۱۰۸۷، صحيح مسلم، الحج / سفر المرأة مع محرم إلى حج وعمرة رقم: ۱۳۴۰)

عن سعيد بن أبي زيد الأنصاري رضي الله عنه أن أم سعد بنت سعد

بـن الـربيـع رضـي الـلّـه عنهما كانت تقول: دخلت على أم عمارة رضي اللّٰه عـنهـا فقلت لها: يا خالة! أخبريني؟ فقالت: خرجت أول النهار انظر ما يصنع الـنـاس، ومـعـي سـقاء فيه ماء. فانتهيت إلى رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم وهـو فـي أصـحـابه والدولة الريح للمسلمين فلما انهزم المسلمون انحزت إلـى رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم فقمت أباشر القتال وأذب عنه بالسيف وأرمـي عـن الـقـوس حتـى خـلـصت الجراح إلي. (البـداية والـنهـاية ٤/ ٣٤، الإصابة ٤/ ٤٧٩، بحواله: حياة الصحابة ١/ ٦٢٩)

عـن يونس قال: سمعت الزهري قال: سمعت عروة بن الزبير وسعيد بـن الـمسيـب وعـلـقمة بن وقاص وعبيد اللّٰه بن عبد اللّٰه عن حديث عائشة، أراد أن يخرج أقرع بين نسائه فأيّتهن يخرج سهمها خرج بها النبي صلى اللّٰه عـليـه وسـلـم، فـأقـرع بيننا في غزوة غزاها، فخرج بها سهمي، فخرجت مع الـنبـي صلى اللّٰه عليه وسلم بعد ما أنزل الحجاب. (صحيح البخاري ١/ ٤٠٣ رقم: ٢٧٩٣ ف: ٢٨٧٩)

عـن أنس بن مالک رضي اللّٰه عنه قال: حدثتي أم حرام أن النبي صلى الـلّٰه عليه وسلم قال: يومًا في بيتها، فاستيقظ وهو يضحک، قلت: يا رسول الـلّٰـه! ما يُضحکک؟ قال: عجبن من قوم من أمتي يركبون البحر كالملوک على الأسرة، فقلت يا رسول اللّٰه! أدع اللّٰه أن يجعلني منهم، قال: أنتِ منهم، ثـم نـام فـاستيـقـظ، وهـو يـضحک، فقال مثل ذٰلک مرتين أو ثلاثاً، قلت يا رسـول الـلّٰـه! ادع اللّٰه أن يجعلني منهم، فيقول: أنت من الأولين، فتزوج بها عبـادةُ الـصـامـت، فـخـرج بهـا إلى الغزو، فلما رجعت قرّبتُ دابة لتركبها، فوقعت فاندقّتُ عنقُها. (صحيح البخاري ١/ ٤٠٥ رقم: ٢٨٠٨ ف: ٢٨٩٤)

وقد توجد مثل هٰذه الأحاديث والآثار التي تدل على مسئلة الباب **تحت هٰذه الأرقام:** (صحيح البخاري ٢٥٠/١ رقم: ١٨٢٢ ف: ١٨٦٠، -٤٢١/١ رقم: ٢٩١٤، ٤٠٣/١ رقم: ٢٧٩٧، صحيح مسلم ٣٨٥/١، ١١٦/٢-١١٧، سنن الترمذي ٢٨٦/١، المصنف لابن أبي شيبة ٣١٨/١٨ رقم: ٣٤٣٤٤، المعجم الكبير للطبراني ١٥٧/٢٤ رقم: ٤٠٣) **فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۰/۶/ ۱۴۲۸ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مستورات کی تبلیغی جماعت؟

سوال (۳۶): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: تبلیغی جماعت کے ماتحت جو مستورات کی جماعت کا کام نظام الدین کے مشورہ سے دنیا بھر میں چل رہا ہے، بعض علماء تو اسے بالکل ناجائز سمجھتے ہیں، ان کا کہنا ہے، خواتین صرف فرائض وواجبات کے تقاضہ سے پردہ کے ساتھ گھر سے نکل سکتی ہیں، اس کے علاوہ مستحبات اور سنن کے تقاضے سے نہیں نکل سکتیں، اب دعوت وتبلیغ چونکہ خواتین پر مستحب ہے؛ لہٰذا اس کے تقاضے سے گھر کے باہر نہیں نکل سکتیں گرچہ محرم ہو اور پردہ کا پورا اہتمام بھی ہو۔

دوسری طرف جو علماء اس کام کو جائز سمجھتے ہیں ان کا کہنا ہے کہ دعوت وتبلیغ کا کام امت کے ہر فرد پر فرض ہے، اس میں مرد اور عورت برابر ہیں؛ لہٰذا عورت بھی باپردہ محرم کے ساتھ دور دراز کا تبلیغی سفر کرسکتی ہے، جبکہ خواتین میں خواتین کی بات اور ان کی محنت بہت مؤثر اور مفید بھی معلوم ہوتی ہے، نیز شریعت مقدسہ میں جب کہ عورت کا محرم کے ساتھ عام سفر کی اجازت ہے تو دینی مقصد سے سفر کرنے میں کیا حرج ہے؛ لہٰذا دریافت امر یہ ہے کہ دعوت وتبلیغ کی موجودہ اجتماعی صورت فرض ہے یا مستحب؟ اور کیا اس میں مرد اور عورت برابر ہیں یا نہیں؟ کیا عورت فرض اور واجب کام کے بغیر مستحب وسنن کیلئے باپردہ گھر سے نکل سکتی ہے یا نہیں؟ اور آخر ان مستورات کی جماعت کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسلمانوں کی دینی اصلاح کے لئے فکر کرنا امت پر فرض کفایہ ہے، البتہ یہ اصلاح کس طرح کی جائے اس کیلئے کوئی خاص طریقہ متعین نہیں ہے، موجودہ دور میں تبلیغی جماعت کے ذریعہ جو اصلاحی محنت ہورہی ہے وہ بھی من جملہ طریقوں میں سے ایک ہے، اور تجربہ سے اس کا نفع بخش ہونا ثابت ہے۔

نیز ''دعوت اِلی الخیر'' کے حکم میں مرد وعورت دونوں شامل ہیں؛ البتہ دونوں کا دائرۂ عمل الگ الگ ہے، مرد تو گھر کے اندر اور باہر ہر جگہ دعوت کا کام کرنے کے مکلّف ہیں، جب کہ عورتوں کی اصل ذمہ داری اپنے گھر والوں خم ۹ ک یا گھر میں آنے جانے والوں تک محدود ہے، اس لئے عورتوں کے لئے باقاعدہ تبلیغی جماعت میں مردوں کی طرح نکلنے کی بہت حوصلہ افزائی تو نہیں کی جاسکتی؛ لیکن یہ عمل ناجائز بھی نہیں ہے، بشرطیکہ اس میں مرکز نظام الدین کی طرف سے مقرر کردہ تمام شرائط وحدود کی مکمل رعایت رکھی جائے، اگر کسی بھی شرط میں کوتاہی ہوئی تو اس میں جواز کی بھی گنجائش نہ ہوگی۔ (مستفاد: کفایت المفتی ۲/ ۱۰۶، فتاوی محمودیہ ڈابھیل ۴/ ۲۶۵)

﴿وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ اُمَّةٌ يَدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾ [آل عمران، جزء آیت: ١٠٤] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۲۴/ ۱۱/ ۱۴۲۴ھ

عورتوں کا اپنے محارم کے ساتھ جماعت میں جانا اور ہفتہ واری تعلیم کرنا؟

سوال (۳۷): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: عورتوں کا تبلیغی جماعت میں اپنے محارم کے ساتھ پردہ میں جانا کیسا ہے؟ ہمارے علاقہ میں عورتیں کسی ایک متعین دن میں متعین آدمی کے گھر میں جمع ہوتی ہیں اور تبلیغ کرتی ہیں، کیا یہ درست

ہے ہے؟ اس میں کیا فضیلت اور کیا قباحت ہے، شریعتِ محمدیہ اور تعاملِ صحابہ واکابرین کی روشنی میں وضاحت سے تحریر فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: پردہ کے مکمل اہتمام کے ساتھ، اور مرکز نظام الدین کے مقررہ شرعی اصول کی پابندی کرتے ہوئے، مستورات کا اپنے محارم یا شوہر کی معیت میں سفر کرنا فی نفسہٖ مباح اور درست ہے، اور واقف کار عورتوں کے ذریعہ دین سے ناواقف عورتوں کی اصلاح کی بہت امید ہے، اسی طرح محلّہ کے کسی گھر میں جمع ہوکر دین کی باتیں کہنا، سننا بھی جائز ہے، جب کہ وہاں کسی فتنہ کا اندیشہ نہ ہو، اور پردہ کی مکمل پابندی ہو، دورِ صحابہ میں عورتیں مسائل سیکھنے کے لئے ازواج مطہرات کے پاس تشریف لایا کرتی تھیں، نیز حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا خاص عورتوں کے مجمع سے خطاب کرنا ثابت ہے۔(مستفاد: فتاوی محمودیہ ڈابھیل ۴/ ۲۶۷)

قال تعالیٰ: ﴿وَقُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ [النور: ٣١]

عن أبي سعيد الخدري رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: لا يحل لامرأة تؤمن باللّٰه واليوم الآخر أن تسافر سفراً يكون ثلاثة أيام فصاعداً إلا ومعها أبوها أو أخوها، أو زوجها، أو ابنها، أو ذو محرم منها. (صحيح البخاري، أبواب تقصير الصلاة / باب كم يقصر الصلاة ١٤٧/١ رقم: ١٠٨٧، صحيح مسلم، الحج / سفر المرأة مع محرم إلى حج وعمرة رقم: ١٣٤٠)

ابن الأصبهاني قال: سمعت أبا صالح ذكوان يحدث عن أبي سعيد الخدري رضى اللّٰه عنه قال: قال النساء للنبي صلى اللّٰه عليه وسلم: غلبنا عليک الرجال، فاجعل لنا يوما من نفسک، فوعدهن يوما لقيهن فيه، فوعظهن وأمرهن، فكان فيما قالهن مامنكن امرأة تقدم ثلاثة من ولدها إلا كان لها حجاباً

من النار، فقالت امرأة: اثنين، فقال: واثنين. (صحيح البخاري ۲۱/۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۸/۷/۱۴۲۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

جماعت والوں کا مشتبہ مال والے کی دعوت قبول کرنا؟

سوال (۳۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: جماعت والوں کے لئے ایسے لوگوں کی دعوت قبول کرنا کیسا ہے؟ بعض نے کہا ہے کہ حکمت کے طور پر دعوت قبول کرلیں اور کھانے کی قیمت صدقہ کردیں، مشتبہ کمائی کی صورت بتائی کہ کھانے والا یہ نیت کرلے کہ میں حلال کمائی سے کھا رہا ہوں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جن لوگوں کی آمدنی حرام ہو ان کے یہاں جماعت والوں کو دعوت قبول نہیں کرنی چاہئے، مصلحت اور حکمت کا تقاضہ اور شرعی حکم یہی ہے، اگر ان کی اصلاح مقصود ہو تو دعوت قبول کئے بغیر ان کی فہمائش کا راستہ اختیار کیا جائے۔

أهدى إلى رجل شيئاً أو أضافه إن كان غالب ماله من الحلال، فلابأس إلا أن يعلم بأنه حرام، فإن كان الغالب هو الحرام ينبغي أن لايقبل الهدية، فلا يأكل بالطعام. (الفتاوىٰ الهندية ۳٤۲/۵)

درء المفاسد أولى من جلب المصالح، فإذا تعارضت مفسدة ومصلحة قدم دفع المفسدة غالباً؛ لأن اعتناء الشرع بالمنهيات أشد من اعتناءه بالمامورات. (الأشباه والنظائر ۱٤۷) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۴/۷/۱۴۲۸ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا ۴۸ رمیل پر مکمل عالم دین کا ہونا فرض کفایہ ہے؟

سوال (۳۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: آج جب کہ سائنس کا زمانہ ہے، آدمی ایک دوسرے سے ذہنی اعتبار سے قریب تر ہے، تو اگر ۴۸ر میل پر کوئی عالم نہ ہو؛ بلکہ ۲۰۰ر میل پر کوئی عالم ہو، اور فون وغیرہ کے ذریعہ سے مسائل معلوم کیا جاسکتا ہو تو بھی ۴۸ر میل کے اندر ایسا عالم کا ہونا ضروری ہے، جو تمام مسائل کا حل جانتا ہو یا ۲۰۰ر پر بھی عالم ہو تو فرضِ کفایہ ادا ہو جائے گا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: شریعت میں مطلقاً ضرورت کے مطابق علماء کے وجود کو فرض کفایہ قرار دیا گیا ہے، اس میں نہ تو کسی تعداد کی قید ہے اور نہ ہی مسافت کی قید؛ لہٰذا آپ نے جو سوال نامہ میں ۴۸ر میل یا ۲۰۰ر میل کی مسافت کی بحث اٹھائی ہے، یہ بے معنی ہے۔ مقصود یہ ہے کہ مسافت وغیرہ سے قطع نظر کرتے ہوئے ہر علاقہ میں کچھ نہ کچھ ایسے افراد ہونے چاہئیں جو لوگوں کی دینی ضروریات پوری کرسکیں۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾ [آل عمران: ۱۰۴]

﴿وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً، فَلَوْ لَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ﴾ [التوبة: ۱۲۲]

ومنشأ الخلاف في ذلک أن العلماء اتفقوا على أن الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر من فروض الكفايات. (روح المعاني ۴/۳۴)

واستدل بذٰلک أن التفقه في الدين من فروض الكفاية. (روح المعاني ۷/۷۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۷/۷/۱۴۲۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اصلاحِ معاشرہ کے لئے اتحادالمسلمین کمیٹی بنانا؟

سوال (۴۰):-کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: جب ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر بیس سال کی تھی، مکہ میں قریش نے ایک کمیٹی بنائی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس میں حصہ لیا، امن وآشتی پیدا کرنے کے لئے جس کے ارکان کا یہ عہد تھا: ''ہم اپنے وطن سے بے امنی دور کریں گے۔ مسافروں کی حفاظت کیا کریں گے۔ غریبوں کی امداد کرتے رہیں گے۔ طاقت ور کو کمزور پر اور بڑوں کو چھوٹوں پر ظلم کرنے اور ناانصافی سے روکا کریں گے''۔

اس کمیٹی کا نام ''حلف الفضول'' رکھا، یعنی قبیلہ جرہم کے زمانہ کی کمیٹی حلف الفضول کا احیاء کیا، بہرحال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی ثابت قدمی اور استقلال کے ساتھ اس میں حصہ لیا کہ نبوت کے بعد جب ایک مضبوط نظام مسلمانوں کا قائم ہوگیا تھا، تب بھی آپ فرمایا کرتے تھے کہ: قریش اگر حلف الفضول کو زندہ کرلیں تو میں سب سے پہلا شخص ہوں گا جو اس میں حصہ لوں گا۔ (ماخوذ از: سیرۃ مبارکہ ۱۱۵/۱)

ہمارے محلّہ میں مسلمانوں کی مختلف برادری آباد ہیں، آپس میں نااتفاقی بدامنی اور ناآشتی بہت زیادہ تھی برے کام کرنے والے کو کوئی روکنے والا نہ تھا، اور نہ ہی اچھے کام کرنے کے امر کے لئے کوئی تیار تھا۔ محلّہ کے قریب قریب سبھی آدمیوں نے مل کر حلف الفضول کے مانند ایک کمیٹی تیار کی ہے جس کے ارکان کا یہ عہد ہے: ''اللہ ورسول کے ہر احکام کی حتیٰ الوسع پوری پوری پابندی کروں گا۔ اپنے مذہب کی ہر جائز کام کی پوری پوری پابندی کروں گا۔ ہر ممبران کمیٹی سے اپنے بھائی جیسے تعلق برقرار رکھوں گا۔ اگر کوئی زبردست کمزور پر ناجائز دباؤ دے گا تو ہم سب مل کر اس کی طاقت کو توڑ دیں گے۔ اگر کہیں کمیٹی کے زیر اثر علانیہ ناجائز یا برا فعل کیا جارہا ہو تو ہم سب مل کر اس کو روکنے کی کوشش کریں گے''۔

کمیٹی میں قریب ۳۰ر ممبران بنائے گئے، ۳۰ر ممبروں نے کمیٹی کے ارکان پر حلف کیا اور پکا عہد کیا کہ ہم اچھے کام کریں گے، اور برے کام سے روکا کریں گے، اور اچھائی کا امر کرتے رہیں گے، جس دن سے یہ کمیٹی بنی ہے قریب قریب آپسی پھوٹ ختم ہوگئی اور محلّہ میں قمار بازی اور تاش اور اسی طریقہ کے بہت سے برے کام بند ہوگئے، امن واتفاق بہت زیادہ ہوگیا ہے اور اس کمیٹی کا نام اتحاد المسلمین رکھا گیا ہے، معروض ہے کہ یہ کام نبی کریم ﷺ کی پسندیدہ اور از روئے شریعت درست ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: امر بالمعروف نہی عن المنکر اور اصلاح عوام کے لئے اس طرح کی کمیٹی قائم کرنا شرعاً نہ صرف جائز بلکہ محمود اور مستحب ہے، اگر ہر علاقہ اور آبادی میں ایسی کمیٹیاں بن جائیں اور عوام وخواص اصلاح کی طرف متوجہ ہوں تو معاشرہ میں کافی سدھار ہوسکتا ہے، ارشاد خداوندی ہے:

﴿وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ [آل عمران، جزء آیت: ١٠٤] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۴۱۱/۲/۴ھ

ربیع الاول کے ۱۲ر دنوں تک بیانات کا سلسلہ جاری رکھنا؟

سوال (۴۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے یہاں بعض جگہوں میں ربیع الاول میں ۱۲ر دنوں تک بیان ہوتا ہے، اس میں بیان کرنا کیسا ہے؟ اگر چہ یہ رسم رواج ہے، اگر ہم نہیں کریں گے تو دوسرا کوئی غلط بیان کریں گے، اور رسم کو بڑھائے گا، اہل حق علماء کا اس میں بیان کرنا اور حکمۃً تھوڑا تھوڑا رواج کو ختم کرنا کیسا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسلمانوں میں سیرت طیبہ کا تذکرہ ہر زمانہ اور ہر مہینہ میں رہنا چاہئے، اس کے لئے کسی خاص تاریخ کو متعین کرنا بے اصل ہے؛ تاہم اگر اس غرض سے ربیع الاول میں بیانات کرائے جائیں کہ لوگوں کو صحیح دین سے آگاہی ہو اور بدعات پر نکیر ہو، تو فی نفسہٖ اس کی گنجائش ہے؛ لیکن اس میں اسراف بے جا سے احتراز لازم ہے۔ (مستفاد: فتاوی محمودیہ ڈابھیل ۳/۲۱۸-۲۱۹) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۴/۳/۱۴۲۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

منکر پر نکیر؟

سوال (۴۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر لوگوں کا عمل کسی حدیث کے خلاف ہو تو لوگوں کو اس سے واقف کرانا باعث ثواب ہے یا نہیں؟ اور واقف کرانے والے پر لعن طعن کرنا از روئے شرع کیسا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر خیر خواہی کی نظر سے لوگوں کو متنبہ کرائے، تو ایسا شخص یقیناً مستحق ثواب ہے اور اس پر کسی کو لعن طعن کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من رآى منكم منكرًا فليغيره بيده، ومن لم يستطع فبلسانه، ومن لم يستطع فبقلبه، وذلک أضعف الإيمان. (سنن الترمذي ۲/ ٤٠) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۲۷/۱۱/۱۴۲۴ھ

اہلِ سنت والجماعت ہونے کی علامت؟

سوال (۴۳): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اہل سنت والجماعت کہلانے کا مستحق کون ہے؟ وہ شخص جو منکرات والی تقریبات میں شرکت کرے، یا وہ شخص جو ایسی ناجائز باتوں پر برملا نکیر کرے اور انہیں روکنے کی کوشش کرے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اہلِ سنت والجماعت کہلانے کا مستحق وہی شخص ہے جو نہ تو منکرات میں خود شرکت کرے اور نہ کسی منکر کو دیکھ کر راضی رہے؛ لہٰذا مسئولہ صورت میں جو شخص ناجائز رسومات کو روکنے کی کارروائی کرے وہی اہل سنت والجماعت میں شامل ہونے کے تقاضے کو پورا کر رہا ہے۔

﴿وَلَا تَرْكَنُوْا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ﴾ [هود: ۱۱۳]

عن أبي سعيد الخدري رضي اللّٰه عنه قال: سمعت رسول اللّٰه ﷺ يقول: من رأى منكم منكرا فليغيره بيده، فإن لم يستطيع فبلسانه، فإن لم يستطع فبقلبه وذلك أضعف الإيمان. (صحيح مسلم ۱/ ۵۱ رقم: ۴۹) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۷/ ۱۴۲۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا امر بالمعروف چھوڑنے کا وقت آچکا ہے؟

سوال (۴۴): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ’’ابن ماجہ‘‘ میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کو کب چھوڑ دیا جائے؟ تو آپ نے فرمایا کہ اس وقت جب تم میں بھی وہی ظاہر ہو جائے جو تم سے اگلوں میں ظاہر ہوا تھا، ہم نے پوچھا وہ کیا چیز ہے، فرمایا: کمینے آدمیوں میں سلطنت کا چلا جانا،

بڑے آدمیوں میں بدکاری آجانا، رذیلوں میں علم آجانا۔ کیا یہ وقت اب آگیا ہے، اگر آگیا ہے تو اب ہم کیا عمل کریں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر چہ کمینے آدمیوں میں سلطنت کا پایا جانا وغیرہ علامات اس زمانہ میں پائی جارہی ہیں، لیکن حدیث میں امر بالمعروف چھوڑنے کا حکم اس وقت ہے جبکہ انسان لوگوں کو اللہ کی طرف بلانے سے عاجز ہو اور خاموشی اختیار کئے بغیر اس کے پاس کوئی چارہ نہ ہو اور یہ وقت ابھی نہیں آیا؛ لہٰذا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہنا چاہے۔

عن أبي ثعلبة في قوله تعالیٰ: ﴿عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ﴾ فقال: أما و اللّٰه لقد سألت عنها رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم فقال: بل ائتمِروا بالمعروف، واتناهوا عن المنکر، حتی إذا رأیت شُحًّا مُطاعاً، وهوًی متبعاً، ودنیا مؤثرة، وإعجاب کل ذي رأي برأیه، ورأیت أمراً لا بد لک منه؛ فعلیک نفسک، ودع أمرَ العوام، فإن وراء کم أیام الصبر، فمن صبر فیهن قبض علی الجمر، وللعامل فیهن أجرُ خمسین رجلاً یعملون مثل عمله، قالوا یا رسول اللّٰه! أجر خمسین منهم؟ قال: أجر خمسین منکم. (سنن الترمذي رقم: ۳۰۵۸، سنن أبي داؤد رقم: ۴۳۴۱، ابن ماجة رقم: ۴۰۱۵)

وحاصله أنه إذا رأیت بعض الناس یعملون المعاصي ولا بد لک من السکوت لعجزک فاحفظ نفسک عن المعاصي واترک الأمر بالمعروف والنهي عن المنکر واشتغل بنفسک ودع أمر الناس إلی اللّٰه، فإنه تعالیٰ: ﴿لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا﴾ (مرقاة المفاتیح ۹/۳۳۵ بیروت) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۲۸/۱۱/۱۴۲۵ھ

تبلیغ کرنے کے لئے غیر مسلم کو قرآن کا ہدیہ دینا

سوال (۴۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: تبلیغ کرنے کے لئے غیر مسلموں کو قرآنِ پاک دینا جائز ہے؟ کیا علماء ہند میں حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحبؒ نے غیر مسلموں کو صرف ترجمہ قرآن دینا جائز قرار دیا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر کسی خاص غیر مسلم کے بارے میں اس بات کا یقین یا ظن غالب ہو کہ وہ قرآنِ کریم کا مکمل احترام کرے گا اور اس سے ہدایت حاصل کرنے کی کوشش کرے گا، تو ایسے شخص کو قرآن دیا جاسکتا ہے؛ لیکن اسے تاکید کردی جائے کہ وہ قرآنِ کریم کو غسل وطہارت کے بغیر نہ چھوئے۔ حضرت مفتی کفایت اللہ صاحبؒ کا فتویٰ بھی اسی صورت پر محمول ہے ورنہ عام غیر مسلموں کو بلا امتیاز قرآنِ کریم دینے میں بے ادبی کا سخت خطرہ ہے، اس سے احتراز لازم ہے۔

قال أبو حنيفةؒ: أعلم النصراني الفقه والقرآن لعله يهتدي ولا يمس المصحف، وإن اغتسل ثم مس لا بأس به. (عالمگیری ۳۲۳/۵) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۰/۱۱/۱۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

منکرات کی اصلاح میں نرمی اختیار کرنا

سوال (۴۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: جن مسلم بچوں کے والدین سوال نمبر ایک میں تحریر کردہ افعال مذمومہ اور غیر شرعی حرکات کے مرتکب ہوتے ہیں، ان کو راہِ راست پر لانے کے لئے کیا کیا جائے، اور راہِ راست پر آنے سے پہلے تک ان کے ساتھ کس طرح کا سلوک کیا جائے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نرمی سے سمجھانے کی جد وجہد کرتے رہیں، مایوس نہ ہوں۔

قال اللّٰہ تبارک وتعالیٰ: ﴿فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ أَوْ يَخْشٰى﴾ [طٰه: ٤٤]

قال اللّٰہ تبارک وتعالیٰ: ﴿اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ، فَاِذَا الَّذِیْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِيْمٌ﴾ [حم سجدة:]

قال اللّٰہ تبارک وتعالیٰ: ﴿وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ [الحجر: ٨٨]

قال اللّٰہ تبارک وتعالیٰ: ﴿فَبِمَا رَحْمَةٍ مِنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ، فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِی الْاَمْرِ﴾ [آل عمران: ١٥٩] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ ۱/۷/۱۴۱۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

تصوف وسلوک اور وعظ ونصیحت

بیعت کی شرعی حیثیت

سوال (۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کوئی بیعت ضروری سمجھتا ہے کہ اس کے بغیر عبادت قبول نہیں ہوگی ؟ کیا اس کا یہ نظریہ صحیح ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بیعتِ اصلاح یعنی کسی مرشد کامل کے ہاتھ پر گناہوں سے بچنے کا اور شریعت پر قائم رہنے کا عہد کرنا، احادیثِ شریفہ سے ثابت ہے، اور شریعت پر عمل کرنے میں معاون ہے؛ لیکن یہ کوئی ایسی ضروری چیز نہیں کہ اس کے بغیر عبادات ہی قبول نہ ہوں، بیعت کے بغیر بھی عبادات مقبول ہوسکتی ہیں، جب کہ انہیں شریعت کے مطابق ادا کیا جائے۔

عن عبادة بن الصامت رضي اللّٰه تعالیٰ عنه قال: قال رسول اللّٰه ﷺ: وحوله عصابة من أصحابه بایعوني علی أن لا تشرکوا باللّٰه شیئاً ولا تزنوا ولا تسرقوا ولا تقتلوا أولادکم ولا تأتوا ببهتان تفترونه بین أیدیکم وأرجلکم ولا تعصوا في معروف فمن وفّی منکم فأجره علی اللّٰه. (صحیح البخاري ۱/۷ رقم: ۱۸)

اعلم أن البیعة سنة ولیست بواجبة...... ولم یدل دلیل علی تأثیم تارکها، ولم ینکر أحد علی تارکها. (القول الجمیل ۱۲)

قال الشیخ ظفر أحمد العثماني: وبالجملة فالتصوف عبارة عن عمارة الظاهر والباطن، أما عمارة الظاهر فبالأعمال الصالحة، وأما عمارة الباطن فبذکر اللّٰه وترک الرکون إلی ما سواه...... وکان یتیسر ذٰلک للسلف بمجرد

الصحبة. (إعلاء السنن ١٨/ ٤٣٨ كراچی) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۴؍۶؍ ۱۴۲۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بیعت اور اس کے اقسام

سوال (۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: بیعت کیا ہے؟ اور اس کی کتنی قسمیں ہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: بیعت تین طرح کی ہوتی ہے:

(۱) **بیعتِ اسلام**: - یعنی کوئی کافر شخص کسی مسلمان کے ہاتھ پر کلمہ شہادت پڑھے، اور اسلام کا اقرار کرے۔

(۲) **بیعت اطاعت**: - جس کا مطلب یہ ہے کہ امام المسلمین اور حاکم شرعی کے ہاتھ پر اس کی سمع وطاعت کا عہد کیا جائے، اسی میں بیعت ہجرت وجہاد بھی شامل ہے۔

(۳) **بیعتِ توبہ**: - جس کا مطلب یہ ہے کہ کسی صالح، متبع شریعت شخص کے ہاتھ پر گناہوں سے توبہ کرتے ہوئے برائیوں سے بچنے کی بیعت کی جائے، جیسا کہ دورِ نبوت سے لے کر آج تک اہل اللہ مشائخ کے درمیان جاری ہے، یہ تینوں طرح کی بیعتیں صحیح اور ثابت ہیں، اور معتبر نصوص سے ان کی تائید ہوتی ہے۔

فالحق أن البيعة على أقسام: منها بيعة الخلافة، و منها بيعة الإسلام، ومنها بيعة التمسک بحبل التقویٰ، ومنها بيعة الهجرة و الجهاد، ومنها بيعة التوثق في الجهاد. (القول الجميل ١٧)

استفاض عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أن الناس كانوا يبايعونه تارة على الهجرة والجهاد، وتارة على إقامة أركان الإسلام، وتارة على الثبات والقرار

في معركة الكفار وتارة على التمسک بالسنة والاجتناب عن البدعة والحرص على الطاعات. (القول الجميل ۹) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۶/۴/۱۴۳۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بیعتِ امارت اور بیعتِ سلوک میں فرق

سوال (۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: بندہ کو درج ذیل حدیث کی تحقیق مطلوب ہے، امید کہ تحریر فرمائیں گے:

من خلع يدا من طاعة لقي اللّٰه يوم القيامة لاحجة له، ومن مات وليس في عنقه بيعة مات ميتة جاهلية. (صحيح مسلم ۱۲۸/۲)

مذکورہ حدیث میں لفظ "بیعة" سے کیا اس زمانے میں مشائخ وبزرگوں سے بیعت ہونا بھی مراد ہوسکتا ہے یا اسلامی ملکوں میں امیر المؤمنین سے بیعت ہونا ہی مراد ہے؟ اور مشائخ وبزرگوں سے بیعت ہونا قرآن حدیث سے ثابت ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سوال میں مذکور حدیث کا مصداق وہ بیعت ہے جو اسلامی حکومت میں امیر المؤمنین سے کی جاتی ہے جو اس کی اطاعت کی علامت ہوتی ہے، اس کو "بیعتِ امارۃ" کہتے ہیں۔ پس اسلامی حکومت میں رہنے والے لوگوں پر اپنے شرعی امیر کی اطاعت کرنا شرعاً ضروری ہوتا ہے۔ اگر وہ ایسا نہ کریں تو قابلِ مذمت ہیں، جیسا کہ حدیث میں اس کی صراحت کی گئی ہے کہ ایسے لوگ جہالت کی موت مرنے والوں کی طرح ہوں گے، اس کے برخلاف مشائخ اور بزرگوں میں جو بیعت اور سلوک کا سلسلہ جاری ہے اس کو "بیعتِ اصلاح" کہا جاتا ہے، یہ بیعت حدیثِ مذکور کا مصداق نہیں ہے؛ تاہم یہ بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے، آپ نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے اس طرح بیعت لی ہے اور قرآنِ کریم کی آیت: ﴿يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا جَآءَکَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعْنَکَ عَلٰى اَنْ لَّا يُشْرِکْنَ بِاللّٰهِ شَيْئًا وَلَا يَسْرِقْنَ

وَلَا يَزْنِيْنَ وَلَا يَقْتُلْنَ﴾ الخ [الممتحنة: ١٢] میں بھی اس کا ذکر کیا گیا ہے، یہ بیعت کوئی لازم یا فرض نہیں ہے؛ بلکہ سنت اور مستحب ہے، اور اگر کوئی شخص کسی بزرگ سے بیعت نہ ہو؛ لیکن وہ شریعت پر عمل کرتا ہو اور گناہوں سے بچنے کا اہتمام کرتا ہو، تو وہ ہرگز قابل ملامت نہیں۔

عن عبادة بن صامت رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: وحوله عصابة من أصحابه: بايعوني على أن لا تشركوا باللّٰه شيئا ولا تسرقوا ولا تزنوا ولا تقتلوا أولادكم ولا تأتوا ببهتان تفترونه بين أيديكم وأرجلكم ولا تعصوا في معروف – إلى – فبايعناه على ذلك. (صحيح البخاري رقم: ١٨، صحيح مسلم رقم: ٤١، مشكاة المصابيح ١٣/١)

اعلم أن البيعة سنة وليست بواجبة ......: ولم يدخل دليل على تأثيم تاركها ولم ينكر أحد على تاركها. (القول الجميل ١١)

فالحق أن البيعة على أقسام، منها: بيعة الخلافة، ومنها بيعة الخلافة، ومنها بيعة الإسلام، ومنها بيعة التمسك بحبل التقوىٰ، ومنها: بيعة الهجرة والجهاد، ومنها: بيعة التوقف في الجهاد. (القول الجميل ٦/١ رحيمية ديوبند) **فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۳/۱/۱۴۳۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بیعت کرنے کا حق کس کو ہے؟

سوال (۴) :- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: بیعت کرنے والے کی اہلیت کیا ہونی چاہئے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: بیعت کرنے والا شخص ایسا ہونا چاہیے جو شریعت کا بقدرِ ضرورت علم رکھتا ہو اور خود سنت وشریعت پر عامل ہو نیز آخرت کے بارے میں فکرمند ہو، نرا دنیا دار نہ ہو اور بے عمل یا بدعمل یا بدعتی کے ہاتھ پر بیعت درست نہیں ہے۔

أحدها: علم الكتاب والسنة.

والشرط الثاني: العدالة والتقویٰ.

والشرط الثالث: أن يكون زاهداً في الدنيا، راغباً في الآخرة.

والشرط الرابع: أن يكون أمراً بالمعروف وناهياً عن المنكر.

والشرط الخامس: أن يكون صحب المشائخ وتأدب بهم دهراً طويلاً، وأخذ منهم نور الباطن والسكينة. (القول الجميل ٢١-٢٣-٢٣)

من أحدث في الإسلام رأياً لم يكن له من الكتاب والسنة سند ظاهر أو خفي ملفوظ أو مستنبط فهو مردود عليه. (مرقاة المفاتيح ملتان ١/٢١٥) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۳/۴/۲۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بیعت کے بارے میں اکابر علماء کی رائیں

سوال (۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: بیعت کے تعلق سے اکابر علماء کرام کی رائے کیا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: محققین علماء کے نزدیک بیعتِ توبہ جو مشائخ کراتے ہیں، یہ مسنون ہے؛ لیکن اس پر نجات کا مدار نہیں ہے، پس اگر کوئی شخص بیعت کے بغیر دین پر صحیح طرح عمل کرنے والا ہے تو وہ بھی انشاء اللہ تعالیٰ نجات پائے گا، اصل چیز اتباعِ شریعت ہے، بیعت اس میں معاون ہوتی ہے۔

واعلم أن البيعة سنة وليست بواجبة. (القول الجميل ١٤)

لا يلزم البيعة الرسمية في طريقه من طرق المشائخ نعم تستحب ومن أتى بها ووفى توفى أجرها ومن لم يأت بها، وسلك الطريق المستقيم أخذاً من

الـكتـاب و السنة و آداب السلف الصالحين لا يخشى عليه سوء الخاتمة. (كفاية المفتى ۲/ ۷۷) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۶/۴/۱۴۳۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بیعت کو رہبانیت اور یہود ونصاریٰ کا طریقہ کہنا

سوال (٦): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا دورِ حاضر میں بیعت کرنے والے افراد رہبانیت کی راہ پر ہیں، اور یہود ونصاریٰ کے نقش قدم پر چل رہے ہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: صحیح احادیث میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دست اقدس پر متعدد طرح کی بیعت کا ثبوت ملتا ہے؛ لہٰذا بیعت کو رہبانیت یا یہود ونصاریٰ کا طریقہ قرار دینا محض جہالت ہے۔

عـن عبـادة بن الصامت رضي الله عنه قال: إن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: وحوله عصابة من أصحابه بايعوني على أن لا تشركوا بالله شيئاً ولا تسرقوا ولا تزنوا ولا تقتلوا أولادكم ولا تأتوا ببهتان تفترونه بين أيديكم وأرجلكم ولا تعصوا في معروف فمن وفى منكم أجره على الله، ومن أصاب من ذلك شيئاً فعوقب في الدنيا فهو كفارة له، ومن أصاب من ذلك شيئاً ثم ستره الله فهو إلى الله إن شاء عفا عنه وإن شاء عاقبه، فبايعناه على ذلك. (صحيح البخاري ١/ ٧ رقم: ١٨)

فـلـنبـحث عـن البيعة من أي قسم هي؟ فظن قوم أنها مقصورة على قبول الخلافة، وأن الذي تعتاده الصوفية من مبايعة المتصوفين ليس بشيء، وهذا ظن

فاسد لما ذكرنا من أن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم كان يبايع تارة على إقامة أركان الإسلام وتارة على التمسک بالسنة، وكل ذٰلک من باب التزكية والأمر بالمعروف والنهي عن المنكر. (القول الجميل ۱۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۶؍۴؍۱۴۳۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بیعت کرنے کے فائدے اور نہ کرنے کے نقصانات

سوال (۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: بیعت کرنے کے فائدے اور نہ کرنے کے نقصانات کیا ہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: تجربہ سے ثابت ہے کہ بیعت کرنے سے عقیدہ میں مضبوطی اور عمل میں پختگی نصیب ہوتی ہے، اور کسی صالح شخص سے تعلق قائم کرکے اس کی صحبت اور مفید مشوروں سے آدمی فیض یاب ہوتا ہے، جس کا نفع ظاہر ہے، اور یہ باتیں عموماً بیعت کے بغیر حاصل ہونی مشکل ہوتی ہیں، بیعت نہ کرنے کا یہی نقصان ہے۔

وأما من جاهد نفسه على يد شيخ صادق فذٰلک يتيسر له ترک العمل بمقتضاها بأدنیٰ مقاومة؛ بل قد يكون ترک العمل به طبعاً له حتى يستلذ به ويتألم بالعمل به. (إعلاء السنن کراچی ۴٤٧/١٨)

وأما عمارة الباطن فبذكر اللّٰه ترک الركون إلى ما سواه، وتحليته بالأخلاق الحميدة وتطهيره عن أنجاس الأخلاق الذميمة، وكان يتيسر ذٰلک بمجرد السلف بمجرد الصحبة. (إعلاء السنن کراچی ٤٣٨/١٨) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۶؍۴؍۱۴۳۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

عورت کومرید کرنا

سوال (۸):- کیافرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ:عورت کس طرح مرید ہو، اس کی کیاشکل ہے، دوسرے عورت اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر مرید ہوسکتی ہے یانہیں؟یا کوئی پیرکسی شادی شدہ عورت سے کہے کہ تم مرید ہوجاؤ، میں تم کوتمہارے شوہر کی طرف سے اجازت دیتا ہوں، کیا یہ صحیح ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عورت کوپردہ میں رہتے ہوئے زبانی بیعت کیاجاسکتا ہے۔ اورشادی شدہ عورت کے لیےمناسب یہی ہے کہ وہ شوہر کی اجازت کےبغیرکسی سے بیعت نہ ہو، اورسوال میں ذکرکردہ پیرصاحب کا شوہر کی اجازت کے بغیرشادی شدہ عورت کواپنے سے بیعت ہونے کی ترغیب دیناقطعاً صحیح نہیں ہے۔

﴿یَاَیُّهَا النَّبِیُّ اِذَا جَآءَکَ الْمُؤْمِنٰتُ یُبَایِعْنَکَ عَلٰی اَنْ لَا یُشْرِکْنَ بِاللّٰهِ شَیْئًا وَّلَا یَسْرِقْنَ وَلَا یَزْنِیْنَ وَلَا یَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَلَا یَاْتِیْنَ بِبُهْتَانٍ یَفْتَرِیْنَهٗ بَیْنَ اَیْدِیْهِنَّ وَاَرْجُلِهِنَّ وَلَا یَعْصِیْنَکَ فِیْ مَعْرُوْفٍ فَبَایِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ﴾ [الممتحنة: ۱۲]

قال عروة: قالت عائشة: فمن أقر بهٰذا الشرط من المؤمنات، قال لها رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: قد بایعتک کلاما، ولا واللّٰه ما مسّت یده ید امرأة قط في المبایعة ما یبایعهن إلا بقوله قد بایعتک علی ذٰلک. (صحیح البخاري ۲/ ۷۲۶)

قلنا: اللّٰه ورسوله أرحم بنا من أنفسنا یا رسول اللّٰه ألا تصافحنا؟ قال: لا أصافح النساء. (روح المعاني ۲۸/ ۸۱ تحت آیة البقرة: ۱۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۴۲۱/۸/۱۸ھ

شیخ کی خرابیوں کی وجہ سے دوسرے شیخ سے رجوع کرنا

سوال (۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نے ایک اہل علم کو اپنا شیخ بنایا ہے، کچھ مدت گذر جانے کے بعد اب شیخ کی طرف سے دل بھاگ رہا ہے، وجہ اس کی یہ ہے کہ شیخ کی خرابیاں اتنی سامنے آرہی ہیں کہ شیخ کی مجلس بہت ساری خرابی سے لبریز ہے، اگر شیخ سے بیعت توڑ کر دوسرے شیخ سے رجوع کرتا ہے، تو کیسا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: محض بدگمانی کی وجہ سے شیخ سے تعلقات نہ توڑے؛ البتہ اگر تحقیق کے ساتھ اس کی ایسی خرابیاں سامنے آئیں، جن کی کوئی مناسب تاویل نہ کی جاسکے تو دوسرے کی طرف رجوع کی گنجائش ہوگی۔ (مستفاد: امداد المفتیین ۱/۱۴۴)

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّأْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَحِيْمٌ﴾ [الحجرات: ۱۲]

عن أبي هريرة رضي اللّٰه تعالىٰ عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: إياكم والظن فإن الظن أكذب الحديث. (صحيح البخاري، الأدب / باب: يايها الذين اٰمنوا اجتنبوا كثيراً من الظن رقم: ٦٠٦٦، تفسير ابن كثير مكمل ١٢٥٠)

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَأٍ فَتَبَيَّنُوْا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِيْنَ﴾ [الحجرات: ٦]

والولي هو العارف باللّٰه تعالىٰ حسب ما يمكن المواظبة على الطاعة المجتنب عن السيئات المعرض عن الانهماك في اللذات والشهوات والغفلات واللهوات. (شرح الفقه الأكبر ٧٩، شرح العقائد ٢٤٥، النبراس ٢٩٥) **فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۰/۷/۱۴۲۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ

کفریہ اعمال وعقائد رکھنے والے پیراور اس کے مریدوں کا حکم

سوال (۱۰) :- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ :ایک مکار پیر جس کی داڑھی خش خشی ہے، جاہل لوگ اس سے مرید ہو گئے ،اس نے مرید کرنے کے بعد دورکعت نماز نفل پڑھنے کا حکم دیا اور نیت اس طرح کرائی کہ نیت کی میں نے دورکعت نماز نفل واسطے اللہ کے ،منہ میرا پیر کی طرف اور آئندہ پنج وقتہ نماز پڑھنے کو منع کر دیا، کہا کہ قرآنِ کریم میں نماز کا حکم کہیں نہیں ہے اور پنج وقتہ نماز جو لوگ پڑھتے ہیں ،ہم اس نماز سے آگے بڑھ گئے ہیں، مریدوں کا کہنا ہے کہ ہمیں آسمان سے آواز آئی کہ تمہارے لئے نماز معاف ہے،تمہاری زندگی کی نماز مکمل ہو گئی ،مکار پیر نے کہا کہ میں نے اللہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا اور شبِ معراج میں اللہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ۹۰/ ہزار باتیں بتائیں ،اور یہ نصیحت کی کہ ۳۰/ ہزار باتیں عوام کو دے دو،۳۰/ ہزار اپنے پیاروں کو دے دو اور وہ پیارے ہم ہیں، اور باقی رسول یا تم جانو یا میں جانوں ۔ اللہ سورۂ فتح میں فرماتا ہے جو مرید نہیں ہوگا وہ مسلمان نہیں ہوگا ، جو مرید ہے وہ مسلمان ہے،قربانی کرنا قرآن میں منع ہے، اور گوشت کھانا حرام ہے،جس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ کی زیارت کر لی، اس پر روزہ فرض نہیں ہے، حضرت آدم علیہ السلام کا مزار کعبہ شریف میں ہے، پوری دنیا حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کر رہی ہے، کافر کو کافر نہ کہو قرآن میں کہیں ایسا نہیں ہے،خنزیر کا نام نہ لو قرآن میں کہیں اس کا ذکر نہیں ، اور یہ سب حدیث غلط ہیں، کہاں سے آئیں؟ جب کہ سب حدیثیں جلادی گئی تھیں، قرآن کے ۳۰/ پارے عوام پر ہیں ،اور ۱۰/ پارے ہمارے پاس ہیں، ایسے پیر کے بارے میں کیا حکم ہے؟ نیز اس کے مریدوں کا ایمان ونکاح باقی رہا یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سوال میں ذکر کردہ جس شخص کے عقائد واعمال بیان کئے گئے ہیں، اگر وہ واقعہ کے مطابق ہیں تو ایسا شخص نماز اور روزہ جیسے ارکانِ اسلام کے انکار،قرآن وسنت کی توہین وتغلیط اور حلال اشیاء کی تحریم وغیرہ باطل اور کفریہ عقائد اور اپنے کو قبلہ بنا کر مریدوں

سے اپنی طرف نماز پڑھوانے جیسے کافرانہ اعمال کی بنا پر اسلام سے خارج اور کھلا ہوا کافر ہے، اور جو شخص اس کے ہاتھ پر ان عقائد واعمال کی بیعت کرے، اس کا بھی اسلام سے کوئی تعلق نہیں، ایسے سب لوگوں پر توبہ کرکے اپنے ایمان ونکاح کی تجدید لازم ہے، اور عام مسلمانوں کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ ایسے مکار اور فتنہ انگیز شخص کے باطل اثرات سے امت کو محفوظ رکھنے کے لئے مؤثر اقدامات کریں۔

﴿وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ، وَسَآءَ تْ مَصِيْرًا﴾ [النساء: ١١٥]

و الولي هو العارف بالله تعالىٰ حسب ما يمكن المواظبة على الطاعاة المجتنب عن السيئات المعرض عن الانهماك في اللذات والشهوات والغفلات واللهوات. (شرح الفقه الأكبر ٧٩، شرح العقائد ٢٤٥، النبراس ٢٩٥)

من اعتقد الحرام حلالاً أو على القلب يكفر. (عالمگیری ٢٧٢/٢)

وقول الرجل لا أصل إذ ليس يجب عليّ اصلاة ولم أومر بها يكفر. (هندية ٢٨٤/٢، الفتاوىٰ التاتارخانية ٣١٩/٧ رقم: ١٠٥٨٦ زكريا)

إذا أنكر الرجل آية من القرآن ...... كفر. (عالمگیری ٢٦٦/٢، البحر الرائق ٢٠٥/٥)

وإن كانت نيته الوجه الذي يوجب التكفير، يؤمر بالتوبة والرجوع عن ذلک، وبتجديد النكاح بينه وبين امرأته. (عالمگيري ٢٨٣/٢، المحيط البرهاني ٥٥٠/٥، الفتاوىٰ التاتارخانية ٧و١٨٤ رقم: ١٠٤٩٦ زكريا)

عن الضحاک بن مزاحم قال: إذا ارتد الرجل بانت منه امرأته، فإن أسلم فهو خاطب. (سنن سعيد بن منصور ٢٩٧/٢ رقم: ٢٨٣٤)

من أنكر المتواتر فقد كفر. (هندية ٢٦٥/٢)

هي (الصلوات الخمس) فرض عين على كل مكلف ويكفر جاحدها لثبوتها بدليل قطعي. (شامی زكريا ٤/٢، شامی كراچی ٣٥١/١)

قال الله تعالىٰ: ﴿اَقِمِ الصَّلَاةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِنَ اللَّيْلِ﴾ [هود: ١١٤]

وقال: ﴿فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا وَمِنْ اٰنَآءِ اللَّيْلِ فَسَبِّحْ وَاَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّکَ تَرْضٰى﴾ [طٰهٰ: ۱۳۰]

وقال: ﴿اَقِيْمُوْا الصَّلَاةَ﴾ [البقرة: ۱۱۰]

قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: من ترک الصلاة متعمداً فقد کفر جهاراً. (المعجم الأوسط للطبراني رقم: ۳۳۷۲، الترغيب والترهيب مکمل: ۱۳۲ رقم: ۸۲۳)

قال تعالىٰ: ﴿اِنَّ الصَّلَاةَ کَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ کِتَابًا مَوْقُوْتًا﴾ [النساء: ۱۰۳]

قال العلامة الآلوسي: والسجود له في الحقيقة هو اللّٰه تعالىٰ، وفيه أن السجود الشرعي عبادة، وعبادة غيره سبحانه تعالىٰ شرک محرم في جميع الأديان والأزمان، ولا أراها حلتفي مصر من الأمصار. (روح المعاني ۲۲۸/۱ بيروت)

عن ابن عباس رضي اللّٰه عنهما أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال: الحرم قبلة لأهل الأرض في مشارقها ومغاربها من أمتي. (تفسير ابن کثير مکمل ۱۳۲)

الاستهزاء بحکم من أحکام الشرع کفر. (شرح الفقه الأکبر ۱۷۶) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۹/۴/۱۴۲۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مراقبہ اور مشاہدہ

سوال (۱۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مراقبہ، مشاہدہ کوئی چیز شریعت میں ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو وہ کیا ہے قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات وصفات کی طرف تدبر تام سے متوجہ ہوجانا اور اس کا تصور دل میں پابندی کے ساتھ جما نا مراقبہ کہلاتا ہے، اور مراقبہ کے بعد کسی امر کا استحضار اور خیال دل پر غالب ہوجائے اور جم جائے تو اس کو اہلِ تصوف کے یہاں مشاہدہ

کہتے ہیں۔ (مسائل تصوف احادیث کی روشنی میں ۶۵-۷۱)

ان چیزوں کا ثبوت حدیثِ جبرئیل مسلم شریف ۱/۲۷ میں آمدہ کلمات: "أن تعبد اللّٰہ کأنک تراہ" (تم اللہ کی اس طرح عبادت کرو گویا تم اسے دیکھ رہے ہو) اور ان آیاتِ قرآنیہ سے ہوتا ہے جن میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی صفاتِ عالیہ اور مظاہرِ قدرت میں فکر وتدبر کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ مثلاً یہ آیت:

﴿اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَآیَاتٍ لِّاُوْلِی الْاَلْبَابِ. اَلَّذِیْنَ یَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِیٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِهِمْ﴾ [آل عمران: ۱۹۰-۱۹۱]

(التكشف عن مهمات التصوف مطبع قاسمی ۹/۵-۱۲-۱۸) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۸/۳/۸ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

"تصورِ شیخ" کے عمل کا حکم

سوال (۱۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کوئی شخص شیخ مرشد اپنے مرید سے یوں کہے کہ: "تم مراقبہ اس طرح کرو کہ تم یہ تصور کرو کہ میں اپنے شیخ کے سامنے بیٹھا ہوں یا ان کی مجلس میں بیٹھا ہوں، اور اللہ تعالیٰ کی رحمتیں ہم پر نازل ہو رہی ہیں، اور میرے شیخ کے دل میں جو اللہ تعالیٰ کے انوار ہیں، وہ میرے دل میں آ رہے ہیں، اور میرا دل اللہ اللہ کہہ رہا ہے، اور یہ بھی خیال رہے کہ سوائے اللہ کے میرے دل میں کوئی نہیں"، تو صورتِ مذکورہ میں شرعی حکم مراقبہ کے جائز ہونے یا ناجائز ہونے میں کیا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ابتداء میں خیالات کو مجتمع کرنے کی غرض سے صوفیاء اور مشائخ نے "تصورِ شیخ" کا مذکورہ بالا طریقہ تجویز کیا تھا؛ لیکن پھر اس میں اس حد تک غلو کیا جانے لگا کہ لوگ شیخ کو مؤثر سمجھنے لگے، اس لئے بعد کے علماء محققین نے اسے ممنوع قرار دے دیا ہے، اس لئے اب اس زمانہ میں اس کی اجازت نہیں ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ رشیدیہ ۲۱۸، فتاویٰ شیخ الاسلام ۲۲۵، مسائل

تصوف احادیث کی روشنی میں ۳۴۷) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۰/۳/۲۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

تنہائی میں سانس کے ساتھ لفظ ''اللہ'' کا نکلنا

سوال (۱۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید جب تنہا رہتا ہے تو سانس میں ''اللہ'' خود نکلتا ہے، جب کہ زید کسی کا مرید بھی نہیں ہے، زید کیا کرے اور یہ شیطانی ہے یا روحانی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: تنہائی کے وقت ہر سانس کے ساتھ اللہ کا تصور اچھی بات ہے، یہ شیطانی وسوسہ نہیں ہے، بہتر ہے کہ زید کسی صاحب نسبت بزرگ سے اصلاحی تعلق قائم کرلے۔

وفي الحديث: كان رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يذكر اللّٰه في كل أحيانه. (سنن الترمذي: ٣٣٨٤، سنن لأبي داؤد: ١٨، سنن ابن ماجة: ٣٠٢)

أكثر المشائخ على أن الصحيح أن الجهر حقيقته أن يسمع غيره والمخافتة أن يسمع نفسه، وقال الهندواني: لا تجيزه ما لم تسمع أذناه ومن بقربه فالسماع شرط فيما يتعلق بالنطق باللسان والتحريمة والقراءة السرية والتشهد والأذكار. (مراقی الفلاح علی الطحطاوي ١٧٦، فتاویٰ محمودیہ میرٹھ ٦/٣٣٧) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۴/۱/۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

درودِ ابراہیمی کی فضیلت دیگر درودوں پر

سوال (۱۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ رحمت بھیجتا ہے۔ اور ایک حدیث شریف میں آیا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ!

ہم کونسا درود پڑھیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے درودِ ابراہیمی کی تعلیم دی، تو پہلی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ درودشریف کی تعداد جتنی زیادہ ہو اللہ تعالیٰ کی رحمت اتنی ہی ہوگی، چاہے درودشریف چھوٹی ہی کیوں نہ ہو۔ اور دوسری حدیث سے درودِ ابراہیمی کی خاص فضیلت معلوم ہوتی ہے، حالاں کہ درودِ ابراہیمی ایک مرتبہ پڑھنے سے چھوٹا درودشریف پانچ چھ مرتبہ پڑھا جاسکتا ہے، تو ہمارے لئے کونسا درودشریف پڑھنا زیادہ باعثِ اجروثواب ہوگا؟ آیا درودِ ابراہیمی یا بکثرت چھوٹی چھوٹی درود؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نزولِ رحمت کی کمیت کے اعتبار سے درودِ ابراہیمی اور چھوٹے درود میں کوئی فرق نہیں ہے، ایک مرتبہ درودِ ابراہیمی پڑھنے سے جس طرح دس رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔ اسی طرح ایک مرتبہ چھوٹے درودشریف پڑھنے سے بھی دس رحمتیں نازل ہوتی ہیں؛ البتہ درودِ ابراہیمی کی حیثیت اور کیفیت بڑھی ہوئی ہے، اس لئے اس کو افضل کہا گیا ہے، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو پڑھنے کی ترغیب دی ہے؛ لہٰذا نتیجہ یہ نکلا کہ دس مرتبہ چھوٹے درود کے ثواب کے مقابلہ میں دس مرتبہ درودِ ابراہیمی کا ثواب کیفیت کے اعتبار سے بہت زیادہ ہوگا، اس لئے چھوٹے درود کے مقابلہ میں اسی کو پڑھنا مطلقاً افضل ہے۔

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: من صلّى عليّ واحدةً صلى اللّٰه عليه عشراً. (صحيح مسلم رقم: ٤٠٨، سنن أبي داؤد رقم: ١٥٣٠)

قوله: صلّى علي واحدة ...... مقتضى اللفظ أنه بأي لفظ كانت الصلاة وإن كان الراجح ما تقدم من الصيغة؛ لأنه ﷺ علمها لأصحابه بعد سؤالهم عنها ولا يختار لنفسه إلا الإشرف الأفضل. (فتح الملهم ٤٩/٢، القول البديع ٥٥) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱۴۲۳/۳/۱۳ھ

چہل درود وسلام میں اپنی طرف سے اضافہ کرنا

سوال (۱۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: چہل درود وسلام کے پڑھنے میں بعض حضرات محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے ساتھ

’’سیدنا‘‘ شامل کرلیتے ہیں، بعض ’’سیدنا وحبیبنا وشفیعنا‘‘ ملا کر پڑھتے ہیں، اگر کسی کا یہ جذبہ ہو کہ یہ الفاظ حدیث ہیں، اس میں الفاظ حدیث کی اتباع کرتے ہوئے صرف ’’محمدؐ‘‘ پر اکتفا کرلے، ’’سیدنا‘‘ وغیرہ نہ ملائے، تو ثواب کے لحاظ سے کونسا طریقہ بہتر ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: چہل حدیث کا مقصود چالیس الفاظ درود وسلام جمع کرنا ہوتا ہے، یہ فضیلت تو ہر طرح پڑھنے سے حاصل ہوجائے گی، خواہ بعینہٖ پڑھیں یا ’’سیدنا‘‘ وغیرہ بڑھا کر پڑھیں؛ البتہ فقہاء نے ’’سیدنا‘‘ کے اضافہ کو مستحب اور عینِ ادب قرار دیا ہے۔

قال في الدر المختار: وندب السيادة؛ لأنه زيادة الإخبار بالواقع وعين سلوك الأدب فهو أفضل من تركه. (الدرالمختار مع الشامي ۱۹۷/۲ کراچی) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۰/۶/۱۴۱۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کسی اُمتی کے لئے شخصی طور پر درود پڑھنا؟

سوال (۱۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے یہاں ایک بزرگ صاحب نے اپنے شاگردوں کو ذیل میں درج درود شریف بعد فجر آنکھوں کو بند کرکے سو مرتبہ پڑھنے کے لئے کہا ہے:

اللّٰهم صل على سيدنا محمد وعلى أرشد أولاده الشيخ عبد القادر الجيلاني إمام الطريقة والأولياء الكاملين. اللّٰهم صل على سيدنا محمد وعلى محي سنته الشيخ معين الدين الجشتي إمام الطريقة والأولياء الكاملين.

کیا مذکورہ بالا درود شریف صحیح ہے؟ اس حدیث شریف کی طرف دیکھتے ہوئے:

عن عبد اللّٰه بن أبي أوفى رضي الله عنه قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا أتاه قوم بصدقتهم قال: اللّٰهم صل عليهم فأتاه أبي أبو أوفى بصدقته، فقال: اللّٰهم صل على آل أبي أوفى. (صحيح مسلم ۳٤٦/۱)

جس طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابواوفی کے بارے میں ''**اللّٰھم صل علی آل أبي أوفی**'' ارشاد فرمایا، کیا اس کے اوپر قیاس کر کے مذکورہ درود شریف کا معمول بنانا درست ہے یا نہیں؟ کیا ہمارے چشتیہ سلسلہ کے بزرگوں نے اس طرح کی درود شریف بنا کر اپنے شاگردوں کو ہدایت کی ہے، جیسے حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکیؒ، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ، حضرت مولانا ابرارالحق صاحبؒ، جواب تحریر فرمائیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سیدالاولین والآخرین، امام الانبیاء والمرسلین، صاحب الوسیلۃ والفضیلۃ، سیدنا ومولانا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے تابع بنا کر آپ کے آل واصحاب وغیرہ پر درود بھیجنے کی فی الجملہ گنجائش ہے؛ لیکن مشخص طور پر کسی شخصیت کا نام لے کر اس پر درود پڑھنا متعدد مفاسد کی وجہ سے پسندیدہ نہیں ہے، اور سلفِ صالحین سے نہ تو منقول ہے اور نہ ہی ان کا معمول رہا ہے، بریں بنا جن کلماتِ درود کا آپ نے سوال میں ذکر کیا ہے، ان سے احتراز لازم ہے۔

اور روایت: ''**اللّٰھم صل علی آل أبي أوفی**'' کے بارے میں فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر خود پیغمبر علیہ السلام کسی معین شخص کے لئے کلمات صلوٰۃ استعمال فرمائیں، تو اس میں کوئی حرج نہیں؛ اس لئے کہ قرآنِ کریم میں آپ کو اس کا حکم دیا گیا ہے، ارشاد ہے: ﴿**وَصَلِّ عَلَيۡهِمۡ اِنَّ صَلَاتَکَ سَکَنٌ لَّهُمۡ**. [التوبة: ۱۰۳] لہٰذا پیغمبر علیہ السلام کے علاوہ کے لئے یہ حکم نہ ہوگا۔

اور عام لوگوں کے لئے قرآنِ کریم میں حکم یہ ہے: ﴿**اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِکَتَهٗ يُصَلُّوۡنَ عَلَی النَّبِیِّ، يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا صَلُّوۡا عَلَيۡهِ وَسَلِّمُوۡا تَسۡلِيۡمًا**. [الأحزاب: ٥٦]

اس آیت میں صلوٰۃ کی تخصیص نبی کے لئے کی گئی ہے، بریں بنا حدیث ابی اوفی سے کسی معین شخص پر براہ راست درود پڑھنے پر استدلال نہیں کیا جا سکتا۔ (فتاویٰ محمودیہ جدید ۳/۱۳۹، ۱۴۰، فتاوی إحیاء العلوم ۴/ ۱۵- ۱۵۵)

ولا يصلی علی غير الأنبياء، ولا غير الملائكة إلا بطريق التبع. (درمختار) **لأن في الصلاة من التعظيم ما ليس في غيرها من الدعوات ...... ولا يليق ذٰلک بمن**

يتصور منه خطايا والذنوب إلا تبعاً ...... وحديث "صلى الله على آل أبي أوفى" الصلاة حقه فله أن يصلي على غيره ابتداء، أما الغير فلا. (شامي زكريا ١٠/٤٨٣)

هذا الدعاء وهو الصلاة امتثال بقول الله عز وجل" وصل عليهم ...... لا يصلي على غير الأنبياء إلا تبعاً؛ لأن الصلاة في لسان السلف مخصوصة بالأنبياء صلوات الله وسلامه عليهم. (شرح النووي مع مسلم ٣٤٦/١، مرقاة المفاتيح ٣٤٠/٢) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ ۱۱/۴/۱۴۳۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

دورانِ ذکر کلمہ کا صرف پہلا جزو پڑھنا چاہئے یا پورا کلمہ طیبہ؟

سوال (۱۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: عام طور پر کتابوں میں حدیث کے حوالہ سے ذکر کے فضائل میں کلمہ طیبہ "لا إله إلا الله" آیا ہے، معلوم یہ کرنا ہے کہ کلمہ کا ورد کرتے ہوئے یا رمضان شریف میں کلمہ طیبہ کثرت سے پڑھتے وقت یا میت کے ایصالِ ثواب کے لئے کلمہ طیبہ کا ختم ۷۰/ ہزار، یا سوا لاکھ پڑھتے وقت صرف "لا إله إلا الله" پڑھے؟ یا "لا إله إلا الله محمد رسول الله" پڑھنا ضروری ہے؟ حدیث "أفضل الذكر لا إله إلا الله" ہے، اس سلسلہ میں وضاحت مطلوب ہے۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: احادیث میں عام طور پر صرف کلمہ طیبہ "لا إله إلا الله" کا ذکر ملتا ہے، اس لئے صرف اسی کلمہ کو پڑھنے سے ذکر کا ثواب یقیناً حاصل ہو جائے گا؛ البتہ مشائخ کا معمول یہ رہا ہے کہ کچھ کچھ فصل سے اس کے ساتھ "محمد رسول الله" بھی شامل کر لیتے ہیں؛ لیکن اس کو ہر مرتبہ شامل کرنا شرعاً ضروری نہیں ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ڈابھیل ۴/۴۳۶)

﴿اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ﴾ [البقرة: ٢٥٥، ال عمران: ١، طٰه: ٨]

﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ﴾ [ال عمران: ١٨، التوبة: ١٢٩، المؤمنون: ١١٦]

﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ﴾ [الفتح ٢٩]

سمعت جابر بن عبد اللّٰه يقول: سمعت رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يقول: ''أفضل الذكر لا إله إلا اللّٰه''. (ترمذی شریف ۱۷۶/۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۸/۱۰/۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

فیوضِ باطنی کے حصول کے لئے اولیاء کے مزارات پر جانا

سوال (۱۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مندرجہ ذیل مسئلوں کی وضاحت کی ضرورت ہے۔

(۱) سلوک وتصوف میں بایماء شیخ ومرشد اولیاء اللہ کے مزاروں (مثلاً حضرت صابر کلیریؒ یا خواجہ اجمیریؒ یا مجدد الف ثانیؒ) پر لحصول الفيوض الباطنية حاضری دینا ازروئے شرع کیا حکم رکھتا ہے؟

(۲) اس مسئلہ میں اکابر علماء دیوبند خصوصاً (حضرت نانوتویؒ، حضرت مدنیؒ، حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریاؒ، حضرت قاری طیبؒ، حضرت علی میاں ندویؒ وغیرہم) کا عمل کیا رہا ہے، اور حاضری کا طریقہ کار کیا رہا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: شریعت میں قبروں کی زیارت کا حکم تذکیر آخرت کے لئے دیا گیا ہے، اس اعتبار سے کسی بھی قبر پر آخرت کی تذکیر کے مقصد سے حاضری دینا ممنوع نہیں ہے، اور یہ مقصد زیادہ تر ایسی قبروں پر حاضری سے حاصل ہوتا ہے، جو غیر آباد جگہوں پر واقع ہوں، انہیں دیکھ کر آدمی اپنے انجام کو یاد کرتا ہے۔ اس کے برخلاف وہ مشہور مزارات جو آج کل بدعات وخرافات اور جاہلیت کا مرکز بن چکے ہیں، اور جہاں دن رات شرکیہ اعمال انجام دیئے جاتے ہیں، ان میں حاضری سے آخرت کی تذکیر کا مقصد حاصل ہونے کے بجائے بدعت کی وجہ سے دلوں میں ظلمت اور تاریکی پیدا ہوتی ہے، اس لئے ایسی جگہوں پر حاضری سے اجتناب لازم ہے، خاص کر مقتدا اور علماء حضرات اس میں زیادہ احتیاط کیا کریں؛ کیوں کہ ان کے عمل کو حجت بنا کر عوام مزید گمراہی

میں ہوں گے، اور رہ گیا فیض باطنی کا حصول یا ایصالِ ثواب، تو یہ قبر پر حاضری پر موقوف نہیں؛ بلکہ یہ اپنی جگہ پر رہتے ہوئے بھی حاصل ہوسکتا ہے، اور اولیاء اللہ کا اصل فیض اسی کو نصیب ہوگا جو ان کے نقش قدم پر چلے اور شرک وخرافات سے بچے، اگر یہ بات حاصل نہیں ہے تو باطنی فیض ہرگز میسر نہیں ہوسکتا، اور اگر کسی کا شیخ ومرشد ایسی بات کی تلقین کرے جو شریعت کی مصلحت کے خلاف ہو تو اس کی تکمیل لازم نہیں۔ (مستفاد: فتاوی محمودیہ میرٹھ ۹/۱۸۷، فتاوی رشیدیہ ۶۳، عزیز الفتاوی ۳۲۵، کفایت المفتی ۴/۱۷۸)

قوله: وبزيارة القبور أي لابأس بها بل تندب كما في البحر عن المجتبى، فكان ينبغي التصريح به لأمر بها في الحديث المذكور كما في "الإمداد". (شامی ۳/۱۵۰ زکریا)

ويكره عند القبر مالم يعهد من السنة، والمعهود منها ليس إلا زيارته والدعا عنده قائماً. (هندية ١/١٦٦، البحر الرائق كراچی ٢/٢١٢)

لابأس بزيارة القبور وهو قول أبي حنيفة رحمه الله – إلى قوله– وفي التهذيب: يستحب زيارة القبور. (هندية ٥/٣٥٠)

عن بريدة عن أبيه رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: كنت نهيتكم عن زيارة القبور، فقد أذن لمحمد في زيارة أمه، فزوروها، فإنها تذكر الآخرة. (سنن الترمذي ١/٢٠٣ رقم: ١٠٥٤)

قوله عليه السلام: لا طاعة لمخلوق في معصية الخالق، وفي رواية: في معصية الله. (مصنف ابن أبي شيبة ١٢/٥٤٦، مسند أحمد ١/١٣١، طبراني كبير ١٨/١٦٥)

اکابر علماء دیوبند جن مزارات پر حاضری دیتے رہے، وہ ایسے مزارات تھے جہاں بدعات وخرافات نہیں ہوتی، (مثلاً مزار قاسمی دیوبند یا رائے پور وغیرہ) اور جن جگہوں پر بدعات وخرافات کا بول بالا ہے، وہاں اولاً تو بالقصد جانے کا اہتمام نہیں تھا، اور اگر کبھی اس جانب سے گذر ہوا تو ایسے اوقات میں کچھ دیر کے لئے حاضری دیتے تھے، جن میں بدعات وغیرہ کا زور نہ ہو اور عرس کا موقع نہ ہو۔

واقعہ مشہور ہے کہ ایک مرتبہ حضرت گنگوہیؒ کے ایک قریبی متوسل مولوی محمد صالح صاحب حضرت سے ملاقات کے لئے گنگوہ ایسے وقت تشریف لئے گئے تھے، جب وہاں خانقاہ کے قریب

حضرت شاہ عبد القدوس گنگوہیؒ کا عرس چل رہا تھا، حضرت گنگوہیؒ نے ایسے وقت ان کی آمد پر سخت ناگواری ظاہر فرمائی اور موصوف کے طرف سے معذورت پیش کرنے پر یہ ارشاد فرمایا: اگر چہ تمہاری نیت عرس کی شرکت نہ تھی، مگر جس راستہ میں دو آدمی آنے والے آرہے تھے، اسی میں تیسرے تم تھے، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ''**من كثر سواد قوم فهو منهم**". (كنز العمال ۹/ ۲۲ رقم: ۲٤۷۳٥) **(جو شخص کسی قوم کی تعداد میں اضافہ کا سبب بنا اس کا شمار اسی قوم میں ہوگا)**

بریں بنا ایسے مزارات جن میں سال بھر شرکیہ اعمال کا دور دورہ رہتا ہو، ان میں حاضری کی ترغیب وتلقین مقتدا حضرات کے لئے کسی طرح مناسب نہیں؛ البتہ ایسے مزارات جہاں جانے سے واقعتاً تذکیر آخرت اور روحانی برکات کا حصول مشاہد ہو، ان میں حاضری منع نہیں؛ بلکہ ایک درجہ میں ممدوح ہے۔ (تذکرۃ الرشید ۲/ ۹، فتاوی محمودیہ میرٹھ ۹/ ۱۸۷، فتاوی رشیدیہ ۶۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۸/۸/۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

خانگی امور میں غیر صحابی کا اتباع کرنا

سوال (۱۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: قیام وطعام رہائش اور تراش وخراش کے سلسلہ میں کیا کسی غیر صحابی کی اقتداء شرعاً واجب ہے؟ اور کیا کوئی خلافِ سنت عمل جائز ہوسکتا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: دین میں اتباع کا اصل معیار قرآن وسنت ہے، جو بزرگانِ امت سنت کی اتباع کرتے ہیں اور ہر معاملہ میں شریعت کا خیال رکھتے ہیں، ان کا اتباع درست ہے، اور یہ ان کی ذات کا اتباع نہیں؛ بلکہ ان سے دین کا جو عملی نمونہ ظاہر ہوا ہے اس کا اتباع ہے۔ اسی وجہ سے اگر ان سے کوئی خلافِ سنت عمل ظاہر ہو، تو وہ ہرگز قابلِ اتباع نہیں ہے، بشرطیکہ اس عمل کا خلافِ سنت ہونا معتبر دلائل سے ثابت ہو چکا ہو۔ (مستفاد: فتاوی محمودیہ میرٹھ ۸/ ۳۱۰)

قال عبد اللّٰه بن مسعود رضي اللّٰه عنه: من كان مستنا فليستن بمن قد

مـات، أولٰئک أصحاب محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم کانوا خیر ھٰذہ الأمة أبرھا قـلوباً، أعمقھا علماً، أقلھا تکلفاً. (حلیة الأولیاء لأبي نعیم الأصبھاني ۱/ ۳۰۵، بحواله: حیاة الصحابة ۱/ ۲۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱۴۱۹/۳/۷ھ

رجال الغیب کی حقیقت کیا ہے؟

سوال (۲۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: رجال الغیب کی حقیقت کیا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: رجال الغیب کی باقاعدہ تعریف احقر کی نظر سے نہیں گزری؛ البتہ قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے مراد وہ رجالِ غیب اور امدادی فرشتے ہیں جن کو عرف میں اہلِ خدمت یا اہلِ تکوین کہتے ہیں، اور جن کے ذمہ اللہ تعالیٰ نے اصلاحِ معاش وغیرہ کا نظم رکھا ہے، ان کی تفصیل حضرت تھانویؒ نے التکشف فی مہمات التصوف حصہ سوم ۳۷-۳۸ میں ذکر فرمائی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۱۴/۲/۱۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا برزخ اور قبر کے واقعات کا علم انسانوں کو ہوسکتا ہے؟

سوال (۲۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: بہت سے واقعات ایسے پڑھنے میں آتے ہیں کہ مرنے کے بعد فلاں آدمی کی یہ بات اللہ کو پسند آ گئی تو اللہ تعالیٰ نے اس کو بخش دیا، یا گناہ ہونے کے باعث اس کو جہنم میں ڈال دیا اور اس قسم کے صحابہ کے واقعات ملتے ہیں، بزرگان دین کے واقعات ملتے ہیں، تو کیسے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے

ساتھ یہ معاملہ پیش آیا، کیا چیز ہے جس سے یہ بات معلوم ہوجاتی ہے؟ جب کہ قبر کا عذاب وثواب مردہ کو ہی معلوم ہے، اور غیب کا علم اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں، تو چھپی ہوئی باتوں کا کیسے علم ہوتا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: خواب وغیرہ کے ذریعہ اگر اللہ تعالیٰ کسی کو برزخی حالت کی خبر دے دیں، تو اس میں کوئی استبعاد نہ ہونا چاہئے؛ لیکن غیر نبی کا خواب حجتِ قطعیہ نہیں بن سکتا، نیز مذکورہ باتوں کا علم خرقِ عادت کے طور پر کشف وکرامات کے ذریعہ بھی ہوسکتا ہے، اور اولیاء اللہ سے کشف وکرامات کا صدور علماء اہلِ سنت کے نزدیک ممکن اور ثابت ہے۔

قال في الدر نقلاً عن التفتازاني: خرق العادة على سبيل الكرامة لأهل الولاية جائز عند أهل السنة. (درمختار کراچی ۳/ ۵۵۱، زکریا ۵/ ۲٤٦)

ونؤمن بما جاء من كراماتهم، وصح عن الثقات من رواياتهم. (شرح العقيدة الصحابة ٤٠٨ لابن أبي العز الدمشقي) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۲۳/ ۴/ ۱۴۱۲ھ

ایک خانقاہ کے مروج طریقے

سوال (۲۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے یہاں خانقاہوں کا عام رواج ہوگیا ہے، طریقہ مروجہ یہ ہے کہ پیر صاحب کے حکم اور مشورہ سے ہر سال رمضان المبارک کے دس دن پہلے سے کل چالیس دن کا خانقاہ ہوتا ہے، اور چالیس روزہ لازمی طور پر رکھتے ہیں، اس خانقاہ کو چلانے کے لئے دو تین اضلاع کے بڑے بڑے لوگوں کو بلاکر ایک کمیٹی بنائی جاتی ہے، جس کمیٹی کے لوگوں کی تعداد ۱۵۰ سے لے کر ۲۰۰ تک ہوتی ہے، یہ لوگ موٹر سائیکل، رکشہ، ماروتی کار، ٹاٹا سومو وغیرہ گاڑیاں لے کر گاؤں اور شہر میں لوگوں کے گھر گھر جاکر اس خانقاہ کے لئے چندہ کرتے ہیں، اور چندہ کرتے وقت بعض لوگوں سے زبردستی

بھی چندہ لیتے ہیں، اور چندہ کے روپئے سے اس خانقاہ میں اعتکاف کرنے والوں کے لئے افطار، کھانا کھلانے اور پکانے کے لئے باورچی اور باورچی کی تنخواہ اور خانقاہ میں اعتکاف کرنے والوں کے لئے خدام اور خدام کی تنخواہ، اور ختم تراویح کے لئے دو حافظ مع وقتیہ نمازوں کے اور ان دونوں کا ہدیہ، مسبحات پڑھنے کے لئے ایک اور حافظ اور اس کا ہدیہ، اور اعتکاف کرنے والوں میں سے چند لوگوں کو معلم بنایا جاتا ہے، یہ لوگ بقیہ تمام لوگوں کو تعلیم دیتے ہیں، ان کو بھی ہدیہ دیا جاتا ہے، اور حضرت پیر صاحب کو بھی نو دس ہزار روپیہ خانقاہ ختم ہونے پر ہدیہ دیتے ہیں، اور بعض مخصوص لوگوں کو پگڑی رومال تسبیح وغیرہ ہدیہ دیتے ہیں، اس خانقاہ میں چالیس پچاس گائے بیل بکریاں ہدیہ آتے ہیں، جو گاؤں اور شہر سے لوگ چندہ کر کے روپئے اکٹھے کر کے خرید کر بھیجتے ہیں، افطار کے لئے کھجوریں اور مختلف قسم کے پھل ہدیہ آتے ہیں، اور کثیر تعداد میں سبزیاں چندہ کرتے ہیں، اور کبھی کبھار جب چاول ختم ہو جاتے ہیں، تو لوگ گھر گھر جا کر چاول چندہ کرتے ہیں، اس خانقاہ میں جو لوگ چندہ دیتے ہیں، ان چندہ دینے والوں میں نیک صالح لوگوں کے علاوہ زیادہ تر سود خور، رشوت خور، شرابی اور جوا کھیلنے والے لوگوں کے چندے ہوتے ہیں، اور اس خانقاہ کو دیکھنے کے لئے ہر قسم کے سرکاری آدمی (جیسے وزیر اعلیٰ، ایم ایل اے، منسٹر) آتے ہیں، اور اس خانقاہ میں کثیر تعداد میں رقوم ہدیہ و چندہ دیتے ہیں، اور حضرت پیر صاحب دامت برکاتہم کو بھی دعاء لینے کی غرض سے کثیر تعداد میں ہدیہ دے کر جاتے ہیں، اور پیر صاحب ہدیہ پا کر ان کو دعا دیتے ہیں، اور اس خانقاہ میں روزانہ لوگوں کو بیعت کرنے کے لئے اعلان کرتے رہتے ہیں کہ فلاں وقت بیعت کی مجلس ہوگی اور یہ بھی اعلان کرتے ہیں کہ بیعت ہونا واجب اور ضروری ہے، خدا تعالیٰ کو پانے کے لئے اور اس خانقاہ کی خبروں کو عام کرنے کے لئے پوسٹروں کے ذریعہ شہر میں گاؤں میں پھیلاتے ہیں، اور پوسٹروں کو بازاروں کی گلی گلی میں کھڑے ہو کر تقسیم کرتے ہیں، پوسٹروں میں لکھا ہوتا ہے کہ: پیر کامل حضرت علامہ فلاں کا مجاز فلاں فلاں کا خانقاہ ہو رہا ہے، آپ لوگ اس میں امداد کریں اور اس میں شرکت کریں، اس خانقاہ میں اعتکاف کرنے والوں کی تعداد ہزاروں ہوتی ہے، رمضان کے

مہینے میں ہمارے یہاں دھوم دھام سے خانقاہ ہوتا رہتا ہے،اس مہینے میں خانقاہوں کا اور اس کے چندہ کا ہجوم رہتا ہے، اور خانقاہوں کا نام بھی ہوتا ہے، کسی کا نام حسینیہ احمدیہ خانقاہ، اور کسی کا نام احمدیہ خانقاہ،اور کسی کا نام کچھ ہوتا ہے،اس خانقاہ کے لئے مستقل طور پر گیٹ بنائے جاتے ہیں،اور اس کو بجلی کی مختلف رنگوں کی بتیوں سے سجا کر لوگوں کا استقبال کرتے ہیں۔

اب سوال اس بات پر ہے کہ اس طریقہ سے کمیٹی بنا کر چندہ کر کے خانقاہ کرنا، مذکورہ لوگوں کو ہدیہ اور تنخواہ دینا، اس خانقاہ کی خبروں کو پوسٹروں کے ذریعہ پھیلانا، عام کرنا، بیعت کا اعلان کرنا اور اس کو واجب قرار دینا مشروع ہے یا نہیں؟ کیا بیعت کرانا اور بیعت ہونا مقصد ہے یا اصلاح مقصد ہے؟ کیا خدا تعالیٰ کو پانے کے لئے بیعت کا ہونا ضروری ہے؟ خانقاہ کرنا فرض ہے یا واجب یا سنت یا مستحب؟ خانقاہ کی اصلیت کیا ہے؟ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ثبوت ہے؟ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ،خلفاء راشدین، تابعین، تبع تابعین، آئمہ کرام اس طرح خانقاہ فرماتے تھے؟ مذکورہ شرائط والتزام کے ساتھ خانقاہ کرنا غلو فی الدین ہوگا یا نہیں؟ بعض حضرات فرماتے ہیں اس طرح خانقاہ کرنا بدعت ہے، کیا ان کا بدعت کہنا صحیح ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: سوال نامہ میں جس خانقاہ کے مروجہ طریقہ کو ذکر کیا گیا ہے، یہ سلف صالحین کے طریقہ کے قطعاً خلاف ہے، اور دنیا دار ’’ریا کار شہرت پسند‘‘ بدعتی پیروں کا طریقہ ہے، اس سے ہدایت کی کوئی امید نہیں، تصوف کی روح اخلاص اور احسان ہے، جس میں فنائیت اور اخفاء کی ضرورت پڑتی ہے، اور صاحبِ نسبت مخلص اہلِ تصوف کبھی بھی سوال میں ذکر کردہ تکلفات ورسومات کو برداشت نہیں کر سکتے ،اس لئے ایسی خانقاہوں اور ان کے طریقۂ کار پر اہل حق علماء کی طرف سے نکیر کرنا لازم ہے؛ تاکہ بیعت وسلوک اور تصوف کا مقدس سلسلہ دنیا دار پیروں کے عمل کی وجہ سے بدنام نہ ہو۔ (مستفاد: فتاوی محمودیہ ڈابھیل ۴/۳۵۱)

والولي هو العارف بالله تعالیٰ حسب ما يمكن المواظبة على الطاعات

المجتنب عن السيئات المعرض عن الانهماک في اللذات والشهوات والغفلات واللهوات. (شرح الفقه الأكبر ٧٩، فتاویٰ محمودیہ ڈابھیل ٤/٤٦٥)

لأن غاية التصوف حصول القرب والرضا من اللّٰه في الآخرة، وحصول بشاشة الإيمان ومخالطتها بالقلب في الدنيا، وهي المعروفة عندهم بالنسبة مع اللّٰه، وهٰذه النسبة لا تكاد تحصل إلا بصحبة المشائخ الكمل الذين استنارت قلوبهم بنور هٰذه النسبة العظمیٰ، وهي التي لم تزل تنتقل من قلب إلى قلب.

(إعلاء السنن ١٨/٤٥٤ إدارة القرآن كراچی) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ ۱۱/۷/۵ ۱۴۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

خانقاہ چلانے کے لئے چندہ کرنا اور مریدوں کو روپیہ دینا

سوال (۲۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے یہاں رمضان کے مہینے میں کسی مسجد میں خانقاہ ہوتی ہے، اس میں لوگوں کو تعلیم تصوف دی جاتی ہے، اس طرح کی خانقاہ میں کمیٹی کی طرف سے ہدیہ دینا کیسا ہے؟ جب کہ یہ ہدیہ خانقاہ چلانے کے نام پر چندہ کیا ہوا پیسہ ہے؟

زکوۃ کا مال خانقاہ کے متعلم پر خرچ کرنا صحیح ہے، جب کہ اس میں مصارف زکوۃ اور غیر مصارف زکوۃ دونوں طرح کے لوگ ہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: خانقاہ چلانے کے لئے باقاعدہ چندہ کرنا اور خانقاہ میں آنے والے مریدوں اور ان کے پیر کو باقاعدہ روپیہ دینا سلف صالحین کے طریقہ کے قطعاً خلاف ہے، اور اس طرح کا خانقاہی نظام روح تصوف کو پامال کرنے کا ذریعہ ہے، اور ریا کاری اور دنیا داری کی علامت ہے، بالخصوص زکوٰۃ کا روپیہ غیر مصارف میں لگانے کی قطعاً اجازت نہیں۔

والولي هو العارف بالله تعالىٰ حسب ما يمكن المواظبة على الطاعات المجتنب عن السيئات المعرض عن الانهماک في اللذات والشهوات والغفلات واللهوات. (شرح الفقه الأكبر ٧٩)

لأن غاية التصوف حصول القرب والرضا من الله في الآخرة، وحصول بشاشة الإيمان ومخالطتها بالقلب في الدنيا، وهي المعروفة عندهم بالنسبة مع الله، وهٰذه النسبة لا تكاد تحصل إلا بصحبة المشائخ الكمل الذين استنارت قلوبهم بنور هٰذه النسبة العظمىٰ، وهي التي لم تزل تنتقل من قلب إلى قلب.

(إعلاء السنن ١٨/٤٥٤ إدارة القرآن كراچی)

عن أبي حرة الرقاشي عن عمه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ألا لا تظلموا، ألا لا يحل مال امرأ إلا بطيب نفس منه. (مسند أحمد ٥/٧٢، مشكوٰة المصابيح ٢٢٥ رقم: ٢٩٤٦) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۳/۵/۱۴۲۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

خانقاہ کو دین کے نقصان کا ذمہ دار قرار دینا

سوال (۲۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص یہ کہتا ہے کہ دین کو جتنا بڑا نقصان خانقاہوں سے ہوا ہے اور کسی سے نہیں ہوا، تو اس کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ کیا اس طرح کہنا درست ہے؟ اور کیا حقیقۃً خانقاہوں سے دین کو نقصان ہوا ہے یا معاملہ برعکس ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جن خانقاہوں میں سنت کے مطابق تزکیہ اور تربیتِ نفس کا انتظام ہو، انہیں دین کے نقصان کا ذمہ دار قرار دینا قطعاً خلافِ واقعہ ہے، ایسی خانقاہیں دینی ترقی کا ذریعہ ہیں، اور ان کے ذریعہ سے ہر دور میں ہزاروں افراد نے اپنی اصلاح کی ہے؛

البتہ اگر کسی خاص خانقاہ میں منکرات ومعاصی کا دور دورہ ہو، جیسا کہ اہلِ بدعت کے یہاں معمول ہے، تو ظاہر ہے کہ ایسی رسومات کی بہر حال تردید کی جائے گی۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ڈابھیل ۴/۴۰۵-۴۶۰)

وقال الشيخ ظفر أحمد العثماني: وبالجملة فالتصوف عبارة عن عمارة الظاهر والباطن، أما عمارة الظاهر فبالأعمال الصالحة، وأما عمارة الباطن فبذكر اللّٰه وترك الركون إلى ما سواه...... وكان يتيسر ذٰلك للسلف بمجرد الصحبة. (إعلاء السنن ۱۸/ ٤۳۸ إدارة القرآن كراچی)

عن أبي سعيد الخدري رضي اللّٰه عنه قال: سمعت رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يقول: من رآى منكم منكراً فليغيره بيده فإن لم يستطع فبلسانه، فإن لم يتسطع فبقلبه وذٰلك أضعف الإيمان. (صحيح مسلم ٤٩، سنن الترمذي رقم: ۲۱۷۲)

قوله: ''فبلسانه'': أي فليغيره بالقول وتلاوة ما أنزل اللّٰه من الوعيد عليه وذكر الوعظ والتخويف والنصيحة...... ثم اعلم أنه إذا كان المنكر حراماً وجب الزجر عنه، وإذا كان مكروهاً ندب، وشرطهما أن لا يؤدي إلى الفتنة. (مرقاة المفاتيح شرح مشكوٰة المصابيح ۸/ ۸٦۱- ۸٦۲ رقم: ۵۱۳۷) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴/۳/۱۴۲۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ایک معمر شخص کے یومیہ معمولات

سوال (۲۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میں بفضلہ تعالیٰ اس وقت ۸۱/ برس ہو چکا ہوں، عملی زندگی کا مختصر خاکہ درج کر رہا ہوں، اور اس کے عمل میں کوئی غلطی یا بے ترتیب ہو تو اس کی اصلاح چاہتا ہوں؟

(۱) پنج وقتہ نماز کی کوشش باجماعت کی؛ لیکن فجر کی نماز گھر میں پڑھتا ہوں کیونکہ لال بنگلہ جراری میں صرف ایک مسجد جس میں فجر کے وقت سلام پڑھنا، دوسری مسجد لال بنگلہ یانئی حبیبہ مسجد کو

پیدل ۱۵ منٹ سے زائد وقت لگتا ہے، اس لئے گھر پر ہی لڑکوں کو جگا کر ساتھ میں پڑھ لیتا ہوں؟

(۲) اگر میں نماز ادا کرنے کے وقت بیوی لڑکے بہو یا بالغ لڑکیاں میرے ساتھ جماعت سے نماز پڑھیں، یا بہنیں اور رشتہ داری سے آنے والی عورتیں ساتھ ساتھ نماز پڑھیں تو جماعت کر سکتے ہیں؟

(۳) جمعہ کی نماز سے پہلے صلوٰۃ التسبیح پڑھنا مسجد میں کہ جمعہ سے پہلے فارغ ہولوں، تو ایسا کرنا کیسا ہے؟

(۴) قضاءِ عمری جو کہ ۱۹۹۲ء سے حسبِ ہدایت پیر صاحب باندوی ہتھورا قائم کئے ہوں؟

(۵) تسبیحات کا عمل پانچ تسبیحات کی جگہ اور بڑھا دیا حسبِ ہدایت پیر صاحب؟

(۶) تہجد کی نماز اکثر سورہ یاسین شریف کے ساتھ، مگر ایسے وقت کہ پھر نہ سوؤں؛ بلکہ فجر کی نماز پڑھ لوں؟

(۷) قرآنِ پاک کا مطالعہ یا ترجمہ خواہ تھوڑا ہی ہو، اس کے ساتھ سورۂ یاسین شریف پڑھنا، اگر کہیں جانا ہوا، تو تسبیحات کا عمل سفر میں کرتا ہوں، اس لئے مذکورہ بالا حالات کے مدنظر خاکسار عملیات کی ترتیب چاہتا ہے۔ نیز کچھ ہدایت کی بھی درخواست ہے؛ تاکہ اپنی زندگی کو اللہ پاک کی قربت حاصل کرنے کے لئے صرف کرسکوں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جو معمولات آپ نے تحریر فرمائے ہیں، وہ سب درست ہیں، ان میں مزید اضافہ کے لئے اپنے شیخ سے رجوع کر کے ان کے ہدایات پر عمل کرنا چاہئے؛ البتہ فجر کی نماز باجماعت مسجد میں پڑھنے کا اہتمام کریں تو بہتر ہے، مسجد کو چھوڑ کر روزانہ گھر پر جماعت کا معمول بنالینا مناسب نہیں ہے؛ تاہم گھر پر باجماعت نماز پڑھنے کی صورت میں گھر کی عورتیں پچھلی صف میں جماعت میں شامل ہوسکتی ہیں۔

واختلف العلماء في إقامتها في البيت، والأصح أنها كإقامتها في المسجد إلا في الأفضلية. (شامی زکریا ۲/ ۲۹۰)

وإذا كان مع الإمام امرأة أقامها خلفه؛ لأن محاذاتها مفسدة. (البدائع الصنائع زكريا ۱/۳۹۲) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۲/۵/۱۴۲۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کسی کا یہ کہنا کہ میں حضرت باندویؒ کو نہیں مانتا صرف اللہ ورسول ﷺ کو مانتا ہوں

سوال (۲۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میں حضرت باندویؒ ہتھورا سے بیعت ہوا تھا، صبح شام پانچ تسبیحات کا معمول بعد نماز فجر اور بعد نماز عصر عمل کی تاکید کی گئی تھی، جس کی میں حسبِ معمول بعد نماز فجر اور بعد نماز عصر مسلسل بفضلہٖ تعالیٰ جاری رکھے ہوں، کبھی کبھی بعد میں بھی پورا کرتا ہوں، میں اپنی تسبیحات میں مشغول ہوجاتا ہوں، ایک صاحب نے میرے اس عمل پر اعتراض کیا اور کہا کہ آپ تفہیم القرآن نہیں سنتے ہیں؟ میرا جواب تھا کہ میں صرف عربی اور ترجمہ سن کر اپنی تسبیحات پوری کرتا ہوں، (بحکم پیر صاحب) آپ کے پیر صاحب کون ہیں؟ میں نے جواب میں کہا کہ میرے پیر صاحب حضرت قاری صدیق احمد صاحب ہتھورا باندہ ہیں، اس نے کہا کہ میں ان کو نہیں مانتا، میں تو صرف اللہ اور رسول کو مانتا ہوں، میں نے کہا میرے نزدیک اس وقت علماء دین نائب رسول ہیں، مذکورہ سوالات جوابات کے مدنظر چند سوالات درپیش ہیں:

(۱) بعد نماز فجر تفہیم القرآن کو سنوں یا اپنی تسبیحات پوری کروں؟

(۲) بعد نماز فجر فضائل اعمال بہتر ہے یا تفہیم القرآن؟

(۳) بھائی نے کہا کہ میں حضرت باندوی کو نہیں مانتا، میں صرف اللہ اور رسول کو ہی مانتا ہوں، یہ جملہ کس حد تک درست ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: تفہیم القرآن سننے کے مقابلہ میں اپنی تسبیحات پورا

کرنا بہتر ہے؛ کیونکہ تفہیم القرآن کے بہت سے مضامین قابلِ اشکال ہیں، اس لئے اس کے بجائے فضائلِ اعمال یا دیگر معتبر کتابیں پڑھنا اور سننا چاہئے۔ (مستفاد: فتاوی محمودیہ ڈابھیل ۲/۱۶۵)

فإذا صليتم فقولوا سبحان اللّٰه ثلاثا و ثلاثين مرة، و الحمد اللّٰه ثلاثا و ثلاثين مرة، واللّٰه أكبر أربعا و ثلاثين مرة. (ترمذی شریف ۱/ ۹٤)

کسی شخص کا یہ کہنا کہ میں حضرت باندوی کو نہیں مانتا صرف اللہ رسول کو مانتا ہوں، محض جہالت پر مبنی ہے، اس لئے کہ اللہ اور اس کے رسول کے احکام کا علم ہمیں اہل حق علماء ہی کے ذریعہ ہوسکتا ہے، اور حضرت باندویؒ اپنے دور کے بڑے صاحب نسبت اور متبع سنت بزرگ عالم دین اور اللہ کے ولی تھے، اور ترجمان شریعت تھے، اور ایسے علماء کی پیروی قرآن و حدیث کے خلاف نہیں ہے۔

﴿**وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ**﴾ [التوبة: ۱۱۹]

﴿**فَاسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ**﴾ [الانبياء: ۷]

من أبغض عالماً من غير سبب ظاهر خيف عليه الكفر. (شرح الفقه الأكبر ۱۷۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۴/ ۵/ ۱۴۲۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مجلس اشاعت الحق کے اغراض و مقاصد

سوال (۲۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ضلع سیوان یوپی اور بہار کے سرحد پر واقع ہے، جہاں پر بدعات اور رسومات کا بہت زیادہ رواج ہے، اور حضرات علماء حق کے مخالفت کا زور ہے، ایسے علاقہ میں ایک ادارہ قائم کیا گیا ہے جو ''مدرسہ بستانِ رحمت'' کے نام سے موسوم ہے، اس کے تحت ایک مجلس ''اشاعت الحق'' کے نام سے قائم ہے، اس مجلس کے قیام کے اغراض و مقاصد میں اصلاح امت کو بنیادی اہمیت دی گئی ہے اور تبلیغی جماعت کے کام کو کار نبوت قرار دے کر اس کی ترویج و اشاعت پر زور دیا گیا ہے تو اس

بارے میں مفتیان کرام اپنی رائے سے آگاہ کریں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مجلسِ اشاعت الحق کے اغراض و مقاصد سب درست ہیں؛ لیکن کارِنبوت کو مروجہ جماعتِ تبلیغ کے کاردعوت کے ساتھ خاص کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے؛ اس لئے کہ دعوت کے ساتھ تعلیم وتزکیہ بھی کارنبوت میں شامل؛ بلکہ اس کے اہم ترین اجزاء ہیں۔

ارشادِ خداوندی ہے: ﴿هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلاً مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَکِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَةَ﴾ [الجمعة: ٢]

اس آیت سے معلوم ہوا کہ مدارسِ اسلامیہ میں تعلیم وتعلم کا سلسلہ اور خانقاہوں میں جاری اصلاحی محنتیں اور مختلف جماعتوں اور تنظیموں کے ذریعہ مسلمانوں کی فلاح و بہبود کی کوشش سب کارِ نبوت میں شامل ہیں، اور تبلیغی محنت بھی کارِنبوت کا ایک جزو ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۳۰/۸/۱۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

پاکستانی پنج سورہ پڑھنا

سوال (۲۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: پاکستانی پنج سورہ پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: پاکستانی پنج سورہ میں لکھی ہوئی قرآنی سورتوں کو پڑھنے میں تو حرج نہیں؛ لیکن پنج سورہ کے ساتھ جو دیگر چیزیں شامل ہوتی ہیں، اسے دیکھے بغیر کوئی رائے قائم نہیں کرسکتے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۳۱/۳/۱۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

گناہ سے سچی توبہ کرکے اللہ سے استقامت طلب کرو

سوال (۲۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص حقیقی توبہ کرتا ہے، مگر پھر شیطان چکر میں ڈال کر توبہ توڑ دیتا ہے، یعنی گناہ کر لیتا ہے، کم از کم دس مرتبہ گناہ کرتا ہے، دسیوں مرتبہ توبہ کرتا ہے، پھر شیطان کے چکر میں آ کر گناہ کر لیتا ہے، اب اس صورت میں کیا کرنا چاہئے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب گناہ ہوجائے تو پھر سچے دل سے توبہ کرلے اور اللہ تعالیٰ سے استقامت طلب کرتا رہے، اور کسی شیخِ کامل سے اپنی اصلاح کرائے۔ آنحضرت ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ: ''ہر آدمی خطا کار ہے اور خطا کاروں میں سب سے بہتر وہ لوگ ہیں جو توبہ کرنے والے ہیں''۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَمَنْ يَعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَحِيْمًا﴾ [النساء: ۱۱۰]

عن أنس بن مالک رضي اللّٰہ تعالیٰ عنه أن النبي صلی اللّٰہ علیه وسلم قال: کل بني آدم خطائون وخیر الخطائین التوابون. (سنن الترمذي رقم: ۲۵۰۱، سنن ابن ماجة رقم: ۴۲۵۱)

وذکر الإمام الغزالي: أن التوبة إذا استجمعت شرائطها فهي مقبولة لا محالة. (شرح الفقه الأکبر، بحث التوبة: ۱۶۰) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۴۱۷/۳/۱۹ھ

جوانی کو کس چیز میں صرف کرنا چاہئے؟

سوال (۳۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: جوانی کے بارے میں بتلائیں کہ اس میں کن چیزوں سے بچنا چاہئے؛ اس لئے کہ اس عمر میں سب سے زیادہ گناہ ہوتے ہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: انسان کی جوانی کا زمانہ انتہائی اہمیت کا حامل ہے، اس دور میں قویٰ مضبوط ہوتے ہیں، جذبات اور امنگیں جوش میں ہوتی ہیں، اور نفسانیت کی رو میں بہنے کا ہر وقت خطرہ رہتا ہے، اس نازک مرحلہ زندگی میں اپنے کو قابو میں رکھنا بڑی ہمت کا کام ہے، اسی لئے جو شخص اس زمانہ کو رضائے خداوندی میں صرف کرے اس کے لئے میدانِ محشر میں خاص سایہ خداوندی کی بشارت سنائی گئی ہے؛ لہٰذا اس فضیلت کو حاصل کرنے کے لئے جوانی کے وقت کو گناہوں سے اور نفسانیت سے بچانا ضروری ہے، اور طاعت وعبادت میں زیادہ سے زیادہ وقت لگانا لازم ہے۔

عن أبي هريرة عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: سبعة يظلهم الله في ظله يوم لا ظل إلا ظله: الإمام العادل، وشاب نشأ في عبادة ربه. (صحيح البخاري ۹۱/۱ رقم: ٦٦٠، صحيح مسلم رقم: ۱۰۳۱)

عن ابن عباس رضي الله عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لرجل وهو يعظه: اغتنم خمساً قبل خمس: شبابک قبل هرمک، وصحتک قبل سقمک. (رواه الحاكم ٤/٣٠٦، الترغيب والترهيب مكمل ٦٩٤ رقم: ٥٠٤٠) **فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۵/۵/۱۴۲۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

والدین کی اطاعت ضروری ہے یا پیر ومرشد کی؟

سوال (۳۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: نیز باشرع والدین کی اطاعت ضروری ہے یا پیر ومرشد کی یا استاذ کی؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حقوقِ خدمت اور نوافل میں والدین کی اطاعت مقدم ہے اور فرائض وواجبات میں پیرومرشد اور استاذ کی بات زیادہ قابلِ لحاظ ہے۔ (امداد الفتاوی ۳۷۴/۴)

عن عبد اللّٰہ بن مسعود رضي اللّٰہ عنہ قال: سألت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم أي العمل أحب إلی اللّٰہ؟ قال: الصلاۃ علی وقتہا، قلت: ثم أي؟ قال: برّ الوالدین. (صحیح البخاري رقم: ۵۲۷، صحیح مسلم رقم: ۸۵)

عن عبادۃ بن الصامت رضي اللّٰہ عنہ قال: إنا بایعنا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم علی السمع والطاعۃ في النشاط والکسل. (أخرجہ الإمام ابن کثیر في البدایۃ والنہایۃ عن البیہقي ۱۶۳/۳، حیاۃ الصحابۃ، کیف کانت الصحابۃ یبایعون النبي ا / باب البیعۃ علی السمع والطاعۃ ۲۶۵/۱) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۶/۳/ ۱۴۲۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ذکر بالجہر اور وظائف ومعمولات

ذکر بالجہر کی شرعی حیثیت

سوال (۳۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میں مکہ مکرمہ میں تھا اور وہاں پر ذکر جہری کر رہا تھا، اور میں چشتیہ سلسلہ سے بیعت ہوں، کچھ سلفی لوگوں نے مجھے اس طریقہ سے روکا، تو اب پوچھنا یہ ہے کہ ذکر جہری کا ثبوت قرآن وحدیث سے ہے؟ اور اس سلسلہ پر تفصیل سے روشنی ڈالئے؛ تاکہ امت کو بتایا جاسکے اور حق ہمارے سامنے آجائے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: احادیثِ شریفہ سے بعض مواقع پر مطلقاً ذکر بالجہر ثابت ہے، جس سے علی الاطلاق جہراً ذکر کرنے کی اجازت معلوم ہوتی ہے؛ البتہ مشائخ طریقت جس تعداد میں اور جن الفاظ میں جہری ذکر کی تعلیم وتلقین فرماتے ہیں، اس کا ثبوت اس تفصیل کے ساتھ کسی حدیث میں نظر سے نہیں گذرا؛ تاہم مطلق اجازت میں یہ بھی شامل ہے اور تجربہ سے اس طریقہ کے فوائد اور منافع مثلاً دل کی صفائی، دل میں محبت خداوندی کا پیدا ہونا وغیرہ حاصل ہوتے ہیں، اس لئے اس سے منع نہیں کیا جائے گا؛ لیکن ذکر کرنے والے پر لازم ہے کہ وہ اتنی بلند آواز سے ذکر نہ کرے کہ جس سے آس پاس کے لوگوں کو تشویش ہو، اسی طرح اعضاء کو اس قدر حرکت نہ دے کہ دیکھنے والوں کو ناگوار گذرے اور فتنہ کا سبب ہو؛ بلکہ موقع ومحل کی رعایت کرتے ہوئے معمولات پورے کرے۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۵/۱۵۱-۱۵۴)

قال تعالیٰ: ﴿قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ، اَيًّا مَا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰى، وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا﴾ [بني اسرائيل: ۱۱۰]

إن أبا معبد مولىٰ ابن عباس أخبره أن رفع الصوت للذكر حين ينصرف الناس من المكتوبة كان ذٰلک علی عهد رسول اللّٰه ﷺ، وأن ابن عباس رضي اللّٰه عنهما قال: كنت أعلم إذا انصرفوا بذٰلک وأسمعه. (سنن أبي داؤد ١٤٤/١)

عن ابن مسعود رضي اللّٰه عنه أنه أخرج جماعة من المسجد يهللون ويصلون على النبي صلى اللّٰه عليه وسلم جهراً وقال لهم: ما أراكم إلا مبتدعين الخ، هل يكره رفع الصوت بالذكر والدعاء؟ قيل: نعم! (شامي زكريا ٥٧٠/٩)

ونص الشعراني في ''ذكر الذاكر للمذكور والشاكر للمشكور'' ما لفظه: وأجمع العلماء سلفا وخلفاً على استحباب ذكر اللّٰه تعالىٰ جماعةً في المساجد وغيرها من غير نكير، إلا أن يشوش جهرهم بالذكر على نائم أو مصلى أو قارئ قرآن كما هو مقرر في كتب الفقه. (طحطاوي على مراقي الفلاح ١٨٥)

وقد حرر المسئلة في الخيرية وحمل ما في فتاویٰ القاضي خان على الجهر المفرط، وقال: إن هناک أحاديث اقتضت طلب الجهر وأحاديث طلب الإسرار، والجمع بينهما بأن ذٰلک يختلف باختلاف الأشخاص والأحوال، فالإسرار أفضل حيث خيف الرياء أو تأذى المصلين أو النيام، والجهر أفضل حيث خلا مما ذكر؛ لأنه أكثر عملاً ولتعدي فائدته إلى السامعين، ويوقظ قلب الذاكر، فيجمع همته إلى الفكر، ويصرف سمعه إليه، ويفرد النوم، ويزيد النشاط. (ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع ٥٧٠/٩ زكريا، ٣٩٨/٦ كراچی، ٢٨٤/٥ نعمانيه، بحواله: فتاویٰ محموديه ٤٢٨/٤-٤٢٩ ڈابھيل)

ويمنع الصوفية من رفع الصوت وتخريق الثياب. (شامي زكريا ٢٣٢/٢) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۰/۱/۱۴۳۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اجتماعی طور پر مجلس جما کر ذکر بالجہر کرنا

سوال (۳۳۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: محترم حضرت مفتی صاحب ہمارے یہاں اجتماعی طور پر جہری ذکر ہوتا ہے، جو باقاعدہ مجلس منعقد کرکے کیا جاتا ہے، شرعی نقطہ نظر سے یہ کیسا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر کوئی متبع شریعت شیخ کامل اپنے مریدوں کی اصلاح وتربیت کے لئے کسی ایسی جگہ پر ذکر کی مجلس منعقد کرے جہاں دیگر عبادت کرنے والوں کی عبادت میں خلل نہ پڑتا ہو تو اس کی اجازت ہے؛ لیکن رسمی طور پر بلا کسی معتبر مربی کے ایسی مجلسیں منعقد کرنا جہاں حدود کی رعایت نہ رکھی جاتی ہو، یا ان مجلسوں میں شرکت کو ایسا لازم سمجھنا کہ شریک نہ ہونے والے کو حقارت کی نظر سے دیکھا جائے یا ان پر جبر کیا جائے، یا ایسی جگہ پر مجلس منعقد کرنا جس سے دیگر عبادات گزاروں کی عبادت میں خلل پڑے تو یہ قطعاً جائز نہیں ہے، اس سے احتراز لازم ہے، اور بہرحال بہتر یہی ہے کہ ذکر کے معمولات لوگ اپنے اپنے طور پر تنہائی میں پورے کیا کریں۔

(مستفاد: فتاوی محمود یہ ڈابھیل ۷/۴/۳۵، ۷/۶/۳۴۶، فتاوی شیخ الاسلام ۶۸)

قال اللّٰہ تبارک وتعالی: ﴿اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ﴾ [الأعراف: ٥٥]

قال العلامة الآلوسي: وفي رواية عنه أي ابن المبارك أنه قال: بين دعوة السر ودعوة العلانية سبعون ضعفا، وجاء من حديث أبي موسى أنه صلى اللّٰه عليه وسلم قال: لقوم يجهرون أيا الناس! إربعوا على أنفسكم إنكم لا تدعون أصم ولا غائبا، إنكم تدعون سميعا وبصيراً وهو معكم وهو أقرب إلى أحدكم من عنق راحلته. (روح المعاني زكريا ٥/ ٢٧٧)

وحديث أبي موسىٰ الأشعري أخرجه الإمام مسلم في صحيحه. (كتاب الذكر والدعاء / باب استحباب خفض الصوت بالذكر رقم: ٢٧٠٤)

وفي الشامية: وقوله (ورفع صوت بذكر الخ) خير الذكر الخفي؛ لأنه حيث خيف الرياء، أو تأذى المسلمين أو النيام. (شامي كراچی ٦/٣٩٨)

عن أبي هريرة عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: سبعة يظلهم الله في ظله يوم لا ظل إلا ظله: ...... ورجل ذكر الله خاليا ففاضت عيناه.. (صحيح البخاري ٩١/١ رقم: ٦٦٠، صحيح مسلم رقم: ١٠٣١، سنن الترمذي ٦٤/٢) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۶/۱/۱۴۳۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

جنوبی افریقہ کی بعض مساجد میں اجتماعی ذکر بالجہر

سوال (۳۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ابھی قریبی زمانہ سے ایک نیا ایجاد جنوبی افریقہ کے مساجد میں دیکھنے میں آرہا ہے پہلے یہاں کے مساجد میں باوجود اکابر امت کی تشریف آوری کے یہ طریق موجود ہی نہیں تھا، اس زمانہ کے اصاغر نے اس طریقہ کو بزعم مستحسن سمجھ کر مساجد میں رواج دینا شروع کر دیا، اور وہ ہے اجتماعی ذکر اور ذکرِ جہری کا ایجاد مساجد میں۔

جہاں تک ہمیں معلوم ہے کہ اکابر دیوبند میں سب سے پہلے حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب قدس سرہ جنوبی افریقہ تشریف لائے، آپ کے بعد حضرت مفتی شفیع صاحب، حضرت مولانا محمد مسیح اللہ خاں صاحب وغیرہم جیسے اہل علم وفضل وکمال حضرات یہاں تشریف لائے، **جزاهم الله عنا وعن جميع المسلمين خير الجزاء۔**

ان حضرات میں سے کسی نے اجتماعی ذکر کی تعلیم مساجد میں نہیں دی، گو انفراداً وخلوۃً ذکر جہری کی تعلیم فرماتے تھے، لیکن یہ نہیں کہ مساجد میں حلقہ ذکر کرنے بیٹھ گئے اور اپنے مریدین کو مساجد میں اس اجتماعی ذکر کی ہدایت دینے لگیں۔

یہ طریقہ البتہ بریلوی حضرات میں شائع ذائع تھا اور اہل سنت اسے بدعت سیئہ سمجھ کر اس سے خود بھی اجتناب کرتے تھے، اور اس کے کرنے سے بھی منع فرماتے تھے، بعد چندے جب

حضرات اکابر واہل بحق ہو گئے اناللہ وانا الیہ راجعون اور نئے نئے مشائخ کے ہاتھ میں منصب ارشاد منتقل ہو گیا، تو ان حضرات نے وہ طریق جو خانقاہوں میں اور مخصوص خانقاہ والی مسجدوں میں معمول بہ تھا، یہاں کی عام مساجد میں رواج دینا شروع کر دیا، اب یہ ایجاد بڑھتا جا رہا ہے، اور پابندی کے ساتھ اس کا التزام ہو رہا ہے، عوام کی نظر میں یہ طریق اب گویا مستحسن ہو گیا ہے، اور آئندہ نسل اسے سنت مقصودہ ضرور سمجھ بیٹھے گی۔

اجتماعی ذکر در مساجد کے حامی حضرات اپنے اس ایجاد کے لئے مختلف قسم کی تاویلیں کرتے ہیں اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے مسجد نبوی میں حلقہ ذکر کرنے والے کے نکلوانے کا فعل آپ کے تفرادت پر محمول کرتے ہیں۔ العیاذ باللہ!

الغرض جو طریق مشائخ اپنے مریدین کو خانقاہوں میں اور خلوت میں اختیار کرنے کو فرماتے ہیں، اسے اب جماعت کی نماز کی طرح مساجد میں کیا جانے لگے، غیر مقلد اور سلفی حضرات تو پہلے سے اجتماعی دعا بعد الفریضہ کے مسئلہ میں ہم پر طعن و تشنیع کرتے ہیں۔ اب مساجد میں اس حلقہ ذکر وذکر جہری کو دیکھ کر ان کی دلیری اہل سنت کے خلاف اور بڑھ جائے گی، فتنہ اور مفسدہ کا بڑا خطرہ مسلط ہوگا۔

یہ واضح رہے کہ حلقۂ ذکر کرنے والے جن قیود کو مساجد میں اس کے جواز کے لئے ذکر کرتے ہیں، عموماً دیکھا جاتا ہے کہ یہ قیود متروک ہوتے ہیں، دیگر حاضرین مسجد کا مطلق خیال نہیں رہتا ہے، اجتماعی ذکر میں شامل نہ ہونے والے کو حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں، اور بعض جگہ تو عوام کو تبلیغی تشکیلوں کی طرح اس میں شرکت کرنے پر مجبور کرتے ہیں۔

بہر حال سوال یہ ہے کہ اس مذکورہ کیفیت کے ساتھ مساجد میں حلقۂ ذکر کی اجازت دی جائے گی یا نہیں؟ مساجد میں اجتماعی ذکر کا التزام جائز ہے کہ نہیں؟ بینوا توجروا۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ذکر کی کثرت یقیناً شریعت میں مطلوب ہے، لیکن اس کے لئے کوئی خاص ہیئت یا کیفیت واجب اور لازم نہیں، اس لئے ذکر کی اجتماعی مجالس پر ایسا اصرار کہ اس میں شریک نہ ہونے والوں کو بنظر حقارت دیکھا جائے، یا ایسے وقتوں میں اجتماعی ذکر کا اہتمام

جس کی وجہ سے دیگر نمازیوں کی عبادات میں خلل پڑے اس کی شرعاً اجازت نہیں، سوال میں اجتماعی مجالس ذکر کی جو صورت لکھی گئی ہے وہ باعث تشویش ہے، متعلقہ علماء ومشائخ پر لازم ہے کہ وہ خود بھی شرعی حدود کے پابند رہیں، اور اپنے متوسلین کو بھی اس کا پابند بنائیں اور جو عمل جس درجہ میں ثابت ہے اس سے تجاوز کی کوشش نہ کریں، اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایسی ہی مجالس پر نکیر فرمائی تھی، اور یہ آپ کا تفرد نہیں ہے، بلکہ تمام ہی محققین علماء کا موقف ہے۔ (فتاوی محمودیہ ڈابھیل ۴/۴۴۰)

عن البختري قال: بلغ عبد اللّٰه بن مسعود رضي اللّٰه عنه أن قوماً يقعدون من المغرب إلى العشاء يسبحون يقولون: قولوا كذا وقولوا كذا، قال عبد اللّٰه بن مسعود رضي اللّٰه عنه: إن قعدوا فأذنوني، فلما جلسوا أتوه فانطلق فدخل معهم فجلس وعليه برنس، فأخذوا في تسبيحهم فحسر عبد اللّٰه عن رأسه البرنس، وقال: أنا عبد اللّٰه بن مسعود فسكت القوم، فقال لقد جئتم ببدعة وظلماء أو لقد فضلتم أصحاب محمد صلى اللّٰه عليه وسلم علماً، فقال رجل من بني تميم، ما جئنا ببدعة ظلماً ولا فضلنا أصحاب محمد صلى اللّٰه عليه وسلم فقال عمرو بن عتبة بن فرقد: استغفر اللّٰه يا ابن مسعود وأتوب إليه، فأمرهم أن يتفرقوا. (المعجم الكبير للطبراني ۹/۱۲٦، رقم: ۸٦۳-۸٦۳۳-۸٦۳٦، والمسند للدارمي ۱/۲۸٦، رقم: ۲۱۰)

أخرج البخاري ومسلم عن أبي معبد مولى ابن عباس أن ابن عباس أخبره أن رفع الصوت بالذكر حين ينصرف الناس من المكتوبة كان على عهد النبي صلى اللّٰه عليه وسلم، وقال ابن عباس رضي اللّٰه: كنت أعلم إذا انصرفوا بذلك إذ سمعته. (بخاری ۱/۱۱٦، رقم: ۸۳۳، مسلم ۱/۲۱۷)

إن هناك أحاديث اقتضت طلب الجهر، وأحاديث طلب الإسرار، والجمع بينهما إن ذلك يختلف باختلاف الأشخاص والأحوال، فالإسرار أفضل حيث خيف الرياء، أو تأذى المصلين أو النيام، والجهر أفضل حيث خلاما ذكر. (شامی زکریا ۹/۵۷۰)

من أصر على أمر مندوب وجعله عزما ولم يعمل بالرخصة فقد أصاب منه الشيطان من الإضلال. (مرقاة المفاتيح ۲/ ۳۵۳) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۸/۱۱/۲۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بیان کے دوران ذکر کرنا

سوال (۳۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مسجد میں تقریر ہورہی ہو یا مسجد میں تبلیغی نصاب پڑھا جارہا ہو تو اس دوران تسبیحات پڑھنا کیسا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسجد میں تقریر ہورہی ہو یا تبلیغی نصاب پڑھی جارہی ہو اس وقت بھی تسبیح پڑھنے والا تسبیح پڑھ سکتا ہے، جب کہ اس کی تسبیح دوسرے کے عمل میں دخل انداز نہ ہو۔

أجمع العلماء سلفاً وخلفاً على استحباب ذكر الجماعة في المساجد وغيرها إلا أن يشوش جهرهم على نائم أو مصل أو قاري. (شامی کراچی ۱/ ٦٦٠، زكريا ٢/ ٤٣٤، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح ٣١٨) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۴/۵/۶ھ

تسبیح کیسے پڑھیں؟

سوال (۳٦):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اور تسبیح سے متعلق کہ کچھ لوگ بتاتے ہیں کہ تسبیح باہر کو پڑھی جائے، اور عام لوگوں کا طریقہ ہے کہ تسبیح اندر کو پڑھتے ہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: تسبیح ہر طرح پڑھ سکتے ہیں اس میں اندر باہر کی ترتیب کی کوئی قید نہیں۔

عـن عـائشة رضـي الـلّٰه عنها قالت: كان رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يذكر اللّٰه على كل أحيانه. (سنن الترمذي ۱۷٦/۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۲۸/۱۰/۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بغیر وضو کے تسبیح پڑھنا

سوال (۳۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا تسبیح سے متعلق کہ بے وضو بھی پڑھ سکتے ہیں اور دونوں ہاتھوں سے پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: وضو کے بغیر بھی تسبیح پڑھنا درست ہے، لیکن بہتر ہے کہ باوضو ذکر کیا جائے۔

والوضوء لمطلق الذكر مندوب، وتركه خلاف الأولى، وهو مرجع كراهة التنزية. (شامی کراچی ۳۱٦/۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۲۸/۱۰/۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

درود شریف، اذکار وتسبیحات کو بلند آواز سے ترجیع کے ساتھ پڑھنا

سوال (۳۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: درود شریف یا دوسرے اذکار وتسبیحات کا اجتماعی طور پر بلند آواز سے (طرز بنا کر) ترجیع کے ساتھ پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اجتماعی طور پر آواز ملا کر اور طرز بنا کر ذکر اذکار کرنا سلف صالحین سے ثابت نہیں ہے؛ بلکہ اس پر صحابہ رضی اللہ عنہم نے نکیر فرمائی ہے۔

عـن جعفر بن سليمان قال: بلغ عبد اللّٰه بن مسعود رضي اللّٰه عنه أن قوماً يقعدون من المغرب إلى العشاء يسبحون يقولون: تولوا كذا تولوا كذا، قال عبد

اللّٰہ: إن قعدوا فأذنوني فلما جلسوا أتوه، فانطلق فدخل معهم فجلس وعليه برنس، فأخذوا في تسبيحهم فحر عبد اللّٰہ عن رأسه البرنس، وقال: أنا عبد اللّٰہ بن مسعود رضي اللّٰہ عنه فسكت القوم فقال: لقد جئتم ببدعة وظلماء أو قد فضلتم أصحاب محمد علماً. (المعجم الكبير للطبراني ۱۲۶/۹ حديث: ۸۶۳۰)

عن ابن مسعود رضي اللّٰہ عنه أنه أخرج جماعة من المسجد يهللون ويصلون على النبي صلى اللّٰہ عليه وسلم جهراً وقال لهم: ما أراكم إلا مبتدعين الخ، هل يكره رفع الصوت بالذكر والدعاء؟ قيل: نعم! (شامي زكريا ۵۷۰/۹)

ويمنع الصوفية من رفع الصوت وتخريق الثياب. (شامي زكريا ۲۳۲/۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۰/۴/۱۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا کلمہ کے ساتھ درود شریف ضروری ہے؟

سوال (۳۹): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہم پہلا کلمہ یعنی ’’لا إلٰه إلا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ‘‘ پڑھتے ہیں؛ لیکن بہت سے لوگ کہتے ہیں یہ کلمہ پورا نہیں ہے۔ صلی اللّٰہ علیه وسلم ضرور کہنا چاہئے۔ لا إلٰه إلا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ پڑھنا کافی ہے یا لا إلٰه إلا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم ہی پڑھنا چاہئے؟ تفصیل بخش جواب سے نوازیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: کلمہ طیبہ کے الفاظ صرف ’’لا إلٰه إلا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ‘‘ ہیں۔ (تعلیم الاسلام، مؤلفہ: مفتی اعظم حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب دہلویؒ)

ان میں ہر کلمہ کے ساتھ درود یا ’’صلی اللہ علیہ وسلم‘‘ پڑھنا ضروری نہیں؛ بلکہ ایک مجلس میں اگر ایک مرتبہ بھی درود شریف پڑھ لیا تو کافی ہوجائے گا، ہر مرتبہ درود پڑھنے کی ضرورت نہیں۔

﴿اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ﴾ [البقرة: ٢٥٥، ال عمران: ١، طٰهٰ: ٨]

﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ﴾ [ال عمران: ١٨، التوبة: ١٢٩، المؤمنون: ١١٦]

﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ﴾ [الفتح ٢٩]

سمعت جابر بن عبد اللّٰه يقول: سمعت رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يقول: ''أفضل الذكر لا إله إلا اللّٰه''. (ترمذی شریف ١٧٦/٢)

قال الشامي: ومقتضى الدليل افتراضها في العمر مرة، وإيجابها كلما ذكر إلا أن يتحد المجلس فيستحب التكرار بالتكرار. (شامی زکریا ٢٢٨/٢، مسك الختام في الصلاة والسلام على سيدنا خير الأنام ٧)

وحاصله أن الوجوب يتداخل في المجلس، فيكتفي بمرة للحرج كما في السجود. (شامی زکریا ٢٢٧/٢) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۲/۶/۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بعض دینی مدارس میں چہل درود شریف کا اجتماعی معمول بنانا

سوال (۴۰): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے دینی مدارس اور بزرگان دین کے یہاں ذکر جہر وچہل درود وغیرہ کا معمول رہا ہے، اور جاری ہے بالخصوص چہل درود کا اجتماعی معمول رہا ہے، جیسا کہ تحقیق سے معلوم ہوا، کہ حضرت شیخ الحدیث کے یہاں اور آپ کے خلفا کے یہاں آج بھی معمول ہے، مثلاً محدث کبیر شیخ یونس صاحب دامت برکاتہم کے یہاں پورے رمضان میں اجتماعی شکل میں چہل درود کا معمول ہے، اسی طرح اکثر بزرگان دین کے یہاں ذکر جہر کا بھی اجتماعی شکل میں معمول رہا ہے۔

اب مسئلہ یہ ہے کہ ہمارے مدرسہ میں بڑوں کے مشورہ سے بروز جمعرات بعد نماز مغرب بغیر مداومت وبغیر اجبار کے چہل درود کا اجتماعی شکل میں معمول ہے، اسی طرح بروز جمعہ بعد نماز عصر جس درود شریف کی حدیث میں فضیلت وارد ہے اس کا بھی طلبہ واساتذہ میں معمول ہے، مگر جن کو

کوئی تقاضہ ہوتا ہے وہ چلے جاتے ہیں، نہ ان کو برا بھلا کہا جاتا ہے نہ ہی ان پر لعن طعن، اب معلوم یہ کرنا ہے کہ کیا یہ معمولات صریح بدعت ہیں، جیسا کہ ان معمولات کو سامنے رکھ کر ایک مضمون بعنوان ''درمسجد اجتماعی درودخوانی بدعت است'' لکھا ہوا نظر سے گذرا جس کو پڑھ لینے کے بعد معلوم ہوتا ہے، کہ یہ صریح بدعت ہے، اس مضمون کی ایک کاپی ارسال کی جارہی ہے، اب اس مضمون میں نقل کی گئی حدیث کی روشنی میں ان معمولات کو بدعت کہا جائے گا یا نہیں؟ یا اس حدیث کا شان ورود کچھ اور ہے، اگر بدعت ہے تو ہمارے اکابر کا معمول اس کے برعکس کیوں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر اجتماعی ذکر یا اجتماعی درودخوانی کی شکل یہ ہو کہ ایک آدمی ایک جملہ پڑھے پھر سب بلند آواز سے دہرائیں تو یہ یقیناً ممنوع اور بدعت ہے، اس کا ثبوت دور نبوت اور سلف صالحین سے نہیں ملتا اور حضرت عبداللہ بن مسعود کی روایت سے اسی صورت کی نفی مقصود ہے، اس کے برخلاف اگر ہر آدمی انفرادی طور پر ذکر کرے یا درود شریف پڑھے اور حاضرین مجلس کی آوازیں یکجا نہ ہوں؛ بلکہ خلط ملط ہوجائیں، جیسا کہ ہمارے اکابر کی مجالس میں ہوتا ہے، یہ بدعت میں شامل نہیں ہے؛ اس لئے کہ اس طرح کا اجتماعی جہر دور نبوت سے ثابت ہے؛ البتہ اس میں یہ ضرور خیال رہنا چاہئے کہ ایسی مجلسوں کو لازم نہ سمجھا جائے اور اس سے نمازیوں اور دیگر لوگوں کی عبادت میں خلل واقع نہ ہو۔

عن البختري قال: بلغ عبد اللّٰه بن مسعود رضي اللّٰه عنه أن قوماً يقعدون من المغرب إلى العشاء يسبحون يقولون: قولوا كذا وقولوا كذا، قال عبد اللّٰه بن مسعود رضي اللّٰه عنه: إن قعدوا فأذنوني، فلما جلسوا أتوه فانطلق فدخل معهم فجلس وعليه برنس، فأخذوا في تسبيحهم فحسر عبد اللّٰه عن رأسه البرنس، وقال: أنا عبد اللّٰه بن مسعود فسكت القوم، فقال لقد جئتم ببدعة وظلماء أو لقد فضلتم أصحاب محمد ﷺ علماً، فقال رجل من بني تميم، ما جئنا ببدعة ظلماً ولا فضلنا أصحاب محمد صلى اللّٰه عليه وسلم فقال عمرو بن

عتبة بن فرقد: استغفر اللّٰه يا ابن مسعود وأتوب إليه، فأمرهم أن يتفرقوا. (المعجم الكبير للطبراني ۹/۱۲۶، رقم: ۸٦۳-۸٦۳۳-۸٦۳٦، والمسند للدارمي ۱/۲۸٦، رقم: ۲۱۰)

أخرج البخاري ومسلم عن أبي معبد مولى ابن عباس أن ابن عباس أخبره أن رفع الصوت بالذكر حين ينصرف الناس من المكتوبة كان على عهد النبي صلى اللّٰه عليه وسلم، وقال ابن عباس رضي اللّٰه: كنت أعلم إذا انصرفوا بذلك إذ سمعته. (صحيح البخاري ۱/۱۱٦، رقم: ۸۳۳، صحيح مسلم ۱/۲۱۷) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۰/۶/۱۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مدارس میں عشاء کے بعد ختم یاسین شریف اور دعا کا معمول بنانا

سوال (۴۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے یہاں مدرسہ میں بعد نماز عشاء اکثر دن ایک طالب علم یا کوئی صاحب سورہ یاسین شریف کی تلاوت کرتے ہیں اور باقی تمام طلبہ اور نمازی اس کو سنتے ہیں، پھر دعا سے مجلس ختم ہوتا ہے، اس طرح کے عمل روزانہ یا ایک ادھ دن چھوڑ کر کرنا صحیح ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سماعت کا ثواب وہ نہیں ہوسکتا جو خود تلاوت کا ثواب ہے، اور سورۂ یاسین شریف کی تلاوت کی جو فضیلت ہے، وہ محض سننے سے حاصل نہیں ہوسکتی؛ بریں بنا بہتر یہی ہے کہ سب حاضرین اپنے اپنے طور پر ہلکی آواز سے سورۂ یاسین پڑھا کریں، اور اخیر میں اپنے مقاصد کے لئے دعا کرلیا کریں۔ (مستفاد از: فضائل قرآن ۵۲۸)

عن أبي هريرة رضي اللّٰه تعالىٰ عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: من استمع إلى آية من كتاب اللّٰه كتبت حسنة مضاعفة، ومن تلاها كانت له نوراً يوم القيامة. (مسند أحمد بحواله فضائل قرآن ۳۲۸)

عن عطاء بن رباح قال: أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال: من قرأ

ياسين في صدر النهار قضيت حوائجه. (دارمی بحوالہ فضائل قرآن ۵۳۸) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۶؍۱؍۱۴۳۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

حضور علیہ السلام سے کونسا درود شریف ثابت ہے؟

سوال (۴۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کونسا درود پڑھنا ثابت ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: دعاءِ قنوت کے اخیر میں "**وصلى الله على النبي محمد**" کے الفاظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں۔

عن الحسن قال: علمني رسول الله ﷺ هؤلاء الكلمات في الوتر، قال قل: اللّٰهم اهدني فيمن هديت إلى ...... وصلى الله على النبي محمد. (نسائی شریف ۱/۲۵۲)

اور نماز کے قعدۂ اخیرہ میں درودِ ابراہیمی بھی احادیث سے ثابت ہے۔

عن عبد الرحمٰن بن أبي ليلىٰ قال: لقيني كعب بن عجرة، فقال: ألا أهدي لک هديةً سمعتها من النبي صلى الله عليه وسلم، فقلت بلىٰ! فاهدها لي فقال: سالنا رسول الله صلى الله عليه وسلم، فقلنا يا رسول الله! كيف الصلوٰة عليكم أهل البيت؟ فإن الله قد علمنا كيف نسلم عليک، قال: قولوا: اللّٰهم صل علىٰ محمد وعلىٰ آل محمد كما صليت علىٰ ابراهيم وعلىٰ آل ابراهيم إنک حميد مجيد. اللّٰهم بارک على محمد وعلىٰ آل محمد كما باركت على إبراهيم وعلىٰ آل إبراهيم إنک حميد مجيد. (صحيح البخاري رقم: ۳۳۷۰، صحيح مسلم: ۴۰۶، مشكوٰة المصابيح ۱/۸۶ رقم: ۹۱۹)

قال كعب بن عجرة سألنا رسول الله صلى الله عليه وسلم فقلنا يا رسول الله! كيف الصلاة عليكم أهل البيت ...... قال قولوا: اللّٰهم صل على محمد

وعلى آل محمد. (مشكوٰة شريف ٨٦/١، رواه البخاري رقم: ٣٣٧٠، مسلم شريف رقم: ٤٠٦، مرقاة المفاتيح بيروت ٣/٣) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۶/۱۰/۲۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

درود شریف میں "نحن عباد محمد ﷺ" کہنا

سوال (۴۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کہتا ہے ہمارے امام صاحب نماز کے بعد جب دعا کرتے ہیں، تو وہ یہ درود شریف پڑھتے ہیں: "**اللّٰہ رب محمد صلى اللّٰه عليه وسلم، ونحن عباد محمد صلى اللّٰه عليه وسلم**" کیا یہ درود شریف پڑھنا صحیح ہے؟ اگر نہیں تو کیا ہے لفظ "**نحن عباد محمد**" سے کوئی قباحت تو نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: مذکورہ درود شریف کے معنی اگرچہ تاویل کرکے درست ہو سکتے ہیں؛ لیکن پھر بھی بہتر یہ ہے کہ یہ مشتبہ الفاظ استعمال نہ کئے جائیں، اس لئے کہ عبدیت کا اظہار صرف اللہ تعالیٰ ہی کے سامنے ہونا چاہئے، غیر اللہ کے سامنے اپنی عبدیت کا اقرار موہم شرک ہے اس سے اجتناب لازم ہے۔

قال في رد المحتار: ومجرد إيهام اللفظ مالا يجوز كاف في المنع...... وقال قبله نقلاً عن الفاسي وقد اختلف العلماءُ في جواز إطلاق الموهم عند من لا يتوهم به، أو كان سهل التأويل واضح المحمل أو تخصص بطرق الاستعمال في معنىً صحيحٍ الخ، أقول: ومقتضى كلام أئمتنا المنع من ذٰلك إلَّا فيما ورد عن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم. (شامی زکریا ٤٨٤/٩-٤٨٥) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۷/۸/۱۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بزرگوں سے منسوب چندوظائف کی کتابیں پڑھنا؟

سوال (۴۴): -کیا فرماتے ہیں علماءِ دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: بزرگوں سے منسوب وظائف جیسے درودتاج، قصیدہ بردہ، قصیدہ ہمزیہ، نادعلیا، عبدالقادر جیلانی، دلائل الخیرات، عبدالرحمٰن حاجی کی رباعی یارسول اللہ انظر حالنا، وغیرہ بطور وظیفہ پڑھنا جائز ہے یانہیں؟ کہاجاتا ہے کہ درودتاج کوکسی رافضی نے تحریر کیا تھا، کیا یہ درست ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سوال میں جن وظائف وغیرہ کے بارے میں پوچھا گیا ہے، ان میں صرف قصیدہ بردہ اور دلائل الخیرات پڑھنا جائز ہے، بقیہ قصائد اور وظائف پڑھنا جائز نہیں، کیوں کہ ان میں صحیح عقیدہ کے خلاف باتیں پائی جاتی ہیں، اور درود وتاج کس نے مرتب کیا اس کی ہمیں تحقیق نہیں ہے۔

یجوز في الأذکار المطلقة لإتیان لما هو صحیح في نفسه مما یتضمن الثناء علی اللّٰه تعالیٰ، ولایستلزم نقصا بوجه الوجوه، وإن لم تکن تلک الصیغة ماثورة عن النبي صلی اللّٰه علیه وسلم. (الموسوعة الفقهیة ۲۱/ ۲۳۸)

وقد یکون الذکر حراماً وذلک کان یتضمن شرکاً کتلبیته أهل الجاهلیة، أو یتضمن نقصا مثل ماکانوا یقولونه في أول الإسلام: السلام علی اللّٰه من عباده، فقال النبي صلی اللّٰه علیه وسلم: لا تقولوا: السلام علی اللّٰه فإن اللّٰه هو السلام، ولکن قولوا التحیات للّٰه والصلات والطیبات. (الموسوعة الفقهیة ۲۱/ ۲۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۸/۸/۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

جمعہ کے دن سورہ کہف پڑھنا

سوال (۴۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا سورۂ کہف جمعہ کی نماز کے بعد ہی پڑھنا چاہئے؟ جمعہ سے پہلے پڑھنے سے کیا ثواب کم ملتا ہے؟ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ جمعہ کے بعد ہی پڑھنی چاہئے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جمعہ کے دن سورۂ کہف صبح یا شام کبھی بھی پڑھی جاسکتی ہے، جمعہ سے پہلے یا بعد کی کوئی قید نہیں اور جب بھی پڑھی جائے گی تو ثواب پورا ہی ملے گا۔

عن أبي سعید الخدري رضي اللّٰہ عنہ أن النبي صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال: من قرأ سورۃ الکہف في یوم الجمعۃ أضاء لہ النور ما بین الجمعۃ. (مشکوۃ المصابیح ۱۸۹/۱)

عن علي رضي اللّٰہ عنہ مرفوعا: من قرأ سورۃ الکہف یوم الجمعۃ فہو معصوم إلی ثمانیۃ أیام من کل فتنۃ وإن خرجت دجال عصم. (تفسیر ابن کثیر ۷۱/۳- ۷۰) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۶/۱۴۳۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

وعظ ونصیحت

دینی وسیاسی مجلس کی ابتداء تلاوت قرآن پاک سے کرنا

سوال (۴٦) :- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: آج کل جلسہ کی ابتداء کلام پاک سے کرنے کا رواج ہوگیا، حتی کہ سیاسی مجلسوں میں بھی اس کا سلسلہ شروع ہوگیا، جہاں ہندو مسلم سب ہی لوگ شریک رہتے ہیں، بظاہر تو یہ کام مستحسن اور باعثِ برکت معلوم ہوتا ہے؛ لیکن رسم ورواج کے تحت لاکر کرنا کہاں تک درست ہے؟ شرعی نقطہ نظر کیا ہے؟ نیز اس کے محاسن ومفاسد کو بھی واضح فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: قرآن پاک اللہ تعالی کا بابرکت اور مقدس کلام ہے، اور احادیث شریفہ میں اللہ تعالی کے ذکر سے اہم امور کو شروع کرنے کی تاکید وارد ہے؛ اس لئے مسلمانوں کے زیر انتظام منعقد ہونے والے اجلاس اور پروگراموں کا آغاز تلاوتِ کلام پاک سے کرنا ایک مستحسن دستور ہے، خواہ مجمع صرف مسلمانوں کا ہو یا مسلم غیر مسلم دونوں مشترک ہوں، تو بھی اس کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا؛ البتہ یہ ضروری ہے کہ تلاوت کے وقت آداب کا لحاظ رکھا جائے سامعین پوری طرح قرأت کی طرف متوجہ ہوں، شور وشغب نہ ہو، الغرض بے ادبی کا کوئی پہلو نہ ہو؛ کیوں کہ جہاں بے ادبی کا ماحول ہوگا اس میں قرأت سے بہرحال منع کیا جائے گا۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ﴾ [الاعراف: ۲۰٤]

قرأ القرآن على ضرب الدف والقضيب يكفر للاستخفاف، وأدب القرآن

أن لايقرأ في مثل هذه المجالس، والمجلس الذي اجتمعوا فيه للغناء والرقص لا يقرأ فيه القرآن كما لا يقرأ في البيع والكنائس؛ لأنه مجمع الشيطان. (بزازية على هامش الهندية ٦/٣٣٨، وكذا في البحر الرائق كراچی ٥/٢٠٥، مرقاة المفاتيح ١/٣٧-٣٨)

عن أبي سلمة عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: كل كلام أو أمر ذي بال لا يفتح بذكر اللّٰه عزوجل فهو أبتر، أو قال: أقطع. (مسند أحمد ٢/٢٥٩ رقم: ٨٦٩٧)

وقد روى عبد القادر الرهاوي في كتابه "الأربعين" بسنده عن أبي هريرة بلفظ: كل أمر ذي بال لا يبدأ فيه بحمد اللّٰه والصلاة عليّ فهو أقطع، أبتر ممحوق من كل بركة. (الأربعين للرهاوي بحواله: مسند أحمد على هامشه ٢/٢٥٩ تحت رقم: ٨٦٩٧) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱/۳/۱۴۳۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بیان سے پہلے خطبہ پڑھنے کی کیا حکمت ہے؟

سوال (۴۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: بیان وغیرہ سے پہلے خطبہ پڑھنے کی کیا حکمت ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حدیث میں آتا ہے کہ جو اہم کام بغیر اللہ کے ذکر کے شروع کیا جائے وہ ناقص ہوتا ہے؛ اس لئے بیان وغیرہ سے قبل اللہ تعالی کی حمد وثنا اور شہادتین کے کلمات کہنا مسنون اور متوارث ہے، اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک معمولات میں شامل ہے، چناں چہ روایات میں بکثرت موجود ہے کہ جب بھی آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کوئی اہم بات ارشاد فرمانے کے لئے منبر پر تشریف فرما ہوتے تو سب سے پہلے اللہ کی حمد وثنا بیان فرماتے، پھر اپنی

بات ارشادفرماتے۔

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: كل أمر ذي بال لايبدأ فيه بحمد للّٰه فهو أقطع. (صحيح بن حبان رقم: ١-٢، عمل اليوم والليلة للنسائي رقم: ٤٩٤، سنن ابن ماجة / باب خطبة النكاح رقم: ١٨٩٤، سنن أبي داؤد، الأدب / باب الهدي في الكلام رقم: ٤٨٤٠، نووي على مسلم ٢/١)

عن سعيد بن عبد الرحمن الجمحي أنه بلغه عن خطبة رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم في أول جمعة صلاها بالمدينة في سالم بن عوف: الحمد للّٰه أحمده وأستعينه وأستغفره وأستهديه، وأومن به ولا أكفره وأعادي من يكفره وأشهد أن لا إلٰه إلا اللّٰه وحده لا شريک له. (رواه ابن جرير الطبري ٢/١١٥، حياة الصحابة ٣/٣٩٥-٣٩٦)

عن حرار رضي اللّٰه عنه رجل من أصحاب رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال: غزونا مع رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم فلقينا عدونا، فقام فحمد اللّٰه وأثنى عليه، ثم قال: ......الخ. (رواه الطبراني والبزار، كذا في المجمع الزوائد للهيثمي ٥/٢٧٥، حياة الصحابة ٣/٣٩٧)

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه عن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال: كل خطبة ليس فيها تشهد فهي كاليد الجذماء. (سنن أبي داؤد، الأدب / باب في الخطبة رقم: ٤٨٤١، سنن الترمذي رقم: ١١٠٦) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۳۰/۸/۱۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اگر خطیب قرآن وحدیث میں غلطی کرے تو ٹوکنا جائز ہے

سوال (۴۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: اگر خطیب قرآن کریم یا حدیث میں غلطی کرے تو غلطی بتائی جاسکتی ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: موقع ومحل دیکھ کر خطیب کو قرآن کریم یا حدیث پاک غلط پڑھنے پر غلطی بتائی جاسکتی ہے، غلطی بتانے والا گنہگار نہ ہوگا، چناں چہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے جمعہ کے خطبہ کے دوران اہم اور ضروری بات کرنا ثابت ہے۔

مسلم شریف میں خطبہ کے دوران حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا سوال کرنا اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا جواب دینا ثابت ہے، جس کی تفسیر میں قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں کہ ایسی حالت میں ان کو لغو کام کرنے والا شمار نہیں کیا جائے گا؛ بلکہ لغو کام کرنے والا اس کو کہا جائے گا جو خطبہ کے سننے سے اعراض کرکے کسی اور کام میں لگ جائے، جس کی شرعاً گنجائش نہیں ہے۔

ولا یکونان لاغیین وإنما اللاغي من أعرض عن استماعها ویشتغل نفسه باستماع غیرها لما لا یسوغ في الشرع. (فتح الملهم مع إکمال الملهم ۲۰۰/۳، فتح الملهم ۳۸۷/۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱/۷/۱۴۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

دینی پروگرام میں نیند سکینہ کی وجہ سے آتی ہے یا شیطان کا اثر ہے؟

سوال (۴۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اکثر دیکھا گیا ہے کہ دینی پروگرام میں لوگوں کو نیند آتی ہے، بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ سکینہ نازل ہوتا ہے اس وجہ سے نیند آتی ہے، جب کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ شیطان آکر کے لوگوں کو سلاتا ہے، اس بارے میں وضاحت فرمادیں کہ سکینہ کی وجہ سے نیند آتی ہے یا شیطان کے دخل کی وجہ سے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نیند کے آنے کے مختلف اسباب ہوتے ہیں، کبھی

تھکاوٹ کی وجہ سے نیند آتی ہے، کبھی پرسکون ماحول کی وجہ سے نیند آتی ہے، اور کبھی شیطان سستی پیدا کرتا ہے، اور اکثر بے توجہی اور بدشوقی کی وجہ سے نیند آتی ہے؛ کیوں کہ جو لوگ گفتگو کی طرف متوجہ رہتے ہیں، ان کو دینی یا دنیوی کسی مجلس میں نیند نہیں آتی؛ اس لئے نیند کو کسی مجلس کے ساتھ جوڑ نا مناسب نہیں؛ تاہم یہ بات اپنی جگہ طے شدہ ہے کہ جس مجلس میں اللہ کا ذکر ہوتا ہے اور دینی وعلمی باتیں ہوتی ہیں، اس کو رحمتِ خداوندی ڈھانپ لیتی ہے، اور وہاں فرشتوں کا اجتماع ہوتا ہے، جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے۔

عن الأغرّ أبي مسلم أنه شهد على أبي هريرة وأبي سعيد الخدري رضي اللّٰه عنهما أنهما شهدا على رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم أنه قال: ما من قوم يذكرون اللّٰه إلا حفت لهم الملائكة وغشيتهم الرحمة ونزلت عليهم السكينة، وذكرهم اللّٰه فيمن عنده. (سنن الترمذي، أبواب الدعوات / باب ما جاء في قوم يجلسون فيذكرون اللّٰه ما لهم من الفضل ۲/ ۱۷۵) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۴/ ۲/ ۱۴۳۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ایک مولوی صاحب کا بیان

سوال (۵۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: دارالعلوم دیوبند اور دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے ایک سند یافتہ عالم دین جو کہ ہماری مسجد میں تقریباً بیس سال سے امامت وخطابت کے فرائض بحسن خوبی انجام دے رہے ہیں، انہوں عیدالفطر کے بعد جمعہ میں اپنے بیان میں کہا کہ آج دنیا میں ملت اسلامیہ پر دہشت گردی کا جو بے بنیاد الزام ہے اس سے ہندوستان کے مسلمان بھی نہایت پریشان ہیں، ایسے نازک اور خطرناک حالات میں مسلم نوجوانوں کو بہت احتیاط کے ساتھ رہنے کی ضرورت ہے، وہ اپنی دینی تعلیم وتربیت کے ساتھ دنیوی علوم فنون اور کمپیوٹر وانٹرنیٹ وغیرہ میں بھی ترقی حاصل کریں، اور جماعتوں میں اپنا

سارا وقت نہ لگاتے ہوئے مدارس میں علمائے کرام کی خدمت میں بھی کچھ وقت لگا کر اپنی اصلاح کریں اور قرآن وحدیث سے اپنا تعلق قائم کریں، آج سائنس کے ترقی یافتہ دور میں قرآن پاک کا پیغام سائنس کی روشنی میں بھی سائنس دانوں کو پہنچانے کی اپنے اندر صلاحیت پیدا کریں، ملت کے جوانوں کو دہشت گردی کی زد اور گرفت سے بچانے کی غرض سے امام صاحب نے کہا کہ داڑھی اگرچہ انبیاء کی سنت ہے اور اس کی بڑی اہمیت وفضیلت ہے؛ لیکن ملک میں جگہ جگہ نوجوانوں کی بڑی تعداد میں گرفتاری کے پیش نظر علمائے کرام آپ کو صرف داڑھی رکھنے پر مجبور نہیں کریں گے، اسی کے ساتھ امام صاحب نے کہا کہ بچوں اور جوانوں کو مدارس میں علم دین حاصل کرنا چاہئے اور بڑی عمر کے لوگ جو شرم کی وجہ سے مدارس میں داخلہ نہیں لے سکتے ان کو جماعتوں میں جا کر اپنی اصلاح کر لینی چاہئے، کیوں کہ حضرت مولانا الیاس رحمہ اللہ نے ایسے ہی لوگوں کی دینی تعلیم وتربیت کے لئے یہ گشتی مدرسہ شروع فرمایا تھا، اس بیان کو سن کر کچھ لوگ امام صاحب سے ناراض ہوگئے ہیں، جب کہ محلّہ کی اکثریت امام صاحب کے ساتھ ہے، آپ برائے مہربانی اس بیان پر اپنی رائے ظاہر فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سوال میں امام صاحب کی جو باتیں نقل کی گئی ہیں وہ سب درست اور معقول ہیں؛ البتہ داڑھی رکھنے کے بارے میں جوانہوں نے نرم پہلو اختیار کیا ہے اس سے ہمیں اتفاق نہیں ہے، امت کے مردوں کے لئے داڑھی رکھنا مؤکد اور واجب ہے، موہوم خطرات کی بنا پر اس اسلامی تشخص کو مٹانے کا مشورہ ہرگز نہیں دیا جاسکتا؛ بلکہ ایمانی غیرت کا تقاضا یہ ہے کہ جب دشمن ہمارے تشخصات اور شعائر کو مٹانے پر تلا ہو تو ہمیں مزید جرأت کے ساتھ اپنے امتیازات پر عمل کرنا چاہئے۔

قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم: خالفوا المشرکین، وفروا اللحی واحفوا الشوارب. (صحیح البخاري ۲/۸۷۵)

عن ابن عمر ﷺ أنه كان يقبض على لحيته ثم يقص ما تحت القبضة، قال محمد: وبه نأخذ، وهو قول أبي حنيفة. (كتاب الآثار، باب الحظر والإباحة ۱۹۸ كراچی)

وأما الأخذ منها وهي دون ذٰلك دون القبضة كما يفعله بعض المغاربة ومخنثة الرجال، فلم يبحه أحد. (شامی ۲/۱۱۳ کراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۹/۱۰/۱۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

خطیب اور واعظ کی غلطی پر متنبہ کرنا

سوال (۵۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر جمعہ کے وعظ میں قرآن وسنت کے صریح فرامین کے خلاف کوئی بات ذکر کی جائے تو اہل علم پر اس کی اصلاح ضروری ہے یا نہیں؟ کیا علمی گرفت کو بے جا مداخلت سمجھا جائے گا؟ اگر یہ عمل متروک ہو جائے تو امت میں غلط باتیں رواج پا جانے کا اندیشہ ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: وعظ کے بعد تنہائی میں خطیب کو غلطی پر متنبہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، اور خطیب کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ صحیح بات کو تسلیم کر کے اگلے جمعہ میں غلطی سے رجوع کا اعلان کر دے، یہ اصلاح کا صحیح طریقہ ہے، اس کے برخلاف اگر تقریر کے دوران ہی نکیر کی جائے گی تو اس سے نہ صرف خطیب صاحب کی سبکی ہوگی؛ بلکہ عوام میں بھی غلط پیغام جائے گا، اس لئے بہر حال حکمتِ عملی سے کام لیتے ہوئے اصلاح کی کوشش کرنی چاہئے، ایسا نہ ہو کہ جذبات میں آکر اصلاح کے بجائے فساد ہو جائے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ﴾ [النحل: ۱۲۵]

وينبغي للأمر بالمعروف والناهي عن المنكر أن يرفق ليكون أقرب إلى

تحصيل المطلوب، فقد قال الإمام الشافعيؒ: من وعظ أخاه سرا فقد نصحه وزانه ومن وعظ علانية فقد فضحه وشانه. (شرح النووي على مسلم ۱/۱ ٥)

عن عائشة رضي اللّٰه عنها قالت: رخص رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم في أمر فتنزّه عنه ناس من الناس، فبلغ ذٰلک النبي صلى اللّٰه عليه وسلم، فغضب ثم قال: ما بال أقوام يرغبون عما رخص لي فيه، فو اللّٰه لأنا أعلمهم باللّٰه وأشدهم له خشية. (صحيح مسلم، الفضائل / باب علمه رسول اللّٰه ا باللّٰه تعالىٰ وشدة خشيته رقم: ٢٣٥٦)

قال النووي تحت هٰذا الحديث: وفيه حسن المعاشرة بإرسال التعزير والإنكار في الجمع ولا يعين فاعله، فيقال: ما بال أقوام ونحوه. (المنهاج شرح صحيح مسلم مكمل: ٢ ٤٤ ١، تحت رقم: ١٢٨-٢٣٥٦) *فقط واللہ تعالیٰ اعلم*

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۵/۲/۱۴۳۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

تاریخ وسیر

آپ ﷺ کی پیدائش کب ہوئی

سوال (۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کب ہوئی؟ بعض میں ۹ ربیع الاول بعض میں ۱۲ ربیع الاول لکھا ہے، راجح اور اقرب الی السنہ کونسی تاریخ ہے؟

باسمہٖ سبحانہٗ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ولادتِ مبارکہ کی تاریخ کے متعلق بہت سے اقوال کتبِ سیر، اور تاریخ میں منقول ہیں، ان میں سے جمہور محدثین اور مؤرخین کے نزدیک راجح قول ۸ ربیع الاول کا ہے اور علم فلکیات اور عصرِ حاضر کی تحقیق کے مطابق آپ کی تاریخ پیدائش ۹ / ربیع الاول بنتی ہے؛ گوکہ عوام میں ۱۲ / ربیع الاول کا قول مشہور ہے؛ لیکن دلائل کے اعتبار سے ۸ / یا ۹ / ربیع الاول کا قول ہی راجح ہے۔ (مستفاد: فتاوی عبد الحئی ۱۲۹، خیر الفتاوی ۱ / ۵۴۰، سیرۃ المصطفیٰ ۱ / ۲۶۰)

وقيل لثمان خلت منه قال الشيخ قطب الدين القسطلاني، وهو اختيار أكثر أهل الحديث، ونقل عن ابن عباس وجبير بن مطعم، وهو اختيار أكثر من له معرفة بهذا الشان، واختاره الحميدي وشيخه ابن حزم، وحكى القضاعي في عيون المعارف إجماع أهل الزيج عليه، ورواه الزهري عن محمد بن جبير بن مطعم، وكان عارفاً بالنسب وأيام العرب، وقيل: لاثني عشر وعليه عمل أهل مكة في زيارتهم موضع مولده في هذا الوقت، والمشهور أنه ولد يوم الاثنين

ثاني عشر ربيع الأول. (شرح الزرقاني ۱/۲٤٦-۲٤۸، الروض الأنف ۱۵۸/۲، البداية والنهاية ۲٦۰/۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۹/۳/۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا حضور علیہ السلام نور سے پیدا ہوئے؟

سوال (۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کس سے پیدا ہوئے ہیں؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ آپ کی پیدائش نور سے ہوئی، کیا یہ بات صحیح ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: نبی کریم ﷺ اپنی جسمانی خلقت کے اعتبار سے بشر اور انسان ہیں، اور انسانی طریقہ پر آپ کی پیدائش ہوئی ہے، نیز انسانی فطرت اور طبیعت کے مظاہر آپ کی زندگی میں پائے جاتے ہیں، قرآن وحدیث کی واضح نصوص آپ کی بشریت پر دال ہیں، اور جن بعض آیات میں آپ پر نور کا اطلاق کیا گیا ہے، اس سے آپ کی نورانی صفات اور فیضانِ ہدایت کی صلاحیت مراد ہے۔

﴿قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰى اِلَيَّ﴾ [کہف: ۱۱۰]

﴿قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتَ اِلَّا بَشَرًا رَسُوْلًا﴾ [بنی اسرائیل: ۹۳]

﴿مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَأْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ﴾ [فرقان: ۷]

عن أم سلمة رضي الله عنها أن رسول الله ﷺ قال: إنما أنا بشر وإنكم تختصمون إلي ولعل بعضكم أن يكون ألحَنَ بحجته من بعض فأقضىٰ على نحو ما أسمع فمن قضيت له بحق أخيه شيئاً فلا يأخذه فإنما أقطع له قطعة من النار.

(صحيح البخاري ۱۰۲٦/۲ رقم: ٦۸۸٤) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۳/۴/۱۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

حیاتِ مبارکہ میں دوشنبہ کی کیا اہمیت ہے؟

سوال (۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ میں دوشنبہ کی کیا اہمیت ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: تاریخی اعتبار سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ میں دوشنبہ (پیر) کا دن مختلف پہلو سے اہمیت رکھتا ہے، اسی دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ووفات، نبوت ومعراج کا واقعہ پیش آیا، اور اسی دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے قبا پہنچے۔ (عمدۃ القاری ۲۱/۱۷، تاریخ طبری ۲۳۲/۲، شرحِ زرقانی ۲۵۰/۱، حاشیہ سیرت بن ہشام ۸/۷۵۷)

عن ابن عباس رضي اللّٰه عنهما قال: ولد النبي صلى اللّٰه عليه وسلم يوم الاثنين واستنبئ يوم الإثنين وتوفي يوم الاثنين وخرج مهاجراً من مكة إلى المدينة يوم الإثنين وقدم المدينة يوم الاثنين ورفع الحجر الأسود يوم الإثنين.

(مسند أحمد بن حنبل ٢٧٧/١ رقم: ٢٥٠٦) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۷/۵/۱۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

تورات میں آپ کا کیا نام ہے؟

سوال (۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: توریت کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی کیا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: توریت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی ''محمد''

آیا ہے۔(حاشیہ:رحمۃللعالمین ۳۹) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۵/۵/۱۴۱۷ھ
الجواب صحیح :شبیر احمد عفا اللہ عنہ

حضور کی دادی اور نانی کا نام کیا تھا؟

سوال (۵):-کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: آنحضرت ﷺ کی نانی جان اور دادی اماں کا کیا نام تھا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: آنحضرت ﷺ کی دادی کا نام فاطمہ بنت عمرو بن عائذ تھا۔اور نانی کا نام برہ بنت عبدالعزیٰ تھا۔

وكان عبد الله والزبير وعبد مناف – وهو أبو طالب – بنو عبد المطلب لأم واحدة، وأمهم جميعاً فاطمة بنت عمرو بن عائذ. (التاريخ الطبري بيروت ۴۹۷/۱)

فزوجه آمنة بنت وهب، وهي لبرّة بنت عبد العزى بن عثمان بن عبد الدار بن قصي. (التاريخ الطبري ۴۹۹/۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۳/۴/۱۴۱۲ھ

حضرت آمنہ کا انتقال کہاں ہوا تھا؟

سوال (۶):-کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: حضرت آمنہ کا انتقال مکہ میں ہوا تھا یا باہر؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حضرت آمنہ کی وفات مقام ''ابواء'' میں ہوئی جو مکۃ المکرّمہ اور مدینۃ المنورہ کے راستہ میں ہے۔(مغلطائی ۱۰ بحوالہ: حیاتِ طیبہ، از: مفتی محمد شفیع عثمانیؒ)

قال ابن اسحق: حدثني عبد الله بن أبي بكر بن محمد بن عمرو بن حزم

أن أم رسول اللّٰه صلی الله علیه وسلم توفیت وهو ابن ست سنین بالأبواء بین مکة والمدینة. (البدایة والنهایة بیروت ۶۸۳/۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۴/۱/۱۷ ۱۴۱۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

حضور علیہ السلام ابتداءِ خلق ہی سے مقام نبوت پر فائز تھے

سوال (۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک استفتاء ناظم حسین مرادآبادی کی طرف سے جامعہ نعیمیہ کے مفتی محمد ایوب صاحب کو بھیجا ہے کہ ان کا یہ عقیدہ ہے کہ آپ خلقتِ آدم سے پہلے ہی نبی ہیں، اور اس کی تائید یا مثال میں اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں صاحب کا یہ مطلع لکھا ہے کہ:

تو ہے عین نور تیرا ہر گھرانہ نور کا ❖ تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا

میرے اس عقیدے کے برعکس یہ عقیدہ رکھنا کہ آپ چالیس سال کی عمر میں منصب نبوت پر فائز ہوئے، اس سے پہلے آپ نبی نہیں تھے اس سے پہلے آپ کو ایک عام آدمی ماننا، کیا یہ عقیدہ درست ہے یا میرا عقیدہ جو درج بالا سوال میں ہے؟

اس کے جواب میں مفتی صاحب نے فرمایا ہے کہ آپ کا عقیدہ کہ آپ خلقتِ آدم سے پہلے ہی نبی تھے، درست ہے۔ شرح فقہ اکبر ملا علی قاریؒ کی عربی عبارت نقل کی ہے، جس کا مطلب یہی معلوم ہوتا ہے کہ ملا علی قاریؒ بھی اس کی تصدیق کرتے ہیں کہ آپ کو تمام مخلوقات کی پیدائش سے قبل ہی نبوت سے سرفراز کردیا گیا تھا اور آپ کے کمالات وخوارق عادات کا اظہار قبل ولادت اور یوم ولادت سے اعلانِ نبوت کے وقت تک ہوتا رہا، جن کا تذکرہ کتب احادیث وسیر میں ہے، آپ کو چالیس سال سے پہلے عام آدمیوں کی طرح ماننا بدعقیدگی حرماں نصیبی ہے، اللہ تعالیٰ توفیق ہدایت بخشے۔ دستخط مفتی صاحب 10-02-2000

اس بارے میں جناب مفتی محمد سلمان صاحب منصور پوری جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی کی

خدمت میں گذارش ہے کہ ابھی ۲؍۳؍ ماہ کے درمیان نشرگاہ جدہ سعودی عربیہ کی اردو سروس سے زیر عنوان ''یہ حدیث نہیں ہے'' میں نے اس حدیث پر کہ میں اس وقت بھی نبی تھا، جب کہ آدم علیہ السلام جسم وروح کے درمیان تھے، یا مٹی اور پانی کا لفظ بولا گیا، اس پر ۶؍ یا ۷؍منٹ کلام کیا گیا، جس کا حاصل یہ تھا کہ یہ حدیث جھوٹ ہے، آپ کا قول نہیں ہے، اس کو فلاں نے گڑھا، فلاں فلاں نے روایت کیا، یہ سب کاذب اور ناقابل اعتبار ہیں، آپ فرمائیں کہ جناب مفتی صاحب نعیمیہ کی بات صحیح ہے یا کہ ریڈیو جدہ کی؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: یہ روایت ''كنت نبياً وآدم بين الماء والطين'' (میں اسی وقت نبی تھا جب کہ آدم علیہ السلام مٹی اور پانی کے درمیان تھے) اپنے الفاظ کے اعتبار سے منکر ہے۔

قال السخاوي: وما اشتهر على الألسنة بلفظ كنت نبياً وآدم بين الماء والطين فلم أقف عليه. (فيض القدير ٥/٦٦)

البتہ امام حاکم نے ایک روایت کی تخریج کی ہے، جس میں یہ ہے کہ ایک صحابی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ ''آپ کب سے نبی ہیں؟'' تو آپ نے جواب دیا کہ ''اس وقت سے جب کہ آدم علیہ السلام روح اور بدن کے درمیان تھے''۔ اس روایت کی نہ صرف حاکم نے تصحیح کی ہے؛ بلکہ علامہ ذہبیؒ نے بھی اس کی تائید کی ہے، اور مسند احمد اور طبرانی نے بھی اسے نقل کیا ہے، اور علامہ ہیثمی کے بقول ان دونوں کتابوں کے رواۃ صحیح ہیں۔

عن مسيرة الفجر له صحبة من أعراب البصرة قال: قيل يا رسول الله! متى كنت نبياً؟ قال: وآدم بين الروح والجسد. أخرجه البخاري في تاريخه وأحمد بن السكن والبغوي عن مسيرة وأخرجه عنه الحاكم – واللفظ له – وقال الحاكم صحيح وأقره الذهبي، وأخرجه أحمد والطبراني باللفظ المزبور عنه. قال الهيثمي: رجالهما رجال الصحيح. (فيض القدير ٥/٦٦)

لہٰذا یہ بات ثابت ہے کہ آپ کو کائنات میں سب سے پہلے وصفِ نبوت سے سرفراز کر دیا گیا تھا، اس حدیث کی تردید میں جدہ ریڈیو کی وضاحت کا اعتبار نہیں ہے۔

البتہ آپ کی بعثت سے قبل صفت نبوت کے ساتھ آپ کا اتصاف عالم غیب میں حقیقت محمدیہ کے ساتھ تھا، جس کا صحیح ادراک کرنے سے عقل انسانی عاجز ہے، اللہ تعالیٰ نے باطنی طور پر آپ کی نبوت کو جاری فرما دیا تھا؛ لیکن دنیا میں اس کا ظہور ایک خاص وقت میں ہوا، جب کہ آپ کی عمر مبارک چالیس برس کی تھی، اسی سابقہ باطنی نبوت ہی کا یہ اثر تھا کہ آپ کی نبوت کے ظہور کے بعد تمام انبیاء سابقین کی نبوتیں اور ہدایتیں منسوخ ہو گئیں۔

علامہ مناوی لکھتے ہیں:

كنت نبياً لم يقل كنت إنساناً ولا كنت موجوداً إشارة إلى أن نبوته كانت موجودة في أول خلق الزمان في عالم الغيب دون عالم الشهادة فلما انتهى الزمان بالإسم الباطن إلى وجود جسمه وارتباط الروح به انتقل حكم الزمان في جريانه إلى الإسم الظاهر، فظهر بذاته جسماً وروحاً، فكان الحكم له باطناً في كل ما ظهر من الشرائع على أيدي الأنبياء والرسل، ثم صار الحكم له ظاهراً، فنسخ كل شرع أبرزه الإسم الباطن بحكم الإسم الظاهر لبيان اختلاف حكم الإسمين وإن كان الشرع واحداً. (فيض القدير ٦٥/٥-٦٦، ومثله في الحاوي للفتاوىٰ ١٠٠/٢، كذا في كشف الخفاء للعجلوني ١٢٩/٢)

اور اس مسئلہ میں امام فخر الدین رازیؒ اور ملا علی قاریؒ کا اصولی نظریہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابتداءِ خلق ہی سے مقام نبوت پر فائز تھے؛ البتہ مقام رسالت پر ۴۰؍ سال کی عمر میں فائز ہوئے۔

قال الإمام فخر الدين الرازي: الحق أن محمداً صلى الله عليه وسلم قبل الرسالة ما كان على شرع نبي من الأنبياء عليهم الصلاة والسلام وهو المختار عند المحققين من الحنفية؛ لأنه لم يكن من أمة نبي قط، لكنه كان في مقام النبوة قبل الرسالة وكان يعمل بها هو الحق الذي ظهر عليه في مقام نبوته بالوحي الخفي والكشوف الصادقة من شريعة إبراهيم عليه الصلاة والسلام وغيرها.

(شرح الفقه الأكبر للملا علي القاري ١٠٧) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۲۵/۱/۱۴۲۱ھ

حضور علیہ السلام کے علاوہ کسی کو ''رحمۃ للعالمین'' کہنا

سوال (۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: رحمۃ للعالمین مخصوص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے یا ہر شخص کو کہہ سکتے ہیں جیسے کسی عالم دین یا ولی کامل وغیرہ، اور اگر کسی نے کسی عالم، یا شیخ کو لفظ رحمۃ للعالمین کا خطاب دیا تو ایسا شخص گستاخ رسول سمجھا جائے گا یا نہیں؟ یا یہ کہنا بجا ہوگا کہ اس کو عربی زبان سے واقفیت نہیں ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ''رحمۃ للعالمین'' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا لقب ہے، آپ کے علاوہ کسی بھی شخص کے لئے یہ لفظ بلا تاویل استعمال نہیں کیا جاسکتا، قرآنِ کریم کا اعلان ہے:

﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ﴾ [الانبیاء: ۱۰۷] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱/۸/۱۴۲۱ھ

نعتِ نبوی کے ایک عربی شعر کا مطلب

سوال (۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: آنجناب کی خدمت میں ایک عربی شعر کی وضاحت کے لئے جوابی کارڈ ارسال کیا جارہا ہے، یہ شعر مواعظ التبلیغ میں رقم ہے:

لَوَاحِيْ زَلَيْخَا لَوْ رَأَيْنَ جَبِيْنَهٗ

لَاٰثَرْنَ بِقَطْعِ الْقُلُوْبِ عَلٰى الْيَدِ

خط کشیدہ الفاظ نیز پورے شعر کا ترجمہ فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: آپ کے سوال میں ذکر کردہ شعر اصل میں اس طرح ہے:

لَوَاحِیَ زُلَیْخَا لَوْ رَأَیْنَ جَبِیْنَہٗ
لَاٰثَرْنَ بِقِطْعِ الْقُلُوْبِ عَلٰی الْیَدِ

(التبلیغ ۱۱، وعظ ۳۲)

ترجمہ: - زلیخا کو ملامت کرنے والی عورتیں اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی مبارک دیکھ لیتیں تو ہاتھ کے بجائے اپنے دلوں کو ٹکڑے ٹکڑے کرنا پسند کرتیں۔

اس میں خط کشیدہ لفظ لَوَاحِیَ ہے جو لَاحِیَۃٌ کی جمع ہے، جس کے معنی ملامت کرنے والی کے آتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۴/۵/۱۴۲۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

قریش نے حضور اکرم ﷺ کا مقاطعہ کرکے کعبہ پر کیا دستاویز آویزاں کی تھی؟

سوال (۱۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: نبی کرام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا مقاطعہ کرکے قریش نے جو تحریری دستاویز کعبہ میں آویزاں کی تھی، وہ مجھے لکھوا کر دے دیجئے۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: قریش نے بائیکاٹ کے وقت جو معاہدہ کیا تھا اس کے بعینہٖ الفاظ سرسری تلاش سے دستیاب نہیں ہوسکے؛ لیکن اس معاہدہ کا مضمون مجموعی طور پر یہ تھا کہ:

”جب تک قریش کے دو خاندان بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کے لئے قریش کے حوالہ کرنے پر رضامند نہ ہوں گے اس وقت تک ان دونوں خاندانوں سے رشتہ

ناطہ، خرید وفروخت، میل جول حتی کہ ہدیہ وغیرہ کا لین دین بھی ممنوع رہے گا''۔(مستفاد از: سیرت طیبہ ۱۳۰، الرحیق المختوم ۱۷۲، سیرت مبارکہ ۱۳۳، السیرۃ النبویۃ ۱۵۰)

اجتمعوا وائتمروا أن يكتبوا كتاباً يتعاقدون فيه على بني هاشم وبني عبد المطلب على ''أن لاينكحوا إليهم ولا ينكحوهم ولا يبيعوهم شيئا ولا يبتاعوا منهم'' فلما اجتمعوا لذلک كتبوا في صحيفة ثم تعاهدوا وتوافقوا على ذلک، ثم علقوا الصحيفة في جوف الكعبة. (سيرة ابن هشام ۳۷۲/۱)

وكتبوا في مكرهم صحيفة وعهوداً مواثيق، لايقبلوا من بني هاشم صلحاً أبداً ولا يأخذهم رافة حتى يسلموه للقتل – إلى قوله – فاجتمعوا وائتمروا على أن يكتبوا كتاباً يتعاقدون فيه على بني هاشم وبني عبدالمطلب على أن لاينكحوا إليه ولا ينكحوهم ولا يبيعوهم شيئا ولا يبتاعوا منهم، فلما اجتمعوا لذلک كتبوا في صحيفة. (البداية والنهاية ۸۶/۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۹/۱/۱۴۳۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

آپ ﷺ سے حضرت جبرئیل علیہ السلام کی پہلی ملاقات کب اور کہاں ہوئی؟

سوال (۱۱) :- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جبرئیل علیہ السلام کی سب سے پہلی ملاقات کب اور کہاں ہوئی تھی؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حضرت جبرئیل علیہ السلام سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی ملاقات غارِ حرا میں ہوئی، اور آپ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو ان کی اصلی شکل وصورت میں پہلی مرتبہ مقام اجیاد میں دیکھا کہ ان کے جسم سے پورا افق بھرا ہوا تھا۔

في حديث البخاري: حتى جاءه الحق وهو في غار حراء، فجاءه

الملک فقال: اقرأ. (صحيح البخاري، كتاب الوحي / باب بدأ الوحي ٣)

وكان أول ما راٰى جبرئيل بأجياد، صرخ جبرئيل: يا محمد فنظر يميناً وشمالاً فلم ير شيئاً، فرفع بصره فإذا هو على أفق السماء، فقال: يا محمد! جبرئيل جبرئيل، فهرب فدخل في الناس فلم ير شيئاً، ثم خرج عنهم فناداه فهرب. ثم استعلن له جبرئيل من قبل حراء. (فتح الباري ٣١/١، تاريخ طبرى ٥٢١/١) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۵/۵/۱۴۱۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

آپ ﷺ نے سب سے پہلے کس معاہدۂ امن میں شرکت فرمائی؟

سوال (۱۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے امن کے کس معاہدہ میں شرکت فرمائی تھی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سب سے پہلا امن معاہدہ جس میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شرکت فرمائی تھی وہ تاریخ اسلام میں ''معاہدہ حلف الفضول'' کے نام سے مشہور ہے، جس میں مظلوم کی حمایت اور ظالم سے امن کا حق دلانے پر اتفاق کیا گیا تھا۔

عن عبد اللّٰه عن محمد وعبد الرحمن ابني أبي بكر، قالا: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: "لقد شهدت في دار عبد اللّٰه بن جُدعان حِلفاً لو دُعيتُ به في الإسلام لأجبت. تحالفوا أن تُرد الفضول على أهلها، وألا يعز ظالم مظلوماً".

وكان حلف الفضول أكرم حِلفٍ سُمع به، وأشرفه في العرب. (الروض الانف ٢٤٢/١، خطباتِ سيرت طيبه ٤٨، سيرة النبى ١٣٢/١) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۵/۵/۱۴۱۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نبوت ملنے کے بعد آپ ﷺ مکہ میں کتنے دن رہے؟

سوال (۱۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبوت ملنے کے بعد مکہ میں کتنے سال رہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبوت ملنے کے بعد مکہ مکرمہ میں تیرہ سال رہے۔

قال أبو جعفر واختلف السلف من أهل العلم في مدة مقام رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم بعد ما استُنبِئَ، فقال بعضهم: منهم: أنس بن مالك، عائشة وابن عباس، سعيد بن المسيب، عمر بن دينار أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم لبث بمكة عشر سنين، وقال آخرون: منهم: أبو جمره الضبعي وعمرو بن دينار وعكرمة – كلهم – عن عبد اللّٰه بن عباس رضي اللّٰه عنهما قال: مكث رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم بمكة ثلاث عشرة سنة. (تاریخ طبری ۱/ ۵۷۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۴/۱/۱۷ ۱۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

حضور ﷺ کا پہاڑ سے گرنے کی تمنا کرنا

سوال (۱۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ نے یادِ حق صفحہ نمبر ۸۸ پر مندرجہ ذیل حدیث لکھی ہے، اور اسی حدیث کو انہوں نے مدینہ منورہ میں دورانِ تقریر بھی بیان کیا، یہ حدیث کہاں تک صحیح ہے؟

حدیث یہ ہے: حدیث میں ہے کہ جب نبی کریم ﷺ نبوت سے سرفراز فرمادئے گئے اور پہلی وحی آئی کہ: ﴿اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ﴾ اس کے بعد وحی منقطع ہوگئی، ایک عرصہ تک وحی کا انقطاع رہا، آپ کے قلبِ مبارک پر ایک غم اور گھٹن سی طاری ہوئی، آپ فرماتے ہیں: بعض اوقات میرا جی چاہا کہ خودکشی کرکے پہاڑ کے اوپر آکر اپنے کو نیچے گرادوں تو پیچھے سے کسی نے

ہاتھ پکڑ لیا، آپ نے چاہا کہ گر پڑوں تو پیچھے سے کسی نے آواز دی یا محمد! آپ نے اِدھر اُدھر دیکھا کوئی موجود نہیں تھا...... الخ۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: یہ واقعہ اسی تفصیل کے ساتھ البدایہ والنہایہ ۱۶/۳ پر نقل کیا گیا ہے؛ البتہ اس میں کسی کے ہاتھ پکڑنے کا صراحۃً ذکر نہیں ہے۔ روایت کے الفاظ یہ ہیں:

فکلما أوفیٰ بذروۃ جبل لکي یلقی نفسه تبدی له جبرئیل ؑ فقال یا محمد! إنک رسول اللّٰه حقاً فیسکن لذلک جأشه وتقر نفسه فیرجع. (البدایة والنهایة، باب کیفیة بدأ الوحي ۱۶/۳)

علاوہ ازیں فترت وحی کا واقعہ اجمالاً یا تفصیلاً تقریباً ہر سیرت اور حدیث کی کتاب میں موجود ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۹/۵/۱۴۱۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بارش کے فرشتہ کی حضور ﷺ سے ملاقات اور شہادتِ حسین رضی اللہ عنہ کی خبر دینا

سوال (۱۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ بارش کے فرشتے نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی اجازت چاہی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دے دی، حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا کہ دیکھو دروازہ پر نظر رکھنا کوئی اندر نہ آنے پائے، اتنے میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کودتے ہوئے اندر داخل ہوئے، اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مونڈھے مبارک پر چڑھنے لگے، فرشتہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ آپ ان سے محبت کرتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جی ہاں! پھر فرشتہ نے کہا کہ آپ ﷺ کی امت اسے قتل کردے

گی، اگر آپ ﷺ چاہیں تو میں وہ جگہ بھی دکھادوں، جہاں پر قتل کئے جائیں گے، پھر فرشتہ نے ہاتھ مارا اور آپ ﷺ کو سرخ مٹی دکھائی، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ سے وہ مٹی لے لی اور اپنے کپڑے کے کونے میں باندھی، کیا یہ روایت صحیح ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: یہ روایت صحیح سند کے ساتھ مسند احمد ابن حنبل، دلائل النبوۃ للبیہقی اور ابن حبان میں موجود ہے، نیز حافظ ابن کثیرؒ نے البدایہ والنہایہ میں بھی اسے نقل فرمایا ہے۔ روایت کے الفاظ یہ ہیں:

عن أنس رضي اللّٰه عنه قال: استأذن ملك المطر أن يأتي رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم فأذن له فقال لأم سلمة احفظي علينا الباب لا يدخل أحد فجاء الحسين بن علي رضي اللّٰه عنهما فوثب حتى دخل فجعل يصعد على منكب النبي صلى اللّٰه عليه وسلم، فقال له الملك: أتحبه؟ قال النبي صلى اللّٰه عليه وسلم: نعم، قال: فان أمتك تقتله وإن شئت أر منك المكان الذي يقتل فيه، قال: فضرب بيده فأراه تراباً أحمر، فأخذت أم سلمة ذٰلك التراب فصرته في طرف ثوبها، قال: فكنا نسمع يقتل بكربلاء. (مسند أحمد رقم: ۱۳۷۲۹) قال فحققه حمزة احمد الزين: اسناده صحيح وقد اخرجه ابن حبان ٥٥٤، رقم ٢٢٤١، البيهقي في الدلائل ٤٦٩/٦، البداية والنهاية ٥٨٣/٨) **فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۱/۵/۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

عہدِ رسالت کی جنگیں دفاعی تھی یا اقدامی؟

سوال (۱۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: چند روز قبل ایک ساتھی کے پاس ملاقات کی غرض سے جانا ہوا، ان کے پاس غیر مقلدین کا ایک رسالہ رکھا ہوا تھا، جس پر نظر پڑ گئی تو میں اس کو پڑھنے لگا، اس دوران ایک مضمون پر نظر پڑی جس

میں کہا گیا تھا کہ عہدِ رسالت کی جنگیں تمام تر دفاعی تھیں، انہوں نے درج ذیل آیت سے استدلال کیا تھا۔ ﴿اُذِنَ لِلَّـذِیْـنَ یُقَاتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا﴾ کہ اس آیت اور دیگر کتب سیر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عہدِ رسالت کی جنگوں کا مدار دفاع پر تھا۔

سوال یہ ہے کہ ہم اہلِ سنت والجماعت کا اس سلسلہ میں کیا نظریہ ہے؟ وضاحت کے ساتھ مدلل جواب تحریر فرمائیں، نیز اُن کتبِ سیر وتاریخ کی جانب بھی رہنمائی فرمائیں جس میں اس چیز کی مکمل وضاحت ہو؛ تاکہ اپنے کو ضلالت سے بچایا جا سکے؟

باسمہٖ سبحانہٗ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: دورِ رسالت میں دونوں طرح کے جہاد ثابت ہیں، بعض جہاد دفاعی تھے، مثلاً غزوۂ احد اور غزوۂ خندق۔ اور بہت سے غزوات اقدامی تھے، جیسے فتح مکہ، غزوۂ حنین، خیبر اور بنوقریظہ وغیرہ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ خندق میں کفار کی ناکامی کے بعد یہ ارشاد فرمایا تھا کہ اب کفار کو ہم پر حملہ کی ہمت نہ ہوگی؛ بلکہ ہم ہی ان سے جہاد کا اقدام کریں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **الآن نغزوهم ولا يغزوننا نحن نسير إليهم**. (صحيح البخاري ٢/ ٥٩٠) اس جملہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ خندق کے بعد اقدامی جہاد کرنے کی خبر دی تھی۔

اس لئے یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ تمام غزوات دفاعی تھے؛ بلکہ صحیح یہ ہے کہ دورِ نبوت میں حسبِ موقع دونوں طرح کے غزوات پیش آئے؛ البتہ علماء نے تصریح کی ہے کہ دفاعی جہاد اعلانِ عام کے وقت فرضِ عین ہوجاتا ہے، جب کہ اقدامی جہاد فرضِ کفایہ کے درجہ میں ہے۔ تفصیل کے لئے سیرت کی کتابوں کا مطالعہ کیا جائے۔ سیرت ابن ہشام، البدایہ والنہایہ میں بھی تفصیل مل سکتی ہے۔

ولما ثبت أن كلا القسمين من جهاد الدفع وجهاد الابتداء مشروع محكم، فإن الحكم الشرعي في كل واحد من القسمين يختلف عن الآخر، من حيث أن جهاد الدفع فرض عين إذا هجم العدو على ثغور المسلمين، في حين أن جهاد الابتداء فرض كفاية على أصح القولين.

أما جهاد الدفع، فيقول عنه الإمام الجصّاص رحمه الله في أحكام القرآن ۱۱٤/۳، ومعلوم في اعتقاد جميع المسلمين أنه إذا خاف أهل الثغور من العدوّ، ولم تكن فيهم مقاومة لهم، فخافوا على بلادهم وأنفسهم، وذراريهم أن الفرض على كافة الأمة أن ينفر إليهم من يكف عاديتهم عن المسلمين. وهٰذا لا خلاف فيه بين الأمة؛ إذ ليس من قول أحد من المسلمين إباحة القعود عنهم، حتى يستبيحوا دماء المسلمين وسبي ذراريهم.

وأما جهاد الابتداء فالجمهور على أنه فرض كفاية بشرط الاستطاعة، إذا قام له بعض المسلمين سقط عن الباقين، إلا أن يتطوعوا بذٰلک. وروي عن بعض الصحابة والتابعين أنهم قائلون بكونه فرض عين، كما في فتح الباري ۳۸/٦، تفسير ابن كثير ۹۷/٤. (تكملة فتح الملهم ۹/۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۱/۳/۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا غزوات کا مقصد اسبابِ کفر کو مٹا کر جبراً لوگوں کو اسلام میں داخل کرنا تھا؟

سوال (۱۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: نیز اس رسالہ میں یہ بھی لکھا تھا کہ غزوات کے مجموعی اسباب کفر کو مٹانا اور زور زبر کے ذریعہ لوگوں کو اسلام میں داخل ہونے پر مجبور کرنا اس میں اور کیا غیر مقلدین کا مذکورہ بیان درست ہے؟ ان کتابوں کی طرف بھی رہنمائی فرمائیں، جن میں یہ مضامین ہوں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: غزوات کا اصل مقصد لوگوں کو جبراً مسلمان بنانا ہرگز نہیں تھا؛ بلکہ اصل مقصد یہ تھا کہ اسلام کے احکام کے نفاذ میں جو رکاوٹیں ہوسکتی ہیں، انہیں دور کیا جائے اور اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے محنت کی جائے، دین کے معاملہ میں کسی جبر کی اجازت نہیں ہے۔ ارشادِ خداوندی

ہے: ﴿لا اِکْرَاهَ فِي الدِّيْنِ﴾ [البقرة جزء آیت: ٢٥٦] اس لئے غیر مقلدین کا یہ نظریہ کہ یہ غزوات اسلام پر جبر کے لئے عمل میں لائے گئے درست نہیں ہے، اگر جبر ہی مقصود ہوتا، تو کوئی کافر ذمی بن کر دارالاسلام میں نہ رہ پاتا، حالاں کہ مشاہدات وواقعات شاہد ہیں کہ دارالاسلام میں ذمیوں کو بھی امن وامان کے ساتھ رہنے کے برابر حقوق حاصل رہے ہیں۔ (احسن الفتاویٰ ۶/ ۳۱، سیرۃ المصطفیٰ ۲/ ۱۲)

یہ بات سیرت اور تاریخ کی کتابوں میں مثلاً ''البدایہ والنہایہ'' کے مطالعہ سے بآسانی معلوم ہوسکتی ہے۔

والواقع أن الجهاد لم يشرع لإكراه الناس على قبول الإسلام، ولكنه إنما شرع لإقامة حكم الله في الأرض ولكسر شوكة الكفر والكفار، التي لم تزل في التاريخ أقوى سبب لشيوع الظلم، والفتنة والفساد، وأكبر مانع عن قبول الحق، والإصغاء إلى الدعوة الإسلامية. ولو كان الجهاد هدفه الإكراه على الدين لما شرعت الجزية لإنهاء الحرب، وإن مشروعية الجزية من أوضح الدلائل على أنه ليس إكراهاً على قبول الدين.

وإنما شرع الجهاد لتعلو كلمة الله على أرض الله، ويكون لها العزّ والمنعة، وليكسر شوكة الجبّارين الذين يستعبدون عباد الله بأحكامهم وقوانينهم المنبثقة من آرائهم، ويأبون أن يقام حكم الله تعالىٰ في أرضه، ويشيعون بقوة حكمهم كل ظلم، ومنكر وفساد. (تكملة فتح الملهم ٣/ ٥) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۱/۳/۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

جنگِ بدر کس مہینہ میں ہوئی؟

سوال (۱۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: جنگ بدر کس مہینہ میں ہوئی؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: غزوۂ بدر کا واقعہ ۱۷؍رمضان المبارک ۲؍ہجری میں پیش آیا۔

قوله تعالیٰ: ﴿وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ﴾ كانت بدر يوم سبعة عشر من رمضان يوم جمعة لثمانية عشر شهراً من الهجرة. (تفسير قرطبي ۱۸۰/۲ بيروت)

وكانت ليلة بدر ليلة الجمعة السابعة عشر من شهر رمضان سنة ثنتين من الهجرة، وقد بات رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم تلك الليلة يصلي إلى جذم شجرة هناك. (البداية والنهاية ۲۸۳/۳، تاريخ طبرى ۱۹/۲) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۴؍۱؍۱۴۱۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا حضور ﷺ نے حجۃ الوداع میں جمعہ کے بجائے ظہر کی نماز ادا فرمائی تھی؟

سوال (۱۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک صاحب ارشاد فرماتے ہیں کہ حجۃ الوداع کے موقع پر حضور علیہ السلام نے جمعہ کی نماز نہیں پڑھی؛ بلکہ ظہر کی نماز ادا کی، یہ بات کہاں تک درست ہے؟ اگر درست ہے تو جمعہ کی نماز کیوں ادا نہیں فرمائی؟ مفصل واضح فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: میدانِ عرفات ایک چٹیل میدان ہے، اور وہاں آبادی نہیں، اس لئے وہاں جمعہ کے قیام کی اجازت نہیں، اسی بناء پر پیغمبر علیہ السلام نے عرفہ کے دن وہاں جمعہ نہیں پڑھا؛ بلکہ ظہر کی نماز ادا فرمائی۔

عن عمر بن الخطاب رضي اللّٰه عنه: أن رجلاً من اليهود قال له: يا أمير المؤمنين! آية في كتابكم تقرأونها، لو علينا معشر اليهود نزلت لاتخذنا ذٰلك

اليـوم عيـداً: أي آية قـال: ﴿اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِيْنًا﴾ [المائدة جزء آيت: ۳]

قـال عـمـر رضـي الـلّٰـه تـعالىٰ عنه: قد عرفنا ذٰلک اليوم والمكان الذي نـزلـت فيـه عـلـى النبي صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم وهو قائم بعرفة يوم الجمعة.

(صحيح البخاري ۱/ ۱۱ رقم: ٤٥)

حـدثـنا جعفر بن محمد عن أبيه قال: دخلنا على جابر بن عبد اللّٰه، فذكر الحديث في صحبة النبي صلى اللّٰه عليه وسلم – إلى قوله – ثم أذن بلال ثم أقام فصلى الظهر، ثم أقام مصلى العصر ولم يصل بينهما شيئا. (صحيح مسلم ١/ ٣٩٤)

ولا جمعة بعرفات اتفاقاً كذا في الكافي. (هندية ١/ ١٤٥) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۶/۱۴۲۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

غدیر کیا ہے؟ اور یہ کس دن اور کس مہینہ میں ہوئی ؟

سوال (۲۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: غدیر کیا ہے اور غدیر کون دن اور تاریخ ومہینہ میں ہوئی ؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: ''غدیر'' سے غدیر خم مراد ہے، یہ ایک چشمہ کا نام ہے، جو مقام جحفہ سے تین میل کے فاصلے پر مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان واقع ہے، ۱۰ھ ہجری میں حجۃ الوداع سے واپسی پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں قیام فرمایا تھا، اور یہاں پر ایک خطبہ دیا اور جس میں آپ نے اپنی وفات کی طرف اشارہ فرمایا، اور قرآنِ کریم واہلِ بیت کو مضبوطی سے تھامے رہنے اور ان کی قدر ومنزلت پہچاننے کی نصیحت فرمائی تھی، یہ واقعہ ۱۸/ ذی الحجہ کو پیش آیا تھا؛ اس لئے شیعہ لوگ اس دن کو عید سے بھی زیادہ افضل مانتے ہیں اور خوشیاں مناتے ہیں، حالاں کہ اس دن کو عیدِ غدیر کے طور پر منانا بے اصل اور شریعتِ مطہرہ کے بالکل خلاف ہے۔

عن زيد بن أرقم رضي اللّٰه عنه قال: قام رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يوماً، فينا خطيبا مما يدعي ''خما'' بين مكة و المدينة، فحمد اللّٰه و أثنى ووعظ، ثم قال: أما بعد! أيها الناس! إني أنا بشر يوشک أن يأتي رسول ربي فأجيب، وأنا تارک فيکم ثقلين، أولهما کتاب اللّٰه فيه الهدى و النور، فخدو بکتاب اللّٰه و استمسکوا به، فحث على کتاب اللّٰه ورغب فيه، ثم قال: وأهل بيتي. (صحيح مسلم ۲/ ۲۷۹)

أول أحکامهم إحداثهم عيد ''غدير خم'' في يوم الثامن وعشرين شهر ذي الحجة، وتفضيلهم على عيد الفطر والأضحى وتسميته بالعيد الأکبر کل ذلک صريح، مخالفة الشريعة. (تحفۂ اثنا عشريه ۲۸) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۶/۲۷/ ۱۴۲۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اہلِ بیت کا مصداق کون کون حضرات ہیں؟

سوال (۲۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اہلِ بیت میں کیا صرف حضرت علی، حضرت فاطمہ، حسنین کریمین شامل ہیں یا تمام ازواجِ مطہرات اور خلفاء ثلاثہ بھی شامل ہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اہلِ بیت کا اصل مصداق حضرات ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن ہیں، جیسا کہ قرآنِ کریم میں اس آیت: ﴿اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا﴾ [الاحزاب جزء آیت: ۳۳] کے سیاق وسباق سے واضح ہے، پھر نبی کریم ﷺ نے اپنی دعاء مستجاب کے ذریعہ خاتون جنت حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا اور نوجوانانِ جنت کے سردار سیدنا حضرت حسن اور سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہما اور امیر المؤمنین سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بھی اہلِ بیت کے ساتھ ملحق فرمایا؛ لہٰذا ثابت ہوا کہ ازواجِ مطہرات اور نبی کریم ﷺ کی آل واولاد اور داماد یعنی حضرت علی کرم اللہ وجہہ آپ کے اہلِ بیت میں شامل ہیں، اور

خلفاء ثلاثہ (خلیفہ اول امیر المؤمنین سیدنا حضرت ابوبکر صدیق، خلیفہ ثانی امیر المؤمنین سیدنا حضرت عمر فاروق اور خلیفہ ثالث امیر المؤمنین سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہم) کا مقام امت میں پیغمبر علیہ السلام کے بعد بالترتیب سب سے اعلیٰ ہے، جیسا کہ احادیث شریفہ میں ان کے فضائل ومناقب سے واضح ہے؛ لیکن ان کے اہلِ بیت میں شامل ہونے کی صراحت کہیں احقر کی نظر سے نہیں گذری۔

﴿اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَیُطَهِّرَكُمْ تَطْهِیْرًا﴾

[الاحزاب جزء آیت: ۳۳]

عن ابن عباس رضي الله عنه **قال: نزلت في نساء النبي** ﷺ **خاصة.** (الدر المنثور ٥/١٦٨)

عن أم سلمة رضي اللّٰه عنها قالت: جاء ت فاطمة رضي اللّٰه عنها إلى رسول اللّٰه ﷺ فقال: أين ابن عمک و ابناک؟ فقالت: اللّٰهم هؤلاء أهل بيتي فاذهب عنهم الرجس وطهرهم تطهيرا. (تفسير ابن كثير ٦٣٨/٣-٦٣٩، روح المعاني جزء ١٣/٢٢-١٤) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ ۱۴۳۴/۸/۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

آلِ محمد کون ہیں؟

سوال (۲۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: آل محمد کون ہیں اور ان میں کون کون آتا ہے، اور ان کے کیا نام ہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفیق: آل محمد کا اصل اطلاق پیغمبر علیہ الصلاۃ والسلام کے اہل بیت پر ہوتا ہے؛ لیکن مجازاً اس سے پوری امت مراد لی جاسکتی ہے، جیسا کہ بعض آثار اور علماء کے بعض اقوال سے ثابت ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت میں ازواج مطہرات، بنات طیبات شامل ہیں، شیعوں کی طرف سے آل محمد کو صرف سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کے ساتھ خاص کردینا خلافِ واقعہ ہے۔

والمراد بالآل هنا سائر أمة الإجابة مطلقا. قوله عليه الصلاة والسلام: آل محمد كل تقي ...... ونقل اللقاني في شرح جوهرته: أنه يطلق على مؤمن بني هاشم، وإنما حدث تخصيص الشريف بولد الحسن والحسين في مصر خاصة في عهد الفاطميين. (حاشية الطحطاوی ١٢)

واختلف في المراد بهم في مثل هذا الموضع، فالأكثرون أنهم قرابة صلى الله عليه وسلم الذين حرمت عليه الصدقة على الاختلاف فيهم، وقيل: جميع أمة الإجابة، وإليه مال مالک، واختاره الأزهري والنووي في شرح مسلم، وقيل: غير ذلک. (شامی زکریا ١/ ٨٦) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۷/۶/ ۱۴۲۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

حضور ﷺ نے کتنے نکاح فرمائے؟

سوال (۲۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: سرورِ عالم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنے نکاح کئے تھے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ازواجِ مطہرات کی تعداد کے سلسلہ میں روایات مختلف ہیں؛ لیکن اکثر حضرات نے گیارہ کی تعداد کو راجح قرار دیا ہے، جن میں سے دو ازواجِ مطہرہ: ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بنت خویلد اور اور ام المؤمنین حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے وفات پا چکی تھیں، اور بقیہ ۹/ ازواج مطہرات آپ کی وفات کے وقت باحیات تھیں، جو درج ذیل ہیں:

(۱) ام المؤمنین حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

(۲) ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

(۳) ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

(۴) ام المؤمنین حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

(۵) ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

(۶) ام المؤمنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

(۷) ام المؤمنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

(۸) ام المؤمنین حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

(۹) ام المؤمنین حضرت میمونہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا۔

(اصح السیر ۵۶۶، سیرت النبی ۲/۴۰۰-۴۱۹، سیرت مصطفیٰ ۳/۲۸۱-۴۸-۳۴۸، سیرت رسول کریم ۱۸۷، رحمۃ للعالمین ۲/۱۴۴-۱۸۲، تاریخ طبری ۲/۲۱۱، الروض الانف ۴/۴۲۶-۴۳۲، نساء فی ظل رسول صلی اللہ علیہ وسلم ۲/۳۵۲-۳۵۵، کنز العمال ۱۳/۲۹۶-۳۰۴، المستدرک للحاکم ۴/۳-۳۶) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱/۱/۱۴۳۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ام المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ سے نکاح کے واقعہ کی تحقیق

سوال (۲۴): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت خدیجۃ الکبری رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نکاح کا واقعہ احادیث کی کتابوں میں مفصل مذکور ہے، اہل علم اس سے اچھی طرح واقف ہیں، شہر کی ایک بڑی مسجد کے ایک ذمہ دار واقعہ کچھ اس طرح بیان کرتے ہیں کہ: ''حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے نکاح کا پیغام دیا اور ساتھ میں یہ بھی کہا کہ اس پر میرے والد تیار نہیں ہوں گے، تو آپ اپنے چچا سے کہیں کہ وہ ایک دعوت طعام کی محفل منعقد کریں، اس میں میرے والد کو بھی بلائیں اور اس محفل میں جب لوگ اور میرے والد شراب کے نشہ میں مدہوش ہوجائیں، تو والد کو منگنی کا جوڑا پہنا دیں، جب ان کا نشہ اترے گا تو منگنی کے جوڑے پر رنگ کے چھینٹیں دیکھیں گے، تو میں ان سے کہوں گی کہ آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے میری منگنی

کر دی، وہ کہیں گے میں تو منگنی نہیں کی ہے؛ لیکن میں جواب دونگی کہ آپ تو شراب کے نشہ میں مدہوش تھے، آپ نے اس مجلس میں میری منگنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کر دی تھی، اس پر وہ راضی ہو گئے، اس طرح سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہوا''۔

(۱) کیا مذکورہ بالا واقعہ صحیح ہے؟ اگر صحیح ہے تو احادیث کی کس کتاب میں مذکور ہے؟

(۲) حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی منگنی اور نکاح کا واقعہ جس انداز میں بیان کیا گیا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نعوذ باللہ آپ کا نکاح سازش کے تحت ہوا، کیا اس واقعہ کو مجمع عام میں اس طرح بیان کرنا جس سے پیغمبر کی ذات والا صفات اور آپ کے تقدس پر حرف آتا ہو، سننے والے اس کا غلط مطلب نکالتے ہوں مناسب ہے؟ جب کہ اللہ کا فرمان پیغمبر کی عصمت وعفت کو ظاہر کرتا ہے۔﴿اَلطَّيِّبَاتُ لِلطَّيِّبِيْنَ﴾ الخ۔

(۳) اس بیان کے بعد ایمان کی تجدید کرنا ضروری ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: راجح یہ ہے کہ ام المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے والد ''خویلد'' کا انتقال حرب الفجار سے پہلے ہی ہو چکا تھا اور وہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نکاح کے وقت زندہ موجود ہی نہ تھے، اور اس نکاح کی اجازت حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے چچا ''عمرو بن اسد'' یا بھائی ''عمرو بن خویلد'' نے دی تھی، اس اعتبار سے سوال میں مذکورہ واقعہ قطعاً بے اصل معلوم ہوتا ہے، یہ واقعہ بعض سیرت کی کتابوں میں اگرچہ منقول ہے، مگر اس کی سند نہایت ضعیف اور ساقط الاعتبار ہے؛ لہٰذا عوام میں ایسی باتیں ہرگز بیان نہیں کرنا چاہئے، بالخصوص جس رنگ آمیزی کے ساتھ سوال میں قصہ مذکور ہے، اس سے بلاشبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان عالی پر اثر پڑتا ہے، اسلئے مقرر صاحب کو توبہ واستغفار اور برملا اس واقعہ کی تردید اور اپنی غلطی کا اعتراف لازم ہے۔

قال الموصلي: المجتمع عليه أن عمها عمرو بن أسد هو الذي زوجها

منـه، وهـذا هـو الـذي رجحه السهيلي وحكاه عن ابن عباس وعائشة رضي اللّٰه تـعـالـىٰ عـنـهما قالت: وكان خويلد مات قبل الفجار، وذكر ابن اسحق في آخره السيدة أن اخـاهـا عـمـرو بـن خويلد هو الذي زوجها رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم **فاللّٰه تعالىٰ أعلم**. (البداية والنهاية ۲/ ۲۰۱) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲/۱۱/۱۴۲۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نکاح اور رخصتی کس عمر میں ہوئی؟

سوال (۲۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عمر بوقتِ نکاح ٦ رسال اور بوقتِ رخصتی ۹ رسال اور ۱۸ر سال کی عمر پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دنیا سے پردہ فرمانا، یہ روایت درست ہے کہ نہیں؟ زید کا کہنا ہے اتنی کم عمر میں نکاح پھر رخصتی ممکن اور درست نہیں ہے؛ بلکہ وہ نکاح اور رخصتی کا وقت کچھ اور بتا تا ہے؟ کیا صحیح ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: صحیح روایات سے یہ بات ثابت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ۷رسال کی عمر میں اور رخصتی ۹ رسال کی عمر میں ہوئی، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے پردہ فرمانے کے وقت ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی عمر ۱۸ رسال تھی۔

لہٰذا ان صحیح روایات کی موجودگی میں عمر کے بارے میں شبہات پیدا کرنا درست نہیں، اور عرب کے ماحول میں اگر کوئی بچی ۹ رسال کی عمر میں شوہر کے قابل ہوجائے تو اس میں کوئی استبعاد کی بات نہیں ہے۔ علاوہ ازیں بچپن کی حالت میں رخصتی کی ممانعت قرآن وحدیث میں کہیں مذکور نہیں ہے۔

عـن عـائشة رضي اللّٰه عنها أن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم تزوجها وهي بنت سبع سنين وزفت إليه وهي بنت تسع سنين ولعبها معها ومات عنها وهي بنت ثماني عشرة، رواه مسلم. (صحيح مسلم ٤٥٦/١، مشكوة شريف ٢٧٠) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲/۲/۱۴۲۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

حضور ﷺ کی تدفین کے بعد حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بقیہ زندگی کہاں گذاری؟

سوال (۲۶): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرۂ مبارکہ میں مدفون ہیں، اب بقیہ زندگی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کس جگہ یا کس حجرے میں گذر و بسر فرمائی؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجـواب وبالله التوفيق: تاریخ وسیر کی بعض کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حجرۂ عائشہ رضی اللہ عنہا میں پیغمبر علیہ السلام کی تدفین کے بعد اس حجرہ کو دیوار اٹھا کر دو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا تھا، ایک جانب قبر شریف تھی، دوسری جانب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی رہائش تھی۔

وقال ابن سعد في طبقاته: أخبرني موسى بن داؤد قال: سمعت مالک بن أنـس رضـي اللّٰـه عنه يقول: قسم بيت عائشة باثنين، قسم كان فيه القبر، وقسم كـان تـكـون فيه عائشة رضي اللّٰه عنها وبينهما حائط، وكانت عائشة رضي اللّٰه عنـهـا ربـما دخلت حيث القبر، فلما دفن عمر رضي اللّٰه عنها لم تدخله إلا وهي جامعة عليها ثيابها. (وفاء الوفاء في دار المصطفى ٥٤٤/٢)

وهذا مستند ابن عساكر في قوله: وباب البيت شامي، ولم يكن على الباب غلق مدة حياة عائشة رضي الله عنها. (وفا الوفاء في دار المصطفى ۲/۲ ٥٤) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۶/۱۴۲۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا حضرت ماریہ قبطیہؓ ازواجِ مطہرات میں شامل ہیں؟

سوال (۲۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا حضرت ماریہ جن کے بطن سے حضرت ابراہیم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحب زادے تولد ہوئے تھے، ازواجِ مطہرات میں ان کا کیا مقام ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ازواجِ مطہرات میں باقاعدہ شامل نہیں ہیں؛ بلکہ وہ آپ ﷺ کی مملوکہ باندی تھیں اور انہیں شاہِ مقوقس نے پیغمبر علیہ السلام کی خدمت میں بطورِ ہدیہ پیش کیا تھا، نبی اکرم ﷺ نے آپ کو اپنے حرم میں شامل فرمایا اور ۸ھ میں آپ کے بطن سے نبی اکرم ﷺ کے صاحب زادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی پیدائش ہوئی۔ (مستفاد: اصح السیر ۵۶۱، سیرت طیبہ قاضی زین العابدین سجاد میرٹھی ۴۱۷) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۷/۱۱/۱۴۳۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا ازواجِ مطہرات سے زیورات پہننا ثابت ہے؟

سوال (۲۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا ازواجِ مطہرات سے سونے چاندی کے زیورات پہننے کا ثبوت ملتا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ازواجِ مطہرات سے صراحۃً سونے چاندی کے

زیورات پہننے کی تفصیل نہیں مل سکی؛ البتہ اس دور کی عام خواتین ہر ہر طرح کے زیورات استعمال کرتی تھیں، جن کا ثبوت متعدد روایات سے ہوتا ہے۔

عن جابر بن عبد اللّٰہ رضي اللّٰہ تعالی عنه قال: ...... ثم أتی النبي صلی اللّٰہ علیه وسلم النساء، فخطبهن وحثهن علی الصدقة قال: فجعلن یطرحن القرطة والخواتیم والحلي إلی بلال، قال: لم یصل قبل الصلاة ولا بعدها. (مسند أحمد ٤/٦ ٣١، صحیح البخاري ٢/ ٨٧٤)

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم: ما علی إحداکن أن تتخذ قرطین من فضة وتتخذ لها جمانتین من فضة. (مسند أحمد ٦/ ٤٥٤)

عن زینب بنت نبیط قالت: أتی أبو أمامة بأمي وخالتي إلی النبي صلی اللّٰہ علیه وسلم، فأتاه حلي من ذهب ولؤلؤ یقال له الرعاث. (وهو من حلي الأذن) فحلاهن من الرعاث. (إعلاء السنن ١٧/ ٢٩٥)

أخرج أبوداؤد عن ثوبان حدیثا طویلا...... قال النبي صلی اللّٰہ علیه وسلم: یا ثوبان! اشتر لفاطمة قلادة من عصب وسوارین من عاج. (سنن أبي داؤد ٢/ ٥٧٩)

إن رجلا أتی النبي صلی اللّٰہ علیه وسلم قد ظاهر من امرأته، فوقع علیها، فقال: یا رسول اللّٰہ! إني ظاهرت من امرأتیي فوقعت علیها قبل أن أکفر، فقال: وما حملک علی هذا؟ قال رأیت خلخالها في ضور القمر، قال: فلا تقربها حتی تفعل ما أمرک اللّٰہ. (سنن الترمذي ١/ ٢٢٧)

عن عائشة رضي اللّٰہ تعالی عنها قالت: أقبلنا مع رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم في بعض أسفاره حتی إذا کنا بثوبان...... فانسلت قلادة لي من عنقي فوقعت. (مسند أحمد ٦/ ٢٧٢)

عن أبي موسی الأشعري رضي اللّٰہ عنه أن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه

وسلم قال: حرم لباس الحرير، والذهب علی ذکور أمتي وأحل لإناثهم. (سنن الترمذي ۱/ ۳۰۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۲/۱/۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

حضور ﷺ کے بول و براز کا حکم

سوال (۲۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بول و براز وخون پاک ہیں یا ناپاک؟ نیز اس سلسلہ میں کوئی نص ہے یا نہیں یا کوئی حدیث؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سرورِ عالم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بول وبراز اور خون کے بارے میں دونوں طرح کی روایات مروی ہیں، بعض سے طہارت کا پتہ چلتا ہے اور بعض سے عدمِ طہارت کی تائید ہوتی ہے، اس لئے اس بارے میں کوئی قطعی حکم لگانا مشکل ہے۔

سمعت عامر بن عبد اللّٰه بن الزبير رضي اللّٰه عنه يحدث أن أباه حدثه أنه أتى النبي صلى اللّٰه عليه وسلم وهو يحتجم، فلما فرغ قال: يا عبد اللّٰه إذهب بهٰذا الدم فأهرقه حيث لا يراك أحد، فلما برزت عن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم عمدت إلى الدم فحسوته، فلما رجعت إلى النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال: ما صنعت يا عبد اللّٰه! قال: جعلته في مكان ظننت أنه خاف على الناس، قال: فلعلك شربته؟ قلت: نعم، قال: ومن أمرك أن تشرب الدم ويل لك من الناس وويل للناس منك. (المستدرك للحاكم ۳/ ٦۳۸ رقم: ٦۳٤۳/ ۱۹٤۱)

عن أم أيمن رضي اللّٰه عنه قالت: قام النبي صلى اللّٰه عليه وسلم من الليل إلى فخارة من جانب البيت فبال فيها، فقمت من الليل وأنا عطشى فشربت من

في الفخارة، وأنا لا أشعر، فلما أصبح النبي صلى الله عليه وسلم قال: يا أم أيمن قومي إلى تلك الفخارة فأهريقي ما فيها، قلت: قد والله شربت ما فيها. قال: فضحك رسول الله صلى الله عليه وسلم حتى بدت نواجذه ثم قال: أما أنك لا يفجع بطنك بعده أبداً. (المستدرك للحاكم ٤/ ٧١ رقم: ٢٩١٢/ ٢٥١٠)

قلت: شبابة بن سوار المدائني صدوق مكثر صاحب حديث، فيه بدعة، قال أحمد بن حنبل: كان داعية إلى الإرجاء. (المستدرك للحاكم ٤/ ٧١)

وفيه أبومالك النخعي اسمه عبد الملك متروك من السابقة. (تقريب التهذيب ٤٣٥)

روى أنه قال: حجمت رسول الله صلى الله عليه وسلم وشربت الدم من الحجمة، وقلت: يا رسول الله شربته؟ فقال: ويحك يا سالم! أما علمت أن الدم حرام لا تعد. (أسد الغابة بيروت ٢/ ١٥٧) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۳۰/۴/۱۴۳۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

حضور ﷺ کا پیشاب پاک تھا یا نہیں؟

سوال (۳۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا پیشاب پاک تھا یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: آنحضرت ﷺ کے پیشاب وغیرہ کے پاک ہونے کے متعلق صراحت کتبِ فقہ اور کتبِ سیر میں موجود ہے، علامہ شامی نے متعدد اقوال اس بارے میں جمع کئے ہیں، جن میں اس کو نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خصوصیات میں شمار کیا گیا ہے۔

علامہ سیوطیؒ نے ''الخصائص الکبریٰ'' میں نقل کیا ہے کہ حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا

نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پیشاب پی لیا تو آنحضرت ﷺ مسکرائے اور فرمایا کہ: ''اب تمہیں کبھی پیٹ کی بیماری نہ ہوگی''۔ (الخصائص الکبریٰ ۱/۱۲۲ بیروت)

اس واقعہ سے بھی طہارت کا پتہ چلتا ہے ورنہ آنحضرت ﷺ ضرور نکیر فرماتے۔

لیکن دوسری طرف بعض محققین علماء کی رائے یہ ہے کہ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بول و براز اسی طرح ناپاک تھے جیسے عام لوگوں کے، یہ حضرات طہارت کی روایات کو سند کے اعتبار سے غیر معتبر قرار دیتے ہیں، اور عدم طہارت کی دلیل میں یہ روایت پیش کرتے ہیں کہ ایک صحابی نے آپ کا پچھنا لگانے کے بعد نکلنے والا خون پی لیا تھا، جب اس کا ذکر پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ: ''کیا تمہیں یہ معلوم نہیں کہ خون حرام ہے آئندہ ایسا مت کرنا''؟

اس روایت سے معلوم ہوا کہ آپ کا خون اسی طرح حرام تھا جیسے دیگر لوگوں کا خون حرام ہے۔ اور ظاہر ہے کہ جو حکم خون کا ہے وہی پیشاب کا ہے۔

بریں بنا دلائل کے تعارض کی بنا پر اس بارے میں کوئی حتمی حکم لگانا مشکل ہے اور توقف اولیٰ ہے

وقد روي نحو من هٰذا (أي عن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم) في امرأة شربت بوله، فقال لها: لن تشتكي وجع بطنك أبداً.

وقيل: هي أم أيمن وكانت تخدم النبي صلى اللّٰه عليه وسلم، قالت: وكان لرسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قدح من عيدانٍ يوضع تحت سريره يبول فيه من الليل، فبال فيه ليلةً ثم افتقده، فلم يجد فيه شيئاً. (شرح الشفاء للقاضي عياض ۱/۱۷۱-۱۷۲ بيروت)

كذا في شرح الزرقاني على المواهب اللدنية نقلاً عن الحاكم والدار قطني والطبراني وأبي نعيم من حديث أبي مالك النخعي عن الأسود بن قيس عن نبيح العنزي عن أم أيمن رضي اللّٰه تعالىٰ عنها. (شرح زرقاني ٥/٩ ٥٤، بحواله: فتاوىٰ محموديه ڈابهيل ٤/٦ ٤٩ حاشية، نوادر الفقه ٣٠٥-٣٠٦، افادات: شيخ الحديث حضرت مولانا محمد يونس صاحب جونپوری)

صحح بعض أئمة الشافعية طهارة بوله صلى الله عليه وسلم وسائر فضلاته، وبه قال أبوحنيفة كما نقله في المواهب اللدنية عن شرح البخاري للعيني. وصرح به البيري في شرح الأشباه. وقال الحافظ ابن حجر: تظافرت الأدلة على ذٰلک. وعد الأئمة ذٰلک من خصائصه صلى الله عليه وسلم. ونقل بعضهم عن شرح المشكاة للملا علي القاري أنه قال اختاره كثير من أصحابنا، وأطال في تحقيقه في شرحه على الشمايل في باب ما جاء في تعطره عليه الصلاة والسلام. (شامی کراچی ۳۱۸/۱)

روی أنه قال: حجمت رسول الله صلى الله عليه وسلم وشربت الدم من الحجمة، وقلت: يا رسول الله شربته؟ فقال: ويحک يا سالم! أما علمت أن الدم حرام لا تعد. (أسد الغابة بيروت ۱۵۷/۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۵/۴/۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

صحابہ رضی اللہ عنہم کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بلغم ہاتھ میں لینا

سوال (۳۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: آپ نے رامپور تقریر کے دوران فرمایا تھا، صحابہ کرام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناک بلغم سب ہاتھ میں لے لیتے تھے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بخاری شریف ۳۷۹/۱ میں حضرت عروہ ابن مسعود ثقفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے، جس میں انہوں نے حضراتِ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا یہ حال بیان فرمایا ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بلغم بھی زمین پر گرنے نہ دیتے تھے؛ بلکہ اپنے ہاتھوں پر لیتے تھے۔

قال سهيل: واللّٰه إن رأيت ملكاً قط يعظمه أصحابه ما يعظم أصحاب محمد محمداً صلى الله عليه وسلم، واللّٰه إن تنخم نخامة إلا وقعت في كف رجل منهم فدلک بها وجهه وجلده. (صحيح البخاري من حديث عروة بن مسعود الثقفيؓ ۳۷۹/۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۵/۴/۱۴۱۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

آپ ﷺ کا کرتا، جبہ اور قبا کیسا تھا؟

سوال (۳۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: آپ ﷺ کا لباس کیا تھا، کرتا پہنا کرتے تھے یا جبہ؟ اور کہاں تک پہنا کرتے تھے؟ اور آپ ٹوپی کیسی پہنا کرتے تھے؟ کیا آپ نے کبھی جالی کی ٹوپی استعمال کی ہے، آپ کا رومال مبارک کس رنگ کا تھا؟ آج کل جو اکثر رومال لال استعمال کیا جاتا ہے، اس کا استعمال صحیح ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کرتا، جبہ اور قبا تینوں کا موقع بموقع استعمال فرمایا ہے، کرتہ کے بارے میں آتا ہے کہ وہ بہت لمبا نہ ہوتا تھا۔ **وکان قميصه من قطن وكان قصير الطول.** (زاد المعاد ۱۴۰/۱)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ٹوپی سر سے چپکی ہوئی ہوتی تھی، جالی کی ٹوپی موجودہ شکل کی اس زمانہ میں نہیں پائی جاتی تھی، نیز سرخ لباس استعمال کرنے کا ثبوت بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے احقر کی نظر سے نہیں گذرا؛ البتہ آپ نے دھاری دار سرخ جوڑا زیب تن فرمایا ہے، اس لئے سرخ رومال جو کہ اس دور میں صلحاء بھی پہنتے ہیں، ممنوع نہیں ہے۔ **ولبس حلة حمراء.** (زاد المعاد ۱۳۷/۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۵/۷/۱۴۱۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

حضور ﷺ کے خدام خاص کون کون تھے؟

سوال (۳۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خدامِ خاص کون کون تھے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: آپ ﷺ کے خدامِ خاص میں حسبِ ذیل حضرات کا نام آتا ہے: (۱) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ (۲) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ (۳) حضرت عقبہ بن عامر الجہنی رضی اللہ عنہ (۴) حضرت اسلع بن شریک رضی اللہ عنہ (۵) حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ (۶) حضرت سعد مولیٰ ابی بکر رضی اللہ عنہ (۷) حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ (۸) حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہ (۹) حضرت معقیب رضی اللہ عنہ۔

فمنهم أنس بن مالک، وكان على حوائجه، وعبد اللّٰه بن مسعود صاحب نعله، وسواكه، وعقبة بن عامر الجهني صاحب بغلته، يقود به في الأسفار، وأسلع بن شريک، وكان صاحب راحلته، وبلال بن رباح المؤذن، وسعد، مولياً أبي بكر الصديق، وأبوذر الغفاري، وأيمن بن عبيد، وأمه أمأيمن موليا النبي صلى اللّٰه عليه وسلم وكان أيمن على مطهرته وحاجته. (زاد المعاد مكمل بيروت ٤٤، أصح السير ٦١٢) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۵/۵/۱۴۱۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

حضور ﷺ کے پہرے دار کون کون تھے؟

سوال (۳۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پہرے دار کون کون سے صحابہ تھے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے محافظ اور پہرے داروں میں درج ذیل حضرات ہیں: (۱) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ (۲) حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ (۳) حضرت ذکوان بن عبد اللہ بن قیس رضی اللہ عنہ (۴) حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ (۵) حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ (۶) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ۔ (مدارج النبوۃ ۲/ ۶۱۱ -۶۱۲، زادالمعاد ۱۲۷/۳)

فمنهم سعدُ بن معاذ، حرسه يوم بدر حين نام في العريش، ومحمد بن مسلمة حرسه يوم أحد، والزبير بين العوام حرسه يوم الخندق، ومنهم عبّاد بن بشر، وهو الذي كان على حرسه، وحرسه جماعة آخرون غير هؤلاء، فلما نزل قوله تعالىٰ: ﴿وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ﴾ خرج على الناس فأخبرهم بها، وصرف الحرس. (زاد المعاد مكمل، فصل في حرسه ﷺ ٤٨ مؤسسة المختار قاهرة، سنن الترمذي، كتاب تفسير القرآن، باب ومن سورة المائدة رقم: ٣٠٤٦) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۵/ ۵/ ۱۴۱۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

حضور ﷺ کے آزاد کردہ غلام کے نام

سوال (۳۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلاموں کے نام بتائیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلاموں کے نام یہ ہیں: (۱) حضرت ابورافع اسلم رضی اللہ عنہ (۲) حضرت شقران رضی اللہ عنہ (۳) حضرت یسار نوبی رضی اللہ عنہ (۴) حضرت کرکر نوبی رضی اللہ عنہ (۵) حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ (۶) حضرت زید بن حارث رضی اللہ عنہ (۷) حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ (۸) حضرت ابوعسیب رضی اللہ عنہ (۹) حضرت ابومویہبہ رضی اللہ عنہ وغیرہ۔

فـمنهم زين بن حارثة بن شراحيل، الذي زوجه مولاته أم أيمن، فولدت له أسـامة، ومـنهـم أسـلم وأبو رافع وثوبان وأبوكبشة سُليم وشُقران واسمه صابح وربـاح نُـوبي ويسار نوبي أيضا، وهو قتيل العُرنيين ومدعم وكركرة نوبي أيضاً، ومـنهـم أنـجشة الـحادى وسفينة بن فروخ واسمه مران، ومنهم أنسة ويكنى أبا مِشـرح وأفـلـح وعبيـد وطهـمان وهو كيسان وذكوان ومهران ومروان، وقيل: هٰذا خـلاف فـي اسـم طهـمـان، والـلّٰه أعلم، ومنهم حنين وسندر وفضالة يمانى ومـابور خصي وواقد وأبو واقد وقسام وأبو عسيب وأبو مويهبة. (زاد المعاد مكمل، فصل في مواليه ﷺ ٤٣، مؤسسة المختار قاهرة، أصح السير ٥٥٥) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۵/۵/۱۴۱۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

آپ ﷺ نے کس چیز کی تجارت فرمائی؟

سـوال (۳۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کس چیز کی تجارت فرمائی ہے، اس کے متعلق اگر کوئی بات صراحۃً کسی کتاب میں ملی ہو تو تحریر فرمائیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الـجـواب وباللّٰه التوفيق: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بعثتِ مبارکہ سے پہلے تجارت فرمانا ثابت ہے؛ لیکن یہ تجارت کس چیز کی تھی اس کی باقاعدہ صراحت نہیں ملی؛ البتہ قریش کی تجارت سونا چاندی، چمڑا، خوشبو، کپڑا اور غلہ وغیرہ پر مشتمل تھی، اس لئے غالب گمان یہی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہی اشیاء کی تجارت فرمائی ہوگی۔

قـال ابـن إسـحـق: وكانت خديجةُ بنتُ خُويلد امرأة تاجرة، ذاتَ شرف ومـال، تستـأجـر الـرجـال فـي مالها، وتُضاربهم إياه، بشيء تجعلُه لهم، وكانت

قـريـش قـوماً تِجاراً، فلما بلغها عن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم ما بلغها، من صـدق حـديثـه، وعِظَم أمانته، وكَرَم أخلاقه، بعثتُ إليه، فعرضتُ عليه أن يخرُج في مـال لهـا إلى الشام تاجراً، وتُعطيه أفضلَ ما كانت تُعطي غيره من التجَّار، مع غلام لها يقال له: ميسرة، فقبِله رسولُ اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم منها، وخرج فِي مـالهـا ذٰلک، وخـرج مـعه غلامُها ميسرة، حتى قَدِم الشام. (الروض الأنف ۲۲۲/۱، تاريخ أرض القرآن ۳٤۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۹/۱/۱۴۲۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

حضور ﷺ کا وصال کس دن ہوا؟

ســـوال (۳۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال کس دن ہوا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الـجواب وباللّٰه التوفيق: سرورکونین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال پیر (دوشنبہ) کے دن ہوا۔

عـن ابـن عباس رضي اللّٰه عنهما قال: ولد النبي صلى اللّٰه عليه وسلم يوم الإثنين......، وتوفي يوم الإثنين الخ. (مسند أحمد ۲۷۷/۱ رقم: ۲۵۰٦)

قـال أبوجعفر: أما اليوم الذي مات فيه رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم فـلا خـلاف بيـن أهـل الـعـلـم بـالأخبـار فيـه أنه كان يوم الإثنين من شهر ربيع الأول......

قـال: حدثنا الصقعب بن زهير عن فقهاء أهل الحجاز قالوا: قبض رسول اللّٰـه صـلى اللّٰه عليه وسلم نصف النهار يوم الإثنين. (تـاريخ طبري، ذكر الأخبار الواردة

باليوم الذي توفي فيه رسول الله ﷺ ٢/ ٢٣٢ بيروت، رسولِ رحمت ٦٥٣، مؤلفه: مولانا أبو الكلام آزاد)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۴/۱/۱۴۱۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مرض الوفات میں حضور ﷺ کو مسواک کس نے پیش کی؟

سوال (۳۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آخری بار مسواک کس نے پیش کی تھی؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: مرض الوفات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری مرتبہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے مسواک پیش کی تھی۔

عن عائشة رضي الله عنها دخل عبد الرحمن بن أبي بكر على النبي صلى الله عليه وسلم وأنا مسندته إلى صدري ومع عبد الرحمن سواك رطب ليستن به فأبدّه رسول الله صلى الله عليه وسلم بصره فأخذت السواك فقبضته ونفضته وطيبته ثم دفعته إلى النبي صلى الله عليه وسلم فاستن به. (صحيح البخاري ٢/ ٦٣٨) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۵/۵/۱۴۱۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

پیغمبر علیہ السلام کی وفات کے وقت سیدنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا تلوار اٹھانا کس بنا پر تھا؟

سوال (۳۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو تلوار لے کر نکلے تھے یہ کس وجہ

سے تھا؟ کیا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے منکر تھے؟ یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں کچھ بھی معلوم نہ رہا، یا پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ دیکھ رہے تھے کہ یہ خبر یعنی وفات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر ارتداد کا سبب ہوسکتا ہے؟ جیسا کہ بعد میں ہوا بھی، اس کی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ اسکیم بنائی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر کو دبا دیا جائے اور یہ خبر نہ پھیلے؛ تاکہ دشمنوں کے حوصلے پست ہی رہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سیدنا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ گمان تھا کہ پیغمبر علیہ السلام اس وقت تک دنیا سے پردہ نہیں فرمائیں گے، جب تک کہ خود اپنی موجودگی میں منافقین ومرتدین کا بالکلیہ استیصال نہ فرمادیں، اسی گمان کی بناء پر آپ نے پیغمبر علیہ السلام کی وفات کو غشی یا استغراقی کیفیت پر محمول فرمایا، اور شدتِ جذبات میں اس کے خلاف سمجھنے والوں کو تلوار سے گردن زدنی کی دھمکی دی؛ لیکن بعد میں جب خلیفۂ اول سیدنا حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گفتگو، اور آیت: ﴿وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ﴾ سنی تو اپنے مذکورہ گمان کے غلط ہونے کا یقین ہوگیا، اور پھر ایسے بے خود ہوئے کہ کھڑے نہ رہ سکے اور بے اختیار زمین پر گر پڑے۔

في رواية طويلة في شمائل الترمذي فقال عمر رضي اللّٰه تعالىٰ عنه: واللّٰه لا أسمع أحدا يذكر أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قبض إلا ضربته بسيفي هذا. (شمائل ترمذي ٢٧)

قال البيجودى في المواهب اللدنية على الشمائل المحمدية: قوله فقال عمر: أي والحال أنه سل سيفه، والحامل له على ذلک ظنه عدم موته، وأن الذى عرض له غشى تام، أو استغراق، وتوجه للذات العلية، ولذلک قال: واللّٰه لا أرجو أن يعيش رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم حتى يقطع أيدي رجال وأرجلهم، أي من المنافقين، أو المرتدين. (المواهب اللدنية ٢٩٠)

وفي رواية البخاري أن عمر رضي الله عنه قال: والله ما هو إلا أن سمعت أبا بكر تلاها، فعقرت حتى ما تقلني رجلاي، وحتى أهويت إلى الأرض حين سمعته تلاها أن النبي صلى الله عليه وسلم قد مات. (صحيح البخاري ٢/٦٤٠-٦٤١، أصح السير ٥٣٧-٥٣٨) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۰/۱/۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی نمازِ جنازہ پڑھی ہے؟

سوال (۴۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید ایک مسجد میں امامت کرتا ہے، اور جمعہ کی نماز سے قبل تقریر بھی کرتا ہے، ایک دن زید نے نماز جمعہ سے پہلے اپنی تقریر میں یہ کہا کہ اللہ رب العزت نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ پڑھی، کیا اس طرح کا عقیدہ رکھنے والے شخص کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟ اور ایسے شخص کو امام بنانا کیسا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: زید کا یہ کہنا کہ اللہ رب العزت نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ پڑھی ہے قطعاً غلط اور بے اصل ہے، اسے اپنے عقیدہ سے توبہ کرنا لازم ہے، اور اگر وہ توبہ نہ کرے اور غلط بات پر اصرار کرتا رہے، تو ایسا شخص امامت کے لائق نہیں ہے۔

وأنه إذا كفّنوه يضعونه على شفير قبره ثم يخرجون عنه حتى تُصلي عليه الملائكة، ثم يدخل عليه رجال أهل بيته فيصلون عليه، ثم الناس بعده فرادیٰ.

وقال السهيلي: ما حاصله، إن الله قد أخبر أنه وملائكته يصلون عليه، وأمر كل واحد من المؤمنين أن يباشر الصلاة عليه منه إليه، والصلاة عليه بعد

موتـه من هٰذا القبيل، قال وأيضا : فإن الملائكة لنا في ذٰلک أئمة . (البداية والنهاية، باب كيفية الصلاة عليه ٥/ ٢٧٨ بيروت)

ويكـره إمـامة عبـد وفاسق. (درمختار) **وفي الشامية: بل مشى في شرح المنية على أن كراهته تقديمه كراهة تحريم.** (شامی زکریا ۲/ ۲۹۹) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۸/۵/۲۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

حضور ﷺ کے زمانے میں شیعوں کا وجود نہیں تھا؟

سوال (۴۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں سارے مسلمان شیعہ تھے؟ یا سنی مسلمان بھی تھے؟ اگر نہیں تھے، تو سنی مسلمان کیسے بنے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں شیعوں کا کوئی وجود نہیں تھا؛ بلکہ اس دور کے سبھی مسلمان سنت پر عامل اور بدعت سے نفرت کرنے والے تھے، شیعوں کا فتنہ تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے دور میں بعض شاطر منافقوں کے ذریعہ وجود میں آیا۔ **اللّٰهم احفظنا منه.** (فتاوی محمودیہ ۱/ ۳۹٤) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۶/۱۱/۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ہجری تاریخ جاری کرنے کی کیا خصوصیت ہے؟

سوال (۴۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: سن تاریخ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخ پیدائش کو اہمیت نہ دے کر ہجرت کو اہمیت دے کر ہجری تاریخ جاری کرنے کے پیچھے کیا خصوصیات ہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: امیر المؤمنین سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضراتِ صحابہ کے مشورہ سے ہجرت پر اسلامی تاریخ کی بنیاد رکھی؛ اس لئے کہ یہی واقعہ اسلام کی سربلندی کی یادگار رہے، ہجرت کے بعد ہی سے اسلام کا عروج شروع ہوا، اور مسلمانوں کی طاقت مستحکم ہوئی، صحابہ کے اس طرز عمل سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسلام میں اصل اہمیت اجتماعی اور ملی ترقیات کو حاصل ہے، محض ذاتی واقعات پر دین کا مدار نہیں ہے، پھر اگر بڑے لوگوں کی تاریخ پیدائش یا تاریخ وفات کو خوشی یا غمی کا درجہ دیا جائے تو سال کے ۳۶۵ ردنوں میں سے کوئی دن ایسا نہیں بچے گا جس میں کسی بڑے شخص کی پیدائش یا وفات نہ ہوئی ہو، اور پھر پوری قوم کو پیدائش یا وفات منانے کے علاوہ کوئی مشغلہ نہ رہے گا، اس لئے اسلام نے اس تصور کو ہی یکسر ختم کردیا اور ایسی بے فائدہ مصروفیتوں سے امت کو بچانے کی تلقین کی ہے۔

اتفق عليه الصحابة مع عمر حين شاورهم في التاريخ فاتفق رايهم أن يكون التاريخ من عام الهجرة لأنه الوقت الذي غر فيه الإسلام والذي أمر فيه النبي صلى الله عليه وسلم وأسس المساجد وعبد الله اٰمناً كما يحب فوافق رأيهم. (الروض الأنف ٢٥٥/٤، صحيح البخاري ٥٦٠/١، فتح الباري ٣١٥/٧، عمدة القاري ٦٦/١٧) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۲۳/۴/۱۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کس جنگ میں شرکت کرنے والوں کو جنت کی بشارت ملی ہے؟

سوال (۴۳): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کوئی جنگ ایسی ہوئی ہے جس کے بارے میں نبی پاک ﷺ نے یہ بشارت دی ہو کہ، جو بھی اس جنگ میں شریک ہوگا وہ جنتی ہوگا، نیز کیا کسی ایسی جنگ کی قیادت یزید بن معاویہ نے کی ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بخاری شریف میں صحیح سند کے ساتھ اس طرح کی روایت موجود ہے کہ قیصر کے شہر پر میری امت کے جو افراد سب سے پہلے حملہ کریں گے ان کی مغفرت ہوجائے گی؛ لیکن علماء کے درمیان یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے کہ قیصر کے شہر پر سب سے پہلے حملہ کرنے والا لشکر کون سا تھا؟ ایک قول یہ ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے سفیان ابن عوف رضی اللہ عنہ کی امارت میں ایک شکر قسطنطنیہ روانہ کیا تھا، وہ اس بشارت کا مصداق تھا علامہ عینی نے عمدۃ القاری میں اسی قول کو راجح قرار دیا ہے۔

اس کے بالمقابل دوسرا قول یہ ہے کہ قسطنطنیہ پر مسلمانوں کا پہلا حملہ یزید بن معاویہؓ کی امارت میں ہوا ہے، اور اسی وجہ سے بعض علماء نے یزید بن معاویہؓ کی فضیلت ثابت کی ہے، لیکن علامہ ابن حجر عسقلانیؒ اور علامہ عینی اور دیگر محققین علماء کی رائے یہ ہے کہ حدیث مذکور میں ایک عام حکم بیان کیا گیا ہے، کسی فرد کی تخصیص بیان نہیں کی گئی، لہٰذا یہ ہوسکتا ہے کہ کوئی شخص دوسرے اسباب کی بنا پر اس عام حکم سے خارج ہو، اس لئے اس عام فضیلت کی بنیاد پر یزید کے نا جائز افعال کا جواز ثابت نہیں کیا جاسکتا، اور یزید کے بارے میں سب سے بہتر مسلک یہی ہے کہ اس کا معاملہ اللہ کے ساتھ ہے، وہ چاہے تو سزا دے اور چاہے تو معاف کردے، ہمیں اس معاملہ میں سکوت اختیار کرنا چاہئے۔ (مستفاد: فتاوی عثمانی ۱/۳۳۱)

ثم قال النبي ﷺ: أول جيش من أمتي يغزون مدينة قيصر و مغفور لهم، فقلت: أنا فيهم يا رسول الله! قال: لا. (صحيح البخاري ۱/ ۴۱۰، رقم: ۲۸۳٦)

لايلزم من دخوله في ذٰلک العموم أن لايخرج بدليل خاص إذ لايختلف أهل العلم ان قوله صلى الله عليه وسلم: مغفور لهم مشروط بأن يكونوا من أهل المغفرة حتى لو ارتد واحد ممن غزاها بعد ذٰلک لم يدخل في ذٰلک العموم اتفاقاً، فدل على أن المراد مغفور لمن وجد شرط المغفرة فيه منهم. (فتح الباري ٦/ ۱۰۲ بيروت)

قلت: الأظهر أن هٰؤلاء السادات من الصحابة كانوا مع سفيان ولم يكونوا مع يزيد بن معاوية؛ لأنه لم يكن أهلاً أن يكون هؤلاء السادات في خدمته. (عمدة القاري ١٤/ ١٩٨ بيروت) **فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۹/ ۴/ ۱۴۲۸ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

محمد بن قاسم کوکس نے قتل کرایا اور امیر کی اطاعت کا کیا مطلب ہے؟

سوال (۴۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: دنیا جانتی ہے کہ محمد بن قاسم، طارق بن زیاد اسلامی سپہ سالار تھے، محمد بن قاسم کے زمانہ میں حاکم وقت سلیمان بن عبدالملک تھے، وہ مسلمان تھے؛ لیکن مسلمان ہونے کے باوجود سلیمان بن عبدالملک نے محمد بن قاسم وغیرہ کو قتل کروایا، ایسا کیوں؟ اگر چاہتے تو محمد بن قاسم اور ان کی فوج بغاوت کر کے سلیمان بن عبدالملک کو ختم کر سکتے تھے، یہ جواب دے کر خاموش نہ کریں کہ امیر کی اطاعت ضروری ہے، حالاں کہ محمد بن قاسم نے اس جگہ کو فتح کیا جہاں آدمی بت کو پوجتے تھے، اور آج الحمدللہ وہاں پنج وقتہ نماز ادا ہو رہی ہے، کیا ہر حال میں امیر کی اطاعت ضروری اور لازم ہے؟ یا کوئی صورت استثناء کی تھی؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: محمد بن قاسم خلیفہ وقت سلیمان ابن عبدالملک کے ماتحت تھے، اور خلیفہ کو اختیار رہتا ہے کہ جس امیر کو چاہے امارت سے معزول کردے، جیسا کہ سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی اور فاتح کو سپہ سالاری سے ہٹا دیا تھا، اسی طرح کا حکم سلیمان ابن عبدالملک نے محمد بن قاسم کو دیا، محمد بن قاسمؒ نے وفا شعاری کا اظہار کرتے ہوئے اس حکم کو تسلیم کرلیا۔ (مستفاد: تاریخ الاسلام ۲/ ۱۹۴)

بعد میں یزید بن ابی کبشہ نے ذاتی عداوت کی بنا پر محمد ابن قاسم کو شہید کردیا، خود سلیمان نے ان کے قتل کا حکم نہیں دیا تھا۔ (اسلامی ہند کی عظمت رفتہ، مؤلفہ: قاضی اطہر مبارک پوری ۱۱۶)

اور امیر کی اطاعت معاصی میں لازم نہیں ہے؛ لیکن جب تک معصیت نہ ہو، اس کا حکم ماننا ضروری ہے، اگرچہ اپنی طبعیت کے خلاف ہو۔

تجب طاعة ولاة الأمور فيما تشق وتكره النفوس وغيره مما ليس بمعصية فإن كانت معصية فلا سمع ولا طاعة. (نووي على مسلم ۱۲٤/۲، الأشباه والنظائر ۱۵۸/۱، درمختار مع الشامي كراچی ٤۲۲/۵، زكريا ۱۱۷/۸)

مر السلطان ينفذ إذا وافق الشرح. (شامی زكريا ۱۱۷/۸) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۵/۷/۱۴۱۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا ابلیس واقعی معلم الملائکہ تھا؟

سوال (۴۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مشہور ہے کہ شیطان ابلیس فرشتوں کو پڑھاتا تھا، کیا یہ بات صحیح ہے اگر صحیح ہے تو قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ابلیس کے فرشتوں کے معلم ہونے کے متعلق قرآن وحدیث میں کوئی صراحت منقول نہیں ہے، بعض مفسرین نے اس بارے میں مبالغہ آمیز باتیں نقل کی ہیں؛ لیکن بظاہر وہ اسرائیلی روایات سے ماخوذ ہیں؛ اس لئے غیر معتبر ہیں۔

قال كعب الأحبار: إن ابليس اللعين كان خازن الجنة أربعين ألف سنة وعلم الملائكة ثمانين ألف سنة ووعظ الملائكة عشرين ألف سنة. (تفسير جمل ٤٤/۱)

قال الحافظ ابن كثيرؒ عن مثل هٰذه الروايات: فهٰذا الإسناد إلى هؤلاء

الصحابة مشهور في تفسير السدی، ویقع فیه اسرائیلیات کثیرة فلعل بعضها مدرج لیس من کلام الصحابة أو أنهم أخذوا من بعض الکتب المتقدمة. (تفسیر ابن کثیر مکمل ٦٠ ریاض) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲/۶/۱۴۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اگر ابلیس فرشتوں کا معلم تھا، تو ﴿وَ كَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ﴾ کا کیا مطلب ہے؟

سوال (۴۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا ابلیس فرشتوں کا معلم تھا اگر تھا، تو ﴿وَ كَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ﴾ تھا وہ کافروں میں سے۔ شیخ الہندؒ نے اس آیت کا کیا مطلب لیا؟ نیز کیا فرشتوں کو خدا کے سوا کسی معلم کی ضرورت ہے، اگر ہے تو اس وقت فرشتوں کا معلم کون ہے؟ نیز اس آیتِ شریفہ کا مطلب سمجھنے کے بعد اگر کوئی شخص ابلیس کو فرشتوں کا معلم قرار دے، تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ترجمہ شیخ الہند میں ﴿وَ كَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ﴾ کی تفسیر یہ ہے کہ ”علم الٰہی میں پہلے ہی کافر تھا، اوروں کو گو اب ظاہر ہوا، یا یوں کہو کہ اب کافر ہوگیا، اس وجہ سے حکم الٰہی کا بوجہ تکبر انکار کیا، اور حکم الٰہی کو خلافِ حکمت ومصلحت اور موجبِ عار سمجھا، یہ نہیں کہ فقط سجدہ ہی نہیں کیا“۔ (ترجمہ شیخ الہند ۸)

ابلیس لعین نہ تو فرشتوں کا معلم تھا اور نہ ہی فرشتوں کو اللہ کے سوا کسی معلم کی ضرورت ہے؛ البتہ ابلیس کے بارے میں تفسیر کی کتابوں میں لکھا ہے کہ وہ زبردست عالم اور عبادت گذار تھا اور علم ومعرفت میں یہ مقام رکھتا تھا کہ اس کو طاؤس الملائکہ کہا جاتا تھا؛ لیکن حکم خدا نہ ماننے کی وجہ سے راندۂ درگاہ ہوا، اور جن بعض روایتوں میں ابلیس کے معلم ہونے کا ذکر ہے وہ بظاہر معتبر نہیں ہے۔

قال طاؤس عن ابن عباس كان إبليس قبل أن يركب المعصية من الملائكة اسمه عزازيل وكان من سكان الأرض وكان من أشد الملائكة اجتهاداً وأكثرهم علماً. (تفسير ابن كثير ۵۳/۱)

وعن بن عباس رضي اللّٰه عنهما أن إبليس كان من أشراف الملائكة وأكثرهم قبيلة – إلى قوله – فراى أن له بذٰلك عظمة وشرفاً على أهل السماء فوقع في نفسه كبر لم يعلم به أحداً إلا اللّٰه تعالىٰ فلما أمر بالسجود وظهر كبره الذي في نفسه فلعنه اللّٰه تعالىٰ إلى يوم القيامة. (روح المعاني ۴۲۲/۹، تفسير فخر رازي ۳۱/۱۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۰/۵/۱۴۲۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا ابلیس لعین بھی کشتی میں داخل ہوگیا تھا؟

سوال (۴۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے ایک بھائی نے بیان میں فرمایا کہ حضرت نوح علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے کشتی بنانے کا حکم دیا، کشتی جب بن گئی، حکم خداوندی کے مطابق اہل ایمان انسان، چرند، پرند سب کو سوار کرلیا، اللہ کا عذاب آیا، کشتی میں شیطان بھی سوار ہوگیا، تو حضرت نوح علیہ السلام نے شیطان سے کہا تو کشتی میں کیوں سوار ہوا؟ تو شیطان بولا آج اس کشتی کے علاوہ کوئی جائے پناہ نہیں، آج کے دن جو کشتی میں سوار ہوگا وہی بچے گا، سب برباد ہوجائیں گے، ختم ہوجائیں گے، کامیاب وہ ہوگا جو اس کشتی میں سوار ہوگا۔

اسی طرح اس دور میں آج کے زمانہ میں تبلیغی جماعت کشتی نوح ہے، جو اس میں لگ گیا وہ کامیاب ہوا، کوئی دوسرا راستہ نہیں چار و ناچار ہر ایک کو اس میں لگنا ہی پڑے گا۔

اس واقعہ میں جو بات ذہن میں کھٹکتی ہے وہ یہ ہے کہ شیطان اگر کشتی میں سوار نہ ہوتا، تو کیا

مرجاتا؟ اس کا وجود ختم ہوجاتا، اب جب کہ وہ کشتی میں سوار ہوگیا تو ناکام رہا یا کامیاب؟ جب کہ قرآنِ کریم میں ہے: ﴿وَاِنَّ عَلَیْکَ اللَّعْنَةَ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ﴾ [الحجر: ۳۵]

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مفسرین کے نقل کردہ بعض آثار سے اگرچہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ ابلیس لعین کشتی نوح میں داخل ہوگیا تھا؛ لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اگر وہ داخل نہ ہوتا تو ہلاک ہوجاتا، اور سوال میں ابلیس کے حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ جس مکالمہ کا ذکر ہے اس کی صراحت کسی کتاب میں نہیں ملی، واقعہ یہ ہے کہ ابلیس کی بقاء کا مدار کشتی نوح علیہ السلام میں داخل ہونے پر نہیں تھا؛ کیوں کہ اولاً اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسے پہلے ہی تا قیامت مہلت مل چکی تھی، دوسرے یہ کہ اس کے از قبیل جنات ہونے کی وجہ سے اس کے لئے فضاء میں تحلیل ہوکر اپنے کو بچانا ممکن تھا؛ لہٰذا آپ کے ذہن میں اس کے متعلق جو اشکال پیدا ہوا ہے، اس کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

ویروی عن ابن عباس أن أول ما دخل من الطیور الدرة وآخر ما دخل من الحیوانات الحمار ودخل إبلیس متعلقاً بذنب الحمار. (البدایة والنهایة ۱/۱۲۵، تاریخ الطبري ۱/۱۱۵، تفسیر ابن کثیر مکمل ٦٦٥ ریاض، الجامع لأحکام القرآن للقرطبي ۳۵/۵، تفسیر روح المعاني ۱۲/٥٤، حاشیة الجمل ۳۹۷/۲)

وما یرویٰ أن إبلیس دخل السفینة فبعید؛ لأنه من الجن وهو جسم ناری أو هوائي فکیف یفر من الغرق، وأیضاً فإن کتاب اللّٰه تعالیٰ لم یدل علی ذٰلک ولم یرد فیه خبر صحیح، فالأولیٰ ترک الخوض فیه. (حاشیة الجمل ۳۹۷/۲، تفسیر کبیر ۲۳٦/۹)

اور خطیب صاحب نے اس دور میں تبلیغی جماعت کو کشتی نوح سے جو تشبیہ دی ہے، اگر ان کا مقصود یہ ہے کہ تبلیغی جماعت کے علاوہ دنیا میں نجات کا کوئی اور راستہ ہے ہی نہیں، جیسا کہ ان کے نقل کردہ الفاظ سے معلوم ہوتا ہے، تو ان کا یہ خیال مبنی بر واقعہ نہیں ہے؛ کیوں کہ ہدایت اور نجات تبلیغی جماعت پر منحصر نہیں ہے؛ بلکہ جو شخص بھی ایمان وعمل کے ساتھ دین کی کوئی بھی تعلیمی، دعوتی، یا

اصلاحی خدمت انجام دے، وہ انشاء اللہ نجات حاصل کرسکتا ہے۔ جماعت تبلیغ کی طرف ترغیب کے لئے صحیح اور معتبر باتیں بیان کرنا کافی ہے، اس طرح کی مبالغہ آمیز اور بے اصل باتوں سے ہر شخص کو اجتناب کرنا لازم ہے۔

﴿وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلاً مِمَّنْ دَعَا إِلَى اللّٰهِ﴾ أی إلی توحیده تعالیٰ وطاعته، والظاهر العموم في کل داع إلیه تعالیٰ وإلی ذٰلک ذهب الحسن ومقاتل وجماعة. (تفسیر روح المعاني ٢٤/١٢٢) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۵/۶/۱۴۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

چار بڑے فرشتوں کا اصل نام کیا ہے؟

سوال (۴۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: حضرت جبرئیل علیہ السلام کا اصل نام، حضرت میکائیل علیہ السلام کا اصل نام، حضرت اسرافیل علیہ السلام کا اصل نام اور حضرت عزرائیل علیہ السلام کا اصل نام کیا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بعض تفسیر کی روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کا اصل نام عبد اللہ، حضرت میکائیل علیہ السلام کا اصل نام عبد الرزاق، حضرت اسرافیل علیہ السلام کا اصل نام عبد الخالق اور حضرت عزرائیل علیہ السلام کا اصل نام عبد الجبار ہے۔

عن عکرمة اسم جبرئیل علیه السلام عبد اللّٰه واسم میکائیل علیه السلام عبد الرزاق، واسم اسرافیل علیه السلام عبد الخالق، واسم عزرائیل علیه السلام عبد الجبار. (عمدة القاری ١/٧١-٧٢ بیروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۱/۱۱/۱۴۳۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

وہ کون تھے جن کو کعبۃ اللہ میں حرام کاری کی بنا پر پتھر بنادیا گیا؟

سوال (۴۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اُن دونوں مرد وعورت کا نام کیا تھا جس نے کعبہ میں زنا کیا تھا؟ اللہ تعالیٰ نے دونوں کو عبرت کے لئے پتھر بنادیا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: تاریخ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ خانۂ کعبہ میں زنا کرنے والے مرد کا نام ''اِساف'' اور عورت کا نام ''نائلہ'' تھا، جن کو اس غلط حرکت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے بطور عبرت پتھر بنادیا تھا، بعد میں لوگ ان پتھروں کی پوجا کرنے لگے۔

رجل وامرأة، وذٰلک رجلاً اسمه ''إساف'' وامرأة اسمها ''نائلة'' زنيا في الكعبة فمسخهما الله حجراً على صورتها الأصلية فوضعها ثمة ليكونا عبرة.

(فتوحاتِ ألٰهية ١/٢٢٦) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۵/۱۱/۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا کسی بزرگ نے اپنی نماز جنازہ خود ہی پڑھائی ہے؟

سوال (۵۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کائنات میں سے کوئی ولی ایسے بھی گذرے ہیں جنہوں نے اپنی نماز جنازہ خود ہی پڑھائی؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: تاریخ میں کسی بھی ولی کا خود اپنی نماز جنازہ پڑھانے کا کہیں ثبوت نہیں ہے، اور جن بعض بزرگوں کی طرف جاہل عوام میں ایسی باتیں مشہور ہیں، وہ قطعاً من گھڑت اور جھوٹ پر مبنی ہیں؛ کیوں کہ صریح نصوص اس پر دال ہیں کہ وفات کے بعد ارواح عالم برزخ میں چلی جاتی ہیں، اور اس کے عالم دنیا میں واپس آنے کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ ارشادِ باری ہے:

﴿وَمِنْ وَرَآءِ هِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ﴾ [المؤمنون: ١١٠]

ونقل السيوطي عن مجاهد ومن ورائهم برزخ إلى يوم يبعثون، قال حاجز بين الميت والرجوع إلى الدنيا الخ. (تفسير درمنثور للسيوطي ٥/٢٩) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۵/۱۱/۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

قاسمی کسے کہتے ہیں اور مدرسہ شاہی کے بانی کون ہیں؟

سوال (۵۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: فتاویٰ محمودیہ میں حضرت مفتی محمود صاحب نے لکھا ہے کہ قاسمی وہ کہلاتا ہے جو دار العلوم سے فارغ ہو، تو شاہی والے وگلاؤٹھی والے اپنے کو قاسمی کیوں لکھتے ہیں؟ اور سوانح قاسمی میں منبع العلوم گلاؤٹھی ونگینہ بجنور کے مدرسہ کا ذکر ملتا ہے کہ حضرت نانوتویؒ بانی تھے، مگر مدرسہ شاہی کا بالکل ذکر نہیں، ایسا کیوں؟ اور مدرسہ شاہی کے دائیں جانب یعنی بجانب شمال دیوار پر لکھا ہوا ہے: بانی مدرسہ حضرت نانوتویؒ ہیں، کچھ سمجھ میں نہیں آیا، امید ہے کہ سمجھائیں گے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: قاسمی کی نسبت حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ کی طرف ہے، ہر وہ ادارہ جو اپنے کو حضرت نانوتویؒ کی بنا کی طرف منسوب کرتا ہے، اس کے فضلاء اگر اپنے کو قاسمی کہیں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، خواہ وہ دار العلوم دیوبند کے فاضل ہوں یا کسی اور اسی نہج کے ادارہ کے، مدرسہ شاہی بلا شبہ حضرت نانوتویؒ کا قائم فرمودہ ادارہ ہے، صفر المظفر ۱۲۹۶ھ میں حضرتؒ کی تحریک پر مدرسہ کا قیام ہوا۔ مدرسہ کی قدیم روئیداد میں اس کا ذکر صراحۃً موجود ہے، سوانح قاسمی میں اس مدرسہ کا ذکر نہ ہونا ہرگز اس کو مستلزم نہیں ہے کہ اس مدرسہ کو حضرت نانوتویؒ نے قائم نہ فرمایا ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۴/۶/۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ایک ماہ کی مدت میں قرآنِ کریم کس نے حفظ کر کے تراویح میں سنایا؟

سوال (۵۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کس ذاتِ گرامی نے ایک ماہ کی مدت میں قرآنِ کریم حفظ کر کے تراویح میں سنایا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ارواحِ ثلاثہ میں لکھا ہے کہ حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے سفر حج کے دوران رمضان المبارک کے مہینے میں روزانہ ایک ایک پارہ حفظ کر کے پورا قرآن تراویح میں سنایا ہے۔ (ارواحِ ثلاثہ ۲۵۵ حکایت: ۲۷۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۵/۱۱/۲۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

انبیاءسابقین کے احوال

نبوت ملنے کے لئے چالیس سال عمر ہونا کلی نہیں بلکہ اکثری ہے

سوال (۵۳): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: نبوت ملنے کا اصل وقت چالیس سال کا ہوتا ہے تو پھر حضرت عیسیٰ ویحییٰ علیہما السلام کو قبل از وقت نبوت کیسے ملی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: چالیس سال میں نبوت سے سرفراز ہونے کی بات کلی نہیں؛ بلکہ اکثری ہے، سیدنا حضرت عیسیٰ ویحییٰ علیہما السلام کے متعلق قرآنِ کریم میں صراحت ہے کہ انہیں بچپن میں نبوت سے سرفراز کردیا گیا تھا، حضرت یحییٰ علیہ السلام کے بارے میں ارشاد ہے:

﴿وَآتَيْنَاهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا﴾ [مریم: ۱۲]

اور حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پیدائش کے بعد جب پہلا کلام کیا اس میں یہ بھی فرمایا: ﴿وَجَعَلَنِيْ نَبِيًّا﴾ لہٰذا ان دونوں حضرات کی نبوت پر کوئی اشکال نہ ہونا چاہئے۔

وآتيناه الحكم صبيا، إعلم أن في الحكم أقوالا: الأول: أنه الحكمة. والثانی: أنه العقل. والثالث: أنه النبوة. فإن اللّٰه تعالى أحكم عقله في صباه وأوحى إليه، وذٰلک لأن اللّٰه تعالىٰ بعث يحيى وعيسى عليهما السلام وهما صبيان، لا كما بعث موسى ومحمدا عليهما السلام، وقد بلغا الأشد. (تفسير رازي بيروت ۱۱/۱۹۲، ۲۱۵)

وقيل: النبوة وعليه كثير. قالوا: أوتيها وهو ابن سبع سنين، ولم ينبأ أكثر الأنبياء عليهم السلام قبل الأربعين. (تفسير روح المعاني ۹/ ۱۰۵، معارف القرآن ٦/ ٢٤،

جلالین شریف مع الهامش ٢٠٤) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۳/۱۲/۶ ۱۴۲۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ختنہ کی ایجاد کب اور کس نے کی؟ کیا ختنہ انبیاء کی سنت ہے؟

سوال (۵۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ختنہ کی ایجاد کب اور کس نے کی نیز کونسی ہجری میں ہوئی، اور انبیاء کرام علیہم السلام نے عمل کیا یا نہیں؟ حضور اقدس ا کے زمانہ میں ختنہ کا عمل کس طرح ہوتا تھا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ختنہ کا شمار ان سنتوں میں ہوتا ہے جنہیں احادیثِ مبارکہ میں فطرت میں سے شمار کیا گیا ہے اور فطرۃ کے ایک معنی علماء نے یہ بھی بیان کئے ہیں کہ وہ انبیاء کی سنت ہے جن کی اقتداء کا ہمیں حکم دیا گیا ہے۔ اس معنی کے اعتبار سے ختنہ کا انبیاء کی سنت ہونا معلوم ہوا۔

چناں چہ صاحب درمختار نے علامہ سیوطی کے حوالہ سے ۱۷/ ایسے انبیاء علیہم السلام کے نام شمار کرائے ہیں جو ماں کے پیٹ سے مختون پیدا ہوئے، ان میں حضرت آدم علیہ السلام کا بھی نام ہے؛ لیکن اس عمل کو باقاعدہ شرعی حیثیت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ سے دی گئی۔

بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ۸۰/ سال کی عمر میں ختنہ کی، ان کے بعد سے یہ عمل باقاعدہ اسلامی سنت قرار پایا ہے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنی امت کو اس کی تعلیم دی ہے۔ شریعت میں ختنہ کرانا سنت اور شعائر اسلام میں داخل ہے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ حشفہ کے اوپر کی اتنی کھال کاٹ دی جائے جس سے حشفہ پوری طرح ظاہر ہو جائے۔ متعلقہ نصوص اور فقہی عبارتیں حسبِ ذیل ہیں:

﴿وَاِذْ ابْتَلٰٓی اِبْرَاهِيْمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ﴾ قال منهم الختان. عن أبي هريرة رضي الله عنه

قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم أختن إبراھیم بعد ثمانین سنة بالقدوم. (کذا في تاریخ الطبري ۱/۱۷۲)

ابتلاہ ...... والختان من الفطرة أي من سنة الأنبیاء التي أمرنا أن نقتدي بهم. (أحکام القرآن ۱/۶۶)

عن عائشة رضي اللّٰہ تعالیٰ عنها قالت: قال رسول اللّٰہ ﷺ: عشر من الفطرة منه الختان. (مشکوٰۃ شریف ۱/۴۴، والتفصیل في المرقاة المفاتیح ۱/۳۰۱)

والأصل أن الختان سنة کما جاء في الخبر وهو من شعائر الإسلام وخصائصه، وفیه وقد جمع السیوطي من ولد مختوناً من الأنبیاء علیهم السلام، ومنهم آدم علیه السلام. وتحته في الشامي: تتمه: قیل السبب في الختان إن إبراهیم علیه السلام لما ابتلیٰ بالترویع بذبح ولده أحسب أن یجعل لکل واحد ترویعاً بقطع عضو وإراقة دم. (شامی کراچی ۶/۷۵۲، زکریا ۱۰/۴۸۰-۴۸۱)

أن یقطع جمیع الجلدة الذي تغطی الحشفة حتی ینکشف جمیع الحشفة. (نووي علی مسلم ۱/۱۲۸، فتح الباري ۱۱/۵۳۲، تفسیر ابن کثیر آیت: ۱۲۴ البقرة: ۱/۱۴۷ مکة المکرمة) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۳/۱/۱۴۱۲ھ

کیا انبیاء علیہم السلام کو احتلام نہیں ہوتا؟

سوال (۵۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: وہ کون لوگ ہیں جن کو کبھی احتلام نہیں ہوتا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: انبیاء علیہم السلام کو احتلام نہیں ہوتا؛ اس لئے کہ عموماً احتلام شیطانی اثرات کی وجہ سے ہوتا ہے، اور انبیاء علیہم السلام ہر حالت میں شیطانی اثرات سے

محفوظ رکھے گئے ہیں۔

إن الأنبیاء لا یحتلمون؛ لأن الاحتلام من الشیطان فلم یسلط علیهم.

(التعلیق الممجد علی الوطأ للإمام محمد ۸۰) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ ۱۴۳۵/۱۱/۲۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کشتی نوح علیہ السلام کے کبوتر کا واقعہ؟

سوال (۵٦):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا یہ صحیح ہے کہ جب نوح علیہ علیہ السلام کی کشتی جودی پہاڑ پر رکی تو حضرت نوح علیہ السلام نے کبوتر کو خشکی دیکھنے بھیجا تھا، کبوتر گیا اور بطور علامت پیر میں مٹی لے کر آیا، جس کی وجہ سے اس کا پیر سرخ ہوگیا، اور خوبصورت ہوگیا، پھر کبوتر حضرت نوح علیہ السلام کی نظر میں فرماں بردار ہوگیا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: تفسیر کی کتابوں میں گوکہ یہ واقعہ مذکورہ تفصیل کے ساتھ موجود ہے؛ لیکن مشہور محقق علامہ آلوسی صاحب روح المعانی نے لکھا ہے کہ غالب گمان یہ ہے کہ یہ واقعہ بے اصل ہے۔

واللّٰہ أعلم بصحته وغالب الظن أنه لم یصح. (روح المعاني ۷۳/۱۱) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ ۱۴۱۷/۴/۲٦ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

حضرت ایوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جسم میں کیڑے پڑنے کی روایت بے اصل ہے

سوال (۵۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: یہ روایت مشہور ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام جب بیمار ہوئے تو ان کے جسم میں کیڑے پڑ گئے تھے، اور اگر کوئی کیڑہ جسم سے باہر نکلنے لگتا تو اس کو پکڑ کر اپنے جسم پر ڈال لیتے، کیا روایت صحیح حدیثوں سے ثابت ہے، یا من گھڑت روایت ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں مدلل جواب سے نوازیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حضرت ایوب علیہ السلام کے بارے میں قرآنِ پاک میں اتنا ذکر ہے کہ ان کو کوئی ایسا عارضہ لاحق ہوگیا، جس کی وجہ سے وہ انتہائی مشقت میں مبتلا ہوگئے تھے، اور ان کے گھر بار اور اولاد کے سلسلے میں ان کو آزمائش میں ڈالا گیا تھا؛ لیکن آپ کی جسمانی تکلیف کی نوعیت کیا تھی؟ اس سلسلہ میں قرآن وحدیث میں کوئی صراحت منقول نہیں ہے، اور بدن میں کیڑے وغیرہ پڑنے کی جو باتیں عوام میں مشہور ہیں، یہ سب غیر معتبر اور اسرائیلیات سے ماخوذ ہیں، نیز مقامِ نبوت اور منصبِ رسالت کے بھی خلاف ہیں، اس لئے ان پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔

وهذه الأقوال عندي متضمنة مالا يليق لمنصب الأنبياء عليهم السلام.

(تفسير روح المعاني ۱۳/ ۳۰۳ زكريا)

قلت: وليس في نظم القرآن ولا في أثر ثابت ما يدل على أن أيوب عليه السلام ابتلا بما تعافعه الأنفس، أو تنفر عنه الطبائع، وما حكى من امتثاله فعامته من الأسرائليات. (أحكام القرآن للتهانوي ٦/ ٣٥، معارف القرآن ٧/ ٥٢٢) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۵/۷/۱۴۲۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

حضرت ایوب علیہ السلام کی بیوی کون تھیں؟

سوال (۵۸): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: حضرت مولانا محمد شفیع صاحبؒ نے ''معارف القرآن'' کے سورۂ یوسف کے پارہ ۱۲/ ''وما أبرئ'' کے

ص: ۲۷ پر تفسیر کے دوران لکھا ہے کہ تورات اور اہلِ کتاب کی تاریخ میں ہے کہ یوسف کے دولڑکے افرائیم اور منشا اور ایک لڑکی رحمت بنت یوسف پیدا ہوئی، رحمت کا نکاح حضرت ایوب علیہ السلام کے ساتھ ہوا۔ اور افرائیم کی اولاد میں یوشع بن نون پیدا ہوئے جو حضرت موسیٰ کے رفیق تھے۔ (تفسیر مظہری)

مگر رسالہ ندائے شاہی ماہ فروری ۲۰۰۹ء کے صفحہ ۱۸/ میں حضرت ایوب علیہ السلام کے بارے میں ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام کی شادی حضرت یوسف علیہ السلام کی پوتی جس کا نام ''رُیّا'' تھا سے ہوئی تھی۔ دونوں میں کون صحیح ہے؟ حوالہ سے جواب ارسال فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: تفسیری روایات دونوں طرح کی ہیں، بعض میں حضرت ایوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیوی کو بنت یوسف علیہ السلام کہا گیا ہے اور بعض میں ان کی پوتی کہا گیا ہے، اسی طرح نام میں بھی اختلاف ہے؛ اس لئے معارف القرآن اور ندائے شاہی کے مضمون کی بات الگ الگ روایات پر مبنی ہیں۔ (تفسیر مظہری ۶/۱۴۹، الانبیاء، تفسیر ابن کثیر ۸۷۸، تفسیر قرطبی ۱/۱۸۷، البدایہ والنہایہ ۱/۱۴۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۹/۴/۱۴۳۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

حضرت زلیخا کی شادی حضرت یوسف علیہ السلام سے ہوئی تھی یا نہیں؟

سوال (۵۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: حضرت زلیخا کی شادی حضرت یوسف علیہ السلام سے ہوئی تھی یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: تفسیر کی بعض روایات سے (جن میں صدق وکذب دونوں کا احتمال ہے) یہ معلوم ہوتا ہے کہ عزیز مصر کے انتقال کے بعد اس کی بیوی کا نکاح بعد میں حضرت یوسف علیہ السلام سے کر دیا گیا تھا۔ (مستفاد: از معارف القرآن ۵/۸۹، فوائد عثمانی برترجمہ شیخ الہند ۳۲)

وأخرج ابن جرير و ابن أبي حاتم عن ابن اسحاق قال: ذكروا أن قطفير هلك

في تلك الليالي، فزوج الملك يوسف زليخا امرأة قطفير . (تفسير مظهری ۴۳/۵)

وأخرج ابن جرير عن ابن اسحاق قال: ذكروا أن قطفير هلك في تلك الليالي، وإن الملك زوج يوسف امرأة راعيل. (روح المعانی ۷/۸)

وقد حدثنا ابن حميد قال: حدثنا سلمة عن ابن اسحاق قال: والله أعلم أن قطفير هلك في تلك الليالی، وإن الملك الريان بن الوليد زوج يوسف امرأة قطفير راعيل. (تاريخ الطبري ۲۰۹/۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ ۱۴۳۰/۴/۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

حضرت یعقوب علیہ السلام کے بھائی کا نام کیا ہے؟

سوال (۶۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: حضرت یعقوب علیہ السلام کے اُس بھائی کا نام کیا ہے جو آپ کے ساتھ پیدا بھی ہوا؟ ساتھ ہی انتقال بھی کیا اور ایک ہی قبر میں دفن بھی ہوئے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حضرت یعقوب علیہ السلام کے بھائی کا نام ''عیص'' تھا، جن کی پیدائش آپ کے ساتھ ہوئی تھی؛ لیکن دونوں کا ساتھ میں انتقال ہوا، اور ایک ہی ساتھ قبر بنائی گئی، اس بارے میں کوئی صراحت نہیں ملی۔

إن إسحق لما تزوج رفقا بنت بتوائيل فحملت فولدت غلامين توأمين أوّلهما سموه عيص والثاني: أخذ بعقب أخيه فسموه يعقوب. (البداية والنهاية ۱۵۳/۱ بیروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ ۱۴۳۵/۱۱/۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کا کیا نام تھا؟

سوال (۶۱) :- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں کا نام کیا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: متعدد تفسیر کی کتابوں میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ محترمہ کا نام ''یوحاند بنت لاوی بن یعقوب'' نقل کیا گیا ہے۔ (معارف القرآن ۶ر۸۳، نیز المکتبۃ الشاملۃ میں تفسیر کی ۱۷ر کتابوں میں یہی نام درج ہے) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۵ر۳ر۱۴۱۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

فرعونی جادوگروں کا لباس اور تعداد کیا تھی؟

سوال (۶۲) :- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: تبلیغی جماعت کے ایک صاحب تقریر کررہے تھے، دورانِ تقریر انہوں نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا جب جادوگروں سے مقابلہ ہوا، تو اس وقت جادوگروں کی تعداد چھ لاکھ تھی، اور سارے جادوگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لباس کی طرح لباس پہنے ہوئے تھے، اس پر ایک صاحب جماعت اسلامی کے تقریر ختم ہونے پر عوام سے مخاطب ہوکر کہنے لگے، تعداد ولباس کا تعین جو کیا گیا یہ جھوٹ ہے، اب آپ سے عرض ہے کہ مطلع فرمائیں تعداد کتنی تھی اور لباس کیا تھا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جادوگروں کی تعداد کے بارے میں روایات مختلف ہیں، چار سو سے لے کر تین لاکھ تک کی روایات ملتی ہیں۔ ایک روایت چھ لاکھ کی بھی ہے۔

قال ابن عباس رضي اللّٰہ تعالیٰ عنهما: کانوا اثنین و سبعین ساحراً مع کل

ساحر منهم حبال وعصى، وقيل: كانوا أربع مائة، وقيل: كانوا اثني عشر ألفاً، وقال ابن المنكدر: كانوا مجمعين على رئيس يقال له شمعون، وقيل: كان اسمه يوحنا مع اثنا عشر نقيباً مع كل نقيب عشرون عريفاً، مع كل عريف ألف ساحر، وقيل: كانوا ثلاث مائة ألف ساحر من الفيوم، وثلاث مائة ألف من الصعيد، وثلاث مائة ألف ساحر من الريف فصاروا تسع مائة ألف وكان رئيسهم **أعمى.** (الجامع لأحكام القرآن للقرطبي بيروت ٦/ ١٣٢، البداية والنهاية ١/ ٢٨٤، معارف القرآن أشرفي ٥/ ١٦٣، تفسير مدارك ٢٩٦، روح المعاني ٩)

اورلباس کے بارے میں کوئی صراحت اس وقت نہیں ملی ۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۵/ ۱۰/ ۱۴۱۶ھ

الجواب صحیح :شبیر احمد عفا اللہ عنہ

وہ کونسے نبی ہیں جو سوسال کے بعد دوبارہ زندہ کئے گئے؟

سوال (۶۳): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ:سوسال تک مردہ رہنے کے بعد وہ کونسے نبی ہیں جو دوبارہ زندہ کئےگئے ؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: انبیاء علیہم السلام میں حضرت عزیر علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے سوسال تک موت کی حالت میں رہنے کے بعد ازسرِنو زندگی عطا فرمائی تھی، اس کا ذکر قرآنِ کریم کی سورۂ بقرہ آیت:۲۵۹ میں ہے۔ ارشاد باری ہے:

﴿اَوْ كَالَّذِىْ مَرَّ عَلٰى قَرْيَةٍ وَّهِىَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا قَالَ اَنّٰى يُحْيِىْ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ﴾ [البقرة: ٢٥٩]

أو كالذي مر على قرية: قال: خرج عزير نبي اللّٰه من بيته وهو شاب فمرّ على قرية خربة وهي خاوية على عروشها، فقال: أني يحيي اللّٰه بعد موتها، فأماته

اللّٰہ مائة عام ثم بعثه. (تفسیر درمنثور للسیوطي ۱/۵۸۷) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۵/۱۱/۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا کسی نبی کے زمانے میں خنزیر حلال تھا؟

سوال (۶۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا کسی نبی کے وقت میں خنزیر حلال تھا، اگر تھا تو کس نبی کے وقت میں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: کسی نبی کے زمانہ میں خنزیر حلال نہیں تھا، حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شریعت کی طرف جو اس کی حلت منسوب کی جاتی ہے بالکل غلط ہے، ان کی شریعت میں بھی خنزیر حرام تھا۔ حدیث میں آتا ہے کہ آخری زمانہ میں جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائیں گے تو خنزیر کو قتل کریں گے، اس کے تحت علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اس پر دلیل ہے کہ ان کی شریعت میں خنزیر حرام تھا اور اس میں ان عیسائیوں کی بھی تکذیب ہے جو خنزیر کی حلت کو اپنی شریعت کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

ومما يستفاد من الحديث ما فيه قاله ابن بطال دليل على أن الخنزير حرام في شريعة عيسىٰ عليه السلام وقتله له تكذب للنصارىٰ أنه حلال في شريعتهم. (عمدة القاري ۱۲/۳۶) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۰/۳/۱۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

عہدِ صحابہؓ اور تابعین کے احوال

کیا خلفاء راشدین کا انتخاب جمہوریت کے طریقہ پر عمل میں آیا؟

سوال (۶۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اس میں یہ بھی تھا کہ خلفاء راشدین کا انتخاب جمہوریت کے طریقہ پر عمل میں آیا، یہ بات کہاں تک درست ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: خلفاء اربعہ میں سیدنا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، سیدنا حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ اور سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا انتخاب اربابِ حل وعقد کے اتفاق سے ہوا، جب کہ سیدنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ اول سیدنا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے نامزد فرماکر ان کے نام پر بیعت اپنی زندگی میں ہی لے لی تھی؛ لہٰذا ثابت ہوا کہ مناسب اہلِ شخص کی نامزدگی اور اربابِ حل وعقد کی طرف سے تقرر، یہ دونوں صورتیں شرعاً جائز ہیں۔ (دیکھئے تاریخ الخلفاء ۱۶- ۱۷- ۱۰۲- ۱۰۳ وغیرہ)

اور اسلام میں جمہوریت اس کا نام ہے کہ امت کے ذی بصیرت اور معاملہ فہم، دیانت دار حضرات اتفاق یا اکثریت سے فیصلہ کریں، آج کل کی نام نہاد جمہوریت سے اسلام کا کوئی واسطہ نہیں، جس میں عقل وبصیرت کے بجائے صرف تعداد دیکھی جاتی ہے، اور قطعاً بے عقل اور نااہل لوگوں کو بھی ذی بصیرت خواص کے پہلو میں کھڑا کردیا جاتا ہے، ایسی اندھیر نگری کا اسلام میں کوئی تصور نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۳/۳/۱۴۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

خلیفہ ثانی کا نام کیا ہے؟

سوال (٦٦) :- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: خلیفہ ثانی کا نام بتایئے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلیفۂ اول سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں، اور خلیفۂ ثانی سیدنا حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔

وعقد أبوبكر في مرضته التي توفي فيها لعمر بن الخطاب عقد الخلافة من بعده. (تاريخ الطبري ٣٥٢/٢) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۷/۱/۲۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ایک رات اور ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ساری زندگی پر بھاری

سوال (٦٧) :- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک مرتبہ سیدنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ: اے ابوبکر! میری ساری عمر کی عبادت یا نماز تم لے لو اور وہ دو راتوں کی عبادت تم مجھے دیدو، تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انکار کر دیا کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ تو وہ دو راتیں کونسی راتیں تھیں جو اتنی متبرک تھیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سوال سے متعلق صحیح روایت یہ ہے کہ ایک مرتبہ (حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد) سیدنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے سیدنا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا

ذکر آیا، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ رونے لگے اور فرمایا کہ: ''میری تمنا ہے کہ میری ساری زندگی کے نیک اعمال حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ایک دن اور ایک رات کے برابر ہو جائیں''، یعنی وہ رات جس میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غارِ ثور میں تشریف لے گئے اور غار کی صفائی کی، ایک دو سوراخ رہ گئے جن کو بند کرنے کے لئے آپ نے اپنا پیر اُن پر رکھ دیا، اسی دوران آپ رضی اللہ عنہ کو سانپ نے ڈس لیا؛ لیکن آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بیدار ہونے کے خوف سے حرکت تک نہیں فرمائی، شدتِ تکلیف سے آپ کے آنسو نکل آئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رُخِ انور پر گرنے لگے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابوبکر! کیا ہوا؟ تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سانپ کے ڈسنے کا ذکر کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ڈسنے کی جگہ پر اپنا لعاب دہن لگایا، جس سے تکلیف جاتی رہی؛ لیکن زہر کا اثر باقی رہا، اور وفات کے وقت لوٹ آیا، اور یہی آپ کی وفات کا سبب بنا۔

اور وہ دن جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد عرب مرتد ہونے لگے اور زکوٰۃ دینے سے انکار کرنے لگے، تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کمالِ استقامت کا مظاہرہ کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ اگر وہ لوگ زکوٰۃ کی ایک رسی دینے سے بھی انکار کریں گے تو میں ان سے جہاد کروں گا، اس پر میں (حضرت عمر رضی اللہ عنہ) نے عرض کیا: اے خلیفۂ رسول! ذرا لوگوں کے ساتھ نرمی اور تالیفِ قلب کا معاملہ کیجئے، تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھے جواب دیا کہ: ''عمر! تم زمانۂ جاہلیت میں تو بڑے بہادر تھے اور اسلام لانے کے بعد بزدلی دکھاتے ہو، یاد رکھو! وحی کا سلسلہ بند ہو چکا ہے، دین کامل ہو چکا، یہ نہیں ہوسکتا کہ دین میں کوئی کمی کی جائے اور میں زندہ رہوں''۔

عن عمر بن الخطاب رضي اللّٰه عنه ذُكر عنده أبوبكر فبكى، وقال: ودِدْتُ أن عملي كله مثلُ عمله يوماً واحداً من أيامه، وليلةً واحدة من لياليه.

أما ليلته: فليلة سار مع رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم إلى الغار، فلما انتهيا إليه قال: واللّٰه لا تدخله حتى أدخل قبلک، فإن كان فيه شيء أصابني دونک، فدخل فكسحه، ووجد في جانبه ثُقباً، فشق إزاره وسدها به، وبقي منها

إثـنـانِ فـألقمهما رجليه، ثم قال لرسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: ادخل، فدخل رسـول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم، ووضع رأسه في حجره ونام، فلُدِغَ أبوبكر في رجـلـه من الجحر ولم يتحرك مخافة أن ينتبه رسولُ اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم، فسـقطتْ دموعُه على وجهِ رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم، فقال: ما لک يا أبا بـكـر؟ قـال: لُـدغـتُ فـداک أبـي وأمـي، فتَفل رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم فذهب ما يجده، ثم انتقض عليه، وكان سببَ موته.

وأمـا يـومـه: فـلما قبض رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم ارتدت العربُ، وقـالـوا: لا نؤدي زكاةً، فقال: لو منعوني عِقالاً لجاهدتُهم عليه. فقلت: يا خليفةَ رسـول الـلّٰـه صـلـى اللّٰه عليه وسلم! تألَّفِ الناسَ وارفق بهم، فقال لي: أجبَّارٌ في الـجـاهـليةِ وخـوَّارٌ في الإسلام؟ إنه قد انقطعَ الوحيُ وتم الدينُ أينقص وأنا حي.

(مشكوٰة المصابيح ٢/٥٥٦ رقم: ٦٠٣٤)

الغرض اس روایت سے معلوم ہوگیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مذکورہ تمنا کا اظہار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کے بعد ان کے مناقب بیان کرنے کے مقصد سے کیا تھا، اس لئے نہ تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے انکار کے کوئی معنی ہیں اور نہ یہ تمنا اور آرزو کسی ضابطۂ شرعی کے خلاف ہے۔ یہ تو درحقیقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بلند مرتبہ اور مجموعہ فضائل ہونے کا اظہار ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱۴۱۲/۴/۲۳ھ

کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہؓ کا مہر ادا کیا تھا؟

سوال (۶۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا مہر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ادا کیا تھا یا نہیں؟ اور انہوں نے

وصول کیا تھا یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صحیح روایات سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی زرہ بیچ کر حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مہر ادا فرمایا تھا، بعض روایات میں اس کا بھی ذکر ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے یہ رقم پیغمبر علیہ السلام کو پیش فرمائی، جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی خانگی ضرورت کی اشیاء فراہم کی، مگر یہ روایت ضعیف ہونے کی بنا پر مذکورہ صحیح روایات کے خلاف حجت نہیں بن سکتی۔

عن علي رضي اللّٰه عنه لما تزوجت فاطمة قلت يا رسول الله! أ أبيع فرسي أو درعي، قال: بع درعک فبعتها باثنتي عشرة أوقية، وكان ذلک مهر فاطمة. (مجمع الزوائد ۲۸۳/٤، انوار نبوت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۷/۶/۲۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

حضرت فاطمہؓ کا جنازہ کس نے تیار کیا اور نماز کس نے پڑھائی؟

سوال (٦٩):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روح کس نے قبض کی، جنازہ کس نے تیار کیا؟ اور نماز جنازہ کس نے پڑھائی؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سیدتنا حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روح بظاہر اسی طرح قبض کی گئی جیسے عام مؤمن اموات کی روح قبض کی جاتی ہے، اس کے بارے میں مزید کوئی خصوصی تفسیر کسی معبر روایت میں نظر سے نہیں گذری، اور غسل دینے کے بارے میں حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا اور حضرت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا نام کتابوں میں ملتا ہے۔ ظاہر یہ

ہے کہ اصل غسل حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا نے کرایا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ پانی وغیرہ کے ذریعہ تعاون فرماتے رہے، اور آپ کی نماز جنازہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پڑھائی۔

وغسلها علي رضي الله عنه وصلى عليها العباس. (الإكمال في أسماء الرجال ٦١٣)

فاطمة غسلتها أم أيمن رضي الله عنها حاضنته وتحمل رواية الغسل لعلي على معنى التهنية والقيام التام بأسبابه. (شامی زکریا ۳/۱۰۹) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۵/۱۱/۲۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

حضرت علی کو "کرم اللہ وجہہ" کیوں کہتے ہیں؟

سوال (۷۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کرم اللہ وجہہ کیوں کہتے ہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: خوارج حضرت علی رضی اللہ عنہ کو "سود اللہ وجہہ" (اللہ ان کے چہرے کو سیاہ کرے) کہتے تھے، ان کے جواب میں اہل سنت والجماعت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ "کرم اللہ وجہہ" لگاتے ہیں۔ جس کا ترجمہ یہ ہے کہ: "اللہ تعالیٰ آپ کے چہرے کو معزز فرمائیں"۔ (فتاویٰ رشیدیہ ۱۰۹) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۳/۳/۲۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے متعلق من گھڑت روایت

سوال (۷۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: عبد اللہ کا یہ کہنا ہے کہ ایک مرتبہ ایک تیل فروش عورت کا تیل زمین پر گر گیا، اس نے تیل گرنے اور تیل کو زمین سے جذب کر لینے کی شکایت حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کی، حضرت نے اس

ٹکڑے زمین کو اٹھا کر ہاتھوں سے دبا کر تیل زمین سے نکال لیا، جس پر زمین نے حضرت سے یہ کہا کہ جس طرح آپ نے مجھ کو دبایا ہے جس روز آپ میرے اندر آئیں گے میں آپ کو اسی طرح دباؤں گی، جس کی بناء پر حضرت نے بوقت انتقال یہ وصیت فرمائی کہ بعد انتقال مجھے دفن نہ کیا جائے، بجائے دفن کرنے کے میری میت کو تابوت میں رکھ کر اونٹ پر کس دیا جائے اور اونٹ کو آزاد چھوڑ دیا جائے، اسی وجہ سے حضرت کا مزار کسی جگہ نہیں ہے، اگر کسی جگہ مزار ہے تو بتاؤ کس جگہ ہے؟ اب سوال یہ ہے کہ:

(۱) کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے یہ ممکن تھا کہ ٹکڑے زمین کو اٹھا کر تیل واپس نکال لیں؟

(۲) کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے یہ علم عطا فرمایا تھا کہ زمین کی زبان کو سمجھ لیں؟

(۳) کیا از روئے شرع حضرت کی وصیت کہ ''میری میت کو اونٹ پر کس دیا جائے اور اونٹ کو آزاد چھوڑ دیا جائے'' درست ہے؟

(۴) کیا حقیقت میں روئے زمین پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا مزار کسی جگہ نہیں ہے؟

زید کا یہ کہنا ہے کہ یہ سب مندرجہ بالا عبداللہ کا بیان حقیقت سے بعید ہے غلط ہے، اور درست کیا ہے؟ تاریخ کی معتبر کتابوں کے حوالہ سے جواب افتاء تحریر فرمائیں، خاص طریقہ سے آپ کو کس مقام پر دفن کیا گیا اس کا نام تفصیل کے ساتھ تحریر فرمائیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرف منسوب مذکورہ واقعہ کی کوئی اصل نہیں ہے، اور نہ ہی یہ واقعہ تاریخ وسیر کی کسی کتاب میں موجود ہے۔

(۲) اور جب اس واقعہ کی کوئی اصل نہیں تو پھر حضرت علیؓ کے لئے زمین اٹھا کر تیل نکالنے اسی طرح زمین کا بات سمجھنے اور نہ سمجھنے کا اشکال بھی باقی نہیں رہا۔

(۳) نیز تاریخ وسیر کی کسی بھی کتاب میں حضرت علیؓ کی مذکورہ وصیت کا کوئی ذکر نہیں ہے؛ لہٰذا اس من گھڑت بات کا حضرت علیؓ کی طرف انتساب صحیح نہیں ہے۔

(۴) حضرت علیؓ کے مزار مبارک کے متعلق صحیح روایت یہ ہے کہ آپ کو کوفہ کے دارالامارت میں دفن کیا گیا؛ کیوں کہ خوارج سے خوف تھا کہ آپ کا جسد مبارک کھود کر نہ نکال لیں اور اس کے علاوہ دیگر روایات کو علامہ ابن کثیرؒ نے مشتبہ قرار دیا ہے۔ (المرتضیٰ: مؤلفہ: حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی ۲۸۳)

وعن جعفر بن محمد الصادق قال صلى علىٰ عليٌّ ليلاً ودفن بالكوفة وعمى موضع قبره ولكنه عند قصر الإمارة. ودفن بالكوفة وصححه الواقدي وابن جرير وغير واحد. (البداية والنهاية ۹/۷ ۳۲ - ۳۳۰ دارالسعادة مصر) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۱/۲/۲۷ ۱۴۲۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے درمیان لڑائی کی وجہ

سوال (۷۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک صاحب سے میری ملاقات ہوئی اور ان میں اور ہم میں مسائل کے سلسلہ میں کچھ بات ہوئی، آخر میں انہوں نے مجھ سے کہا کہ تمہارے علماء دیو بند اگر سارے کے سارے میرے اس مسئلہ کو حل کردیں تو میں دیوبندی بن جاؤں گا، مگر شرط یہ ہے کہ مسئلہ صحیح ہونا چاہئے، میں نے کہا وہ مسئلہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت علی میں لڑائی کیوں ہوئی، اور کس بات پر ہوئی؟ کوئی نہ کوئی ایک حق پر ہوگا، ایک ناحق ہوگا، اگر اس سوال کا صحیح جواب دے دیں تو میں اپنا مذہب بدل دوں گا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بات اصل میں یہ تھی کہ مدینہ منورہ میں باغیوں کے ہاتھوں خلیفہ ثالث امیر المؤمنین سیدنا حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کی مظلومانہ المناک شہادت کے

وقت ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حج کے لئے مکہ معظّمہ آئی ہوئی تھیں، اِدھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ہاتھ پر مدینہ میں بیعت عام ہوئی، بیعت کرنے والے اکابر صحابہ میں حضرت طلحہ وزبیر رضی اللہ عنہما بھی شامل تھے، ان دونوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ پر زور ڈالا کہ وہ جلد از جلد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قاتلوں سے قصاص لیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ کا موقف یہ تھا کہ اولاً خلافت کے استحکام پر توجہ دینی چاہئے، اور قصاص کے مسئلہ کو مؤخر کردینا چاہئے، ورنہ فتنہ اٹھ کھڑا ہوگا، حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ موقف دیکھ کر حضرت طلحہ وزبیر رضی اللہ عنہما مکہ مکرمہ آئے اور ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو ساتھ لے کر بصرہ پہنچ گئے، اس معاملہ میں ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں حضرت طلحہ وزبیر رضی اللہ عنہما کی رائے کی ہمنوا تھیں، ان حضرات نے بصرہ پہنچ کر باقاعدہ محاذ کی سی صورت بنالی، جس سے فتنہ کا اندیشہ محسوس کر کے حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی مدینہ سے بصرہ کے لئے روانہ ہوئے، ادھر کوفہ سے حضرت حسن اور حضرت عمار رضی اللہ عنہما کی سرکردگی میں بھی ایک بڑا لشکر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ مل گیا، بصرہ میں حضرت طلحہ وزبیر رضی اللہ عنہما وغیرہ نے بھی اپنا لشکر جمع کر کے تیاری شروع کردی، جس میں ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بھی اونٹ کے ہودج پر سوار ہو کر شامل ہوئیں، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا خود فرماتی تھیں کہ ہم جنگ کرنے نہیں، فتنہ مٹانے کے لئے آئے ہیں، اور ہمارا مقصد صرف قاتلینِ عثمان سے قصاص لینا ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ قصاص لینے کے منکر نہیں تھے؛ بلکہ صرف اس مسئلہ کو اولیت دینے کے خلاف تھے۔ اسی بناء پر آپ نے یہ اعلان کردیا تھا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے محاصرہ کرنے والوں میں سے کوئی شخص میری فوج میں نہ رہے، فریقین میں کافی روز تک مصالحت کی کوشش ہوتی رہی؛ لیکن فتنہ پردازوں کی سازش سے یہ کوشش بارآور نہ ہوسکی اور جمل کا ہولناک واقعہ پیش آ گیا، اس معاملہ میں محققین علماء کے مطابق گو کہ دونوں فریقین اپنی اپنی جگہ مجتہد تھے اور نیتیں ان کی درست تھیں؛ لیکن ان دونوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اجتہادی موقف صائب اور حق تھا، اور دوسرا فریق اجتہادی خطاء کا مرتکب تھا؛ لیکن یہ

واضح رہنا چاہئے کہ مجتہد کی اجتہادی غلطی پر بعد میں کسی کو نکیر کرنے کی اجازت نہیں۔ مزید تفصیل کے لئے ''المرتضیٰ'' از: مولانا ابوالحسن علی ندویؒ، البدایہ والنہایہ ۸۰۷ اور تاریخ طبری جلد ۳ کا مطالعہ کریں۔ (العواصم من القواصم لابن العربی ۱۴۷-۱۶۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۸/۵/۱۴۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

حضرت معاویہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے درمیان اختلاف اجتہادی تھا

سوال (۷۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: حضرت امیر معاویہ اور حضرت ابوسفیان کو ان کے ایمان وکردار کے اعتبار سے کیسا سمجھنا چاہئے؟

حضرت امیر معاویہ اور حضرت مولا علی کے درمیان جنگ کی وجہ سے کیا حضرت مولا علی کو یا حضرت معاویہ کو برا کہنا چاہئے؟

حضرت مولا علی سے جنگ کی وجہ سے کیا حضرت امیر معاویہ کے سارے فضائل جو احادیث میں آئے ہیں وہ ختم ہوگئے؟

ہم اہل سنت وجماعت کو حضرت امیر معاویہ کی تعظیم وتکریم کرنی چاہیے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱-۴) حضرت امیر معاویہ اور حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہما دونوں صحابہ کی مقدس جماعت میں شامل ہیں، حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فتح مکہ کے موقع پر اسلام لائے، اور تادم آخر اسلام پر قائم رہے اور ان کے صاحبزادے حضرت امیر معاویہؓ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معتمد صحابہ میں سے تھے، اور آپ کا شمار کاتبین وحی میں ہوتا ہے اور نبی کریم ﷺ نے آپ کے لئے ہدایت کی دعا فرمائی ہے، بہرحال دونوں حضرات اہل سنت والجماعت کی نظر میں مؤمن اور قابل احترام ہیں، ان کی شان میں گستاخی ہرگز جائز نہیں، اور ان کا

امیر المؤمنین سیدنا علی کرم اللہ جہہ سے جو اختلاف تھا وہ ذاتی اغراض پر مبنی نہ تھا، اس اجتہادی اختلاف میں اگرچہ امیر المؤمنین سیدنا حضرت علی کرم اللہ جہہ کا موقف حق تھا؛ لیکن اس کی بنیاد پر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر طعن وتشنیع کرنے کی قطعاً اجازت نہیں ہے؛ کیوں کہ اجتہادی معاملات میں اگر کسی مجتہد کی غلطی واضح ہوجائے تو بھی اسے برا نہیں کہا جاسکتا ہے۔

وعن خلو ابن معدان: كان (أي معاوية) طويلا أبيض أجلع وصحب النبي صلى الله عليه وسلم وكتب له. (الإصابة ٦/ ١٢٠)

عن أبي سعيد عن النبي ﷺ قال: لا تسبوا أصحابي فوالذي نفسي بيده لو أن أحدكم: نفق مثل أحد ذهبا ما أدرك مد أحدهم ولا نصفه. (صحيح البخاري، فضائل الصحابة ١/ ٥١٨ رقم: ٣٦٧٣)

وعن عبد الله بن مغفل المزني رضي الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ: ألله الله في أصحابي، لا تتخذوهم غرضا من بعدي فمن أحبهم فبحبي أحبهم، ومن أبغضهم ببغضي أبغضهم ومن آذاهم فقد آذاني ومن آذاني فقد آذى الله ومن آذى الله يوشك أن يأخذه. (سنن الترمذي ٢/ ٢٢٥)

قال أبو زرعة الرازى: إذا رأيت الرجل ينتقص أحدا من أصحاب رسول الله ﷺ فاعلم أنه زنديق، وذٰلك أن الرسول حق، والقرآن حق، وماجاء به حق، وإنما أدى ذٰلك كله إلينا الصحابة، وهؤلاء الزنادقة يريدون أن يجرحوا شهودنا ليبطلوا الكتاب والسنة فالجرح بهم أولى. (الأصابة ١/ ٢٢)

وقال السعد التفتازاني: يجب تعظيم الصحابة، والكف عن مطاعنهم، وحمل ما يوجب بظاهره الطعن فيهم على معامل وتاويلات، وقال العلامة المرعشي في نشر الطوابع يجب تعظيم جميع أصحاب النبي ﷺ والكف عن مطاعنهم وحسن الظن بهم وترك البغض وقد أحبهم النبي ﷺ وأثنىٰ عليهم

وأوصىٰ أمته بعدم سبهم وبغضهم وآذاهم وماورد من المطاعن فعلى تقدير صحته له معامل و تاويلات، ومع ذٰلک لا يعادل ما ورد في مناقبه. (الإصابة ۱/۲۵-۲٦)

عن عبد الرحمن ابن أبي عميرة عن النبي ﷺ أنه قال: لمعاوية رضؓ اللّٰهم اجعله هاديا مهديا وأهد به، وقال في الهامش...... لا إرتياب أنه دعائه ﷺ مستجاب، فمن كا هذا حاله كيف يرتاب في حقه. (مشكوٰة المصابيح ۵۷۹، سنن الترمذي ۲/۲۲۵)

وقال الشافعيؒ: تلک دماء طهر اللّٰه أيدينا عنها فلا نلوث ألسنتا بها. (شرح فقه الأكبر ۸٦) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۴/۸/۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

سید کی نسل کہاں سے چلی؟

سوال (۴۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: سید کی نسل کہاں سے چلی اوران کا نام کیا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وہ اولاد جو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے ہوئی ہے، اس کو ’’سید‘‘ کہا جاتا ہے۔ (مستفاد: کفایت المفتی ۱/۲۵۳)

اور سید کہنے کی وجہ یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات حسنین کو ’’**سيدا شباب أهل الجنة**‘‘ نوجوانانِ جنت کے سردار قرار دیا ہے، اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ کو ’’**سيدة نساء أهل الجنة**‘‘ کالقب دیا ہے، اسی مناسبت سے ان کی نسل کو ’’سید‘‘ کالقب دیا گیا ہے۔

عن ابن عمر رضي اللّٰه عنهما قال: قال رسول اللّٰه ﷺ: الحسن والحسين سيدا شباب أهل الجنة. (مستدرك على الصحيحين ۳/۱۸۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۹/٦/۲۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

سید الشہد اء کون ہیں؟

سوال (۷۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: سید الشہد اء کون ہیں ان کے کیا نام ہیں؟ اور کیا یہ لقب شہید کربلا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے لیے خاص ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حدیث شریف میں تین حضرات کو لئے سید الشہد اء کا لفظ استعمال ہوا ہے: (۱) سیدنا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۲) سیدنا حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ (۳) اور وہ شخص جو ظالم بادشاہ کے سامنے حق بات کہنے کی وجہ سے قتل کیا جائے؛ لہٰذا یہ لقب صرف سیدنا حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے خاص کرنا بے اصل ہے۔

عن جابر رضي اللّٰه عنه عن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال: سيد الشهداء حمزة بن عبد المطلب، ورجل قام إلى إمام جائر فأمره ونهاه فقتل. (مستدرك على الصحيحين للنيسابوري ۳/ ۲۸، حديث: ٤٨٨٤)

قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: سيد الشهداء جعفر بن أبي طالب. (كنز العمال ۷/ ۲۱) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۹/۶/۲۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا انتقال کب ہوا؟

سوال (۷٦):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی تاریخ وصال کیا ہے اور کس دن کس حال میں وصال فرمایا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ نے ۲۰ھ میں دمشق میں

وصال فرمایا ہے۔(اسدالغابہ وغیرہ)فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ:احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ۱۴۱۹/۸/۸ھ

الجواب صحیح:شبیر احمد عفا اللہ عنہ

''مُعاذ''اور ''مُعَوِّذ'' دونوں حقیقی بھائی ہیں

سوال(۷۷):-کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: معاذ اور معوذ دونوں حقیقی بھائی ہیں یا نہیں؟ کیا چھوٹے بھائی نے بڑے بھائی کے کان میں کشتی لڑتے وقت کہا تھا کہ تم گر جانا؛ تاکہ میری جیت ہوجائے اور میں جنگ میں لے لیا جاؤں۔ مفصل مع حوالہ جواب دے کر تسکین قلب فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حضرت عفراء کے صاحب زادے معاذ اور معوذ دونوں حقیقی بھائی ہیں، دونوں غزوۂ بدر میں شریک تھے، اور ابوجہل پر پہلا وار کیا، ان دونوں کے ساتھ ایک اور معاذ نامی صحابی شریک تھے، جن کا پورا نام معاذ بن عمرو الجموح ہے۔

معوذ بن الحارث وعفرا أمه شهد بدراً، وهو الذي قتل أبا جهل مع أخيه معاذ رضی اللہ عنہ. (الإکمال ۱۱۳)

فيحتمل أن يكون معاذ بن عفراء شداً عليه مع معاذ بن عمرو كما في الصحيح وضربه بعد ذلك معوذ حتى أثبته. (البداية والنهاية بيروت ۳/ ۳۰۶، سيرة المصطفى ۲/ ۹۷)

ان دونوں بھائیوں کے کشتی لڑنے کا واقعہ احقر کو نہیں مل سکا۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ:احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۲/۴/۴ھ

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہنے والا اہلِ سنت والجماعت سے خارج ہے

سوال(۷۸): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: جولوگ حضرت امیر معاویہ کو برا بھلا کہتے ہیں ان کے بارے میں شریعت مطہرہ کا حکم کیا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جولوگ صحابی رسول کاتب وحی اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے برادر نسبتی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شانِ اقدس میں گستاخی کرتے ہیں وہ اہلِ سنت والجماعت سے خارج، گمراہ اور بدعتی ہیں۔

فسبّهم الطعن فيهم إن كان ممن يخالف الأدلة القطعية فكفر، كقذف عائشة وإلا فبدعة وفسق، وبالجملة لم ينقل عن السلف المجتهدين والعلماء الصالحين جواز اللعن على معاوية. (شرح العقائد النسفية ١٦١-١٦٢)

ومما يوجب أيضا الإمساك عما شجر أي وقع بينهم من الاختلاف والإضطراب صفحا عن إخبار المؤرخين...... والواجب أيضا على كل من سمع شيئا من ذلک يثبته فيه ولا ينسبه إلى أحد منهم. (الصواعق المحرقة ٢١٦)

إذا رأيتم الذين يسبون أصحابي فقولوا لعنة اللّٰه على شركم. (سنن الترمذي ٢/٢٢٥)

وأما كف الألسنة عن الطعن فيهم فإن كلا منهم مجتهد وإن كان على رضي اللّٰه عنه مصيبا فلا يجوز الطعن فيهما، والأسلم للمؤمنين أن لا يخوضوا في أمرهما. (مرقاة المفاتيح ١٠/١٣١) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۴/۸/۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے برادر نسبتی تھے؟

سوال (۷۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سالوں میں سے ہیں، اگر ہیں تو کس وجہ سے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہمشیرہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بنت ابی سفیان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حرم محترم میں تھیں، اس رشتہ سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے برادر نسبتی ہوتے ہیں۔ (سیرۃ المصطفیٰ ۵۴۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۳/۱۱/۱۴۱۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بغیر نماز روزہ کے جنت میں جانے والے صحابی؟

سوال (۸۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: وہ کون سے صحابی ہیں جنہوں نے ایک وقت کی بھی نماز نہ پڑھی اور شہید ہوکر جنتی ہوگئے؟ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے جنتی ہونے کی بشارت فرمائی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مدینہ منورہ میں انصار کے قبیلہ بنی عبدالاشہل کے ایک شخص جن کا نام عمرو بن ثابت تھا، جو ''اُصیرم'' کے لقب سے مشہور تھے، وہ غزوۂ احد میں عین جنگ سے پہلے اسلام لائے اور جوش میں تلوار لے کر جنگ میں شریک ہوگئے، اس وقت تک ان کے اسلام لانے کا کسی کو علم نہ تھا، جب جنگ ختم ہوگئی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے انہیں زخمی ہونے کی حالت میں پایا، تو بڑی حیرت ہوئی، اس وقت ان میں جان باقی تھی، انہوں نے برملا اپنے ایمان لانے کا اعلان کیا اور اسی زخم کی تاب نہ لاکر جام شہادت نوش کرلیا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ''اُصیرم'' نے ایک وقت کی بھی نماز نہیں پڑھی؛ لیکن اسلام کی حالت میں شہادت کی وجہ سے جنت کے مستحق قرار پائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں فرمایا: **إنہ لمن أهل الجنة.** (أسد الغابة ۹/۳ ۶۹، تلخیص: اصح السیر ۱۰۷-۱۰۸)

عمرو بن ثابت و كان يلقب ''اُصيرم'' واستشهد بأحد......، عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه أنه كان يقول: حدثوني عن رجل دخل الجنة ولم يصل صلاة قط هو أصيرم بني عبد الأشهل. (الإصابة في تمييز الصحابة ۱۳۱۷/۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۵/۱۱/۲۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

قاتلین حسین رضی اللہ عنہ کا عبرتناک انجام

سوال (۸۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: تاریخی طور پر یہ بات صحیح ہے کہ حضرت حسین کو قتل کرنے والوں میں سے کوئی بھی صحیح سالم نہیں بچا، سب لوگ کسی نہ کسی آفت میں گرفتار ہوئے، اکثریت کو جنون لاحق ہوا۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے قاتلوں پر بددعا فرمائی تھی کہ ان میں سے کوئی سزا سے نہ بچے۔

واقتلهم بدداً ولا تذر على الأرض منهم أحداً. (البداية والنهاية ٥٨٤/٨)

چناں چہ مختار بن عبید کے زمانہ میں واقعہ کربلا کے تقریباً پانچ سال بعد قاتلانِ حسین کو چن چن کر قتل کیا گیا، قاتلین کے سرغنہ عبید اللہ بن زیاد، شمر بن ذی الجوشن، خولی بن یزید، مالک بن بشر اور عمر بن سعد وغیرہ عبرت ناک انجام سے دوچار ہوئے، اور جو شخص بھی کربلا کے لشکر میں شریک تھا اسے بخشا نہیں گیا، یہ سب تفصیل البدایہ والنہایہ جلد ۸ میں موجود ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۱/۵/۲۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی نمازِ جنازہ کس نے پڑھائی؟

سوال (۸۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ کس نے پڑھائی؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ کس نے پڑھائی اس بارے میں ہمیں کوئی صراحت نہیں مل سکی؛ البتہ تاریخ کی کتابوں میں یہ منقول ہے کہ آپ کا بدنِ مبارک کربلا ہی میں دفن کیا گیا، جب کہ سر مبارک یزید کے دربار میں شام لے جایا گیا، اور ایک روایت میں یہ ہے کہ یزید نے آپ کا سر مبارک مدینہ منورہ بھیج کر جنت البقیع میں اہل بیت کے قریب دفن کرایا۔

دفن الحسين و أصحابه أهل الغامزية من بني أسد بعد ما قتلوا بيوم. (تاريخ الطبري ٣/٣٣)

وروى محمد بن سعد أن يزيد بعث برأس الحسين إلى عمرو بن سعيد نائب المدينة، فدفنه عند أمه بالبقيع. (البداية والنهاية ٧/٢٤) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۲۷/۶/۲۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

خانوادۂ حسین کے بچہ کا قتل

سوال (۸۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہانی بن ثبیت الحضرمی کہتا ہے کہ حضرت حسین کا قتل میری آنکھوں کے سامنے ہوا، ان کو قتل کرنے کے لئے جو لوگ تیار تھے، ان میں دسواں شخص تھا، ہم میں سے ہر ایک گھوڑے پر سوار تھا، اتنے میں خانوادۂ حسین کا ایک بچہ باہر نکلا اور خیمہ کی لکڑی پکڑ کر کھڑا ہوگیا، اس کے بدن پر ایک قمیص اور ایک ازار تھا، وہ گھبرایا ہوا تھا، وہ دائیں بائیں دیکھ رہا تھا، اس کے دونوں کانوں میں دو موتی تھے، جب ادھر ادھر چہرا گھوماتا تو دونوں موتی چمک اٹھتے، اتنے میں ایک گھوڑا سوار بچہ کے

قریب آیا اور اس کو پکڑ کر اپنی تلوار سے اس ملعون گھوڑ سوار نے ذبح کر دیا۔ (البدایہ والنہایہ ۱۸۶/۸)

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: یہ واقعہ بھی حافظ ابن کثیرؒ نے البدایہ والنہایہ میں بعینہٖ نقل کر کے ہشام السکونی کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ دراصل خانوادۂ حسین کے اس بچے کا قاتل یہی ہانی ابن ثبیت حضرمی تھا، اس نے عار کی بناء پر اپنی طرف نسبت کرنے سے گریز کیا ہے۔

قال هشام السكوني هانئ بن شبيت هو الذي قتل الغلام خاف أن يعاب ذٰلک عليه فكنى عن نفسه. (البداية والنهاية ۵۸۳/۸) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۱/۵/۲۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

حضرت ام حکیم بنت حارثؓ کی عدت کہاں گذری؟

سوال (۸۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: حضرت عکرمہ کی اہلیہ ام حکیم بنت حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں، حضرت عکرمہ خلافتِ صدیقی میں روم کی لڑائی میں شہید ہوگئے تھے، تو ام حکیم کا نکاح خالد بن سعید سے ہوگیا، اسی سفر میں ''مرج الصغر'' ایک جگہ کا نام ہے، رخصتی بھی ہوئی۔ (فضائل اعمال حکایاتِ صحابہ ۱۲۹) اس واقعہ میں عدت کا ذکر نہیں ہے، تو کیا بغیر عدت کے ایسا ہوا، یا کیا صورت ہوئی، واضح فرمائیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ سفر طویل ہوگا، اور اسی درمیان عدت گذر گئی ہوگی، بغیر عدت نکاح کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۶/۱۰/۱۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ نے پیغمبر علیہ السلام کے دندانِ مبارک شہید ہونے کی خبر سن کر اپنے سارے دانت توڑ ڈالے تھے؟

سوال (۸۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مستند عالم دین نے کثیر علماء کے درمیان جلسہ عام میں یہ بات بیان کی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دندانِ مبارک جنگ احد میں شہید ہوئے تھے، اس کی کیا اصل ہے؟ ایک دانت کا کنارہ جھڑا تھا، اس کے ذیل میں بیان میں بہت سے مقرر یہ بیان کر دیتے ہیں کہ یہ خبر سن کر حضرت اویس قرنیؒ نے اپنے مکمل دانت باہر نکال ڈالے کہ میرے دانت ہوں اور میرے آقا کے دانت نہ ہوں، یا کونسا دانت ہو، ایک عالم دین نے اس کی تردید کی کہ یہ کہنا غلط ہے؛ کیوں کہ اگر اویس قرنیؒ جب دندان شہید کر سکتے ہیں تو صحابہ جو حاضر تھے وہ سب سے پہلے اپنے دانت نکال دیتے، جب کہ کسی صحابی سے یہ بات ثابت نہیں؛ لہٰذا آپ تحریر فرمائیں کہ ایسی کوئی روایت ہے یا نہیں، کیا واقعی اویس قرنیؒ نے اپنے دندان باہر نکال دئے تھے؟

ایک عالم نے جب چند لوگوں سے یہ بات بتائی تو انہوں نے اپنے پیر قاری منیر عالم صاحب کرت پوری سے معلوم کیا تو انہوں نے جواب دیا: ایسا کہنے والا مولوی گمراہ ہے۔ دوسرا جواب دیا ابوبکر کو کامل محبت تھی اور اویس قرنیؒ کو کامل محبت نہیں تھی، جب کہ معلوم یہ ہوتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھی کامل محبت تھی؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: حضرت اویس قرنیؒ بڑے جلیل القدر تابعی ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو خیر التابعین کا لقب عطا فرمایا ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے متعلق حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تاکید فرمائی تھی کہ جب وہ یمن سے تشریف لائیں اور تمہاری ان سے ملاقات ہو تو ان سے مغفرت کی دعا کرانا، چناں چہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کی

ملاقات کے مشتاق رہے، اور یمن کے آنے جانے والوں سے ان کے بارے میں تحقیق کرتے رہے، بالآخر ایک موقع پر حضرت اویس قرنیؒ یمنیوں کے قافلہ کے ساتھ تشریف لائے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ملاقات کی، اور دعاء مغفرت کی گذارش کی۔ یہ پورا واقعہ اور پیشین گوئی مسلم شریف ۲/۳۱۱ اور مستدرک حاکم ۳/۴۵۶ وغیرہ میں موجود ہے؛ تاہم آپ کے حالات میں کہیں بھی سوال میں مذکورہ دانت توڑنے کا واقعہ ہمیں دستیاب نہیں ہوا؛ اس لئے بظاہر یہ واقعہ ہی بے اصل ہے، نیز یہ شرعی حکم کے بھی خلاف ہے؛ کیوں کہ کسی بھی شخص کو اپنا کوئی عضو بلاوجہ تلف کرنے کا اختیار نہیں ہے؛ لہٰذا جس عالم صاحب نے اس واقعہ کی تردید کی ہے وہ حق پر ہیں۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیں:

عن عمر بن الخطاب رضي اللّٰه تعالىٰ عنه قال: إني سمعت رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يقول: إن خير التابعين رجل يقال له ''أويس'' وله والدة وكان به بياض فمروه فليستغفر لكم: عن أسير بن جابر قال: كان عمر بن الخطاب إذا أتى عليه إمداد أهل اليمن سألهم أفيكم أويس بن عامر؟ حتى أتى على أويس، فقال: أنت أويس بن عامر؟ قال: نعم، من مراد ثم من قرن قال: نعم، قال: فكان بک برص فبرأت منه إلا موضع درهم، قال: نعم، قال: لک والدة؟ قال: نعم، قال: سمعت رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يقول: يأتي عليكم أويس بن عامر مع إمداد أهل اليمن من مراد ثم من قرن كان به برص فبرأ منه إلا موضع درهم له والدة هو بها بر لو أقسم على اللّٰه لأبره فإن استطعت أن يستغفر لک فافعل فاستغفر لي فاستغفر له. (صحيح مسلم ٢/ ٣١١، المستدرك للحاكم ٣/ ٤٥٦) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۵/۵/۱۴۲۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

یزید جنت میں جائے گا یا نہیں؟

سوال (۸٦):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا یزید مسلمان ہے یا نہیں، جب کہ ان کے مسلمانوں کے خلاف بہت سارے واقعات ہیں؟ کیا یزید کو مسلمان کہنے والا مسلمان ہے یا نہیں؟ کیا یزید جنت میں جائے گا یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: یزید کا فاسق ہونا تو تاریخی روایات سے ثابت کیا جاسکتا ہے؛ لیکن اس کے کافر یا مرتد ہونے کے متعلق کوئی شرعی دلیل موجود نہیں ہے؛ لہٰذا ہم اسے کافر نہیں کہہ سکتے، زیادہ سے زیادہ اس کے فاسقانہ اعمال سے براءت کر سکتے ہیں، اور آخرت میں اس کے ساتھ کیا ہوگا، اس بارے میں بحث کرنا بے معنی اور فضول ہے، نیز یہ کوئی ایسا معاملہ بھی نہیں ہے کہ جس کا علم نہ ہونے کی وجہ سے آخرت میں کسی گرفت کا اندیشہ ہو؛ لہٰذا عقل مندی اور احتیاط کا تقاضہ یہ ہے کہ ایسے بے فائدہ موضوعات پر بحث ومباحثہ کر کے اپنی صلاحیتوں کو ضائع نہ کیا جائے۔(مستفاد: فتاویٰ رشیدیہ ۵۱-۸۷)

أیما رجل قال لأخیه کافر فقد باء بها أحدهما. (مشکوٰۃ المصابیح ۴۱۱، صحیح مسلم ۱/۵۷) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۳۰/۷/۱۴۲۲ھ

کیا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا یزید کو ولی عہد بنانا غلط تھا؟

سوال (۸۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کہتا ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے یزید کا انتخاب کر کے ایک بدعت ایجاد کی اور ان کا انتخاب غلط تھا۔ اور بکر کہتا ہے کہ صحابی سے غلطی نہیں ہوسکتی، ان کا انتخاب درست ہے، ایسے ہی زید

کا کہنا ہے کہ حسین کے ساتھ اہل بیت کا قاتل یزید ہے۔ اور بکر کہتا ہے کہ ایسا نہیں ہے، آخر کون حق پر ہے؟ کیا یزید کے بارے میں لعن طعن درست ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: یزید کی غلط کاریوں پر تنقید کرنے میں شرعاً کوئی حرج نہیں؛ لیکن اس کے غلط افعال کو صحابیِ رسول سیدنا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کرنا صحیح نہیں ہے؛ اس لئے کہ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ نے جب یزید کو اپنا ولی عہد بنایا تھا تو ان کے سامنے اس کی غلط کاریاں نہ تھیں، ورنہ آپ رضی اللہ عنہ اس کو ہرگز ذمہ داری نہ دیتے۔ (مستفاد فتاویٰ محمودیہ ۱/۴۱۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۲۶/۲/۱۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ